اَنْوَارُالْمُتَّقِیْن شرحِ رِیاضِ الصَّالِحِیْن
المعروف
فیضانِ ریاض الصَّالحین
جلد دوم
For More Books
Click On Ghulam
Safdar
Muhammadi
Saifi
دعوتِ اسلامی
شعبہ فیضانِ حدیث

ظاہری وباطنی اعمال کی اصلاح کے لیے آیات واحادیث پر مشتمل

شَیْخُ الْاِسْلَام اَلْحَافِظ اَلْاِمَام مُحْیُ الدِّیْن اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

کی مشہورِ زمانہ کتاب

ریاض الصالحین

کا اردو ترجمہ وشرح بنام

اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصّٰلِحِیْن

المعروف بہ

فیضانِ ریاض الصالحین

پیشکش

مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبہ فیضانِ حدیث)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَانَبِیَّ اللہ　　وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحٰبِکَ یَانُوۡرَ اللہ

نام کتاب　:　فیضانِ ریاض الصالحین (جلد دوم)

پیش کش　:　شعبۂ فیضانِ حدیث (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

پہلی بار　:　جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ، فروری 2016ء　تعداد: 5000 (پانچ ہزار)

ناشر　:　مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۳ ربیع الاول ۱۴۳۶ ہجری　　حوالہ نمبر: 204

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد دوم)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظر ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

25-12-2014

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مجلس
تفتیشِ کتب و رسائل
فیضان مدینہ پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ ریاض الصالحین“ کے سترہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”17 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”**نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ** مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“

(معجم کبیر، یحیی بن قیس، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مدنی پھول:

- ...بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عمل خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- ...جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حَمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حَتَّی الوَسْع اِس کا باوُضُو اور (7) قِبلہ رُو مُطَالَعَہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) اَحادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”اللّٰہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسم مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) شَرعی مَسائل سیکھوں گا (13) اس حدیثِ پاک ”**تَهَادَوْا تَحَابُّوْا** ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (14) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (15) اس کتاب کا ثواب پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری اُمّت کو اِیصال کروں گا۔ (16) کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیتِ حُصُولِ عِلْمِ دِین روزانہ چند صفحات پڑھ کر عِلمِ دِین حاصل کرنے کے ثواب کا حق دار بنوں گا۔ (17) کِتابت وغیرہ میں شَرعی غَلَطی ملی تو ناشِرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ (ناشِرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتا دیناخاص مُفید نہیں ہوتا۔)

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

از شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتَعَدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک ''**المدینۃ العلمیۃ**'' بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شعبۂ درسی کُتُب (۳) شعبۂ اِصلاحی کُتُب

(۴) شعبۂ تراجم کُتُب (۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلَّت، حامیِ سنّت، ماحیِ بِدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق **حتَّی الْوَسْع** سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اِشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور **مجلس** کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ''**دعوتِ اسلامی**'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

عَلَّامَه اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے آقائے دو جہاں، حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَفعال واَقوال کواپنی مایہ ناز ومشہورِ زمانہ تصنیف ''ریاضُ الصالحین'' میں نہایت ہی اَحسن اَنداز سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں کہیں مُنْجِیَات (یعنی نجات دلانے والے اَعمال) مثلاً اِخلاص، صَبر، اِیثار، تَوبہ، توکُّل، قَنَاعت، بُردُباری، صِلَہ رَحمی، خوفِ خدا، یقین اور تقویٰ وغیرہ کا بیان ہے تو کہیں مُهْلِکَات (یعنی ہلاک کرنے والے اَعمال) مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کا بیان۔ یہ کتاب راہِ حق کے سَالِکِیْن کے لئے مَشْعَلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اَحادیث کی اس عظیم کتاب کی اسی اِفادیت کے پیشِ نظر تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کی مجلس المدینۃ العلمیۃ نے ''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش'' کے مُقدَّس جذبے کے تحت اس کے ترجمے وشرح کا بیڑا اُٹھایا تاکہ عوام وخواص اس نہایت ہی قیمتی علمی خزانے سے مالا مال ہوسکیں، چنانچہ مجلس المدینۃ العلمیۃ نے یہ عظیم کام ''شعبۂ فیضانِ حدیث'' کو سونپا۔ اس شعبے کے اسلامی بھائیوں نے خالقِ کائنات پر بھروسا کرکے فِی الْفَور کام شروع کردیا، بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی قلیل عرصے میں اِس کی پہلی جلد مکمل ہوکر زیورِ طَبع سے آراستہ ہوگئی۔ ریاض الصالحین کے اس ترجمے وشرح کا نام شیخِ طریقت اَمیرِ اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے ''اَنْوَارُالْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن المعروف فیضانِ ریاض الصالحین'' رکھا ہے۔ دعوتِ اسلامی کی طرف سے ''فیضانِ ریاض الصالحین'' (جلد اوّل) پاکستان کے کئی جَیِّد عُلَمَاء ومَشایخ ودیگر شخصیات کی خدمت میں پیش کی گئی۔ بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی پہلی جِلد کو بہت پذیرائی ملی، مختلف عُلَمائے کِرام ومُفْتِیَانِ عِظَام ودیگر شخصیات کی طرف سے تحسین آمیز مکتوب (خُطُوط) اور فُون مَوصُول ہوئے۔ اور اب ''فیضان ریاض الصالحین'' (جلد دوم) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ریاضُ الصالحین میں امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مختلف مَوضُوعات پر تقریباً 1896 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں اور انہیں تقریباً 372 اَبواب

میں تقسیم کیا ہے۔ **"فیضانِ ریاض الصالحین"(جلد اول)** 6اَبواب،73اَحادیث پر مشتمل ہے، جبکہ **"فیضانِ ریاض الصالحین"(جلد دوم)** 14اَبواب، 103اَحادیث پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ اَبواب اور اَحادیث کی نمبر نگ پچھلی جلد کے اعتبار سے کی گئی ہے، پہلی جلد چونکہ 6اَبواب اور 73اَحادیث پر مشتمل تھی، اسی لیے دوسری جلد باب نمبر7 اور حدیث نمبر74 سے شروع کی گئی ہے، نیز اب تک کسی بھی جلد میں اَبواب واَحادیث کی تعداد کو خاص نہیں کیا گیا اور نہ ہی آئندہ جلدوں میں کیا جائے گا، بلکہ ایک مکمل جلد کا کم و بیش 650صفحات پر اِنحصار کیا گیا ہے، اِن صفحات میں جتنے بھی اَبواب مع اَحادیث آسکتے ہیں، اُنہیں شامل کرلیا جائے گا، بقیہ کو آئندہ جلدوں میں شامل کیا جائے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس کتاب پر شعبۂ فیضانِ حدیث **(المدینۃ العلمیۃ)** کے 8اسلامی بھائیوں نے کام کرنے کی سعادت حاصل کی، بالخصوص سید ابو طلحہ محمد سجاد عطاری المدنی، سید منیر رضا عطاری المدنی، ملک محمد علی رضا عطاری المدنی، محمد عدیل رضا عطاری المدنی، محمد جان رضا عطاری المدنی سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ الْغَنِیّ نے خوب کوشش کی۔

کام کی تفصیل

کسی بھی کتاب پر کیے گئے کام کی تفصیل بیان کرنے سے اس کتاب کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے، بسا اَوقات اس کتاب کے قاری یعنی پڑھنے والے کو کتاب پر کیے گئے کام اور محنت و کوشش کا اچھی طرح اندازہ نہیں ہو پاتا، اسی لیے کسی بھی کتاب پر کیے گئے کام کی تفصیل کو بیان کرنا نہایت مفید ہے۔ اس کتاب **"فیضانِ ریاض الصالحین جلد دوم"** کے کام کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(1) اس کتاب کے شروع سے لے کر آخر تک ہر ہر کام کو نہایت ہی احتیاط کے ساتھ سر انجام دیا گیا ہے۔

(2) ہر باب کے موضوع کو بڑی سرخی (Main Heading) کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

(3) ہر باب کے شروع میں آیات واَحادیث کی مُناسبَت سے مختصر تمہید بھی بیان کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو باب اور اس کے تحت بیان کی جانے والی احادیث وشرح کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

(4) ہر باب نئے صفحے سے شروع کیا گیا ہے نیز ہر باب کے تمام صفحات پر اس باب کا مختصر نام بھی دیا گیا ہے۔

(5) تمام اَبواب واَحادیث کی نمبرنگ جلد اوّل کے اِعتبار سے ترتیب وار کی گئی ہے۔

(6) مختلف اَبواب یا اَحادیث کے تحت جہاں کہیں علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے آیات بیان فرمائی ہیں، مُستَنَد اردو عربی تفاسیر سے اُن آیات کی مختصر تفسیر بیان کر دی گئی ہے۔

(7) علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی بیان کردہ تمام آیات کو سرخی (Heading) کے ذریعے واضح کرتے ہوئے ایک ہی باب کی تمام آیات کی ترتیب وار نمبرنگ بھی کی گئی ہے۔

(8) تمام آیاتِ مبارکہ کا متن، قرآنی رَسْمُ الْخَطّ والے سافٹ ویئر سے پیسٹ کیا گیا ہے۔

(9) آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ حَتَّی الْمَقْدُور کنزالایمان شریف سے لیا گیا ہے۔

(10) امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس کتاب کی اَبواب بندی وبیانِ اَحادیث میں اِصلاحی اَنداز اِختیار کیا ہے، ہم نے بھی اَحادیثِ مُبارکہ کی توضیح وتشریح میں دَقیق عِلمی، فَنِّی ولُغوِی اَبحاث کے بجائے اِصلاحی اَنداز اختیار کیا ہے۔

(11) امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی ذکر کردہ پوری آیت یا حدیث میں بسااوقات ایک ہی لفظ مَحَلِّ اِستِدلال ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات اس آیت یا حدیث کو باب کے تحت لانے کی وَجہِ اِستِدلال سمجھ نہیں آتی، اسی وجہ سے شُروحات وغیرہ کُتُب کی مدد سے بعض آیات واَحادیث کی ان کی باب کے ساتھ مُطابَقت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

(12) ریاض الصالحین کی اَحادیث کا عَربی مَتَن بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(13) اَبواب کے تحت اور ضِمْنًا بیان کی جانے والی تمام اَحادیثِ مبارکہ کا آسان فَہم بامُحاوَرہ اردو ترجمہ اور ہر حدیث کی باب کے مُطابِق مُستَنَد کُتُب سے توضیح وتشریح کی گئی ہے۔

(14) اَحادیث کے ترجمے اور ان کی شرح میں عُلَمائے اَہلسُنَّت کے تَراجِم وشُروح سے بھی مدد لی گئی ہے۔

(15) اَحادیث کی شرح میں باب سے مُناسَبت والے مَواد کو تفصیلاً اور دیگر مَواد کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔

(16) جن اَحادیث کی شرح پچھلے کسی باب یا پچھلی جلد میں تفصیلاً گزر چکی ہے، اُن اَحادیث کی دوبارہ شرح

کرتے ہوئے باب سے مُناسبت والے مَواد کو تفصیلاً اور دیگر مَواد کو اِجمالاً بیان کرکے پچھلے باب یا جلد کی تفصیلی شرح کی طرف نِشاندہی کردی گئی ہے۔

(17) عربی شُروحات کو اُن کے اصل نام اور اُن کے مُصنِّفین کے نام دونوں کے ساتھ مُختَلِف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے عِلم میں اِضافہ ہو اور ذَوق بھی برقرار رہے۔

(18) امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مَسْلَکاً شَافِعِی تھے، اِس لیے اُنہوں نے فِقْہِی مَسائل میں امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا مَوقِف اِختیار فرمایا ہے جبکہ اس کتاب میں فِقْہِی اَبحاث ودَلائل کی طَوالَت سے بچتے ہوئے ضرور تاً اَحناف کا مَوقِف ذکر کردیا گیا ہے۔

(19) کوشش کی گئی ہے کہ حَتَّی الْمَقْدُور ہر حدیث کی وَضاحت اس کے مَوضُوع کے اعتبار سے ہو لیکن کئی مَقامات پر ضِمناً اس حدیثِ پاک سے مُتعلقہ دیگر مُفِید باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

(20) اَحادیث کی شرح میں حَتَّی الْمَقْدُور کوشش کی گئی ہے کہ دیگر عربی شُروحات میں جو شارِحین نے شرح بیان کی ہے اسے ہی نَقْل کیا جائے، البتہ علاّمہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بعض اَحادیث ایسی بھی ذکر کی ہیں، کُتُبِ شُرُوح میں جن کی کوئی خاص شرح نہیں کی گئی، ہم نے ایسی اَحادیث کے نَفْسِ مَوضُوع کو لے کر مُختَلِف کُتُب سے شرح ذکر کی ہے۔

(21) مَوقَع کی مُناسَبت سے شرح میں ترغیبی وترہیبی اور دُعائیہ کلمات بھی ڈالے گئے ہیں۔

(22) بعض اَحادیث کے مختلف اَلفاظ کے مَعانی بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(23) اَحادیثِ مبارکہ اور اُن کی شرح کو مختلف سُرخیوں (Headings) کے ذریعے واضح کیا گیا ہے تاکہ مُطالَعہ کرنے والوں کی دلچسپی اور ذَوق برقرار رہے۔

(24) ہر حدیث کی شرح بیان کرنے کے بعد آخر میں اُس کا خُلاصہ مدنی پھولوں کی صورت میں بَطَورِ مَدَنی گُلدَستہ بیان کیا گیا ہے۔

(25) اَصل ماخَذ تک پہنچنے کے لیے آیاتِ مُقدَّسہ، اَحادیثِ مُبارکہ، توضیحی عِبارات، فِقْہِی جُزئیات اور دیگر مَواد کی مکمل تخریج حاشیے میں کردی گئی ہے۔

(26) امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بعض اَوقات اَحادیث کو بیان کرنے کے بعد حدیث کے ماخذ کی طرف اِشارہ کردیتے ہیں۔ وہ اِشارہ عموماً تمام اَلفاظوں کے ساتھ بِعَیْنِہٖ حدیثِ پاک کی طرف نہیں ہوتا بلکہ مُطْلَق اِشارہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمام اَحادیث کی فقط اُس کتاب سے تخریج کی ہے جس میں حدیث کے بِعَیْنِہٖ پورے الفاظ، یا بعض الفاظ یا مکمل یا اکثر مَفْہوم موجود ہے۔ مثلاً: امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک حدیثِ پاک بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اسے امام بخاری وامام مسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا دونوں نے بیان فرمایاہے۔ جب اس حدیث کی تخریج کی گئی تو بِعَیْنِہٖ ان الفاظوں کے ساتھ وہ حدیث فقط مسلم میں تھی، تو ہم نے اس حدیث کی تخریج بخاری کی بجائے فقط مسلم سے ہی کی ہے۔

(27) امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بسا اوقات ایک حدیث بیان کرنے کے بعد اس سے مُتعلقہ دیگر رِوایات کو مختلف اَلفاظوں کے تَغَیُّر کے ساتھ بیان کرتے ہیں، ہم نے اصل حدیث کے ساتھ ساتھ ان تمام رِوایات کی بھی حَتَّی الْمَقْدُور تخریج کردی ہے۔

(28) ایسی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا جو ہمارے پاس کسی بھی اِعتبار سے موجود نہ ہو۔

(29) اِس کتاب میں جن مَطْبُوعَات سے مواد لیا گیاہے، ان کی تفصیل ماخذ ومَراجِع میں دے دی گئی ہے۔

(30) حَسْبِ مَوقع اِمامِ اَہلسُنّت، عَظِیْمُ البَرَکَت، عَظِیْمُ المَرْتَبَت، پَروانۂ شَمْعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلَّت مولانا شاہ **امام اَحمد رَضا خَان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن، خلفائے اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت، امیرِ اَہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ ودیگر علمائے اہلسنت دَامَتْ فُیُوضُہُمْ کے اَشعار بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(31) فارمیشن، رُمُوزِ اَوقاف اور مُشکل اَلفاظ پر اِعراب کا اِلْتِزَام بھی کیا گیا ہے، نیز بعض مقامات پر مُفید حواشی بھی دیے گئے ہیں۔

(32) عُنْوانات ومَوضُوعات (Headings) کی کتاب کے شروع میں اِجمالی فہرست اور کتاب کے آخر میں تفصیلی فہرست بھی دی گئی ہے، تاکہ ایک ساتھ کتاب کے تمام مَضامین کا مطالعہ کیا جاسکے اور مُطَالَعَہ کرنے والے آسانی سے اپنے مَطلوبہ مَواد تک پہنچ سکیں۔

(33) کام کے دوران مُختلف مَوَاقِع پر مکمل کتاب کی کئی بار پُرُوف رِیڈنگ کی گئی ہے، البتہ اِحتیاطاً کتاب کا کام ہر اِعتبار سے مکمل ہونے کے بعد طَبَاعَت سے قبل پُرُوف رِیڈنگ کے ماہر ایک اسلامی بھائی سے اس کی فائنل پُرُوف رِیڈنگ بھی کروالی گئی ہے۔

(34) اِس کتاب کے مکمل مَواد کی عقائد و مَسائل وغیرہ کے حوالے سے شرعی تفتیش بھی کروالی گئی ہے۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب، ہم گناہگاروں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عَطاؤں، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی عِنَایتوں اور امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُر خُلُوص دُعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو بھی خامیاں ہوں ان میں ہماری کوتاہ فَہمی کا دَخل ہے۔ حُصُولِ تقویٰ وعِلمِ دِین، اِطاعتِ **رَبُّ الْعَالَمِیْن** واِتّباعِ **رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْن** پر اِسْتِقَامَت پانے اور اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کا مُقدّس جذبہ اُجاگر کرنے کے لئے خود بھی اس کتاب کا مُطالعہ کیجیے اور حَسبِ اِستِطَاعَت **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مَکْتَبَةُ الْمَدِیْنَه** سے ہدیۃً حاصل کر کے دوسروں کو بِالخُصُوص مُفتیانِ کِرام اور عُلَمائے اہلسنت کی خدمت میں تحفۃً پیش کیجئے۔

پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب خُوب سے خُوب تر ہو لیکن پھر بھی غَلَطی کا اِمکان باقی ہے، اَہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مُفید مَشوروں اور قیمتی آراء سے ہماری حوصلہ اَفزائی فرمائیں اور اِس کتاب میں جہاں کہیں غلطی پائیں ہمیں تحریری طور پر ضرور آگاہ فرمائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِسے ہماری بخشش و نجات کا ذریعہ بنائے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تیری دھوم مچی ہو

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ فیضان حدیث، مجلس **المدینۃ العلمیۃ**

جمادی الثانی ۱۴۳۶ ہجری بمطابق اپریل 2015ء

باب نمبر:7

یَقِین وتَوَکُّل کا بیان

تمام تعریفیں اُس خالقِ کائنات کے لیے ہیں جس نے ساری مخلوق کا رِزق اپنے ذِمۂ کرم پر لیا ہے۔ وہی سب کا مالک ہے۔ جسے چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے، رِزق عطا فرماتا ہے۔ جو اُس پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کرتا ہے، کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اُس پر یقین رکھنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ وہ مُتَوَکِّلِین کو دوست رکھتا ہے اور اُن کا والی وناصِر ہے۔ یقین وتَوَکُّل کی دولت پانے والا دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے لیکن یقین وتوکُّل کی راہیں بہت کٹھن ہیں، اِسی لیے اِس مَنزِل تک بہت کم لوگ پہنچتے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی ”یقین وتوکُّل“ کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 7 آیات اور 11 احادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مسلمانوں کی آزمائش

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔

تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ”(یعنی) تمہیں شدّت وبَلا پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے اور انجام کار تم غالِب ہو گے اور تمہاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ ﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۴) (ترجمۂ کنزالایمان: کیا اِس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی۔) اور حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سَیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اَصحاب سے فرمایا کہ پچھلی نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں، جب

اُنہوں نے دیکھا کہ اُس مِیعَاد پر لشکر آ گئے تو کہا: یہ ہے وہ جو ہمیں اللہ اور اُس کے رسول نے وعدہ دیا تھا۔ یعنی جو اُس کے وعدے ہیں، سب سچے ہیں، سب یقیناً واقع ہوں گے، ہماری مدد بھی ہو گی، ہمیں غَلَبہ بھی دیا جائے گا اور مکّہ مکرّمہ اور روم و فارس بھی فتح ہوں گے۔"[1]

(2) ربّ تعالیٰ پر بھروسہ کامیابی کی ضمانت ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ (۱۷۳) فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ (۱۷۴)

(پ ۴، آل عمران: ۱۷۳-۱۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیرِ کبیر میں ہے: "یہ آیت جنگِ بدر کے متعلق نازل ہوئی، حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ (اسلام لانے سے پہلے) جب سردارِ مکہ ابوسُفیان نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا اِرادہ کیا تو حضور سید عالم نورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پکار کر کہا: "اگلے سال تم سے مقامِ بدر میں جنگ ہو گی۔" سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: "اِن سے کہہ دو: اِنْ شَآءَ اللہ ہماری تم سے جنگ ہو گی۔"

پھر جب مُقَرَّرہ وقت آیا اور ابوسُفیان مکہ مکرمہ سے لشکر لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ابوسُفیان کے دل میں خوف ڈال دیا اور اس نے واپس جانے کا اِرادہ کیا تو اسے نُعَیْم بِنْ مَسْعُوْد اَشْجَعِی ملا۔ ابوسُفیان نے اس سے کہا: "میں مقامِ بدر میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے

[1] ... خزائن العرفان، پ۲۱، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۲۔

جنگ کا وعدہ کر چکا ہوں لیکن میں اس سال جنگ نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھتا ہوں، لیکن اگر ہم واپس چلے گئے اور محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جنگ کے لیے بدر پہنچ گئے تو اُن کی جُرأت بڑھ جائے گی۔ تم ایسا کرو کہ کسی طرح مسلمانوں کو جنگ سے روک دو، میں اِس کے عِوَض تمہیں دس (10) اُونٹ انعام میں دوں گا۔'' وہ راضی ہو گیا۔ چنانچہ وہ مدینے پہنچا تو وہاں مسلمانوں کو جنگ کی تیاریوں میں مصروف دیکھا تو اُن سے ملا اور اُنہیں خَوف زَدَہ کرتے ہوئے کہنے لگا: ''اگر وہ (یعنی کفارِ مکہ) تمہارے پاس آجائیں تو تمہارے اکثر لوگوں کو قتل کر دیں گے اور اگر تم اُن کی طرف گئے تو تم میں سے ایک بھی بچ کر نہ آئے گا۔''

مسلمانوں کو اُس کی یہ بات کھٹکی۔ جب سید عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معلوم ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ضرور جاؤں گا، چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔'' پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ستّر (70) سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مشرکین میں سے کوئی بھی نہ ملا۔ مسلمانوں کے پاس مالِ تجارت تھا اور مَوْضَعِ بَدْر میں ہر سال آٹھ (8) دن بازار لگتا تھا، وہاں مسلمانوں نے تجارت کی اور خوب نفع کما کر بدر سے واپس مدینہ منورہ پہنچے۔''[1]

(3) ہمیشہ رب پر بھروسہ کرو

اللہ رَبُّ العِزَّت اِرشاد فرماتا ہے:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔ (پ ۱۹، الفرقان: ۵۸)

تفسیرِ رُوحُ البَیَان میں اس آیت کے تحت ہے: ''یعنی لوگوں کے شر سے بچنے اور اُن کے اِحسانات سے بے نیاز ہونے کے لیے اُس ربّ پر بھروسہ کرو جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اُسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ وہی اِس بات کا حقیقی مُستَحِق ہے کہ اُس پر توَکُّل کیا جائے کیونکہ اُس کے علاوہ باقی سب کو موت آنی ہے، جب وہ

---

1 . . . تفسیر کبیر، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۳، ۳/۴۲۲ ملخصاً۔

مر جائیں گے تو اُن پر توکُّل کرنے والا بھی برباد ہو جائے گا۔ توکُّل کی اصل یہ ہے کہ بندہ اِس بات پر یقین رکھے کہ تمام اُمور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے صادِر ہوتے ہیں، اُس کے علاوہ کوئی اور اُنہیں اِیجاد نہیں کر سکتا۔ اِس لیے اپنی تمام حاجات اُسی کے سپُرد کی جائیں۔ یہ عقیدہ رکھنا فرض اور اِیمان کی شرط ہے۔"[1]

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (پ ۱۳، ابراھیم: ۱۱)

تفسیرِ رُوحُ البَیَان میں ہے: "یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی پر توکُّل نہ کریں۔ جب دُشمن مُخالَفت و دُشمنی کریں تو صبر کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسہ کریں۔"[2]

(5) مشورہ کرنا توکل کے خلاف نہیں

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۵۹)

تفسیرِ خازِن میں ہے: "اور جب تم کسی کام کا پُختہ اِرادہ کر لو تو پھر تمام مُعاملات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد چاہو اور اُسی پر بھروسہ کرو، اُس کے سوا کسی پر اِعتماد نہ کرو۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مدد فرمانے والا، حفاظت کرنے والا اور سیدھی راہ پر چلانے والا ہے۔ اِس آیت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام مُعاملات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی پر اِعتماد نہ کرے۔ ہاں! مشورہ کرنا توکُّل کے خلاف نہیں۔"[3]

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۹، الفرقان، تحت الآیۃ: ۵۸، ۶/ ۲۳۳۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۳، ابراھیم، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/ ۴۰۳۔

3 . . . تفسیر خازن، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۱/ ۳۱۶۔

(6) بھروسہ کرنے والوں کو اللہ کافی ہے

ربّ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے:

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ (پ۲۸، الطلاق: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

تفسیرِ بَغَوِی میں ہے: حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسا تَوَکُّل کرو جیسا تَوَکُّل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی ایسے ہی رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔“[1]

(7) مؤمنوں کی علامات

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حَمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ۚ﴿ۖ۲﴾ (پ۹، الانفال: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسہ کریں۔

تفسیر دُرِّ مَنْثُور میں ہے: حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”مسلمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے اُمید نہیں رکھتے۔“ حضرتِ سَیِّدُنا سعید بن جُبَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل ایمان کو جمع کرتا ہے۔“ مزید فرمایا کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کرنا نصف ایمان ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! چونکہ یہ باب یقین وتَوَکُّل کے بارے میں ہے، لہٰذا اب یقین وتَوَکُّل سے متعلق چند اَہم اُمور کی وضاحت پیش کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] ... تفسیر بغوی، پ۲۸، الطلاق، تحت الآیۃ: ۳، ۴/ ۳۲۸۔

[2] ... تفسیر درمنثور، پ۹، الانفال، تحت الآیۃ: ۲، ۴/ ۱۱-۱۲ ملتقطاً۔

یقین اور توَکُّل کی تعریف:

عَلّامہ سَیِّد شَرِیف جُرجانی حَنَفِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یقین لُغَت میں اُس عِلْم کو کہتے ہیں جس میں کوئی شک نہ ہو۔ اور اِصطِلاح میں کسی شے کے بارے میں یہ پُختہ اِعتقاد رکھنا کہ وہ اِس طرح ہے، اِس کے علاوہ کسی اور طرح نہیں ہو سکتی اور حقیقت میں بھی وہ شے اُسی طرح ہو تو ایسا اِعتقاد یقین کہلاتا ہے۔“[1]

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی توَکُّل کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”توَکُّل کے معنی ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِعتماد کرنا اور کاموں کو اُس کے سپرد کر دینا۔ مَقصود یہ ہے کہ بندے کا اِعتماد تمام کاموں میں اللہ پر ہونا چاہیے۔“[2]

توَکُّل کیسے حاصل ہو؟

فتح الباری میں ہے کہ جمہور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: ”توَکُّل اِس طرح حاصل ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کیے ہوئے وعدے پر کامل بھروسہ ہو اور اِس بات پر کامل یقین ہو کہ جو فیصلہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کیا ہوا ہے، وہ ضرور ہوگا۔ ہاں بقدرِ حاجت رزق کی تلاش میں سُنَّت کی پیروی نہ چھوڑے، دشمن سے بچاؤ کے لیے اَسلحے کی تیاری اور مال واَسباب کی حفاظت کے لیے دروازے بند کرنا نہ چھوڑے۔ اِسی طرح دیگر بچاؤ کے طریقے، تمام اِحتیاطی تدابیر اِختیار کرے، مگر یہ ضروری ہے کہ اِن اَسباب ہی پر مُطْمَئِن نہ ہو جائے بلکہ یہ عقیدہ ہو کہ یہ اَسباب اَز خُود نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، نہ کسی قسم کا کوئی نقصان دُور کر سکتے ہیں بلکہ سبب و مُسَبَّب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں اور سب اُمور اُسی کے اِرادے پر مَوْقُوف ہیں۔ (یعنی وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔) ہاں جب بندے کا جُھکاؤ اَسباب کی طرف ہو جائے تو اُس کے توَکُّل میں کمی آجاتی ہے۔

اَسلاف کے مختلف اَقوال کی رُو سے مُتَوَکِّل دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) واصِل (یعنی توَکُّل کی منزل پا لینے والا) یہ وہ ہے جو اَسباب کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں کرتا اگرچہ اَسباب اختیار کرتا ہو۔ (۲) سالِک (یعنی توَکُّل

---

1 ... التعریفات، ص ۱۷۹۔

2 ... خزائن العرفان، پ۴، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۹۔

کی طرف بڑھنے والا) یہ وہ ہے جس کی توجہ کبھی کبھی اَسباب کی طرف ہو جاتی ہے مگر یہ عِلمی طریقوں اور ذوقِ حالیہ کی بِنا پر اپنی اِس کیفیت کو دُور کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ واصِل کا مَرتبہ پا لیتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابوالقاسِم عبدُالکریم ہُوازِن قُشَیرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''تَوَکُّل کا مَقام دِل ہے اور ظاہِری اَفعال تَوَکُّل کے خلاف نہیں جبکہ بندہ اِس بات پر پُختہ یقین رکھے کہ سب کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہوتا ہے۔''[1]

کَسبِ مَعاش تَوَکُّل کے خلاف نہیں:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''کَسبِ مَعاش (روزی کمانے) کی مَشْرُوعِیَّت پر کثیر دلائل ہیں جن میں سے حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ مَرفُوع حدیث بھی ہے کہ: ''**اَفْضَلُ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ** یعنی سب سے زیادہ فضیلت والا کھانا وہ ہے جسے بندہ اپنی کمائی سے کھائے۔'' حضرتِ سَیِّدُنا داؤد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی اپنے کسب سے ہی کھاتے تھے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ﴾ (پ۱۷، الانبیاء: ۸۰) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور ہم نے اُسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے (زخمی ہونے سے) بچائے۔'' اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾ (پ۵، النساء: ۱۰۲) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اپنی پناہ لیے رہو۔'' بلکہ بہت مرتبہ تو کَسبِ مَعاش (روزی کمانا) واجب بھی ہوتا ہے مثلاً جو شخص کمانے پر قادِر ہو اور اُس کے گھر والے نَفَقے کے مُحتاج ہوں تو اُس پر واجِب ہے کہ کمائے، نہیں کمائے گا تو گنہگار ہو گا۔''[2]

مُتَوَکِّل کی علامات:

حضرتِ سَیِّدُنا سہل بن عبد **اللہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''مُتَوَکِّل کی تین علامتیں ہیں: (۱) کسی سے سوال نہیں کرتا (۲) سائل کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتا (۳) اپنے پاس کچھ بچا کر نہیں رکھتا۔''[3]

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، ۱۲/ ۳۵۰، تحت الحدیث: ۶۵۴۱ ملخصاً۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، ۱۲/ ۳۵۰، تحت الحدیث: ۶۵۴۱ ملخصاً۔

3 . . . رسالة قشیریة، باب التوکل، ص ۲۰۰۔

رِزق دس 10 دن سے منتظر تھا:

ہمارے اَسلاف تَوَکُّل کے اعلیٰ مَقام پر فائز تھے۔ اُن کے تَوَکُّل کا یہ عالَم تھا کہ کئی کئی روز بھوکا رہنے کے باوجود بھی رِزق کے مُعاملے میں کبھی وَسْوَسوں کا شِکار نہ ہوتے اور پھر اُن کا رِزق اُن تک خود پہنچ جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابُو یعقُوب اَقْطَعْ بَصْرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے دس دن تک کھانے کو کچھ نہ ملا۔ کمزوری و گھبراہٹ بڑھی تو میں رِزق کی تلاش میں قریبی وادِی کی طرف چل دیا۔ راستے میں ایک شَلْجَم پڑا دیکھا تو اُٹھالیا، مگر یوں محسوس ہوا جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ دس دن بُھوکا رہنے کے بعد بھی یہ باسی شَلْجَم کھاؤ گے؟ چنانچہ میں نے وہ نہ کھایا اور مسجد میں آ گیا۔ کچھ دیر بعد ایک عَجَمِی آیا اور اُس نے مِصْرِی کیک، بادام اور شَکَر سے بھرا ہوا تھیلا میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا: ”یہ سب آپ کے لیے ہے۔“ میں نے حیران ہو کر سبب دریافت کیا تو کہنے لگا: ”آج سے دس روز پہلے ہماری کشتی ڈوبنے لگی تو میں نے یہ نذر مانی کہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں نَجات عطا فرمائی تو یہ تھیلا میں اُسے دوں گا جو مجھے مسجد میں سب سے پہلے ملے گا۔ چونکہ سب سے پہلے مجھے آپ ہی نظر آئے اِس لیے یہ سامان آپ کا ہے۔“ یہ سن کر میں نے اُس میں سے کچھ چیزیں لیں اور بقیہ اُس کے بچوں کے لیے واپس کر دیں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا: ”تیرا رزق دس 10 دن سے تیرا مُنْتَظِر تھا اور تو اُسے وادِی میں تلاش کر رہا تھا۔“[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:74

رسولُ اللہ کے سامنے اُمَّتوں کا پیش ہونا

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ، فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ وَمَعَہُ الرُّھَیْطُ، وَالنَّبِیَّ وَمَعَہُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ، وَالنَّبِیَّ وَلَیْسَ مَعَہُ اَحَدٌ، اِذْ رُفِعَ لِیْ سَوَادٌ عَظِیْمٌ فَظَنَنْتُ اَنَّھُمْ اُمَّتِیْ، فَقِیْلَ لِیْ: ھٰذَا مُوْسٰی وَقَوْمُہُ، وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْاُفُقِ، فَنَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ عَظِیْمٌ،

[1] . . . رسالۃ قشیریۃ، باب التوکل، ص ۲۰٦ ملخصاً۔

فَقِيْلَ لِيْ: اُنْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ الْآخَرِ، فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ: هٰذِهٖ اُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَخَاضَ النَّاسُ فِيْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ، وَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا، وَذَكَرُوْا اَشْيَاءَ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا الَّذِيْ تَخُوْضُوْنَ فِيْهِ؟ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَرْقُوْنَ، وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: اَنْتَ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''میرے سامنے اُمَّتیں پیش کی گئیں تو میں نے ایک نبی (عَلَیْہِ السَّلَام) کو دیکھا، اُن کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ ایک نبی (عَلَیْہِ السَّلَام) کو دیکھا اُن کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہیں اور ایک نبی (عَلَیْہِ السَّلَام) کو یوں دیکھا کہ اُن کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اچانک ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے پیش کی گئی تو میں نے خیال کیا کہ شاید یہ میری اُمَّت ہو گی لیکن مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ (عَلَیْہِ السَّلَام) اور اُن کی اُمَّت ہے، البتہ آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھئے، میں نے دیکھا تو وہاں ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ مجھے کہا گیا کہ دوسرے کنارے کی طرف دیکھئے تو وہاں بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ مجھ سے کہا گیا: یہ آپ کی اُمَّت ہے اور اِن کے ساتھ ستر ہزار (70000) اَفراد ایسے ہیں جو بِلا حِساب وعَذاب جنت میں داخل ہوں گے۔'' راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوئے اور کاشانۂ اَقدس میں تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بِلا حِساب وعَذاب جنت میں داخل ہونے والوں کے بارے میں بَحث کرنے لگے۔ بعض نے کہا: ''شاید وہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صُحبت یافتہ ہوں گے۔'' بعض نے کہا: ''شاید وہ ہوں گے جو مسلمان پیدا ہوئے اور پھر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے

---

[1] . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف۔۔۔الخ، ص ۱۳۶، حدیث: ۲۲۰، بدون شیئا۔

ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔'' اَلْغَرَض صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے مختلف خیالات کا اِظہار کیا۔ پھر آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم باہر تشریف لائے اور فرمایا:''کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہو؟'' صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے زیرِ بحث مسئلہ بتایا تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، نہ کراتے ہیں اور نہ ہی بد فالی لیتے ہیں اور اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کرتے ہیں۔''(یہ سن کر) **عُکَّاشَہ بن مِحْصَن** رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کھڑے ہوئے اور عرض کی:''**یارسولَ الله** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! دُعا کیجئے **الله** عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی اُن میں شامل فرمادے۔'' فرمایا:''تو اُن میں سے ہے۔'' پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: ''دعا کیجیے **الله** عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی اُن لوگوں میں شامل فرمادے۔'' فرمایا:''اِس میں عُکَّاشَہ تم پر سبقت لے گئے۔''

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں تین باتوں کا بیان ہے:(1) حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے سامنے اُمَّتوں کا پیش ہونا۔ (2) ستر ہزار 70000 لوگوں کا جنت میں بِلاحِساب وعَذاب داخلہ (3) بِلاحِساب وعَذاب جنت میں جانے والوں کی خصوصیات۔ اِن تینوں کی وَضاحت مُلاحَظہ فرمائیے۔

(1) رسول الله کے سامنے اُمَّتوں کا پیش ہونا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان اَلْفاظِ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **''میرے سامنے اُمَّتیں پیش کی گئیں۔** یہ پیشی یا تو میثاق کے دن ہوئی یا کسی خوابی مِعراج میں یا جِسمانی مِعراج میں، تیسرا اِحتمال زیادہ قوی ہے کہ حُضورِ اَنور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مِعراج میں جہاں اور چیزیں مُلاحَظہ فرمائیں وہاں ہی سارے نبی مع اُن کی اپنی اُمَّتوں کے حال آنکھوں سے دیکھے۔ معلوم ہوا کہ حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی نگاہ سے کوئی نبی اور ہر نبی کا کوئی اُمَّتی غائب نہیں حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے سب کو اپنی آنکھوں سے مُلاحَظہ فرمایا ہے۔ **ایک نبی** (عَلَيْهِ السَّلَام) **کو یوں دیکھا کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔** یعنی بعض نبی دنیا میں وہ بھی گزرے جن کی بات ایک شخص نے بھی نہ مانی وہ ہمارے سامنے اکیلے ہی پیش ہوئے، بعض نبی وہ جن کی دعوت صِرف ایک نے یا دو نے یا جماعت نے

قبول کی وہ نبی ہمارے سامنے اُسی ایک دو یا زیادہ کے ساتھ پیش ہوئے۔ معلوم ہوا کہ اُمَّت سے مراد اُمَّت اجابت ہے۔ وہاں ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ یعنی اُس جماعت کی کثرت کا یہ حال تھا کہ آگے داہنے بائیں ہر طرف اِس کثرت سے آدمی تھے کہ تاحدِّ نظر آدمی ہی آدمی تھے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ساری اُمَّت کو ملاحظہ فرمایا، حضور سے کوئی شخص پوشیدہ نہیں۔"[1]

(2) ستر ہزار 70000 کا بلاحِساب جنت میں داخلہ:

جب سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو مُلَاحَظہ فرمایا تو کہا گیا کہ اِن کے ساتھ ستر ہزار 70000 افراد ایسے ہیں جو بِلاحِساب و عَذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ مر آۃ المناجیح میں ہے: "اِس میں دو اِحتمال ہیں ایک یہ کہ اُسی جماعت میں یہ لوگ بھی ہیں جو بغیر حِساب جنت میں جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ اُن کے علاوہ ستر ہزار وہ بھی ہیں جو بغیر حِساب جنتی ہیں۔ پہلا اِحتمال زیادہ قوی ہے، ستر ہزار سے مُراد بے شمار لوگ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ خاص تعداد ہی مُراد ہو۔ یعنی ساری اُمَّت میں ستر ہزار بے حِساب جنتی ہیں۔ اِس دوسرے اِحتمال کی تائید اِس رِوایت سے ہوتی ہے کہ فرمایا: اُن ستر ہزار میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حِساب نہ ہوگا، بعض لوگ حِساب سے مُستثنٰی بھی ہوں گے۔"[2]

(3) بلاحِساب جنت میں داخل ہونے والوں کی خصوصیات:

حدیثِ مذکور میں جنتیوں کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں: (۱) نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ کراتے ہیں۔ حضرت سَیِّدُنَا ابُو الْحَسَن قابِسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہاں وہ جھاڑ پھونک مراد ہے جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ ورنہ وہ دَم و تعویذ جو کلامِ الٰہی پر مُشْتَمِل ہو وہ شارِع عَلَیْہِ السَّلَام نے خود بھی کیا اور اُمَّت کو بھی اِس کی تعلیم دی اور ایسا دم و تعویذ مقامِ تَوَکُّل سے نہیں نکالتا۔" (۲) بدفالی نہیں لیتے۔ یعنی وہ

---

1 ... مر آۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۹۔ ۱۱۰ ملتقطا۔

2 ... مر آۃ المناجیح، ۷/ ۱۱۰ ملتقطا۔

پرندوں وغیرہ سے بدشگونی نہیں لیتے جیسا کہ اِسلام سے پہلے اُن کی عادت تھی۔ بدشگونی شر میں ہوتی ہے جبکہ فال خیر میں۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فال (نیک شگون) کو پسند فرماتے تھے۔[1]

(۳) اپنے ربّ پر تَوَکُّل کرتے ہیں۔ اَسباب اِختیار کرتے ہوئے کسی کام کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دینا **"تَوَکُّل"** کہلاتا ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنہیں بِلا عَذاب وحِساب جنت میں داخلے کی خوشخبری دی گئی ہے اگر وہ ظالِم اور گناہ گار ہوں کیا پھر بھی جنت میں داخل ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ اِن اَوصاف کے ساتھ ساتھ عدل و اِنصاف کرنے والے اور گناہوں سے بچنے والے بھی ہوں گے۔ یا پھر اِن اَوصاف کی بدولت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن کے گناہ بخش دے گا اور اُن کی خطائیں مٹا دے گا۔[2]

حضرتِ سَیِّدُنَا عُکَّاشَہ بِن مِحْصَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

یہ مشہور صحابی ہیں، بدر اور بعدِ بدر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ بدر میں آپ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضورِ اَنور شَفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو کھجور کی چھڑی عنایت فرمائی جو آپ کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔ 45 سال عمر پائی، خلافتِ صدیقی میں وفات ہوئی۔ آپ سے حضرت سَیِّدُنَا ابوہریرہ، سَیِّدُنَا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور خود آپ کی بہن حضرت سَیِّدَتُنَا اُمِّ قَیس بِنتِ مِحْصَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے روایات لی ہیں۔[3]

دوسرے شخص کے لیے دعا کیوں نہیں کی گئی؟

حضرت سَیِّدُنَا عُکاشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد ایک اور شخص نے بارگاہِ رِسالت میں دعا کے لیے عرض کی۔ اُس شخص کے بارے میں مُحَدِّثِینِ کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا اِختلاف ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے: ایک قول کے مطابق وہ شخص منافق تھا۔ سرکارِ دو عالم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس کی پردہ پوشی فرماتے

---

1 ... بدشگونی کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل کتاب "بدشگونی" کا مطالعہ فرمائیے۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیرہ ۔۔۔ الخ، ۱۴/ ۱۹۰، تحت الحدیث: ۵۷۰۵ ملتقطا۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۱۰۔

ہوئے اَحسن انداز میں جواب دیا کہ شاید وہ توبہ کرلے اور راہِ راست پر آجائے۔"[1]

عَلّامہ اَبُوزَکَرِیّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "ایک قول یہ ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وحی کے ذریعے علم ہو گیا تھا کہ عُکاشہ کا سوال قبول کیا جائے گا اور دوسرے شخص کے بارے میں یہ بات واقع نہ ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ خطیب بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْھَادِی نے اپنی کتاب "اَلْاَسْمَاءُ الْمُبْهَمَة فِي الْاَنْبَاءِ الْمُحْكَمَة" میں فرمایا کہ دوسرے شخص حضرتِ سَیِّدُنا سعد بن عُبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ اگر یہ بات درست ہے تو وہ قول باطل ہو جائے گا جس میں کہا گیا کہ وہ شخص مُنافِق تھا اور دوسرا قول (یعنی حضرت سَیِّدُنا سعد بن عُبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ والا) اَظْہَر و مُخْتَار ہے۔"[2]

فَتْحُ الْبَارِی میں ہے: عَلّامہ قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا: "دوسرے شخص میں وہ صفات نہ تھیں جو حضرت سَیِّدُنا عُکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں تھیں، اِس لیے اُس کی بات قبول نہ کی گئی۔ کیونکہ اگر اُس کی بات بھی مان لی جاتی تو وہاں پر موجود تمام لوگ یہی سوال کر سکتے تھے اِس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا لہٰذا ایسا جواب دیا گیا کہ جس سے یہ باب بند ہو گیا۔ اور یہ تاویل اِن دو وجوہات کی بنا پر اُس قول سے بہتر ہے جس میں دوسرے شخص کو منافق کہا گیا ہے: (۱) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں اَصل عدمِ نفاق ہے اور نقلِ صحیح کے بغیر اِس کے خلاف بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ (۲) ایسا سوال قصدِ صحیح اور تصدیقِ رسول پر یقین کی وجہ سے ہی ہوتا ہے پھر کسی منافق سے یہ کیسے صادر ہو سکتا ہے؟" عَلّامہ سُہَیْلِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا: "میرے نزدیک یہ وجہ تھی کہ حضرت سَیِّدُنا عُکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سوال کی قبولیت کی گھڑی تھی جس کا سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو علم تھا۔ لیکن جب دوسرے شخص نے سوال کیا تو وہ مبارک ساعت گزر چکی تھی اِس لیے اُس کا سوال قبول نہ کیا گیا۔"

اِمام اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "یہ وُجُوہات اَئِمّہ کرام کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں اور حقیقتِ حال اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔ اور مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا عُکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیرہ۔۔۔الخ، ۱۴/ ۶۹۰، تحت الحدیث: ۵۷۰۵۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین۔۔۔الخ، ۲/ ۸۹، الجزء الثالث۔

کی ہمشیرہ حضرتِ سَیِّدَتُنَا اُمِّ قَیْس بِنْتِ مِحْصَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بقیع کے متعلق فرمایا کہ اِس قبرستان سے ستر ہزار 70000 اَفراد بلا حساب جنت میں جائیں گے، اُن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ یہ سن کر ایک شخص (یعنی سَیِّدُنَا عُکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں بھی (اُن میں سے ہوں؟)'' فرمایا: ''اور تو بھی۔'' پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا: ''میں بھی؟'' فرمایا: ''عُکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔'' راوی کہتے ہیں کہ میں نے سَیِّدَتُنَا اُمِّ قَیْس بِنْتِ مِحْصَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ حضور سرورِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوسرے شخص سے وہی بات کیوں نہیں کہی جو سَیِّدُنَا عُکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہی تھی؟'' فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ دوسرا شخص منافق تھا۔'' پس جس نے دوسرے شخص کو اِس حدیث کی بنیاد پر منافق کہا ہے تو اُس کے غیر کی تاویل کو رَد نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی جس نے منافق نہیں کہا بلکہ کوئی اور تاویل کی تو اُس کی بات اِس حدیث کی بنیاد پر رَد نہیں کی جائے گی) کیونکہ اِس حدیث میں تو صرف ظَنّ کی بات ہے۔''[1] (اور فقط ظَنّ کی وجہ سے کسی کی منافقت ثابت نہیں ہوتی)۔

دَم کرنے کا جَواز اور مُمَانَعت میں مُطَابَقت:

حدیثِ مذکور میں جھاڑ پھونک کی مُمَانَعت کا بیان ہے جبکہ کئی اَحادیثِ مُبارکہ سے دَم کا ثبوت ملتا ہے تو اِن دو طرح کی حدیثوں میں کیسے مُطَابَقت ہوگی؟ آیئے اِس کی وضاحت مُلَاحَظہ فرمایئے۔ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی تفہیم البخاری میں فرماتے ہیں: ''بعض اَحادیث میں دَم (جھاڑ پھونک) کرنے کا جواز اور بعض میں مُمانَعت مذکور ہے، دونوں قسم کی اَحادیث بکثرت ہیں، اِن میں اِتّفاق کی صورت یہ ہے کہ جن اَحادیث میں مُمانَعت ہے وہ اُس دَم پر مَحْمُول ہیں جس میں غیر شرعی کلمات ہوں اور جس دم میں کلماتِ قرآن اور اَسماءِ اِلٰہِیّہ مذکور ہیں وہ مَنْتَر (دَم) جائز ہیں۔''[2]

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، ۱۲ / ۳۵۲ - ۳۵۳، تحت الحدیث: ۶۵۴۲ ملخصا۔

2 . . . تفہیم البخاری، ۸ / ۷۷۴۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی دَم کیا کرتے تھے:

حضرتِ سَیِّدُنا ابو سَعِید خُدْرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا ایک قافلہ عرب کے کسی قبیلے میں گیا تو قبیلے والوں نے اُن کی ضِیافت نہ کی، اِسی دوران قبیلے کے سردار کو بچھو نے ڈنک مار دیا، قبیلے والوں نے اَہلِ قافِلہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس اِس کاٹے کا دَم یا دَوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ”چونکہ تم لوگوں نے حقِ ضِیافت ادا نہ کیا اس لیے جب تک ہمارے لیے کچھ مُقرّر نہ کرو ہم علاج نہیں کریں گے۔“ چنانچہ قبیلے والوں نے کچھ بکریاں دینا منظور کرلیں۔ پس ایک صحابی نے درد والی جگہ پر اپنا لعاب لگایا اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو دَرد فوراً ختم ہوگیا۔ پس قبیلے والے مُقرّرہ بکریاں لے آئے۔ مگر صحابۂ کرام نے کہا کہ جب تک ہم اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہ پوچھ لیں اُس وقت تک نہ لیں گے۔ جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا تو آپ مُسکرائے اور فرمایا: ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ سے دَم کیا جاتا ہے؟ بہر حال تم وہ بکریاں لے لو اور میرا حصہ بھی رکھو۔“[1]

نظر کا دَم کرنے کا حکم:

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”مجھے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم دیا کہ نظر لگنے کا دَم کیا کرو۔“[2]

زہریلے جانور کے کاٹے پر دَم کرنا:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن اَسْوَد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے زہریلے جانور کے کاٹے پر دَم کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہر زہریلے جانور کے کاٹے پر دَم کرنے کی اِجازت مَرحمت فرمائی ہے۔“[3]

---

1. . . . بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحۃ الکتاب، ۴/ ۳۰، حدیث: ۵۷۳۶۔
2. . . . بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ العین، ۴/ ۳۱، حدیث: ۵۷۳۸۔
3. . . . بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ الحیۃ والعقرب، ۴/ ۳۲، حدیث: ۵۷۴۱۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دَم کرنا:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سَیِّدُنا ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُن سے عرض کی: ''اے ابُو حَمزہ! میں بیمار ہوں۔'' حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ دَم نہ کروں جو **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا کرتے تھے؟'' عرض کی: ''کیوں نہیں۔'' تو حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ دعا پڑھ کر اُنہیں دَم کیا: ''**اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اے لوگوں کے ربّ! اے تکالیف کو دُور کرنے والے! شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا عطا فرما جو اپنے بعد بیماری نہ چھوڑے۔''[1]

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کا دَم کرنا:

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیمار ہوئے تو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آکر اِن کلمات کے ساتھ دم کیا: ''**بِسْمِ اللّٰہِ یُبْرِیْکَ وَمِنْ کُلِّ دَاءٍ یَشْفِیْکَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَشَرِّ کُلِّ ذِیْ عَیْنٍ** یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے وہ آپ کو تندرست کردے گا اور ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے گا اور ہر حاسِد کے حَسَد سے جب وہ حَسَد کرے اور نظر لگانے والی آنکھ سے محفوظ رکھے گا۔''[2]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے اہلِ خانہ پر دَم کرنا:

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ''جب رسولِ اکرم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اہلِ خانہ میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **مُعَوِّذَات**

---

1 . . . بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی، ۴/۳۲، حدیث: ۵۷۴۲۔

2 . . . مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرضی والرقی، ص ۱۲۰۱، حدیث: ۲۱۸۵۔

(یعنی سُورَۃُ الْفَلَق اور سُورَۃُ النَّاس) پڑھ کر اُس پر دَم کرتے۔ پھر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مرضِ وفات لاحِق ہوا تو میں آپ پر دَم کرتی اور آپ کے دَستِ مُبارَک کو آپ پر پھیرتی، کیونکہ آپ کے دَستِ مبارک میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی۔"[1]

تَعوِیذات میں کوئی حرج نہیں:

فِقہِ حَنَفِی کی مَشہور و مُعتبَر کتاب "رَدُّالمحتار" میں ہے: "جو تعویذ قرآن پاک یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَسمائے مُبارکہ سے لکھے جائیں اُن میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں۔"[2] بہارِ شریعت میں ہے: "گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے جبکہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اَسماءِ اِلٰہِیَّہ یا اَدْعِیَّہ (دُعاؤں) سے تعویذ کیا جائے اور بعض حدیثوں میں جو مُمانَعَت آئی ہے اُس سے مُراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز اَلفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانۂ جاہلیت میں کیے جاتے تھے۔ اِسی طرح تعویذات اور آیات اور اَحادیث واَدْعِیَّہ کو رِکابی (یعنی پلیٹ) میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شِفا پلانا بھی جائز ہے۔"[3]

دعوتِ اِسلامی اور مجلسِ تعوِیذاتِ عطّارِیہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اِسلامی تادم تحریر ۹۵ سے زائد شعبہ جات میں دین کی تبلیغ اور نیکی کی دعوت میں مَصروفِ عَمَل ہے، اِن شعبوں میں ایک شعبہ مجلس مکتوبات و تعویذاتِ عطاریہ بھی ہے۔ اِس شعبے میں پیارے آقا مدینے والے مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دُکھیاری اُمَّت کی غمخواری کے لیے کثیر اِسلامی بھائی (جنہیں مجلس مکتوبات و تعویذاتِ عطاریہ کی جانب سے اِجازت اور تربیت حاصل ہے) مختلف بستوں پر روزانہ کم و بیش ایک لاکھ پچیس ہزار مریضوں کو چار لاکھ سے زائد تعویذات واَورادِ عطاریہ دینے میں مصروف عمل ہیں۔ نیز اِسی شعبے کے تحت مدنی چینل پر نشر کیے جانے والے سلسلے "روحانی علاج" میں بھی کثیر اَفراد کو اَوْرَاد ووَظائف بتا کر غمخواری کی

---

1 ... مسلم، کتاب السلام، باب رقیۃ المریض بالمعوذات والنفث، ص۱۲۰۵، حدیث: ۲۱۹۲۔

2 ... ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ۹/ ۶۰۰۔

3 ... بہارِ شریعت، ۳/ ۴۱۹، حصہ ۱۶۔

جاتی ہے۔ اگر آپ بھی کسی جسمانی یا رُوحانی مرض میں مبتلا ہیں، کسی پریشانی یا مُصِیبت کا شکار ہیں تو اپنے علاقے میں تعویذاتِ عطاریہ کے بستے پر تشریف لائیے اور وہاں سے تعویذاتِ عطاریہ حاصل کر کے اُنہیں بتائے گئے طریقے کے مطابق اِستعمال کیجئے، اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ ربّ تعالیٰ کی رحمت سے شفا نصیب ہو گی، نیز ہر قسم کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچنے کے لیے دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہو جائیے، اپنی زندگی کو سنتوں کے سانچے میں ڈھال لیجئے، مدنی انعامات پر عمل کیجئے، مدنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنالیجئے، اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ اِس کی بَرَکت سے دُنیَوی تکالیف اور پریشانیاں دُور ہو جائیں گی۔ اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب ! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

”بُخارِی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) تمام انبیاءِ کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کے سب اُمَّتی ہمارے پیارے نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیشِ نظر ہیں۔

(2) **الله** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

(3) بدشگونی ناجائز وممنوع ہے۔ ہوتا وہی ہے جو **الله** عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے، اُس کے حکم کے بغیر درخت کا ایک پتّا بھی نہیں ہِل سکتا۔

(4) جو جھاڑ پھُونک غیر شرعی کلمات کے ذریعے ہو وہ منع ہے۔ جبکہ آیاتِ قرآنیہ اور اَسمائے اِلٰہِیّہ کے ذریعے کیا گیا دم نا صرف جائز بلکہ باعِثِ خیر وبرکت ہے۔

(5) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی اکرم نورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شَفِیع و مُستَجابُ الدَّعَوات مانتے تھے جبھی تو اپنی دنیا وآخرت کی بہتری کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے اور دعائیں کرواتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری دنیا و آخرت بہتر بنائے، ہمیں اپنی دائمی رضا سے مالا مال فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:75

جامع اِسْتِغْفَار

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَیْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ، اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ہی مَروی ہے کہ حضور نبی اَکرم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ **کلمات** پڑھا کرتے تھے: ''اے میرے پروردگار! میں نے تیری اِطاعت کی، تجھ ہی پر ایمان لایا، تجھ ہی پر بھروسہ کیا، تیری ہی طرف رُجُوع لایا اور تیری ہی مدد سے جنگ کی، اے میرے پروردگار! میں تیرے گمراہ کرنے سے تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو زندہ ہے، تجھے کبھی موت نہیں آئے گی جبکہ تمام جن واِنس مر جائیں گے۔

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی الفاظِ حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں نے تیری اِطاعت کی۔ یعنی تیرے حکم پر میں نے سَرِ تسلیم خَم کیا، تمام اَوَامِر و نَوَاہی کو تسلیم کیا، تیری اور تیرے تمام اَحکام کی تصدیق کی، تجھ ہی پر بھروسہ کیا۔ یعنی ظاہری اَسباب سے قَطعِ نظر کرتے ہوئے میں نے اپنے تمام اُمور تیرے سپرد کیے۔ ایک قول کے مطابق معنٰی یہ ہے کہ میں نے قوت و طاقت سے بَری ہو کر اپنے معاملات تیری طرف پھیرے، مجھے یقین ہے کہ مجھے وہی ملے گا جو تقدیر میں میرے لیے لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنے تمام اُمور تیرے سپرد کر دیئے۔ میں تیری ہی طرف رُجُوع لایا۔ یعنی میں نے اپنے

---

[1] ... مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب التعوذ من شر ما عمل... الخ، ص ۱۴۵۶، حدیث: ۲۷۱۷۔

مُعاملات کی تدبیر اور عبادات میں تیری طرف رُجُوع کیا۔“[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”(تیری ہی مدد سے جنگ کی) یعنی خدایا میں اپنی قوت و طاقت یا فوج و ہتھیار کے بھروسہ پر جہاد نہیں کرتا صرف تیرے بھروسہ پر کرتا ہوں، یہ تَوَکُّل وہ قُوَّت ہے جو کفار کے پاس نہیں صرف مسلمانوں کو حاصل ہے۔“[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی میں نے دین کے دشمنوں سے جہاد کیا اور مَضبوط دلائل سے اُن کے دلائل کا رد کیا، اور تلوار اور مضبوط نیزوں سے اُن کی کمر توڑ دی۔“[3]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”میں تیری عِزَّت کے وسیلے سے پناہ چاہتا ہوں۔ یعنی تیرے غَلَبَہ و قُدرت و طاقت کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں، بیشک تمام عِزَّت تیرے ہی لیے ہے، تیرے سوا کوئی مَوجود، مَعبُود اور مَقصُود نہیں ہے۔ میں تجھ ہی سے سوال کرتا اور تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں پناہ چاہتا ہوں ہدایت کے بعد گمراہی سے اور تو نے مجھے تیرے حکم اور فیصلے کو ظاہر و باطِن (دل و جان) سے تسلیم کرنے، تیری جناب میں جُھکنے اور تیرے دُشمنوں سے لڑنے کی توفیق دی۔ اور مجھے ہر حال میں تیری عِزَّت و نُصرت سے اُمید ہے۔“ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”اَنْ تُضِلَّنِیْ کا معنٰی ہے کہ لمحہ بھر کے لیے بھی مجھے اپنی نَظرِ رَحمت سے جدا نہ کرنا بلکہ اپنی بارگاہ میں دائمی حاضری کا شرف بخشنا۔ یا پھر معنٰی یہ ہے کہ اپنے اَحکام کی بجا آوری سے لمحہ بھر بھی دُور نہ کرنا بلکہ مجھے تیری دائمی بندگی کرنے والا بنانا۔ یا پھر معنٰی یہ ہے کہ لمحہ بھر بھی مجھے اِیمان سے دُور نہ کرنا بلکہ مجھے ہمیشہ تیری اور جو کچھ تیری بارگاہ سے آیا اُس کی تصدیق کرنے والا بنانا۔“

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اِس میں کسی قسم کا کوئی تردُّد نہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد: ”اَنْ تُضِلَّنِیْ“ اِضْلَال سے مشتق نہیں کہ اِس کا

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب التہجد باللیل، ۵/ ۴۴۳، ۴۴۴، تحت الحدیث: ۱۱۲۰ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۶۰۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الیقین والتوکل، ۱/ ۲۷۱، تحت الحدیث: ۷۵۔

مَطلب گمراہ کرنا ہے۔ بلکہ یہ ضَلَّ سے متعدی ہے جو غَابَ کے معنیٰ میں ہے جس کا مطلب ہے غائب ہونا، پوشیدہ ہونا، موجود نہ ہونا۔ اور اَعُوْذُبِعِزَّتِکَ اَنْ تُضِلَّنِیْ کا معنی ہے: ''میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تو مجھے اپنی بارگاہ میں حاضری سے لمحہ بھر کے لیے بھی دور کرے۔''(1)

تَوَکُّل کی حقیقت:

حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی تَوَکُّل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تَوَکُّل ایک دِلی حالت کا نام ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے اور اُس کے فضل وکرم پر اِیمان لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَوَکُّل کا معنی یہ ہے کہ دل اپنے پروردگار پر اِعتماد کرے اور اُس سے مُطْمَئِن رہے۔ اپنی روزی کے بارے میں بِلاوجہ فِکر مَند نہ ہو اور اَسبابِ ظاہری میں خلل پڑنے سے مایوس وپریشان نہ ہو بلکہ خالِقِ حقیقی پر بھروسہ رکھے کہ وہی رِزق دینے والا ہے۔''(2)

پیرانِ پیر، روشن ضمیر، حضرتِ سَیِّدُنا شیخ عبد القادر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے پوچھا گیا کہ تَوَکُّل کیا ہے؟ فرمایا: ''تَوَکُّل یہ ہے کہ دل صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف مشغول ہو اور اس کے غیر پر بھروسہ نہ کرے بلکہ دھیان بھی نہ دے اور اُس کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہو جائے۔''(3)

مَعْرِفَتِ اِلٰہی رکھنے والا نوجوان:

حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم بن مُہَلَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو نماز پڑھتے دیکھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو میں نے کہا: ''اِس ویرانے میں تمہارا کوئی مُوْنِس و غمخوار بھی ہے؟'' کہا: ''ہاں! ہے۔'' میں نے کہا: ''کہاں ہے؟'' کہا: ''میرے دائیں بائیں، اوپر نیچے، آگے پیچھے ہر طرف۔'' یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ یہ عارِفین میں سے ہے۔ میں نے کہا: ''تمہارا زادِ راہ کیا ہے؟'' کہا: ''توحید و رسالت کا اِقرار، اِخلاص، اِیمانِ صادِق اور پختہ تَوَکُّل۔'' میں نے کہا: ''میرے بیٹے! کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟'' کہا:

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ، ۵/ ۳۱۹، ۳۲۰، تحت الحدیث: ۲۴۶۳ ملخصا۔

2 ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۳۱۔

3 ... بہجۃ الاسرار، ص۲۳۲ ماخوذا۔

''بندے کو اُس کا ساتھی یادِ الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور میں لمحہ بھر بھی اپنے ربّ کی یاد سے غافل ہو کر عِبادت کی اُس لَذَّت سے محروم نہیں ہونا چاہتا جسے میں اب محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے کہا: ''اِس ویرانے میں تمہیں وَحشَت محسوس نہیں ہوتی؟'' کہا: ''محبتِ الٰہی نے مجھ سے سب وَحشَتیں دُور کر دی ہیں اب میں دَرِندوں کے درمیان بھی خوف و وَحشَت محسوس نہیں کرتا۔'' میں نے کہا: ''تم کہاں سے کھاتے ہو؟'' کہا: ''جس ربّ نے مجھے ماں کے پیٹ میں رزق دیا وہی اب بھی مجھے رزق عطا فرماتا ہے۔''

میں نے پوچھا: ''تمہارے کھانے کا اِنتظام کس طرح ہوتا ہے؟'' کہا: ''میں جہاں بھی ہوں مجھے وقت پر کھانا مل جاتا ہے، میرا ربّ میری حاجت کو خوب جانتا ہے، وہ میرے حالات سے باخبر اور میرا حافِظ و والی ہے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں مجھ سے کوئی حاجت ہے۔'' کہا: ''ہاں! اگر دوبارہ مجھے دیکھو تو مجھ سے گفتگو نہ کرنا اور نہ ہی میرے بارے میں کسی کو کچھ بتانا۔'' میں نے کہا: ''جیسے تمہاری مرضی، اِس کے علاوہ کوئی اور حاجت ہو تو بتاؤ؟'' کہا: ''ہو سکے تو غم و پریشانی کی حالت میں مجھے دعا میں یاد رکھنا۔''

میں نے کہا: ''میرے بیٹے! تم مجھ سے افضل ہو، تم میں خوفِ خدا و تَوَکُّل مجھ سے زیادہ ہے۔'' کہا: ''یوں نہ کہیے! بلکہ آپ عُمر میں مجھ سے بڑے ہیں، آپ کی نمازیں اور روزے مجھ سے زیادہ ہوں گے۔'' میں نے کہا: ''مجھے تم سے کام ہے؟'' کہا: ''بتایئے!'' میں نے کہا: ''میرے لیے دعا کرو!'' چنانچہ اُس نے یوں دعا کی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو ہر لمحہ گناہوں سے محفوظ رکھے، ایسا غم عطا فرمائے جس میں اُس کی رضا پوشیدہ ہو، اِس کے علاوہ کوئی اور غم آپ کو نہ ملے۔'' میں نے کہا: ''اب دوبارہ کب ملاقات ہو گی؟'' کہا: ''دنیا میں مجھ سے ملاقات کی اُمید نہ رکھنا اور آخرت میں مجھ سے ملنا چاہو تو اَحکامِ خُداوَندی بَجالانا، جن اُمور سے اُس نے بچنے کا حکم دیا ہے اُن سے ہمیشہ بچنا، آخرت پرہیزگاروں کے جمع ہونے کی جگہ ہے، میں وہاں اُن لوگوں میں ملوں گا جو دِیدارِ الٰہی میں مشغول ہوں گے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمہیں یہ مقام حاصل ہو گا؟'' کہا: ''اِس لیے کہ میں مَمنُوعاتِ شَرعِیَّہ سے بچتا ہوں اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے جنت میں اپنے دیدار کی دولتِ عُظمٰی سے سرفراز فرمانا۔'' اتنا کہنے کے بعد اُس نوجوان نے چیخ ماری اور میری نظروں

سے او جھل ہو گیا۔[1]

”یاغوثِ اَعظَم“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ دُعا تعلیمِ اُمَّت کے لیے ہے ورنہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک گناہ کی رَسائی نہیں بلکہ سب گناہ گاروں کی بخشش آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہو گی۔

(2) مسلمان کی سب سے قیمتی شے اُس کا اِیمان ہے۔ لہٰذا ہر وقت اپنے ایمان کے بارے میں مُتفکّر رہنے کے ساتھ ساتھ اِیمان وہدایت پر اِستقامت کی دعا ضرور کرتے رہنا چاہیے۔

(3) حقیقی مُتوکِّل صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اُس کے غیر کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔

(4) ربّ تعالیٰ اور اُس کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے اَسباب اِختیار کرنا توکُّل ہی ہے۔

(5) اپنے رزق کے بارے میں وسوسوں کا شکار ہو کر بلا وجہ پریشان و غمگین نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ جو رِزق مُقدَّر میں ہے وہ مل کر رہے گا۔

(6) جو ہم نشین یادِ الٰہی سے دُوری کا سبب بنے اُس سے دُور رہنا چاہیے۔

(7) توکُّل کی دولت اُسے ہی نصیب ہوتی ہے جو مؤمن ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم پر کامل یقین رکھتا ہو۔

(8) جو ذِکرِ الٰہی کی وادیوں کے مسافر ہوں وہ کبھی بھٹکتے نہیں بلکہ مَنزِل خود اُن کی جُستجُو کرتی ہے۔

(9) دیدارِ الٰہی کی نعمتِ عُظمٰی کے مُتمنّی کو چاہیے کہ اَحکامِ خُداوندی بجالائے، حرام کاموں سے بچے اور دیدارِ الٰہی کی دعا کرتا رہے۔

---

1 . . . عیون الحکایات، الحکایۃ الثالثۃ العشرۃ بعد المأتین، ص ۲۱۰ ملخصا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، ہماری مغفرت فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:76 سَیِّدُنا اِبراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تَوَکُّل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَیْضًا قَالَ: حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، قَالَھَا اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَ قَالَھَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالُوْا: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا: حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ آخِرَ قَوْلِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ: حَسْبِیَ اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے یہ کلمات کہے: "**حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔" اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی یہی کلمات کہے جب کفار نے (مسلمانوں سے) کہا کہ (کفار) تمہارے خلاف جمع ہوئے ہیں پس اُن سے ڈرو! تو (یہ سن کر) اُن کے اِیمان بڑھ گئے اور انہوں نے بھی یہی کہا کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔" اور ایک روایت میں حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو آپ کے آخری الفاظ یہ تھے: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔"

آگ گلزار بن گئی:

تفسیر رُوحُ البَیان میں ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو **مِنْجَنِیْق** میں رکھ کر آتش

[1] ... بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ آلِ عمران، باب ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم، ۳/۱۹۶، حدیث: ۴۵۶۳-۴۵۶۴۔

نَمرود میں ڈالا جانے لگا تو آپ کے پاس ''ہوا'' کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی: ''اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو ہوا میں اُڑا دوں۔'' پھر پانی کے فرشتے نے عرض کی: ''اگر آپ چاہیں تو میں یہ آگ بُجھا دوں۔'' آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''مجھے تمہاری اِس خدمت کی ضرورت نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔'' فرشتے بڑھے اور انہوں نے اُس **مِنْجَنِیْق** کو پکڑ لیا (جس پر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو مُقَیَّد کیا گیا) تھا۔ چنانچہ کفار **مِنْجَنِیْق** کو نہ اٹھا سکے۔ ابلیس لعین نے اُن سے کہا: ''اگر اِسے اٹھانا چاہتے ہو تو ننگے سروں والی دس عورتیں **مِنْجَنِیْق** کے قریب لے آؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو فرشتے وہاں سے چلے گئے۔ پھر جب سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ نے کہا: ''**لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ**'' (یعنی اے رَبُّ الْعٰلَمِین تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، تمام تعریفیں تیری ہی لیے ہیں، اور تیرے ہی لیے بادشاہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔) اتنے میں جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضر ہو کر عرض کی: ''کوئی حاجت ہو تو حکم فرمائیے۔'' سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں۔'' جبریل امین نے عرض کی: ''اچھا جس سے حاجت ہے اس سے تو عرض کیجئے۔'' فرمایا: ''وہ میری حاجت کو خوب جانتا ہے۔'' پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آگ کو حکم فرمایا:

یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔ (پ۱۷، الانبیاء: ۶۹)

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم ملتے ہی آگ کی جلانے کی تاثیر اور گرمی بالکل ختم ہو گئی، وہ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو گئی اور اس میں صرف روشنی اور چمک باقی رہ گئی۔''[1]

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یقین و توکُّل:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایسے شاندار مُؤمن ہیں اور ایسی آن والے مُتَوَکِّل ہیں کہ اُن سے

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۱۷، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۶۹، ۵/۴۹۸ ملخصاً۔

کفارِ مکہ کے ایجنٹوں نے کہا: تم بدرِ صُغریٰ میں بااِرادۂ جہاد ہر گز نہ جاؤ کیونکہ اُنھوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے بہت سازوسامان والے بے شمار لشکر جمع کر رکھے ہیں، تمہارا وہاں جانا گویا موت کے منہ میں جانا ہے، اُن سے ڈرو اور خوف کرو، مُفت کیوں جانیں گنواتے ہو؟ تو اِس کلام کو سن کر اُن مَقبُولوں کے دلوں میں بجائے خوف وڈر پیدا ہونے کے اور زیادہ کمالِ ایمان پیدا ہوگیا، اُن کا ایمان و تَوَکُّل بڑھ گیا، بے ساختہ بول اٹھے کہ کوئی مُضائقہ نہیں، ہمیں کُفار کی یلغار سے کوئی ڈر نہیں، اُن کے مقابلہ میں ہمیں **اللہ** کافی وافی ہے، ہمارا تو وہی کارساز ہے، جس کا کارساز ایسا شاندار ہو اُسے کیا پرواہ۔ چنانچہ وہ حضرات بے دھڑک روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچے تو میدان خالی پایا، مزے سے وہاں رہے، بدرِ صُغریٰ کے پاس ہی میلے میں تجارتیں کیں، خوب کمائی کی اور لوٹے تو اِس طرح کہ **اللہ تعالٰی** کی نعمت یعنی تجارتی نفع اور **اللہ تعالٰی** کے فضل یعنی اُخروی ثواب سے اُن کے دامن بھرے ہوئے تھے۔ اُنہیں اِس سارے سفر میں تکلیف پہنچنا تو کیا معنٰی کسی مَعمولی خراش نے چُھوا بھی نہیں اور مزید مہربانی یہ ہوئی کہ یہ حضرات اِس سفر کے سارے حالات میں رضائے الٰہی کے تابع رہے کہ اُن کے ہر حال، ہر جُنبِش سے ربّ تعالٰی راضی ہوا، **اللہ تعالٰی** بڑے ہی فضل و کرم والا ہے، اے جماعتِ صحابہ کی مَقبول جماعت! یہ شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، یا مدینہ منورہ میں جو شیطان کے دوست یعنی مُنافقین ہیں اُنہیں ڈراتا ہے، تم اُن سے کیوں ڈرو؟ خیال رکھنا کہ اِن شیاطین اور اِن کے دوستوں سے کبھی نہ ڈرنا، ہمیشہ مجھ سے ہی ڈرنا، اگر تم سچے مسلمان ہو تو اِس نصیحت پر کاربند رہنا، ایمان کا تقاضا ہے کہ مُومن کے دل میں **اللہ تعالٰی** کا خوف ہو، غیروں کا خوف نہ ہو۔"[1]

بڑی مُصِیبَت کا وظیفہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی کوئی بڑی مصیبت آجائے تو یہ وظیفہ "**حَسْبُنَااللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل**" پڑھ لیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ربّ تعالٰی کی مَدد و نُصرت اور اَمان حاصل ہوگی۔ چنانچہ تفسیرِ رُوحُ المَعانی میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابُو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہ

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۳، ۴/ ۳۵۲۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم کسی بڑی مُصیبت میں گرفتار ہو تو یہ پڑھو: **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔**“ اُمُّ الْمُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بہت زیادہ غمگین ہوتے تو اپنے سرِ اَقدس اور داڑھی مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرتے اور گہرا سانس لے کر فرماتے: ”**حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔**“ حضرت سَیِّدُنا شَدّاد بن اَوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”**حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل** ہر خوف زدہ کی امان ہے۔“[1]

صُوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”جو کسی بڑی مُصیبت میں گرفتار ہو اور وہ چار سو پچاس 450 بار ”**حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل**“ پڑھے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے اُس مُصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔“ بعض لوگ روزانہ اتنی بار پڑھتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ایک بار پڑھنا بھی اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہو گا۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ایک مُسَلَّمہ حقیقت ہے کہ جو اَحکامِ خُداوندی کی پابندی کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے پریشانیوں سے نَجات عطا فرماتا ہے اور اُسے ایسے اَسباب مُہَیّا فرماتا ہے کہ جن کے بارے میں وہم وگُمان بھی نہیں ہوتا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں تَوَکُّل ویقینِ کامل کی دولت سے مالامال فرمائے۔ آمین

”یا غوث“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی بھی ناکام نہیں ہوتا۔

(2) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام تَوَکُّل کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہوتے ہیں۔

(3) مَصائِب وآلام سے خَلاصی کے لیے **حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل** بہترین وظیفہ ہے۔

---

1. ... تفسیر روح المعانی، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۳، الجزء الرابع، ص ۱۶۳۔

2. ... تفسیر نعیمی، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۳، ۴/ ۳۵۳۔

(4) کامل ایمان والے کبھی بھی باطِل قوتوں سے نہیں ڈرتے، اُن کے دِلوں میں صِرف اور صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف ہوتا ہے۔

(5) حق کے مقابلے میں باطِل چاہے کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو آخر کار بَرباد و رُسوا ہوتا ہے، جیت ہمیشہ حق ہی کی ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یقینِ کامِل جیسی عظیم دولت عطا فرمائے، ہماری تمام مُشکلات اور مُصیبتوں کو دُور فرمائے، ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمائے، ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 77

جَنَّتِیُوں کے دِلوں کی حالت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّيْرِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مثل ہوں گے۔“

پرندوں کے دلوں سے تشبیہ کی وجہ:

حدیث مذکور میں اُن لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح نرم و کمزور ہوں گے، جس طرح رزق کے معاملے میں پرندے اپنے پروردگار پر تَوَکُّل کرتے ہیں ایسا ہی تَوَکُّل ان لوگوں کا ہوگا۔ جس طرح پرندوں کے دلوں میں حَسَد، بُغض، کینہ وغیرہ نہیں ہوتا اس طرح اُن نیک

1 . . . مسلم، کتاب الجنة۔۔۔الخ، باب یدخل الجنة اقوام۔۔۔الخ، ص ۱۵۲۲، حدیث: ۲۸۴۰۔

بَختوں کے دل بھی اِن صِفَاتِ مَذمُومَہ سے پاک ہوں گے۔ چنانچہ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْییٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مَطلَب یہ ہے کہ نرمی و کمزوری میں اُن کے دل پرندوں کی مثل ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ اَہلِ یَمَن کے دل نرم اور کمزور ہیں۔ ایک توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں کے دل خوف اور ڈر میں پرندوں کے دلوں کی طرح ہیں کہ پرندے باقی تمام جانوروں کے مقابلے میں زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ (اسی طرح اُن لوگوں کے دلوں پر بھی خوفِ خدا کا غلبہ رہتا ہے اور وہ اُس کی ہیبت سے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔) جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (پ۲۲، فاطر: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: ”اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔“[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جَنَّتِیُوں کو نرم و رحم دل اور مُخْلِص ہونے اور حَسَد، کینہ، خِیَانَت، بُغض سے خالی ہونے میں پرندوں سے تشبیہ دی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تَوَکُّل میں تشبیہ دی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں مروی ہے: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسا تَوَکُّل کرو جیسا کہ تَوَکُّل کرنے کا حق ہے تو وہ ضرور تمہیں رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔“[2]

پرندوں کی چند خوبیاں:

مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”چڑیوں کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے۔ مالِک سے مانوس ہوتے ہیں، اَغْنِیَا سے مُتَنَفِّر کہ غیر کو دیکھا اور بھاگے۔ دلوں میں ڈر بہت زیادہ، کینہ بُغض اُن کے پاس نہیں۔ جس اِنسان میں یہ صِفات پیدا ہو جاویں وہ تو فرشتہ بن جاوے۔“[3]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمها واهلها، ۹/۱۷۷، الجزالسابع عشر۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب صفۃ الجنۃ واهلها، ۹/۵۹۳، تحت الحدیث: ۵۶۲۵ ملتقطا۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۴۸۸۔

تَوَکُّل بہترین چیز ہے:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت سَیِّدُنا سَلْمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''آؤ عہد کریں کہ ہم میں سے جس کا وِصال پہلے ہو وہ خواب میں آکر اپنا حال بتائے گا۔'' میں نے کہا: ''کیا ایسا ہو سکتا ہے؟'' فرمایا: ''ہاں! مُؤمن کی رُوح آزاد رہتی ہے۔ رُوئے زمین میں جہاں چاہے جا سکتی ہے، اور کافِر کی رُوح قید میں ہوتی ہے۔'' پھر حضرت سَلْمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وِصال ہو گیا۔ حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں دوپہر کے وقت اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی، اچانک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میرے سامنے آئے اور بُلند آواز سے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: ''وِصال کے بعد آپ پر کیا گزری اور آپ کو کیا مَرتبہ ملا؟'' فرمایا: ''میں بہت اچھی حالت میں ہوں اور آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کرنا کیونکہ تَوَکُّل بہترین چیز ہے۔''[1] اور یہ تین بار ارشاد فرمایا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

''مدینہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اُمَّتیوں کو کبھی جنت کی بشارت سنا کر کبھی جہنم کے عَذابات بتا کر آخرت کی تیاری اور اَعمالِ صالِحہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

(2) مُتَوَکِّلِین اور نرم دل لوگوں کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔

(3) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندوں کو اتنی قُوَّت عطا فرماتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی لوگوں کی رہنمائی کرتے اور آخرت کے اَحوال بتاتے ہیں۔

---

1 ... طبقات کبریٰ، سلمان فارسی، ۴/ ۷۰۔

(4) بعدِ وِصال مُوْمِنوں کی اَرواح آزاد ہوتی ہیں جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔

(5) باطِنی اَمراض مثلاً حَسد، بُغض وکینہ وغیرہ سے پاک رہنے والے قُلُوب قابلِ تعریف ہیں۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اَعمالِ صالِحہ کی توفیق عطا فرمائے، دونوں جہاں میں عافیت عطا فرمائے، ہماری بے حساب مغفرت فرمائے، جنت میں مصطفےٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:78

بے مِثَال تَوَکُّل وشُجَاعَت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَھُمْ، فَاَدْرَکَتْھُمُ الْقَائِلَۃُ فِیْ وَادٍ کَثِیْرِ الْعِضَاہِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ یَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَۃٍ فَعَلَّقَ بِھَا سَیْفَہُ وَنِمْنَا نَوْمَۃً، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَہُ اَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: اِنَّ ھٰذَا اخْتَرَطَ عَلَیَّ سَیْفِیْ وَاَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَیْقَظْتُ وَھُوَ فِیْ یَدِہٖ صَلْتًا، قَالَ: مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ؟ فَقُلْتُ: اَللّٰہُ ثَلَاثًا، وَلَمْ یُعَاقِبْہُ وَجَلَسَ.[1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ جَابِرٌ: کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ، فَاِذَا اَتَیْنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیْلَۃٍ تَرَکْنَاھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، وَسَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَۃِ فَاخْتَرَطَہُ فَقَالَ: تَخَافُنِیْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ؟ قَالَ: اَللّٰہُ.[2]

وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ الْاِسْمَاعِیْلِیِّ فِیْ صَحِیْحِہٖ: قَالَ: مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ؟ قَالَ: اَللّٰہُ فَسَقَطَ السَّیْفُ مِنْ یَدِہٖ، فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّیْفَ فَقَالَ: مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ؟ فَقَالَ: کُنْ خَیْرَ اٰخِذٍ، فَقَالَ:

---

1 . . . بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر۔۔۔الخ، ۲/ ۲۸۴، حدیث: ۲۹۱۰۔

2 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۳/ ۶۰، حدیث: ۴۱۳۶۔

تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنِّیْ اُعَاهِدُكَ اَنْ لَا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ، فَاَتٰى اَصْحَابَهُ فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ وہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لیے گئے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واپس ہوئے تو وہ بھی دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ آپ کے ہمراہ تھے۔ واپسی میں اُن حضرات کو دوپہر کا وقت ایسی وادی میں ہوا جہاں بکثرت کانٹے دار درخت تھے۔ سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیام کے ارادے سے وہاں ٹھہر گئے۔ پس صحابۂ کرام درختوں کا سایہ لینے الگ الگ مقامات پر چلے گئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ایک کانٹے دار درخت کے نیچے تشریف لائے اور اپنی تلوار اُس پر لٹکا دی۔ (راوی کہتے ہیں کہ) ہم ابھی سوئے ہی تھے کہ اچانک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں بلایا، ہم حاضر خدمت ہوئے تو آپ کے پاس ایک اَعرابی تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میں سو رہا تھا کہ اِس نے مجھ پر میری تلوار تان لی۔ میں بیدار ہوا تو اِس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، اِس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ۔“ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس سے کوئی بدلہ نہ لیا اور وہ بیٹھ گیا۔

ایک روایت میں حضرتِ سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یوں فرماتے ہیں کہ ہم ”غزوۂ ذاتُ الرِّقاع“ میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچے تو وہ ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے چھوڑ دیا۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی درخت پر لٹکی ہوئی تلوار اُتار کر کہنے لگا: ”تم مجھ سے ڈرتے ہو؟“ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔“ اس نے کہا: ”تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟“ فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ۔“

ابو بکر اِسماعیلی کی جو رِوایت اُن کی صحیح میں ہے اُس روایت میں یوں ہے کہ اس نے کہا: ”تمہیں مجھ

[1] . . . مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ٥/ ٢٠١، حدیث: ١٥١٩٢۔

سے کون بچائے گا؟" فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ۔" یہ سنتے ہی اُس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **تلوار اُٹھا کر فرمایا:** "اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟" اس نے کہا: "آپ بہترین پکڑ فرمانے والے ہو جائیے۔" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مَعْبُود نہیں اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں؟" بولا: "نہیں۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ سے نہ لڑوں گا اور نہ آپ سے لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔" پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے چھوڑ دیا۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا اور کہا: "میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔"

تَوَکُّل کی اعلیٰ ترین مثال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک شَہَنْشَاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شجاعت وبہادری اور تَوَکُّلِ خالِص کی اعلیٰ ترین مِثال ہے کہ طاقتور دُشمن تلوار لیے سامنے ہے اور تنِ تنہا ہونے کے باوجود نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوفزدہ ہوئے، نہ ہی آپ پر کچھ گھبراہٹ طاری ہوئی۔ آپ کو اپنے ربّ کریم پر کامل بھروسہ تھا کہ وہی حافظ وناصر ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ (پ٦، المائدۃ: ٦٧)

پس آپ نے اپنا معاملہ ربِّ قدیر کے سپرد کرتے ہوئے جیسے ہی اُس کا نام اَقدس لیا تو اُس مُشرِک پر ہیبت طاری ہوگئی، کانپنے لگا اور ڈر کے مارے تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ تلوار اُٹھالی۔ اب وہ مُشرِک بے بس ہو گیا۔ آپ چاہتے تو اُسے سزا دیتے مگر آپ نے حِلم وبُردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے کچھ نہ کہا، بلکہ اُسے چھوڑ دیا۔ **سُبْحٰنَ اللّٰہ** ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیسے عظیم اَخلاق کے مالک تھے۔ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجدِّدِ دِین ومِلّت پروانۂ شَمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن آپ کے اَخلاقِ کریمانہ یوں بیان فرماتے ہیں:

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، ترے خالقِ حُسن و اَدا کی قسم

نجد کی وضاحت اور غیب کی خبر:

حدیث میں نجد کا تذکرہ ہے، اِس کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: "نجد کے لفظی معنیٰ ہیں اونچی زمین۔ اصطلاح میں عرب کے ایک مشہور صوبہ کا نام نجد ہے۔ عرب کے پانچ صوبے ہیں، حجاز، عراق، بحرین، نجد، یمن۔ چونکہ نجد کی زمین حجاز سے اونچی ہے، اِس لیے اِسے نجد کہتے ہیں۔ وسیع راستہ کو نجد کہا جاتا ہے۔ نجد کا علاقہ تِہامہ اور عراق کے درمیان ہے۔"[1] نجد (موجودہ ریاض) کے بارے میں غیب دان نبی اَکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: "**ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ** یعنی نجد سے فتنے اٹھیں گے اور اُس سے شیطان کا گروہ نکلے گا۔"[2]

رسول اللہ کی عطاؤں کا طلبگار:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "(اعرابی نے کہا: آپ بہترین پکڑ فرمانے والے ہو جایئے۔) یعنی آپ مجھے اس حرکت کا بہترین بدلہ دیجئے کہ خطا میں نے کرلی ہے، عطا آپ کردو۔ گناہ میں نے کرلیا، معافی آپ دے دیجئے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا، جو آپ کی شانِ عالی کے لائق ہے وہ آپ کرو۔ پھل والے درخت کو پتھر مارتے ہیں تو وہ اُن پر پھل گراتا ہے۔ (میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نہ کبھی آپ سے لڑوں گا اور نہ ہی آپ سے لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا) یعنی میں منافق نہیں ہوں کہ دل میں کفر رکھوں اور زبان سے کلمہ پڑھ دوں، ہاں اتنا وعدہ ہے کہ کبھی آپ سے مقابل نہ آؤں گا، آپ کے سامنے میری آنکھ نہ اُٹھے گی۔ (پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے چھوڑ دیا) یعنی اس سے فرمایا: جا! تجھے اجازت ہے، ہم تجھے معافی دیتے ہیں۔ حضور (صَلَّی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۹ ملتقطا۔

2 ... بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی: الفتنۃ من قبل المشرق، ۴/ ۴۴۱، حدیث: ۷۰۹۴۔

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اسے اپنے دامنِ کرم میں بلایا تھا مگر وہ آیا نہیں۔ شعر

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ .... تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

اے میرے ربّ! جب تیرے بندے محمد مصطفٰے (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے رَحْمِ خُسْرَوَانہ، عِنایتِ شاہانہ کا یہ حال ہے تو مولیٰ! تُو تو اُن کا ربّ ہے، اَرْحَمُ الرّاحِمِیْن ہے، تیرے کرم وعفو وسخا کا کیا پوچھنا، میرے مولیٰ! انہیں رؤف رحیم محبوب کا صدقہ ہم مُجرموں سے دَرگُزر فرما، معافی دے دے۔ شعر

مَہْ فَشَانَدْ نُوْرسَگْ عُوْعُوْ کُنَدْ .... ہَرْ کَسے بَرْ طِیْنَتْ خُوْدْ مِیْ کُنَدْ

(یعنی) جب چاند چمکتا ہے تو کتا اس پر بھونکتا ہوا حملہ کرتا ہوا اُچھلتا ہے تو چاند اُس کے کھلے ہوئے منہ میں نُور ڈال دیتا ہے۔ حضور چاند ہیں، اُس دشمن کو بھی اِیمان دے رہے ہیں۔ (اعرابی اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا: میں بہترین اِنسان کے پاس سے آرہا ہوں) معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا بدن تو آزاد ہو گیا مگر دل مُقَیَّد ہو گیا۔ کیا تعجُّب ہے کہ بعد میں اُسے ایمان بھی نصیب ہو گیا ہو۔ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ [1]

حدیث میں مذکور جنگ کا پَسِ مَنْظَر:

زُرْقَانِیْ عَلَی الْمَوَاھِب میں ہے کہ ربیع الاول ۳ ہجری میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خبر ملی کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے نجد کے مشہور بہادر ''دُعْثُور بن حارِث مُحَارِبی'' نے ایک بڑی فوج تیار کر لی ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے 450 جاں نثار صحابۂ کرام رضوانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن کا لشکر لے کر نجد پہنچ گئے۔ جب دُعثور کو معلوم ہوا کہ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہمارے علاقے میں پہنچ چکے ہیں تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑوں کی جانب بھاگ گیا مگر ''حبان'' نامی ایک شخص کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے اِسلام کی دعوت دی تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اُس دن شدید بارش ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کانٹے دار درخت پر اپنے کپڑے سُکھانے کے لیے پھیلا دیئے اور وہیں آرام فرمانے لگے۔ پہاڑ پر موجود کفار آپ کو دیکھ رہے تھے انہوں نے

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۲۰۔

دُعثور سے کہا کہ محمد اکیلے ہیں، یہ اچھا موقع ہے، جا کر اُن پر حملہ کر دو۔ چنانچہ دُعثور جلدی سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آیا اور تلوار بلند کر کے کہا: ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' **سَیِّدُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری حفاظت فرمائے گا۔'' اتنے میں جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور دُعثور کے سینے پر ہاتھ مارا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تلوار اُٹھا کر فرمایا: ''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟'' دُعثور نے کانپتے ہوئے کہا: ''کوئی نہیں۔'' اور پھر وہ پکار اٹھا: ''**اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللہِ** یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔'' پھر وہ اِیمان کی دولت سے سرشار ہو کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے اور اُنہیں اِسلام کی دعوت دی اور اُن کے ذریعے بہت سے لوگ دامنِ اِسلام سے وابستہ ہوئے۔''[1]

حدیث میں مذکور چند اُمور کی وضاحت:

مُحَدِّثِین کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اس بارے میں اِختلاف ہے کہ اس اَعرابی کا نام کیا تھا، یہ واقعہ کس غزوہ میں پیش آیا، زمانہ نبوی میں یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ پیش آیا یا ایک سے زیادہ مرتبہ؟ دُعثور اور غُوَیرِث دو علیحدہ شخص ہیں یا یہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں؟ **عَلَّامہ بَدْرُ الدِّین** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس اعرابی کا نام **غُوَیْرِث بن حارث** تھا۔ خطیب نے اس کا نام **غَوْرَک** جبکہ عَلَّامہ خَطَّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے اس کا نام ''**غُوَیْرِث**'' بتایا۔ ابن اسحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق نے کہا کہ یہ واقعہ **غزوۂ غَطْفَان** میں پیش آیا۔ ایک قول کے مطابق **غزوۂ ذی اَمَرّ** کا واقعہ ہے۔ **ذِی اَمَرّ** غطفان میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جبکہ علامہ واقِدی نے اسے **غزوۂ اَنمار** قرار دیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ ذات الرقاع میں پیش آیا۔[2]

شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفٰی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''بعض مُوَرِّخِین نے تلوار کھینچنے

---

1 . . . زرقانی علی المواھب، کتاب المغازی، غزوۃ غطفان، ۳/۹۷۔ ۱۸۳ ملتقطا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر۔۔۔ الخ، ۱۰/۳۳۱، تحت الحدیث: ۲۹۱۰ ملتقطا۔

والے واقعہ کو غَزْوَۂ ذَاتُ الرِّقَاع کے موقع پر بتایا ہے مگر حق یہ ہے کہ تاریخِ نبوی میں اس قسم کے دو واقعات ہوئے ہیں۔غَزْوَۂ غطفان کے موقع پر سرِانور کے اوپر تلوار اٹھانے والا دُعْثُور بن حَارِث مُحَارِبی تھا جو مسلمان ہو کر اپنی قوم کے اسلام کا باعث بنا اور غَزْوَۂ ذَاتُ الرِّقَاع میں جس شخص نے حُضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر تلوار اٹھائی تھی اس کا نام غَوْرَث تھا۔اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ مرتے وقت تک اپنے کفر پر اَڑا رہا۔ہاں البتہ اس نے یہ مُعاہدہ کر لیا تھا کہ وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کبھی جنگ نہیں کرے گا۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب[1]

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنا ”جبریل“ عَلَیْہِ السَّلَام کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرتے وقت تین مرتبہ ”اللہ“ کہنا مُستَحَب ہے۔[2]

(2) جانی دشمن پر قابو پانے کے باوجود اسے مُعاف کر دینا حِلم وبُردباری کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامِل بھروسہ کرنے والے کبھی مادِی اشیاء سے خوفزدہ نہیں ہوتے ان کی نظر ہمیشہ اپنے ربِّ قدیر عَزَّوَجَلَّ پر ہوتی ہے۔

(4) انبیاءِ کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مخلوق میں سب سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں اور ان کے اندر قوتِ برداشت بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

(5) ہمارے پیارے آقا، حضور نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے دشمنوں سے اِنتقام لینے کے بجائے انہیں معاف فرما دیا کرتے اور آپ کے اس حُسنِ سُلوک سے مُتاثِر ہو کر آپ کے جانی دشمن بھی دامَنِ اِسلام سے وابَستہ ہو کر آپ کے جانثار بن جاتے تھے۔

---

1 ... سیرت مصطفی، ص٢٨٦۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ٩/١٦٨، تحت الحدیث: ٥٣٠٤۔

سُن سُن کے صحابہ کی باتیں جب لوگ مسلماں ہوتے تھے
پھر میرے رسولِ اکرم کی گُفتار کا عالَم کیا ہوگا

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی تَوَکُّل عطا فرمائے، عفو ودر گُزر کی دولت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:79

تَوَکُّل کرنے کا حق

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا.(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسا تَوَکُّل کرو جس طرح اُس پر تَوَکُّل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ضرور رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شِکم سیر واپس آتے ہیں۔“

بغیر کوشش کے رزق ملنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”کوّے کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو اس کا رنگ سفید ہوتا ہے، اس کے ماں باپ اسے ناپسند کرتے ہیں اور چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ بچہ بھوکا رہتا ہے۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف مکھیوں اور چیونٹیوں کو بھیجتا ہے جنہیں کھا کر وہ تھوڑا بڑا ہو جاتا ہے اور رنگ بھی سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کے ماں باپ اس کے پاس واپس آتے ہیں تو اس کا کالا رنگ دیکھ کر اس کی دیکھ بھال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح بغیر کوشش کے اسے رزق ملتا رہتا ہے۔“(2)

(1) ... ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، ۱۵۴/۴، حدیث: ۲۳۵۱ بتغیر قلیل۔

(2) ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۱۵۷/۹، تحت الحدیث: ۵۲۹۹۔

ربّ تعالیٰ دشمنوں کو بھی رزق دیتا ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ سَیِّدُنا عِزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: ”روح قبض کرتے وقت تجھے کسی پر رحم بھی آیا؟“ عرض کی: ”ہاں! جب ایک کشتی غرق ہوئی تو اس کے کچھ مسافر ایک تختے کا سہارا لینے کی وجہ سے بچ گئے، ان میں ایک عورت بھی تھی جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، مجھے اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا تو مجھے اس کے بچے پر بہت رحم آیا۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”میں نے اس بچے کو جزیرے پر ڈال دیا اور اس کی طرف شیرنی بھیجی جو اسے دودھ پلاتی رہی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا۔ پھر جنوں نے اسے انسانوں کی بولی سکھائی، پھر وہ بادشاہ بنا اور پھر وہ اپنی حقیقت کو بھلا کر خدا ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس کا نام شَدَّاد تھا۔“ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسا رزّاق ہے کہ اپنے دشمنوں کو بھی رزق دیتا ہے تو پھر اپنے محبوب بندوں کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟“[1]

حَقِّ تَوَکُّل کیا ہے؟

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حَقِّ تَوَکُّل یہ ہے کہ فاعِلِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہی جانے۔ بعض نے فرمایا کہ کسب کرنا (اور) نتیجہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر چھوڑنا حَقِّ تَوَکُّل ہے۔ جسم کو کام میں لگائے، دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے وابستہ رکھے۔ تجربہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔ شعر

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش
جن کا ربّ پر آسرا اُن کو رزق ہمیش

خیال رہے کہ پرندے تلاشِ رزق کے لیے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں ہاں درختوں میں چلنے کی طاقت نہیں تو انہیں وہاں ہی کھڑے کھڑے کھاد پانی پہنچتا ہے۔“[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/۱۵۷، تحت الحدیث: ۵۲۹۹ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۱۱۳۔

ربّ تعالیٰ کی شانِ رَزّاقی:

حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدھم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْاَکْرَم کی توبہ کا ایک سبب یہ واقعہ بنا کہ ایک دن آپ شکار کے لیے گئے۔ جب کھانا کھانے لگے تو ایک کوّا آیا اور روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھاکر تیزی سے ایک جانب اڑ گیا۔ آپ کو بہت تَعَجُّب ہوا۔ چنانچہ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا تعَاقُب کرنے لگے۔ کوّا کچھ دور ایک پہاڑ پر جاکر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ آپ بھی پہاڑ پر چڑھے تو کوا وہاں موجود تھا اور قریب ہی ایک شخص پڑا تھا جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ آپ نے جلدی سے اسے کھول دیا اور ماجرا دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ میں ایک تاجر ہوں، ڈاکوؤں نے میرا سارا مال چھین لیا اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہاں ڈال دیا میں اسی حالت میں سات دن سے یہاں موجود ہوں۔ یہ کوّا روزانہ میرے پاس روٹی لے کر آتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میرے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میرے رزق کا ایسا انتظام فرمایا ہے کہ میں ایک دن بھی بھوکا نہیں رہا۔" **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یہ **شانِ رَزّاقی** دیکھ کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے صِدْقِ دل سے توبہ کی، غلاموں کو آزاد کر دیا، اپنی تمام دولت وجائیداد وقف کر دی اور شاہانہ لباس اتار کر اُونی کپڑے پہن لیے۔ پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کر کے بِلا زادِ راہ پیدل ہی حج کے لیے چل دیئے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کی بدولت دورانِ سفر آپ کو بھوک وپیاس کا بالکل بھی احساس نہ ہوا یہاں تک کہ آپ **بیت اللہ** شریف پہنچ گئے۔ آپ نے اس کرم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بہت شکر ادا کیا۔[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صَدْقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

تَوَکُّل کی چار اقسام:

حضرت سَیِّدُنا **حَاتِم اَصَم** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: "تَوَکُّل چار طرح کا ہوتا ہے: (۱) مخلوق پر تَوَکُّل (۲) مال پر تَوَکُّل (۳) نفس پر تَوَکُّل (۴) اپنے ربّ پر تَوَکُّل۔ مخلوق پر تَوَکُّل کرنے والا کہتا ہے: فلاں کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی غم نہیں پہنچ سکتا۔ اور مال پر تَوَکُّل کرنے والا کہتا ہے: جب تک میرے پاس کثیر مال

---

1 . . . درة الناصحين، المجلس السابع والعشرون في بيان الرزق، ص ۹۹ ملخصا۔

ہے مجھے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور نفس پر توکُّل کرنے والا کہتا ہے: جب تک میرا جسم سلامت ہے مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہو سکتی۔ یہ تینوں اقسام جاہلوں کا توکُّل ہے۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرنے والا کہتا ہے کہ: میں مالدار ہوں یا فقیر، مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میرا ربّ میرے ساتھ ہے، وہ جیسے چاہے گا مجھے سنبھالے گا۔[1] (یہ حقیقی توکُّل ہے۔)

مدنی گلدستہ

”توکُّل“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو رزق مُقدَّر میں ہے وہ ضرور ملتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جیسے چاہتا ہے اپنی مخلوق تک رزق پہنچاتا ہے۔

(2) رزق کے لیے تگ ودو ضرور کرنی چاہیے، حصولِ رزق کی کوشش ہر گز توکُّل کے خلاف نہیں۔

(3) بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو عِبرت آموز مُعاملات سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں۔

(4) مال ودولت اور طاقت وقوت پر بھروسہ کرنا جاہلوں کا طریقہ ہے۔ توکُّل کا حق یہ ہے کہ صرف خدائے بزرگ وبرتر کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل توکُّل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ دونوں جہاں میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے۔ اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:80 سوتے وقت پڑھے جانے والے بابرکت کلمات

عَنْ اَبِیْ عُمَارَۃَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا

---

1 . . . درۃ الناصحین، المجلس السابع والعشرون فی بیان الرزق، ص ۹۹۔

فُلَانُ! إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ، فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا. (1)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ: وَذَكَرَ نَحْوَهُ، ثُمَّ قَالَ: وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ. (2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو عُمارہ براء بن عازِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہما سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے فلاں! جب تو اپنے بستر پر جائے تو یہ کلمات کہہ لیا کر: ”**اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ، رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَامَلْجَاَ وَلَامَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ یعنی یااللہ!** میں نے اپنا آپ تیرے حوالے کیا اور میں تیری طرف مُتَوَجِّہ ہوا اور اپنا مُعَامَلہ تیرے سپرد کیا اور تیری رحمت کا سہارا لیا، تیری طرف رَغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، پناہ گاہ اور موضعِ نَجات صرف تیری ہی طرف ہے۔ میں تیری نازِل کردہ کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر ایمان لایا۔“ (آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:) ”اگر تو اِسی رات فوت ہو گیا تو اسلام پر فوت ہو گا اور اگر صبح پائے گا تو بہت بھلائی حاصل کرے گا۔“

صحیحین کی ایک روایت میں حضرت سَیِّدُنَا براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”جب بستر پر جاؤ تو نماز کا سا وضو کرو، پھر اپنے سیدھے پہلو پر لیٹ جاؤ اور یہ کلمات کہو۔“ اس کے بعد پہلی حدیث جیسے کلمات بیان کیے اور پھر فرمایا کہ ”انہیں اپنے آخری کلمات بناؤ۔“ (یعنی ان کلمات کے بعد کوئی اور بات نہ کرو۔)

---

1. . . بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی انزله بعلمه والملائكة يشهدون، ۴/ ۵۷۱، حدیث: ۷۴۸۸ بتغیر قلیل۔
2. . . بخاری، کتاب الدعوات، باب اذا بات طاهرا، ۴/ ۱۹۱، حدیث: ۶۳۱۱ مفصلا۔

تمام اُمور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنا:

دلیل الفالحین میں عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”میں نے اپنا آپ تیرے حوالے کیا۔یعنی میں نے تیرا حکم مانتے ہوئے تیری رضا پر راضی رہتے ہوئے تیری قُدرت پر قَناعت کرتے ہوئے خود کو تیرا فرمانبردار بنایا۔ اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا یعنی تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے دُنیوی اُخروی تمام اُمور تیرے سپرد کیے اور اپنے نفس کو تیری طرف رُجوع کرنے والا بنایا۔“[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”میں نے تیری رحمت کا سہارا لیا۔یعنی میں نے تجھ پر تَوَکُّل کیا اور اپنے معاملات میں تجھ پر بھروسہ کیا جیسے انسان اپنی کمر کے ساتھ کسی چیز سے ٹیک لگاتا ہے۔رَغْبَۃً یعنی تیرے ثواب میں رغبت کرتے ہوئے۔رَھْبَۃً یعنی تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے۔“[2]

سونے کی تین سُنَّتیں:

علامہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں تین اہم سُنَنِ مُسْتَحَبَّہ بیان ہوئی ہیں: (۱) سونے سے قبل وضو کرنا۔اگر پہلے سے وضو ہے تو وہی کافی ہے کیونکہ مَقصود طَہارت کی حالت میں سونا ہے۔تاکہ اپنے خوابوں میں سچا ہو اور نیند کی حالت میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے اور اگر اس رات موت آئے تو اچھی حالت میں آئے۔(۲) دائیں پہلو پر سونا کیونکہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرح سونے کو پسند فرماتے تھے اور اس طرح سونے والے کے لیے جاگنا آسان ہوتا ہے۔(۳) سونے سے پہلے ذِکْرُ اللہ کرنا تاکہ ذِکْرُ اللہ ہی آخری عمل ہو۔“[3]

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان الفاظِ حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(حدیثِ مذکور میں) نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وَجْہٌ سے مراد

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الیقین والتوکل، ۱/۲۷۹، تحت الحدیث: ۸۰۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، ۲/۶۹۲، تحت الحدیث: ۲۴۷۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والتوبۃ والاستغفار، باب الدعاء عند النوم، ۹/۳۲، الجزء السابع عشر ماخوذا۔

چہرہ یا توَجُّہ یا دِل کا رُخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہِر و باطِن کی طرف اشارہ ہے یعنی الٰہی! میرا باطِن بھی تیرا مُطِیع ہے کہ اس میں رِیا (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار کہ میرا کوئی عُضو باغی نہیں، غرضیکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے۔ سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تاکہ معلوم ہو کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (تیری طرف رَغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے) لہٰذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری مَعَاش و مَعَاد اچھی کر دے۔ چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور بااِختیار، مگر سو جانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ اسی لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے۔ نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں، اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدایا! اب سب کچھ تیرے سپرد۔ (پناہ گاہ اور مَوضَعِ نَجات صرف تیری ہی طرف ہے) یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے۔ تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اُونچے اُونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت (یہ کلمات) پڑھنے والا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایمان پر مرے گا، اسلام و تقویٰ پر جیئے گا، بڑی ہی مُجَرَّب دعا ہے۔ فقیر **بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی** اس پر عامل ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"کرم" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) باوضو سونے والا شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(2) نیک لوگ ہر معاملے میں شریعت کی پیروی کرتے ہیں حتّٰی کہ سوتے وقت بھی سُنَن و مُستَحَبّات کی

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۵۔۶ ملتقطاً۔

ادائیگی کا خیال کرتے ہیں۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غضب سے صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہی بچا سکتی ہے اس لیے اس کی رحمت کا سوال کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ہر آن اپنی رحمت کے سائے میں رکھے ہماری بے حساب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 81

حُضُور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا عَظِیم تَوَکُّل

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَبْدِاللہِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَامِرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ کَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَیْمِ بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ الْقُرَشِیِّ التَّیْمِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَھُوَ وَاَبُوْہُ وَاُمُّہُ صَحَابَۃٌ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ قَالَ: نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِکِیْنَ وَنَحْنُ فِی الْغَارِ وَھُمْ عَلٰی رُءُوْسِنَا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ! لَوْ اَنَّ اَحَدَھُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْہِ لَاَبْصَرَنَا، فَقَالَ: مَا ظَنُّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ، اللہُ ثَالِثُھُمَا؟[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق **عبد اللہ** بن عُثمان بن عامر بن عُمر بن کَعب بن سَعد بن تَیم بن مُرّہ بن کَعب بن لُؤیّ بن غالب قُرَشی تَیْمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ، آپ کے والد اور والِدہ کو بھی شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "(کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے موقع پر) جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکین کے قدموں کو دیکھا وہ ہمارے سروں پر پہنچ گئے۔ میں نے عرض کی: "**یا رسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے ابو بکر! تیرا اُن دو کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ" ہے؟"

1 ... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ص ۱۲۹۸، حدیث: ۲۳۸۱ بتقدم وتاخر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ثَالِثُھُمَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تیسرے ہونے“ کا مطلب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد و نُصرت ان کے ساتھ ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں ہیں۔ اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان عالیشان کے تحت داخل ہے، جس میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۠ (۱۲۸) (پ۱۴، النحل: ۱۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اُن کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

اس حدیث میں حضور سَیِّدُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر عظیم تَوَکُّل کا بیان ہے۔ (کہ دشمن کے اتنے قریب ہونے کے باوجود بھی نہ گھبرائے۔) اسی طرح اس میں صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت کا بھی بیان ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنا مال، اہل و عیال اور اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حفاظت کے لیے اپنی جان داؤ پر لگادی۔“[1]

کفار اندھے ہوگئے:

سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! اتنے کٹھن و نازک وقت میں بھی حضور نبی مُکَرَّم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسہ کیا اور کفار کی طرف سے بالکل بھی نہ گھبرائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی کی زبردست مدد فرمائی اور کفارِ مکہ کو آپ نظر ہی نہ آئے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ان کافروں کے بارے میں حضور سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا فرمائی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! انہیں اندھا کردے۔“ پس کفارِ مکہ غار کے ارد گرد پھرتے رہے لیکن انہیں غار میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی موجودگی کا علم نہ ہوسکا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔[2]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل ابی بکر الصدیق، ۸/ ۱۴۹، الجزء الخامس عشر ملخصاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات، ۱۰/ ۱۸۴، تحت الحدیث: ۵۸۶۸۔

بہترین عبادت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”جب ہجرت کی شب حضور انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کولے کر صدیق اکبر (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) غارِ ثَور میں بیٹھے، تب مشرکین عرب اس غار کے دروازے پر پہنچ گئے، تب آپ نے نہایت خوف کی حالت میں یہ کہا۔ جناب صدیق اکبر کو اس وقت اپنی جان کا خوف نہیں تھا اپنی جان تو آپ پہلے ہی فدا کر چکے تھے کہ اکیلے اندھیرے غار میں گھس گئے، سانپ سے کٹوالیا، خوف حضور انور کی تکلیف کا تھا، یہ خوف بہترین عبادت تھا جس پر ساری عبادات قربان ہوں۔ حضرت صدیق اکبر اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ گفتگو ربّ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں بایں الفاظ نقل فرمایا:

اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ (پ ١٠، التوبۃ: ٤٠)

ترجمۂ کنزالایمان: جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“[1]

تَوَکُّل کیا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو عبداللہ قرشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے تَوَکُّل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق قائم رکھنا۔“ سائل نے عرض کی: ”مزید کچھ فرمایئے۔“ فرمایا: ”ہر اس سبب کو چھوڑ دینا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچنے میں رُکاوٹ ہو۔“[2]

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنَا ”ابوبکر“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے والا ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں رہتا ہے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٨/ ١٦٢۔

2 ... لباب الاحیاء، ص ٣٤٥۔

(2) انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر چاہے کیسا ہی کٹھن وقت آجائے وہ کبھی خوفزدہ نہیں ہوتے۔انہیں اپنے ربّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر کامل بھروسہ ہوتا ہے۔

(3) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی حضور نبی اَکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کا یہ عالَم تھا کہ وہ آپ پر اپنی جانیں نچھاور کرتے، آپ کے آرام کی خاطر بڑی بڑی تکالیف خوش دلی سے برداشت کرلیا کرتے تھے۔

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے مَعْمُور رہا

سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے ہر اس سبب کو چھوڑ دیتے ہیں جو اس پر توکل کی راہ میں رکاوٹ بنے۔

(5) جب دشمن کا خوف ہو تو اس وقت ذکرِ الٰہی کرنے سے گھبراہٹ دُور ہو جاتی ہے اور دل کو سکون و قرار نصیب ہوتا ہے۔

(6) اشیاء میں تاثیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم ہی کی وجہ سے ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے اُن میں تَصَرُّف فرماتا ہے۔ یہ اُس کی قُدرت کا کَرِشْمہ ہے کہ آنکھ کو ایک شے نظر آئے اور اس کے برابر دوسری شے نظر نہ آئے۔ جیسا کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر ہوا کہ کفارِ مکہ کو اور تو سب چیزیں نظر آرہی تھیں لیکن اپنے قریب موجود **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بالکل نظر نہ آئے۔ سچ ہے کہ:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی حقیقی تَوَکُّل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:82

گھر سے نکلتے وقت کی دُعا

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ، وَاسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ الْمَخْزُوْمِيَّةُ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ. (1)

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جن کا نام ہِند بِنْتِ ابو اُمَیَّہ حُذَیْفَہ مَخْزُوْمِیَّہ ہے۔ ان سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ کلمات پڑھا کرتے: ”بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے (نکلا)، میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں گمراہ ہونے یا گمراہ کیے جانے، پھسل جانے یا پھسلائے جانے، ظلم کرنے یا ظلم کیے جانے، جاہل بننے یا جاہل بنائے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

فتنوں سے بچنے کی آسان دعا:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ اللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”جب انسان اپنی ضروریات کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو لوگوں سے میل جول ایک لازمی امر ہے۔ اس وقت اندیشہ ہے کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے، کسی دینی معاملے میں بھٹکا تو خود گمراہ ہوگا یا کسی اور کو گمراہ کرے گا اور اگر دُنْیَوِی مُعَامَلات میں بھٹکا تو یہ کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کر بیٹھے گا یا کوئی اس پر ظلم و زیادتی کرے گا، اسی طرح خود کسی سے جاہلانہ برتاؤ کرے گا یا پھر اس سے جاہلانہ برتاؤ کیا جائے گا تو ان تمام صورتوں سے بچنے کے لیے آسان اور مختصر الفاظ میں پناہ مانگی گئی ہے۔“(2)

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، ۴/۴۲۰، حدیث: ۵۰۹۴، بدون کان اذا خرج الی علی اللہ۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/۱۹۴، تحت الحدیث: ۲۴۴۲ ملخصاً۔

گمراہی اور پھسلنے کا فرق:

مر آۃ المناجیح میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ بِلا ارادہ گناہ ہو جانا "زَلَّت یعنی پِھسل جانا" ہے اور اِرادتاً گناہ کرنا ضلالت، یا گناہِ صغیرہ زَلَّت ہے، گناہ کبیرہ ضلالت، یا عملی غلطی زَلَّت ہے اور اقتصادی غلطی ضلالت۔ چونکہ گھر سے باہر نکل کر ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے، اچھوں سے بھی اور بُروں سے بھی۔ اس لیے اس موقعہ پر یہ دعا بہت مناسب ہے۔ یعنی: یا اللہ گناہوں، بدعقیدگیوں سے تو ہی مجھے بچانا۔ اب ہر طرح کے لوگوں سے مجھے ملنا ہے۔ خیال رہے کہ یہ دعائیں تعلیم اُمَّت کے لیے ہیں۔ حقوقُ العباد مارنا ظلم ہے اور حقوقُ اللہ ضائع کرنا جہالت۔ یعنی خدایا نہ تو میں کسی کا حق ماروں، نہ کوئی میرا حق مارے اور نہ میں تیرے حقوق میں کوتاہی کروں، نہ کوئی مجھ سے کوتاہی کرائے۔ سلامتیٔ دین اسی میں ہے کہ انسان نہ ظالم ہو نہ مظلوم نہ جاہل ہو نہ مجہول۔"[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"رحمت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) گھر سے نکلتے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ضرور کرنی چاہیے تاکہ بندہ نقصان سے محفوظ رہے۔

(2) نیک لوگ اپنا ہر معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیتے ہیں کسی بھی معاملے میں اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ رحمت الٰہی کے طلبگار رہتے ہیں۔

(3) ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کی ہر ہر معاملے میں رہنمائی فرمائی ہے حتّٰی کہ گھر سے نکلتے وقت ممکنہ گناہوں سے بچنے کی دعا بھی ارشاد فرمادی۔

---

[1] ... مر آۃ المناجیح، ۴/ ۴۷۔

(4) اِنسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے جبکہ اس کا سب سے بڑا دشمن شیطان انتہائی فریبی و مَکّار۔ وہ ہر وقت انسان کو بہکانے میں مَصروف رہتا ہے۔ بالخصوص لوگوں سے میل جول کے وقت مَمنُوعات کے اِرتکاب کا زیادہ اِمکان ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر دم ربّ سے اس کا فضل و کرم مانگنا چاہیے کیونکہ اسی کی بدولت شیطان کے مکر و فریب سے بچا جاسکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذات پر توکُّل کرنے، گمراہ ہونے یا گمراہ کیے جانے، پھسل جانے یا پھسلائے جانے، ظلم کرنے یا ظلم کیے جانے، جاہل بننے یا جاہل بنائے جانے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:83

شیطان سے حِفَاظَت کا نُسخہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ یَعْنِیْ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ، یُقَالُ لَہُ: ھُدِیْتَ وَکُفِیْتَ وَوُقِیْتَ، وَتَنَحّٰی عَنْہُ الشَّیْطَانُ.[1] زَادَ اَبُوْدَاوُد: فَیَقُوْلُ (یَعْنِی الشَّیْطَانَ) لِشَیْطَانٍ آخَرَ کَیْفَ لَکَ بِرَجُلٍ قَدْ ھُدِیَ وَکُفِیَ وَوُقِیَ؟''[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رَسُولِ اَکرم شَفِیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص (گھر سے نکلتے وقت) یہ پڑھ لے: ''**بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے (باہر جاتا ہوں) میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کیا نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی عطا سے ہے۔'' تو اس پڑھنے والے سے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہدایت دی گئی، تیری کفایت کی گئی اور تجھے بچالیا گیا، نیز اس سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔'' ابو داوٗد نے یہ

---

1 . . . ترمذی، کتاب ابواب الدعوات، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، ۵/ ۲۷۰، حدیث: ۳۴۳۷ بدون ھدیت۔

2 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ، ۴/ ۴۲۰، حدیث: ۵۰۹۵۔

اضافہ کیا ہے کہ (جب کوئی یہ دعا پڑھ لیتا ہے تو) شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ ”تو اسے کیسے گمراہ کر سکتا ہے جسے ہدایت دی گئی جس کی کفایت کی گئی اور جسے بچا لیا گیا۔“

تَوَکُّلْ عَلَی اللّٰہ کی برکات:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ جب بندہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! تجھے سیدھی راہ کی ہدایت دی گئی، معاملات میں تیری کفایت کی گئی اور دشمنوں سے تیری حفاظت کی گئی۔“ عَلَّامَہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جب وہ بِسْمِ اللّٰہ کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی برکت سے اسے ہدایت دی جاتی ہے، جب ”تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ“ کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کی برکت سے تمام مُعاملات میں اس کی کفایت کی جاتی ہے اور ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ کی برکت سے اسے دشمنوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ یہ بہت پیاری دعا ہے۔“[1]

گھر سے مراد رہنے کی جگہ ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”گھر سے مراد رہنے کی جگہ ہے خواہ یہی گھر ہو جس میں بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں یا مسجد کا حجرہ، خانقاہ وغیرہ جہاں صوفیاء، طلباء اور مَشَائخ رہتے ہیں۔ غرضکہ ہر شخص اپنے ٹھکانے سے نکلتے وقت یہ پڑھ لیا کرے (مذکورہ دعا کا مطلب یہ ہے کہ) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے نکلتا ہوں اور اپنے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں، میں کمزور ہوں، وہ قوی ہے، اس کے بغیر نہ کسی میں طاقت ہے نہ قوت (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃ) گناہ سے بچنے کی طاقت حَوْل ہے، نیکی کرنے کی طاقت قُوَّت ہے، دنیا کے جنجال سے بچنے کی طاقت حَوْل ہے، رَبِّ ذُوالجلال تک پہنچنے کی طاقت قُوَّت ہے، اچھے کام کرنے کی طاقت حَوْل ہے اور مقبول کام کرنے کی طاقت قُوَّت۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہم فرشتے کا یہ کلام سنتے نہیں مگر جب حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَعرِفَت ہم تک یہ کلام پہنچ گیا تو اس کا کہنا عَبَث نہ ہوا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہم اُس

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، ۵/۲۹۷، تحت الحدیث: ۲۴۴۳ ملخصاً۔

فرشتے کا یہ کلام سنتے نہیں تو اس کا کہنا بے کار ہے، نیز فرشتے کے اس کلام کا عملی طور پر ظہور بھی ہو جاتا ہے کہ اس بندے کو یہ تینوں نعمتیں مل جاتی ہیں۔ (شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے) یعنی فرشتے کے اس کہہ دینے پر اس کا قرین شیطان جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اس سے بھاگ جاتا ہے۔ پھر جب شام شیاطین کا سردار ابلیس اس سے دن بھر کی کارکردگی کا امتحان لیتا ہے تو یہ قرین اس بندے کی دعا کا ذکر کر کے افسوس کرتا ہے کہ میں آج اسے بہکا نہ سکا، تب ابلیس اس کی تسلی کے لیے یہ کہتا ہے کہ تجھ پر کوئی میرا عِتَاب نہیں، تو مَعذور تھا، وہ بندہ فرشتے کی امن میں آ چکا تھا۔"[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مسائل:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ فرشتے کی امان میں آجانا، امن و امان کا ذریعہ ہے، پھر جو حضور انور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی امان میں آجائے اس کا کیا کہنا۔ (۲) دوسرے یہ کہ ابلیس فرشتوں اور ان کی امان و حفاظت کو دیکھتا ہے بدر میں ابلیس نے امدادی فرشتوں کو دیکھا تھا اور کہا تھا: **اِنِّیۡۤ اَرٰی مَالَا تَرَوۡنَ** (یعنی جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آرہا) (۳) تیسرے یہ کہ حضورِ انور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے کوئی ناری اور نوری مخلوق چھپی ہوئی نہیں۔ حضور عَلَيْهِ السَّلَام فرشتوں، شیاطین کو ملاحظہ بھی فرماتے ہیں اور اُن کے کلام بھی سنتے ہیں پھر ہم خاکی مخلوق حضور عَلَيْهِ السَّلَام سے کیسے چھپ سکتے ہیں؟"[2]

سرِ عَرش پر ہے تِری گزر دلِ فرش پر ہے تِری نظر
ملکوت و مُلک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عِیاں نہیں
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۸ ملتقطاً۔
2 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۴۸۔

سَیِّدُنَا ”عثمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو گھر سے نکلتے وقت مذکورہ دعا پڑھ لے، اس کے سب کام سَنْوَر جاتے ہیں، شیطانی لشکروں سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اسے راہِ حق کی ہدایت ملتی ہے۔

(2) دعا کے معاملے میں کبھی غفلت نہیں کرنی چاہیے کہ دعا شیطان کے خلاف بہترین ہتھیار ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے والے ظاہری و باطنی دشمنوں سے محفوظ رہتے ہیں، رَحمتِ اِلٰہی ہر معاملے میں ان کی دستگیری کرتی ہے۔

(4) جس نیک و جائز کام کی ابتدا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مبارک نام سے کی جائے وہ کام بالخیر انجام پاتا ہے۔

(5) ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرشتوں کی آواز سنتے اور پہچانتے ہیں جبھی تو بتا دیا کہ مذکورہ دعا پڑھنے والوں کو فرشتے کیا جواب دیتے ہیں۔

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گھر سے باہر نکلتے وقت اس کی دعا پڑھنے اور اپنے ربّ تعالٰی پر حقیقی معنٰی میں توَکُّل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:84

طالبِ عِلم کی بَرَکت سے رِزق

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَکَانَ اَحَدُھُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ، فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:

لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِه.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ اَقدس میں دو بھائی تھے، ایک بارگاہِ نبوی میں حاضر رہتا اور دوسرا کام کاج کرتا تھا، کام کرنے والے نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اپنے بھائی (کے کام نہ کرنے) کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شاید تجھے اس کی برکت سے ہی رزق دیا جارہا ہو۔''

دو بھائی اور اُن کے کام:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''ان دو بھائیوں میں سے ایک حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس علم و حکمت کی باتیں سیکھنے آتا اور دوسرا کام کاج کرتا تھا اور ان کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا۔ کام کرنے والے نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اپنے بھائی کی شکایت کی کہ نہ یہ خود کماتا ہے، نہ میرے ساتھ کام کرتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ تیری کمائی سے اسے رزق نہیں مل رہا بلکہ تجھے اس کی وجہ سے رزق مل رہا ہے۔ لہٰذا تو اس پر اپنی کمائی کا اِحسان مَت جتَا۔''[2]

طالِبِ عِلم کے سرپرست پر کرم:

''لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ شاید تجھے اس کی برکت سے ہی رزق دیا جارہا ہو۔'' دلیلُ الفالحین میں ہے: ''سرکارِ دو عالَم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے بھائی کے طَلَبِ مَعاش نہ کرنے اور اس کے اکیلے کمانے پر اسے تَسَلّی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اپنے بھائی کی وجہ سے تمہارا طَلَبِ مَعاش کے لیے نکلنا تمہارے رِزق کی آسانی کا سبب ہو کیونکہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: ''تمہیں تمہارے کمزوروں کے سبب رزق ملتا ہے۔''

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، ۴/۱۵۴، حدیث: ۲۳۵۲ بتغیر قلیل۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/۱۷۰، تحت الحدیث: ۵۳۰۸۔

حدیثِ مذکور میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے اُمیدیں مُنْقَطِع کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف مُتَوَجِّہ ہو جاتا اوراپنی تدابیر چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ”طالبِ عِلم کا رزق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِمۂ کرم پر ہے۔“ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ طالبِ عِلم کی ضروریات وحاجات آسانی سے پوری فرمادیتاہے اور اس کی رحمت طالبِ عِلم کے سرپرست کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتی ہے اور سب کاموں میں اس کی کِفایت کی جاتی ہے۔“[1]

رِزْق میں برکت کا بہترین ذریعہ:

مُحَقِّقُ عَلَی الْاِطْلَاق شَیْخ عَبْدُ الْحَقّ مُحَدِّث دِهْلَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس شخص نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اپنے بھائی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اس نے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا ہے اسے میری مدد کرنی چاہیے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کو بھائی کی کفالت کرنے پر صبر وہمت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ تو کما کر اپنے بھائی پر خرچ کرتا ہے یہ سب رزق تجھے اسی کی برکت سے دیا جاتا ہے۔ حدیثِ مذکور اس بات پر واضح دلیل ہے کہ فُقَراء بِالْخُصُوص اپنے قریبی رشتہ داروں کی کَفالَت کرنا رزق میں برکت کا بہترین ذریعہ ہے۔“[2]

دِین کے لیے وَقف ہونا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”یہ شخص اپنے کو خدمت دین کے لیے وقف کر چکا تھا، حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے پاس علم دین سیکھنے آتا تھا، یہ رسم آج تک چلی آرہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو علم دین کے لیے وقف کردیتے ہیں اور مسلمان اُن کا خرچہ اٹھاتے ہیں اَصحابِ صُفَّہ بھی ایسے ہی لوگ تھے۔ معلوم ہوا کہ طالب علم کی خدمت کرنا خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔ (فرمایا: شاید تجھے اس کی برکت سے ہی رزق دیا جا

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الیقین والتوکل، ۱/ ۲۸۷، تحت الحدیث: ۸۴ ملخصا۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۴/ ۲۶۲ ملخصا۔

رہا ہے) تو اسے علم دین سیکھنے دے، اس کا خرچہ تو برداشت کیے جا، **اللہ تعالی** اس کا رزق تیرے دستر خوان پر بھیجے گا، تجھے برکتیں ہوں گی، اِس فرمانِ عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے:

(۱) ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو عِلمِ دِین کے لیے وقف کر دینا سنتِ صحابہ ہے۔ عالِمِ دین بننا فرضِ کِفایہ ہے بقدرِ ضرورت علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔(۲) دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کا خرچہ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے، اِنْ شَآءَ اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔(۳) تیسرے یہ کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔

اور جب ایک شخص غریب بھی ہو، قرابت دار بھی اور طالبِ عِلم بھی اس پر خرچہ کرنا **نُورٌ عَلٰی نُور** ہے۔ خیال رہے! حضورِ انور کا "لَعَلَّ یعنی شاید" فرمانا "شک" کے لیے نہیں۔ کریموں کی "شاید" بھی یقینی بلکہ حَقُّ الْیَقِیْن ہوتی ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

"رزق حلال کمائیے" کے 13 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 13 مدنی پھول

(1) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ معمول تھا کہ وہ عِلمِ دین کے حصول کے لیے ہر وقت بارگاہِ رسالت میں حاضر رہا کرتے تھے۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے علم دین جیسی عظیم دولت سمیت ربّ تعالیٰ کی ہر نعمت نصیب ہوتی ہے۔

(3) طالبِ علم کی برکت سے اُس کے والدین یا سرپرست وغیرہ کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۲۲، ۱۲۳ ملتقطا۔

(4) طالبِ علم کا رزق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِمّۂ کرم پر ہے۔

(5) جو اپنے رزق میں وُسعت، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور دین و دنیا کی بھلائی کا خواہاں ہو، اسے چاہیے کہ دینی طلبہ کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

(6) جو سب کچھ چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کرتے ہوئے عِلمِ دِین سیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بغیر کَسب کے اُسے رزق عطا فرماتا ہے۔

(7) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بعض نیک بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے سبب دوسروں کو رزق دیا جاتا ہے۔

(8) اپنے آپ کو عِلمِ دِین کے لیے وقف کر دینا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(9) دینی طلبہ کی حوصلہ اَفزائی کرنا ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا بہت اچھا عمل بلکہ عبادت ہے۔

(10) اگر کسی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کی توفیق بخشی ہے کہ وہ راہِ خدا میں اپنے کسی قریبی عزیز، رشتہ دار، دوست احباب وغیرہ کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے ان پر خرچ کر رہا ہے تو اسے چاہیے اس پر اِحسان نہ جَتائے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم جانے اور اُس کا شکر ادا کرے۔

(11) جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

(12) فُقَراء بِالخُصُوص اپنے قریبی رشتہ داروں کی کَفالَت کرنا رزق میں برکت کا بہترین ذریعہ ہے۔

(13) ہمیں اپنے مُتَعَلِّقِین کی خبر گیری کرتے رہنا چاہیے اور جتنا ممکن ہو اُن کی امداد کرنی چاہیے کہ جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تَوَکُّل کی دولت عطا فرمائے، حُصُولِ عِلمِ دِین کا ذوق وشوق عطا فرمائے، عِلمِ دِین سیکھنے سکھانے والوں کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رزقِ حلال کمانے اور اپنے گھر والوں کو بھی حلال کھلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:8

اِستِقامت کا بیان

ایسا کون ہو گا جسے کامیابی کی تمنا نہ ہو؟ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں کامیاب رہوں اور مجھے کبھی ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لیکن سب کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ ناکامی کی ایک بڑی وجہ استقامت نہ ملنا بھی ہے۔ انسان فطرتاً جلد باز ہے۔ کام کا نتیجہ تو جلد چاہتا ہے لیکن استقامت اختیار نہیں کرتا لہٰذا اپنے مقصد میں ناکام ہو جاتا ہے۔ کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس کام پر استقامت ضروری ہے۔ اگرچہ استقامت بذاتِ خود ایک مشکل امر ہے، مشہور مَقُولہ ہے: ”**اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ** یعنی استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔“ لیکن استقامت کی بدولت مشکل سے مشکل اُمور بھی بآسانی سر انجام دیے جاسکتے ہیں۔

جو پتھر پہ پانی پڑے مُتَّصِل ...... تو بے شُبہ گِھس جائے پتھر کی سِل

ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”اِستقامت“** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 آیاتِ مقدسہ اور 2 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) دِین پر قائم رہو!

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ (پ ۱۲، ھود: ۱۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے۔

تفسیرِ خازن میں ہے: ”اِس آیت میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خطاب ہے کہ آپ اپنے ربّ کے دین پر ثابت قدم رہیئے، اِس پر عمل کرتے رہیئے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہی سے دعا مانگئے جیسا کہ آپ کے ربّ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ یاد رہے یہ حکم تاکید کے لیے ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو پہلے ہی ثابت قدم تھے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کسی کھڑے ہوئے شخص سے کہا جائے کہ میرے آنے تک کھڑے رہنا۔(1)

1... تفسیر خازن، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۱۱۲، ۲/ ۳۷۳۔

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پورے قرآنِ پاک میں اِس آیت سے زیادہ دشوار اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ جب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ پر عُمر رسیدگی کے آثار بہت جلد نمودار ہوگئے ہیں۔“ تو فرمایا: ”مجھے سورۂ ھود اور اُس جیسی دوسری سورتوں نے عمر رسیدہ کر دیا ہے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے، استقامت یہ ہے کہ بندہ رنج و غم مصیبت وراحت میں اللہ کی بندگی سے منہ نہ موڑے، ہر حال میں راضی بہ رَضا رہے، اِستقامت ہی ولایت کی جڑ ہے، جس سے حضور کی ہمراہی ملتی ہے۔“[2]

(2) فرشتوں کے دوست

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ؕ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾ۧ (پ ۲٤، حم السجدۃ: ۳۰ تا ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنھوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ۱/۸، الجزء الثانی۔

2 ... نور العرفان، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۱۱۲۔

اِن آیات کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: ''حضرتِ صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا گیا: استقامت کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرتِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ اَمر و نَہی پر قائم رہے۔ حضرتِ عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ عمل میں اِخلاص کرے۔ حضرتِ علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے اور اِستقامت کے معنٰی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر (حکم) کو بجالائے اور مَعَاصِی (نافرمانی) سے بچے۔''[1]

(3) خوف اور غم سے محفوظ

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۲۶، الاحقاف: ۱۳، ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم وہ جنّت والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے ان کے اعمال کا اِنعام۔

تفسیرِ کبیر میں ہے: ''یہ آیات اِس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے اور نیک اَعمال کیے تو بروزِ قیامت انہیں کوئی غم و خوف لاحق نہ ہوگا۔ وہ قیامت کے دن دَہشت و گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔ بعض نے کہا: اُنہیں گرفت کا خوف نہ ہو گا۔ البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہَیبت اور جلال کا خوف کسی سے زائل نہ ہو گا۔ فرشتے گناہوں سے مَعصُوم ہیں، بلند درجات والے ہیں، اِس کے باوجود اُن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف زائل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے: ﴿یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾ (پ۱۴، النحل: ۵۰) ترجمۂ کنز الایمان: ''اپنے اوپر اپنے ربّ کا خوف کرتے ہیں۔''[2]

---

1 ... خزائن العرفان، پ۲۴، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۳۰۔

2 ... تفسیر کبیر، پ۲۶، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۰/ ۱۳۔

تفسیرِ طبری میں ہے: ”جنہوں نے کہا: ہمارا ربّ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر اپنی اُس تصدیق پر ثابت قدم رہے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام (اَوامر ونَواہی) کی مخالفت نہ کی تو بے شک اُن لوگوں پر قیامت کے دن کوئی خوف اور غم نہ ہو گا۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اِسلام پر اِستِقَامت

حدیث نمبر:85

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو، وَقِیْلَ: اَبِیْ عَمْرَۃَ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! قُلْ لِّیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْئَلُ عَنْہُ اَحَدًا غَیْرَکَ، قَالَ: قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.[2]

حضرتِ سَیِّدُنا ابو عَمْرو یا ابو عَمْرہ سُفیان بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ”یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اِسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ پھر آپ کے علاوہ کسی اور سے اس کے متعلق نہ پوچھوں۔“ فرمایا: ”کہو: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا۔ پھر اس پر ثابت قدم رہو۔“

تکمیلِ اِسلام والی بات:

شَرْحُ الطِّیْبِی میں ہے: ”یعنی مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس کے ذریعے اِسلام مکمل ہو جائے، اسلامی باتوں کی طرف رہنمائی ہو اور اُس کے حقوق کی حفاظت ہو اور آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”قُلْ اٰمَنْتُ بِاللہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ یعنی کہو: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہو۔“ اِسْتَقِم ایسا لفظ ہے جو تمام اَحکامات پر عمل کرنے اور تمام مَمْنُوعہ کاموں سے رُک جانے کو جامع ہے کیونکہ بندہ حُکم عُدُولی کی وجہ سے صراطِ مستقیم سے دُور ہو جاتا ہے جب تک دوبارہ تعمیلِ حکم نہ کرے۔ اِسی طرح ممنوعہ کام کے اِرتکاب سے بھی صراطِ مستقیم

1 . . . تفسیر طبری، پ۲۶، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/ ۲۸۳۔

2 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ص ۴۰، حدیث: ۳۸ بتغیر قلیل۔

سے دُور ہو جاتا ہے جب تک توبہ نہ کرے۔“[1]

ربّ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنیٰ:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے سے مراد سارے عَقائدِ اِسلَامِیَّہ ماننا ہیں۔ لہٰذا اِس میں توحید و رِسالت حَشر و نَشر، ملائکہ جنت دوزخ سب پر اِیمان لانا داخل ہے، جیسے کسی کو اپنا باپ مان کر اُس کے سارے اَہلِ قَرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اُس کا باپ ہمارا دادا ہے، اُس کی اولاد ہمارے بھائی بہن، اُس کے بھائی ہمارے چچا تائے اور اِستقامت سے مراد سارے اَعمالِ اِسلَامِیَّہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے، لہٰذا یہ حدیث اِیمان و تقویٰ کی جامع ہے اور اِس پر عامل یقیناً جنتی ہے۔“[2] قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الجَوَاد نے فرمایا: ”یہ حدیث پاک حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جامع کلمات میں سے ہے۔“[3]

اِستقامت کے متعلق اَقوالِ بزرگانِ دین:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے فرمایا: ”رِسالہ قُشَیْرِیَہ میں ہے کہ اِستقامت ایسا درجہ ہے جس سے اُمور کی تکمیل اور نیکیوں کا حصول ہوتا ہے۔ جو اِسے اختیار نہ کرے اُس کی کوشش ضائع ہو جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اِستقامت کی طاقت صِرف اَکابِر ہی رکھتے ہیں کیونکہ اِستقامت یہ ہے کہ انسان اپنے مَعمولات اور رَسم و رَواج کو چھوڑ کر اپنے آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَحکامات کے مطابق کرلے۔ اِسی لیے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”استقامت پر رہو اور تم ہرگز اُس کا اِحاطہ نہیں کرسکتے۔“ علامہ واسطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”اِستقامت ایسا وصف ہے جس کے پائے جانے سے اچھائیاں مکمل ہوتی ہیں اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے خوبیاں

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الایمان، الفصل الاول، ۱/ ۱۴۴، تحت الحدیث: ۱۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۵۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ۱/ ۸، الجزء الثانی۔

خامیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔"[1]

ربّ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! استقامت سے کیا جانے والا کام شریعت کو محبوب ہے۔ اَحادیثِ مُبارَکہ میں ایسے عمل کی خوب ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں کہ **رَسُوْلُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ عمل کونسا ہے؟" فرمایا: "وہ عمل جو استقامت کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔"[2]

ایک رات میں ختمِ قرآن:

ہمارے بُزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے اَعمالِ صالِحہ پر کیسی استقامت اختیار کی، اس کا اندازہ اس حکایت سے لگائیے۔ چنانچہ کروڑوں حنفیوں کے عظیم پیشوا، اِمامِ اَعظم حضرت سَیِّدُنا نُعمان بِن ثابِت عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡخَالِق نے تیس 30 سال تک روزانہ ہر رات ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا۔ چالیس سال تک عِشاء کے وُضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ آپ رات کو خوفِ خدا کے باعِث اِس قدر روتے کہ ہمسائے آپ پر رحم کرتے اور جس جگہ آپ کا وصال ہوا وہاں آپ نے سات ہزار 7000 مرتبہ قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔[3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

"اِیمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے سے مراد سارے عَقائِدِ اِسْلَامِیّہ پر ایمان لانا ہے۔

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، ۱/۸، الجزء الثانی۔

2 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، ۴/۲۳۷، حدیث: ۶۴۶۵۔

3 . . . الخیرات الحسان، الفصل الرابع عشر، ص ۵۰۔

(2) اُمور کی تکمیل کے لیے استقامت بہت ضروری ہے۔

(3) قلیل دائمی عَمَل، کثیر عارضی عَمَل سے بہتر ہے۔

(4) استقامت وہ طاقت ہے کہ جس کی بدَولت مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔

(5) استقامت اختیار کرنا نیک بندوں کا شیوہ ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے جو عَمَلِ خیر شروع کر دیں اس پر مرتے دَم تک استقامت اختیار کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی بُزرگانِ دِین کے صدقے استقامت کی دولت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:86

جنّت رَحمتِ الٰہی سے ملے گی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَنْ یَنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِعَمَلِهِ، قَالُوْا: وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللہُ بِرَحْمَۃٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ.[1]

وَالْمُقَارَبَۃُ: اَلْقَصْدُ الَّذِیْ لَا غُلُوَّ فِیْهِ وَلَا تَقْصِیْرَ، وَالسَّدَادُ اَلْاِسْتِقَامَۃُ وَالْاِصَابَۃُ وَیَتَغَمَّدَنِیْ یَلْبِسُنِیْ وَیَسْتُرُنِیْ. قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنَی الْاِسْتِقَامَۃِ لُزُوْمُ طَاعَۃِ اللہِ تَعَالٰی، قَالُوْا وَھِیَ مِنْ جَوَامِعِ الْکَلِمِ، وَھِیَ نِظَامُ الْاُمُوْرِ وَبِاللہِ التَّوْفِیْقُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالَم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''مِیانہ رَوِی اختیار کرو، اور راہِ راست پر رہو۔ اور جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی (محض) اپنے عمل سے نَجات نہیں پاسکتا۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی نہیں؟'' فرمایا: ''ہاں، میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اپنی رحمت اور

---

1 . . . مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ۔۔۔الخ، ص ۱۵۱۳، حدیث: ۲۸۱۶۔

فضل سے ڈھانپ لے۔"

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی یہ حدیثِ پاک نقل کرنے کے بعد اَلفاظِ حدیث کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**اَلْمُقَارَبَۃُ:** ایسا عمل جس میں اِفراط وتفریط نہ ہو یعنی مِیَانَہ رَوی اختیار کرنا۔ **اَلسَّدَادُ:** استقامت اختیار کرنا اور سیدھی راہ کو پہنچنا۔ **یَتَغَمَّدُنِی:** وہ مجھے (فضل ورحمت) سے ڈھانپ لے۔ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: "استقامت کا معنیٰ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری پر ہمیشگی اختیار کرنا ہے۔" مزید فرماتے ہیں: "حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالی جامع کلمات میں سے ہے اور اِستقامت اُمور کو سرانجام دینے والی ہے۔"

رحمت وفضل الٰہی سے اَعمال کی تکمیل:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُاللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "**سَدِّدُوْا** کا مطلب ہے: درستگی کو پہنچو، کثرتِ عبادت اور نیکیوں پر استقامت کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرو۔ **قَارِبُوْا:** کا مطلب ہے کہ اپنے اُمور میں مِیَانَہ رَوِی اختیار کرو، اِفراط وتفریط سے بچو، راہبانہ زندگی اختیار نہ کرو ورنہ تمہارے نفس اُکتا جائیں گے اور تمہارا معاشی نظام بگڑ جائے گا اور اُمورِ دنیا میں ضرورت سے زیادہ مشغول نہ ہو جاؤ، ورنہ نیکیوں سے بالکل دُور ہو جاؤ گے۔ اس حدیثِ پاک کا یہ مَطلَب ہرگز نہیں کہ نیک اَعمال کیے ہی نہ جائیں بلکہ اس فرمان سے مقصود بندوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنا ہے کہ تمام اَعمال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت وفضل سے مکمل ہوتے ہیں تاکہ لوگ اپنے اَعمال پر مَغرُور نہ ہوں اور اپنے اَعمال ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لیں۔"[1]

نیک اَعمال کی توفیق:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اَہلِ سنت کا مَوقف ہے کہ ثواب وعِقاب اور اَحکام عقل سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ شرع سے ثابت ہوتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر کوئی چیز

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الدعوات، باب سعة رحمة اللہ، ۵/ ۱۳۹، تحت الحدیث: ۲۳۷۱ ملتقطاً۔

واجب نہیں، تمام عالَم اُسی کی ملکیت میں ہیں۔ وہ جو چاہے، جیسا چاہے، حکم دے۔ اگر فرمانبرداروں کو عذاب دے تو یہ اس کا عدل ہے اور انہیں اِنعام و اِکرام سے نوازے اور جنت میں داخل کرے تو یہ اُس کا فضل ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا اور مُنافِقین کو اپنے عدل سے عذاب دے گا اور ہمیشہ کے لیے انہیں جہنم میں داخل فرمائے گا۔ یہ حدیث اِس بات پر دلیل ہے کہ کوئی شخص محض اپنے اَعمال کی وجہ سے جنت وثواب کا حق دار نہیں ہو سکتا۔''[1] بلکہ رَحمتِ الٰہی شرط ہے۔

اَعمال کے ذریعے دُخُولِ جنت کی وضاحت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ (پ۱۴، النحل: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے۔

اِن کے علاوہ اور کئی آیات سے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ اعمال کے ذریعے جنت میں داخلہ ہو گا۔ تو پھر حدیثِ مذکور اور اُن آیات میں کس طرح تطبیق ہو گی؟ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں، یہاں چند بیان کیے جاتے ہیں:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّایَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اِن آیات کا مطلب یہ ہے کہ جن اَعمال پر جنت کی بِشارت ہے وہ اَعمال بجالانے کی توفیق وہدایت، اُن میں اِخلاص اور اُن کی قبولیت سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اُس کے فضل سے ہی ہو گا۔ لہٰذا احدیث اور اُن آیات میں کوئی تضاد نہیں۔''[2]

فتح الباری میں ہے: ''عَلَّامَہ اِبنِ جَوْزِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی نے اس سوال کے چار جواب دیے ہیں:

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب صفة المنافقین، باب لن یدخل احد الجنة بعمله، ۹/ ۱۵۹، الجزء السابع عشر ملخصا۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب صفة المنافقین، باب لن یدخل احد الجنة بعمله، ۹/ ۱۶۰، الجزء السابع عشر ماخوذا۔

(۱) نیک اعمال کی توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہی سے ملتی ہے۔ اگر اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو نہ ہی ایمان نصیب ہوتا، نہ نجات دلانے والے اعمال کی توفیق ملتی۔ (۲) غلام کے منافع کا مالک اس کا مولا ہوتا ہے پس بندے کے عمل کا مالک اس کا ربّ ہے۔ اب بندے کو اِنعام واِکرام سے نوازنا اور اسے جزا دینا اس کی رحمت ہی ہے۔ (۳) بعض احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت میں داخلہ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہوگا۔ ہاں! اَعمالِ صالحہ کی بَدَولت جنت میں مختلف درجات ملیں گے۔ (۴) بندہ جو نیک عمل کرتا ہے اس کی ادائیگی میں بہت کم وقت لگتا ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عمل پر نہ ختم ہونے والا ثواب عطا فرماتا ہے۔ پس ختم ہو جانے والے عمل کے بدلے دائمی جزا دینا ربّ کریم کی بہت بڑی رحمت ہے۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نیک اَعمال دوزخ سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اَسباب تو ہیں مگر عِلَّتِ تامّہ نہیں۔ بہت سے لوگ بغیر نیک عمل جنتی ہیں جیسے مسلمانوں کے ناسمجھ بچے یا دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہو جائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مَردُود ہو گئیں۔ جنت ملنے کی عِلَّتِ تامّہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے۔ محض تُخْم (بیج) درخت کی عِلَّتِ تامّہ نہیں، بہت بار تُخْم ضائع ہو جاتا ہے۔ اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے، بلکہ نیکوں کو اپنے اَعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ اے پرہیز گارو! اپنے اَعمال پر غَرور نہ کرو، ربّ تعالٰی کا فضل مانگو، شیطان کے اَعمال سے اس کے اَنجام سے سبق لو۔"[2]

صحابۂ کرام کے اِسْتِفْسار کی وَضاحت:

جب حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے یہ ارشاد فرمایا کہ "کوئی بھی اپنے عمل کے ذریعے نجات نہیں پا سکتا۔" تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ... فتح الباری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، ۱۲/ ۲۵۱، تحت الحدیث: ۶۴۶۳۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۳۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کہ: ''**یَارَسُوْلَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی نہیں ؟''

مُفَسِّرشہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں، کیا یہ بھی حُصُولِ جنت کے لیے کافی وافی نہیں ؟ کیا آپ کو بھی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت درکار ہے ؟ صحابہ سمجھے یہ تھے کہ ایسے مَوقعہ پر مُتَکَلِّم **مُسْتَثْنٰی** ہوتا ہے۔ شاید حضور یہ ہمارے لیے فرمارہے ہیں، اس لیے یہ سوال کیا۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ عُمُومی اَحکام پر حضور کو داخل نہ مانتے تھے۔ (حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں! میں بھی نہیں! مگر یہ کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔) یعنی میں بھی مَحض عمل سے بِلا فضلِ الٰہی جنت کا حقدار نہیں، ہاں! ربّ تعالٰی کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے تو جنت میری ہے۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کے لیے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رحمت ہیں، ربّ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿**وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ** ۝۱۰۷﴾ (پ۱۷، الانبیاء: ۱۰۷) (ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے) اور رحمتِ الٰہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے۔ تو ہماری جنت کا وسیلۂ عُظمٰی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں اور حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر خود ربّ تعالٰی کا فضل ربانی ہے: ﴿**وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا** ۝۱۱۳﴾ (پ۵، النساء: ۱۱۳) (ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللّٰہ** کا تم پر بڑا فضل ہے۔) لہٰذا ہم اَور رحمت سے جنتی ہیں، حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دوسری رحمت سے۔ سورج وچاند دونوں کو نور ربّ نے دیا مگر چاند کو سورج کے ذریعے اور سورج کو بِلا واسطہ اپنی طرف سے۔ لہٰذا اس حدیث سے حضور کا ہماری مثل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ (**سَدِّدُوْا**: یعنی راہِ راست پر رہو۔) اس طرح کہ عقائد درست رکھو، عبادات میں درمیانی رَوِش چلو کہ بقدرِ طاقت نوافل شروع کرو، پھر ہمیشہ نبھادو اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو، بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو، خُصُوصاً آخری رات میں عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمتِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنت کا ذریعہ رحمتِ الٰہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں، لہٰذا اَعمال سے غافل نہ ہو، منزل قریب ہے۔''[1]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۳ ملتقطا۔

مدنی گلدستہ

''فَضْلِ ربّ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جنت میں داخلہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہو گا، بغیر رحمتِ الٰہی کے محض اپنے عمل سے کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(2) جنت کا ذریعہ رحمتِ الٰہی ہے اور رحمتِ الٰہی کا ذریعہ نیک اَعمال ہیں، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے نیک اعمال کرتا رہے۔

(3) جو کام اِستقامت سے کیا جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت شامل حال ہو تو اس کام میں ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

(4) جنتی جنت میں حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے داخل ہوں گے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہی سے جنت ملے گی۔

اللہ کی رحمت سے تو جنت ہی ملے گی

اے کاش! محلے میں جگہ اُن کے ملی ہو

(5) نفلی عبادت میں مِیانہ رَوی اختیار کرنی چاہیے تاکہ اس پر دَوام واِستِمرار (یعنی ہمیشگی) حاصل ہو سکے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ اپنے رحمت والے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں دینی ودُنیوی معاملات میں مِیانہ رَوی کی توفیق عطا فرمائے، اَعمالِ صالِحہ پر استقامت اور اپنی دائمی رضا سے مالا مال فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:9

اُمُورِ کائنات میں غور و فِکر کا بیان

رب تعالیٰ کی عظیم مخلوق، دنیا کے فنا ہونے، آخرت کی ہولناکیوں، دنیا و آخرت کے معاملات میں نفس کی کوتاہی،
اُس کی اصلاح اور اُسے اِستقامت پر اُبھارنے کے بارے میں غور و فکر کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآن وحدیث میں جابجا **تَفَکُّر، تَدَبُّر** اور **نظر وعبرت** کا حکم دیا گیا ہے، ان سب کا معنیٰ ہے: ”غور و فکر کرنا۔“ ظاہر ہے جو کام جتنا زیادہ اہم ہو، اس کی تاکید بھی اتنی ہی زیادہ کی جاتی ہے۔ غور و فکر بہت فضیلت والا عمل ہے۔ اس کی بدولت حق کی معرفت، راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی، حکمت و دانائی، زِندہ دِلی، دنیا و آخرت کی کامیابی اور رضائے الٰہی جیسی عظیم نعمتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ لیکن غور و فکر اُسی وقت مفید ہے جب اُس کی حقیقت و مقاصد اور اُن باتوں کا علم ہو جن میں غور و فکر کرنا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ فضیلت والا غور و فکر وہی ہے جو آخرت کی بہتری کے لیے ہو کیونکہ صرف دُنیوی سوچوں ہی میں گم رہنا جبکہ وہ آخرت کے لیے نہ ہو اس کی کوئی فضیلت نہیں بلکہ یہ تو آخرت کی تیاری میں رُکاوٹ کا باعث ہے۔

ریاضُ الصالحین کا یہ باب **”غور و فکر“** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب کے تحت 4 آیاتِ مبارکہ بیان کی ہیں۔ اس باب میں ان آیات کا ترجمہ و تفسیر، غور و فکر سے متعلق مزید آیاتِ مُقدَّسہ و اَحادیثِ مبارکہ، اس کی حقیقت، بُزرگانِ دِین کی حِکایات اور دیگر کئی مُفید اُمور بیان کیے جائیں گے۔ پہلے آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) بہترین نصیحت

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا۫

(پ ۲۲، سبا: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہیں ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے کھڑے رہو دو دو اور اکیلے اکیلے پھر سوچو۔

تفسیرِ خازِن میں ہے: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”تم فرماؤ! میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، اگر تم اُس پر عمل کرو گے تو حق کو پہنچ جاؤ گے اور نجات پالو گے، وہ نصیحت یہ ہے کہ بقدرِ استطاعت اخلاص کے ساتھ اَمرِ الٰہی پر قائم رہو۔ پھر اِتّباعِ نفس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انصاف کے ساتھ محمد صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اوران کے لائے ہوئے پیغام میں غور و فکر کرو۔ تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ وہ جنون سے پاک ہیں۔ وہ تو پورے قریش میں سب سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ بُردبار، سب سے زیادہ ذہین، سب سے زیادہ پُختہ رائے والے، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ پاک دامن اور تمام اَوصافِ حَمِیدہ کے جامع ہیں۔ جب تم یہ باتیں جان لو گے تو تمہیں اُن کی نبوت پر اور کوئی نشانی طلب کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ ایک قول کے مطابق ”ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا“ کا معنٰی یہ ہے کہ زمین و آسمان میں غور کرو تو تم جان لو گے کہ اِن کا خالق ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔“[1]

تفسیرِ کبیر میں ہے کہ: ”مَثْنٰى وَ فُرَادٰى“ سے انسان کی تمام حالتیں بیان کر دی گئی ہیں کیونکہ انسان یا تو اکیلا ہوتا ہے یا لوگوں کے ساتھ۔ گویا یوں فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی بَجا آوری کرو جماعت کے ساتھ بھی اور اکیلے بھی، نہ تو جماعت تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے روکے، نہ تنہائی میں ذِکرِ الٰہی کے لیے تمہیں کسی کی محتاجی ہو۔ پھر تم سب جمع ہو جاؤ اور میرے نبی محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے حال میں غور و فکر کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ جنون سے بالکل پاک ہیں۔“[2]

(2) عقل مندوں کے لیے نشانیاں

خدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل

[1] ... تفسیر خازن، پ ۲۲، سبا، تحت الآیۃ: ۴۶، ۳/ ۵۲۶ ملخصاً۔

[2] ... تفسیر کبیر، پ ۲۲، سبا، تحت الآیۃ: ۴۶، ۹/ ۲۱۴ ملتقطاً۔

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ (پ۴، آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

مندوں کے لیے جو اللّٰہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے ربّ ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے۔

تفسیرِ خازن میں ہے: جب اہل مکہ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نبوت پر نشانی طلب کی تو یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں۔ اِن کا مفہوم یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو چیزیں تمہارے رزق کے لیے پیدا کی گئیں ہیں ان میں غور و فکر کرو، دن اور رات کو ایک دوسرے کے پیچھے رکھا اور چھوٹا بڑا ہونے میں اُن کو مختلف رکھا تاکہ دن میں تم طلبِ معاش کرو اور رات میں آرام کرو۔ پس اے عقل والو! عبرت حاصل کرو اور غور و فکر کرو۔ یہاں عقل والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عِبرت و تَفَکُّر کے لیے اپنی آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔ وہ جانوروں کی طرح نہیں کہ زمین و آسمان کے عَجائبات سے غافل رہیں۔“[1]

حضرتِ سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے عرض کی: ”ہمیں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کوئی عجیب بات بتایئے۔“ آپ رونے لگیں اور فرمایا: ”حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہر معاملہ ہی عجیب تھا۔ ایک رات آپ میرے پاس تشریف لائے پھر کچھ دیر بعد فرمایا: اے عائشہ! کیا تم مجھے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کی: مجھے آپ کا قُرب پسند اور آپ کی رضا مطلوب ہے، میں نے آپ کو اجازت دی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُٹھے، وضو فرمایا اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، پھر دورانِ تلاوت اتنا روئے کہ مبارک آنسوؤں سے زمین تَر ہوگئی۔ حضرت بلال (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) صبح کی اذان کے لیے آئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو روتے دیکھا تو عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ رو رہے ہیں حالانکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے

---

1 . . . تفسیر خازن، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۰، ۱/ ۳۳۵ ملخصاً۔

ہیں۔ فرمایا: اے بلال! کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اے بلال! میں کیوں نہ روؤں؟ آج رات میرے ربّ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ... الآیۃ، پھر فرمایا: ہلاکت ہے اُس کے لیے جو اِسے پڑھے اور غور و فکر نہ کرے۔''[1]

(3) تخلیقِ کائنات میں غور و فکر کرو

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾

(پ ۳۰، الغاشیۃ: ۱۷ تا ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیے گئے، اور زمین کو کیسے بچھائی گئی، تو تم نصیحت سناؤ، تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

دُرِّ مَنْثُور میں ہے: حضرتِ سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کیا تو گمراہ لوگوں نے تعجب کیا پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیات نازل کیں اور فرمایا: '' تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا اور آسمان کو کیسا اونچا کیا اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیا اور زمین کیسے بچھائی گئی۔'' (اے انسان) تو بڑی بڑی چٹانوں پر چڑھتا ہے، اُن میں پھوٹنے والے چشموں اور درختوں میں پھلوں کو دیکھتا ہے۔ یہ کسی انسان نے نہیں اُگائے بلکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ تو جس خالقِ حقیقی نے یہ سب کچھ بنایا بے شک! وہ جنت میں بھی ہر وہ چیز بنانے پر قادر ہے جو وہ چاہے۔''[2]

(4) سابقہ اُمّتوں کے انجام سے عبرت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ... تفسیر کبیر، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۰، ۳/۴۵۸ ملخصاً۔

2 ... تفسیر درمنثور، پ ۳۰، الغاشیۃ، تحت الآیۃ: ۱۷ تا ۲۱، ۸/۴۹۴ ملخصاً۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا انھوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے۔ (پ۲۶، محمد: ۱۰)

تفسیرِ خازن میں ہے: ”(اے محبوب) یہ مشرکینِ مکہ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں، کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ دیکھتے کہ اُن سے پہلی اُمّتوں کا کیا انجام ہوا؟ رسولوں کو جھٹلانے کے سبب انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا اُن کے انجام سے کفارِ مکہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اگر غور و فکر کرتے اور عبرت حاصل کرتے تو ایمان لے آتے۔“[1]

تفسیرِ طبری میں ہے: ”(اے محبوب) یہ مشرکینِ مکہ جو توحید، آپ کی نبوت اور جو چیز آپ لے کر آئے یعنی اخلاص، طاعت اور عبادت وغیرہ اُس کا انکار کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ پہلی قوموں کا انجام دیکھیں کہ جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کیا اور اپنے رسولوں اور پیروکاروں کو اُن سے نَجات عطا فرمائی۔ انہیں چاہیے کہ **تَفَکُّر** کریں اور عبرت پکڑیں۔“[2]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **تَفَکُّر** سے متعلق آیات قرآنیہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”**تَفَکُّر** سے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جسے ہم پچھلے ابواب میں بیان کر چکے ہیں۔ یعنی ”عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔“

تَفَکُّر کی تعریف:

”علم کو معلومات کی طرف لے جانے والی قوت کو عقل کے مطابق استعمال کرنا **تَفَکُّر** (غور و فکر) کہلاتا ہے۔ اور **تَفَکُّر** اسی چیز میں ہوتا ہے جس کی صورت دل میں ہو، اسی لیے حکم دیا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں غور و فکر کرو، اس کی ذات میں نہ کرو۔ فکر غفلت کو دور کرتی ہے اور دل میں اس طرح خوفِ خدا بڑھاتی ہے جس طرح پانی کھیتی کو بڑھاتا ہے، غموں سے زیادہ کوئی چیز دلوں کو ویران نہیں کرتی اور فکر سے

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۱۳، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۳/ ۴۹ ملتقطا۔

2 . . . تفسیر طبری، پ ۱۳، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۷/ ۳۱۵۔

زیادہ کوئی چیز دلوں کو روشن نہیں کرتی۔“[1]

علامہ سید شریف جُرجانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **تَفَکُّر** کا معنٰی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مطلوب کو پانے کے لیے دل کا مَعْنَوِی اَشیاء میں تَصَرُّف کرنا **تَفَکُّر** ہے اور یہ دل کا چراغ ہے جس سے دل کی اچھائی، برائی اور نفع و نقصان کو دیکھا جاسکتا ہے۔“[2]

غور و فکر کرنے کے فضائل:

(1) حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا کہے گا کہ عقلمند کہاں ہیں؟ پوچھا جائے گا: عقل مند کون ہیں؟ کہا جائے گا:

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ-رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًاۚ-سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ(۱۹۱)

(پ ۴، آل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے ربّ ہمارے تونے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ پھر ان لوگوں کے لیے جھنڈا لگایا جائے گا اور قوم اُن کے جھنڈے کے نیچے چلے گی اور منادی اُن سے کہے گا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔[3]

(2) **تَنْبِیْهُ الْغَافِلِیْن** میں ہے: ”جو کوئی ستاروں کو دیکھ کر یہ پڑھے: **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** اور اُن کے عجائبات اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں غور و فکر کرے تو اس کے لیے ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“[4]

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۴، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۰، ۱۹۱، ۱/۳۳۶ ملتقطا۔

2 . . . التعریفات، ص ۴۶۔

3 . . . تفسیر درمنثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۱، ۲/۴۰۷۔

4 . . . تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۸۔

(3)حضرت سَیِّدُنا عامِر بن قَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے سنا ہے کہ ''**تَفَکُّر** (یعنی کائنات کے عجائبات اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرت میں غَور و فِکر کرنا) ایمان کا نور یا ایمان کی روشنی ہے۔''[1]

(4)حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''ایک گھڑی غور و فکر کرنا پوری رات کے قیام سے بہتر ہے۔''[2]

(5)حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ ''دن رات کے بدلنے میں لمحہ بھر کا غور و فکر اَسّی 80 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''[3]

(6)**تَفَکُّر** عبادت سے اس لیے افضل ہے کہ تفکر تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچاتا ہے جب کہ عبادت اجر و ثواب تک پہنچاتی ہے تو جو چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچائے وہ زیادہ بہتر ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ تفکر دل کا عمل ہے اور عبادت دیگر اعضاء کا عمل۔ اور دل بقیہ تمام اعضاء میں زیادہ شرف والا ہے، لہٰذا اس کا عمل بھی دیگر اعضاء کے عمل سے افضل ہو گا۔[4]

(7)حضرتِ سَیِّدُنا ابُو سَعِید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی آنکھوں کو عبادت میں سے حصہ دو۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''عبادت میں آنکھوں کا کیا حصہ ہے؟'' فرمایا: ''قرآنِ پاک کو دیکھنا، اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے عجائب سے عِبرت حاصل کرنا۔''[5]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . تفسیر درمنثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۱، ۲/۴۰۹ ملتقطاً۔

2 . . . العظمۃ للاصبہانی، ماذکر من الفضل فی المتفکر فی ذلک، الجزء الاول، ص ۲۹۷، حدیث: ۴۲۔

3 . . . تفسیر درمنثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۱، ۲/۴۰۹ ملتقطاً۔

4 . . . تفسیر روح البیان، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۱، ۲/۱۴۵۔

5 . . . شعب الایمان، کتاب تعظیم القران، فصل فی قراۃ القران من المصحف، ۲/۴۰۸، حدیث: ۲۲۲۲۔

تَفَکُّر کے بارے میں اَقوالِ بُزُرگانِ دین:

اِحیاء العلوم میں ہے: حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''غور و فکر سے پڑھی گئی دو رکعتیں پوری رات کے اُس قیام سے بہتر ہیں جس میں حُضُورِ قلبی نہ ہو۔'' حضرتِ سَیِّدُنا فُضَیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''تَفَکُّر ایک شیشہ ہے جو تجھے تیری نیکیاں اور بُرائیاں دکھاتا ہے۔'' حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اگر لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت میں غور و فکر کریں تو وہ کبھی اس کی نافرمانی نہ کریں۔''(1)

مختلف اُمُورِ خیر کی مختلف چابیاں:

فیض القدیر میں ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر مطلوب کے لیے ایک چابی بنائی ہے جس کے ذریعے اس تک رسائی ہوتی ہے۔ پس ❁ نماز کی چابی طہارت، ❁ حج کی چابی احرام، ❁ نیکی کی چابی صدقہ، ❁ جنت کی چابی توحید، ❁ علم کی چابی اچھا سوال اور توجہ سے سننا، ❁ کامیابی کی چابی صبر، ❁ نعمتوں میں اضافے کی چابی شکر، ❁ ولایت و محبت کی چابی ذکرِ الٰہی، ❁ کامیابی کی چابی تقویٰ و پرہیز گاری، ❁ توفیق کی چابی رغبت و رہبت، ❁ قبولیت کی چابی دعا، ❁ آخرت میں رغبت کی چابی دنیا سے بے رغبتی، ❁ اِیمان کی چابی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مصنوعات میں غور و فکر، ❁ بارگاہِ الٰہی میں حاضری کی چابی دل کی سلامتی اور صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کسی سے محبت یا نفرت کرنا، ❁ دلوں کی زندگی کی چابی قرآنِ کریم میں غور و فکر اور صبح کی وقت گریہ وزاری اور گناہوں کو چھوڑنا، ❁ حصولِ رحمت کی چابی عبادتِ الٰہی میں حضورِ قلبی اور مخلوق کی نفع رسانی میں کوشش، ❁ رزق کی چابی اس کے لیے کوشش واستغفار، ❁ عزت کی چابی فرمانبرداری، ❁ آخرت کی تیاری کی چابی اُمیدوں میں کمی، ❁ ہر بھلائی کی چابی آخرت میں رغبت اور ❁ ہر شر کی چابی دنیا کی محبت اور لمبی اُمید ہے۔''(2)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1) ... احیاء العلوم، کتاب التفکر، ۵/ ۱۶۲، ۱۶۳، ملتقطا۔

(2) ... فیض القدیر، حرف المیم، ۵/ ۶۷۲، تحت الحدیث: ۸۱۹۲۔

شیطانی کفریہ وسوسے کا علاج:

رَحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان انسان سے کہتا ہے کہ آسمانوں کو کس نے پیدا کیا؟'' وہ کہتا ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔'' پھر پوچھتا ہے: ''زمین کس نے بنائی؟'' وہ کہتا ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔'' پھر پوچھتا ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کس نے پیدا کیا ہے؟'' تو جب شیطان تم میں سے کسی کے دل میں یہ وَسْوَسہ ڈالے تو وہ فوراً یوں کہے: ''اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔''[1]

آخرت میں سب سے زیادہ خوشی:

حضرتِ سَیِّدُنا عامِر بن قَیْس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''آخرت میں سب سے زیادہ خوشی اُسے ہوگی جو دنیا میں سب سے زیادہ غَمْزَدہ تھا اور سب سے زیادہ ہنسی اسے نصیب ہوگی جو دنیا میں سب سے زیادہ رونے والا تھا اور وہاں سب سے زیادہ مُخْلِص مُؤمِن وہ ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ غور و فکر کرنے والا تھا۔ لمحہ بھر کا تَفَکُّر سال بھر کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔''[2]

پانچ چیزوں میں غور و فکر:

حضرتِ سَیِّدُنا فَقِیہ اَبُولَیْث سَمَرْقَنْدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جو غور و فکر کی فضیلت حاصل کرنا چاہے اُسے چاہیے کہ پانچ چیزوں میں غور و فکر کرے: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں غور و فکر: یعنی انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرت میں غور و فکر کرے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو کیسی قدرت سے بنایا۔ وہی سورج کو مَشرِق سے نکال کر مَغرِب میں غروب کرتا ہے، رات اور دن کو باری باری لاتا ہے۔ اسی طرح انسان خود اپنی ذات کے بارے میں غور کرے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ۔۔۔الخ، ص ۸۱، حدیث: ۱۳۴۔

2 . . . تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۸۔

اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۶، الذاریات: ۲۰۔ ۲۱) والوں کو اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

انسان جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے لگتا ہے تو اس کے یقین اور معرفت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔(2)اس کی نعمتوں میں غور فکر: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت ہے۔(3)اس کی طرف سے ملنے والے ثواب میں غور و فکر: یعنی ان اشیاء میں غور و فکر کرنا جو **اللہ تعالٰی** نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ یعنی جنتی انعام واکرام وغیرہ۔ اِس غور و فکر کی بدولت اُن کی رغبت اور طلب کی کوشش میں اضافہ ہو گا اور عبادتِ الٰہی پر قوت ملے گی ۔(۴) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب میں غور و فکر: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دشمنوں کی ذِلّت ورُسوائی اور سزا و عبرت کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس میں غور و فکر کرنا۔ اِس غور و فکر سے دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف پیدا ہو گا اور گناہوں سے بچنے کی قوت میں اضافہ ہو گا۔(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احسانات اور اپنی بے وفائی میں غور و فکر: یعنی اپنے اوپر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احسانات کو یاد کرنا۔ اس کے احسانات ہم پر بے شمار ہیں مثلاً گناہوں کو چھپائے رکھنا، ان پر سزا کے بجائے توبہ کی توفیق عطا فرمانا۔ اسی طرح انسان یہ سوچے کہ نافرمانیوں کے باوجود مجھے نعمتوں سے محروم نہیں کیا جاتا یہ ربِّ کریم کا کتنا بڑا کرم ہے۔ اِس طرح غور و فکر کرنے سے شرم وحیا میں اضافہ ہو گا۔ جو مذکورہ پانچ باتوں میں غور و فکر کرے اُس کا شمار اُن لوگوں میں ہو گا جن کا لمحہ بھر کا **تَفَکُّر** سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔"[1]

تین چیزوں کے بارے میں نہ سوچو:

ایک دانا کا قول ہے کہ تین اشیاء کے بارے میں بالکل غور و فکر نہ کرنا: (1) فقر و محتاجی کے بارے میں کبھی نہ سوچنا ورنہ پریشانیوں، غموں اور لالچ میں اضافہ ہو گا۔(2) ظالم کے ظلم کے بارے میں نہ سوچنا ورنہ دل میلا رہے گا، کینہ میں اضافہ ہو گا اور ہمیشہ غصہ میں رہو گے۔ (3) لمبی عمر کے بارے میں نہ سوچنا ورنہ مال کی حرص پیدا ہو گی، وقت ضائع کرنے لگو گے اور آج کا کام کل پر ڈالنے کی عادت پڑ جائے گی۔[2]

---

1 . . . تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۸۔ ۳۰۹ ملتقطاً۔

2 . . . تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۹۔

اصل پرہیز گاری:

منقول ہے کہ اصل پرہیز گاری یہ ہے کہ انسان فضول غور و فکر سے بچنے کا پُختہ اِرادہ کر لے۔ جب بھی فضول باتوں کی طرف ذہن جائے تو فوراً اپنے خیالات کو بامَقْصد باتوں کی جانب پھیر دے، یہ سب سے بڑا اور افضل جہاد ہے۔[1]

اَبدالوں کی دس 10 صفات:

ایک بزرگ نے فرمایا: عبادت کی تکمیل سچی نیت سے ہوتی ہے، عمل کی اصلاح عاجزی وانکساری سے ہوتی ہے اور ان دونوں کی تکمیل دنیا سے منہ موڑنے میں ہے اور یہ سب باتیں امورِ آخرت میں غور و فکر کرنے سے حاصل ہوتی ہیں اور غور و فکر کی تکمیل موت اور گناہوں کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنے سے ہوتی ہے۔ منقول ہے کہ دس 10 چیزیں اَبدالوں کی صفات میں سے ہیں: (1) کینۂ مُسلِم سے دل کی سلامتی (2) سخاوت (3) سچائی (4) عاجزی وانکساری (5) سختی میں صبر (6) خَلْوَت میں آہ وزارِی (7) مخلوق سے خیر خواہی (8) مسلمانوں پر رحم کرنا (9) موت کے بارے میں غور و فکر اور (10) مختلف اشیاء سے عبرت حاصل کرنا۔[2]

مُفْلِس تاجِر کی مِثال:

حضرتِ سَیِّدُنا مَکْحُول شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جب بندہ سونے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے دن بھر کے کاموں میں غور و فکر کرے، اچھے اعمال پر شکرِ الٰہی بجالائے اور گناہوں پر فوراً توبہ کرے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اُس تاجر کی مانند ہو جائے گا جو بے حساب خرچ کرتا ہے پھر اسے پتا بھی نہیں چلتا اور وہ مفلس ہو جاتا ہے۔“[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ۔۔۔ تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۹۔
2. ۔۔۔ تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۹۔
3. ۔۔۔ تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۹۔

دانائی میں اضافہ کرنے والی چیزیں:

ایک بزرگ نے فرمایا: "چار چیزوں سے دانائی میں اضافہ ہوتا ہے: (1) دُنیوی مَشَاغِل سے دُوری (2) پیٹ کا خالی ہونا (3) دُنیوی ساز و سامان سے ہاتھ خالی ہونا (4) اپنی عاقبت کے بارے میں غور و فکر کرنا کہ نہ جانے اَعمال مقبول ہوں گے یا نہیں۔"[1]

حضرت سَیِّدُنَا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے اپنی مایہ ناز کتاب "کیمیائے سعادت" میں تَفَکُّر سے متعلق جو مدنی پھول بیان فرمائے ہیں اُن کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

غور و فکر کیوں ضروری ہے؟

انسان کی پیدائش تاریکی و جہل میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اسے تاریکی سے نجات، دنیا و آخرت میں سے بہترین راہ کا تَعَیُّن اور یہ بات جاننے کی حاجت ہے کہ اپنی ہی ذات میں مشغول رہنا بہتر ہے یا خدائے ذوالجلال کی یاد میں مشغول رہنا؟ اور یہ باتیں نورِ معرفت کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتیں اور نورِ معرفت غور و فکر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ غور و فکر تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غور و فکر کا دائرہ کار بہت وسیع ہے چونکہ ہمارا مقصود دینی اُمور میں غور و فکر ہے لہٰذا اس سے متعلق چند باتیں بیان کی جاتی ہیں:

(1) مختلف اَعضاء کے بارے میں غور و فکر:

انسان کو چاہیے کہ ہر صبح کچھ دیر کے لیے اپنے مختلف اعضاء کے بارے میں غور و فکر کرے۔ جن ناجائز و ممنوع کاموں میں پڑنے کا اندیشہ ہو، اُن سے بچنے کے طریقے سوچے۔ اگر جھوٹ و غیبت وغیرہ میں زبان کے مبتلا ہونے کا خوف ہو تو ان سے بچنے کے طریقوں پر غور و فکر کرے، حرام کھانے کا اندیشہ ہو تو اس

---

1 ... تنبیہ الغافلین، باب التفکر، ص ۳۰۹۔

2 ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۰۱ ملخصاً۔

سے بچنے کی تدبیر کرے۔[1]

اسی طرح اعمالِ صالحہ اور ان کی فضیلت میں غور و فکر کرے جتنے ممکن ہوں بجالائے، زبان کے بارے میں سوچے کہ اسے ذکرِ الٰہی اور مسلمانوں کی راحت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں اپنے ربّ کا ذکر کروں گا اور اچھی باتوں سے مسلمان بھائیوں کو راحت پہنچاؤں گا، اپنی آنکھ سے فلاں عالمِ دِین کو تعظیم کی نظر سے دیکھوں گا، اپنا مال مسلمانوں پر خرچ کروں گا اور اس معاملے میں ایثار سے کام لوں گا، روزانہ اس طرح غور و فکر کرے، ممکن ہے کسی لمحے ایسی سوچ نصیب ہو جو تمام عمر گناہوں سے باز رکھنے کا سبب بن جائے۔ اسی لیے تو ایک ساعت کے غور و فکر کو سال بھر کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اُس کا فائدہ تمام عمر باقی رہتا ہے۔ جب ظاہری طاعات و مَعاصی میں غور و فکر کر چکے تو اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو کہ اُس میں کون کون سی برائیاں اور اچھائیاں ہیں؟ تاکہ برائیوں سے بچ سکے اور اچھائیوں کو اپنا سکے۔ اصل **مُہلِکَات** (ہلاک کرنے والے اعمال) دس ہیں: (۱) بُخل (۲) تکبُّر (۳) عُجب (۴) رِیا (۵) حسد (۶) بد نظری (۷) کھانے کی حرص (۸) فضول گوئی (۹) مال سے محبت اور (۱۰) حُبِّ جاہ۔ اگر آدمی ان اُمور سے بچے تو یہ اسے کفایت کریں گے۔ **مُنْجِیات** (نَجات دلانے والے اعمال) بھی دس ہیں: (۱) گناہوں پر نَدامَت (۲) مَصَائِب پر صبر (۳) تقدیر پر راضی رہنا (۴) شکرِ نعمت (۵،۶) خوف و رِجَا کی درمیانی حالت (۷) دنیا سے بے رغبتی (۸) اعمالِ صالحہ میں اخلاص (۹) مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ اور (۱۰) محبتِ الٰہی۔ ان صفات میں سے ہر صفت میں **تَفَکُّر** کی گنجائش ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ایک رجسٹر میں یہ تمام صفات لکھ کر اُن کے حصول کے طریقوں میں غور و فکر کرے جو صفت حاصل ہو جائے اس پر نشان لگا دے پھر دوسری صفت میں مشغول ہو جائے۔ اسی طرح تمام صفات کو حاصل کرنے کی بھرپور سعی کرے۔ اور صاحبِ علم کو تو غور و فکر کی بہت زیادہ حاجت ہے۔ مثلاً جو صاحِبِ عِلم ظاہری برائیوں سے چھٹکارا پا چکا ہو لیکن وہ اپنے علم پر غرور کرتا ہو، نام و نمود کا طالب ہو، اپنی عبادات اور ظاہری حالت کو دکھاوے کی خاطر سدھارے، اپنی

---

[1] ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۰۳ ملخصاً۔

تعریف پر خوش ہو، اگر کوئی کسی عیب کی نشاندہی کرے تو اس سے بُغض و کینہ رکھے، اس سے انتقام لینے کے مواقع تلاش کرے۔ تو یہ پوشیدہ گندگیاں ہیں جو آدمی کے دین میں رُکاوٹ بن جاتی ہیں۔ تو روزانہ غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ یہ برائیاں ختم ہوں، اس کے لیے جَلْوَت و خَلْوَت یکساں ہو جائے اور اس کی نظر صِرف اور صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہو۔ [1]

(2) مخلوق کے عجائبات میں غور و فکر:

زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی، اس کی قدرتِ کاملہ اور اس کے لامحدود علم کو بیان کر رہا ہے۔ مخلوق کے عجائب بے شمار ہیں، اُن کی تفصیل ممکن نہیں۔ اگر سمندر روشنائی بن جائے، تمام درخت قلم بن جائیں اور سب بندے زمانۂ دراز تک لکھتے رہیں تب بھی عجائبِ قدرت تمام نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (۱۰۹) (پ ۱۶، الکہف: ۱۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرمادو اگر سمندر میرے ربّ کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے ربّ کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

مخلوق کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ مخلوق جس کی ہمیں خبر نہیں لہٰذا اس میں غور و فکر نہیں کیا جا سکتا۔ (۲) وہ مخلوق جس کے بارے میں ہمیں علم ہے، پھر یہ مخلوق بھی دو طرح کی ہے: ایک وہ جسے ہم دیکھ نہیں سکتے جیسے عرش و کرسی، ملائکہ اور جنات وغیرہ اور دوسری وہ مخلوق جسے ہم دیکھ سکتے ہیں جیسے آسمان، چاند، سورج، ستارے، زمین اور اس پر موجود پہاڑ، جنگلات، سمندر اور بستیاں، جواہرات اور دوسری معدنیات، طرح طرح کے نباتات، خشکی و سمندر میں موجود طرح طرح کے حیوانات، بادل، بارش، برف، اولے، بجلی، کڑک، کہکشاں اور ہوا میں موجود کئی طرح کی نشانیاں اور زمین و آسمان میں سب سے زیادہ حسین

[1] ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۰۳ ملخصاً۔

ترین مخلوق انسان، الغرض اِن سب میں سے ہر ایک میں غور و فکر کا میدان بہت وسیع ہے۔ یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کاریگری کے عجائبات ہیں۔ ہم یہاں اِن میں کچھ عجائبات کی طرف اشارہ کریں گے۔ خدائے رحمٰن ورحیم نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ (پ۹، الاعراف: ۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی آیاتِ مبارکہ میں عجائبِ قدرت میں غور و فکر کا بیان ہے۔[1]

جسمِ اِنسانی کے عجائبات:

(اے لوگو) زمین پر تم سے زیادہ عجیب و غریب کوئی چیز نہیں مگر تم اپنے وجود سے بے خبر ہو۔ تمہیں ندا کی جاتی ہے کہ اپنے آپ کو پہچانو تاکہ رَبّ قدیر کی عَظَمت وجَلالت سے آشنائی ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۶، الذاریات: ۲۰، ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

1 ... کیمیائے سعادت، ۲/۹۰۶ ملخصاً۔

پیدائش کے عجائبات:

تم ذرا اپنی پیدائش پر غور کرو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں پانی کے ایک قطرے (نُطفے) سے پیدا کیا۔ اسے پہلے تمہارے باپ کی پُشت، پھر ماں کے بطن میں ٹھہرایا، ماں باپ میں شہوت رکھی، ماں کے رحم کو کھیتی اور باپ کے نُطفے کو بیج بنایا۔ رَحمِ مادَر میں نُطفے کو پہلے خون کی شکل دی، پھر گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر اس میں جان ڈالی، پھر اس سے تمہارے اعضاء بنائے، سر کو گول بنایا، دو لمبے ہاتھ اور دو پاؤں بنائے، انگلیاں بنائیں، انگلیوں میں پورے بنائے، اعضا کو ہڈیوں، رگوں، پٹھوں، گوشت اور کھال سے بنایا۔

آنکھ کے عجائبات:

اپنی آنکھ کو دیکھو کہ حجم میں اَخروٹ سے بڑی نہیں، لیکن اس میں سات پردے بنائے، ہر پردے کی صفت علیحدہ علیحدہ بنائی۔ اگر ان میں سے ایک بھی خراب ہو جائے تو آنکھ کی روشنی میں خلل واقع ہو جائے۔ اپنی آنکھ پر غور کرو، اس کو سات طبقات سے پیدا کیا اور ایسی شکل وصورت میں بنایا کہ اس سے بہتر مُتَصَوَّر نہیں۔ سیاہ وسیدھی پلکیں بنائیں تاکہ گرد وغبار سے حفاظت ہو، خوبصورتی بڑھے اور اشیاء کو مسلسل دیکھنا ممکن ہو۔ کتنی عجیب بات ہے کہ آسمان وزمین اپنی وُسعتوں کے باوجود آنکھ کے چھوٹے سے تِل سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ آسمان اتنی دوری کے باوجود نظر آجاتا ہے۔ ان کے علاوہ آنکھوں کے بے شمار عجائب ہیں جن کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ہڈیوں کے عجائبات:

پھر ذرا اپنی ہڈیوں پر غور کرو کیسی مضبوط و مستحکم ہیں، انہیں رقیق نطفے سے پیدا کیا گیا۔ ان کا ہر ہر ٹکڑا علیحدہ ساخت و مقدار میں ہے، کوئی گول تو کوئی لمبا چوڑا، کوئی جوف دار تو کوئی بھرا ہوا۔ پھر یہ ساری ہڈیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ ان کی تعداد و بَناوَٹ میں بے شمار حِکمتیں ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کو تمہارے بدن کے لیے ستون بنا کر اعضا کی بنیاد اس پر رکھی۔ اگر یہ ستون ایک ہی ہڈی پر مشتمل ہوتا تو کمر جھکانا ناممکن

ہوتا اور اگر یہ جدا جدا ہڈیوں پر مشتمل ہوتا تو سیدھا کھڑا رہنا دشوار ہو جاتا۔ لہٰذا اس میں مُہرے بنائے تا کہ کمر جھک سکے۔ پھر ان مُہروں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر انہیں رگوں اور پٹھوں سے لپیٹ کر خوب مضبوط کیا، انہیں ایک دوسرے میں پیوست کیا، ان کے گرد لپٹے ہوئے پٹھوں کو مضبوط کرنے کے لیے چاروں طرف پہلو بنائے تا کہ سیدھا کھڑا ہونا ممکن ہو۔

سر کے عجائبات:

پھر ذرا اپنے سر کو دیکھو 55 ہڈیوں سے بنا ہوا ہے اور یہ سب ہڈیاں باریک ریشوں سے جوڑی گئی ہیں تا کہ اُن میں سے اگر کوئی ایک حصہ مجروح ہو جائے تو دوسرے حصے سلامت رہیں، یکبارگی سب نہ ٹوٹیں۔

دانتوں کے عجائبات:

اپنے دانتوں کو دیکھو کیسے ہیں، ان میں کچھ کے سِرے چوڑے ہیں تا کہ لقمہ چبایا جاسکے۔ اور کچھ کے سِرے باریک و تیز تا کہ لقمہ وغیرہ ریزہ ریزہ کر کے پچھلے دانتوں کی طرف پہنچائیں۔ پچھلے دانت چکی کی طرح ہیں جو خوراک کو پیس کر باریک کرتے ہیں۔

گردن و پٹھوں کے عجائبات:

اپنی گردن پر غور کرو، اسے سات 7 مُہروں سے بنایا گیا ہے۔ مُہروں کی مضبوطی کے لیے رگیں اور پٹھے ان پر لپیٹے گئے، پھر سر کو گردن کے اوپر رکھا گیا۔ پیٹھ چوبیس 24 مُہروں پر بنائی گئی۔ پھر گردن کو اس پر رکھا گیا۔ پھر سینے کی ہڈیاں ان مُہروں کے عرض میں بنائی گئیں۔ اسی طرح پورے جسم میں ہڈیاں ہیں اور ہر ایک کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے، مجموعی طور پر ہر جسم میں دو سو سینتالیس 247 ہڈیاں ہیں۔ ان سب کی خِلقَت ایک جیسے نُطفے سے ہوئی لیکن سب کے فوائد و خواص مختلف ہیں۔ اگر ان ہڈیوں میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو تمہارا کام رک جائے، اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو سکون برباد ہو جائے۔ جسم کے تمام اعضاء کو ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ مربوط کرنے کے لیے تمہارے جسم میں 527 عضلات (پٹھے) پیدا کیے جو مچھلی کی طرح درمیان سے موٹے اور کناروں کی طرف سے باریک ہیں۔ ان میں سے بعض عَضَلَات

چھوٹے ہیں تو بعض بڑے، یہ گوشت اور چربی سے بنائے گئے ہیں۔ پانچ سو ستائیس 527 عَضَلَات میں چوبیس24 عَضَلَات تو صرف اس لیے ہیں کہ تم اپنی آنکھ اور پلکوں کو ہر طرف حرکت دے سکو۔

تین جسمانی حوض:

تمہارے جسم میں تین حوض ہیں۔ جن سے سارے بدن میں نہریں جاری ہیں۔ ایک حوض دماغ ہے۔ جس سے اعصاب کی نہریں تمام بدن میں جاتی ہیں تاکہ جسم کو حِسّ و نقل و حرکت پر قدرت حاصل ہو۔اسی حوض سے ایک نہر پیٹھ کے مہروں کے درمیان سے گزرتی ہے تاکہ اَعصاب و مغز میں دُوری نہ رہے ورنہ جسم سوکھ جائے۔ دوسرا حوض جگر کا ہے جس سے سات 7 اَعضا کو غذا کی ترسیل ہوتی ہے۔ تیسرا حوض دل ہے۔اس سے سارے بدن میں خون کی رگیں جاتی ہیں۔

کانوں کے عجائبات:

اپنے کانوں کو دیکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کیسے بنائے، پھر ان میں کڑوا میل رکھا تاکہ کوئی کیڑا وغیرہ اندر نہ جائے۔ انہیں صَدَف (سیپی) کی طرح بنایا تاکہ آواز جمع ہو کر کان کے سوراخ میں پہنچے۔ کان کے سوراخ کو پیچیدہ و طویل بنایا تاکہ سوتے ہوئے اگر چیونٹی وغیرہ کان میں گُھسے تو اس کا راستہ طویل و مشکل ہو جائے اور اتنی دیر میں تم جاگ جاؤ۔

سر سے پاؤں تک ہزارہا عجائبات:

اسی طرح اگر منہ، ناک اور دوسرے اَعضا کی حِکمتیں اور تفصیل بیان کی جائے تو بہت طویل ہے۔ بہر حال اِس وضاحت سے مقصود یہ ہے کہ تمہیں ایک راستہ معلوم ہو جائے جس کے ذریعے تم اپنے ہر عضو کی حقیقت اور اس کے فوائد میں غور کرو اور اس طرح تمہیں اپنے کریم ربّ کی حِکمت و عَظمت، لُطف و کَرم اور عِلم و قُدرت سے آگاہی نصیب ہو۔اے انسان! تیرے جسم میں سر سے لے کر پاؤں تک ہزارہا عجائبات ہیں۔

پیٹ کے عجائبات:

باطِن کے عجائب، دماغ کے خزانے اور ان میں رکھی گئی حِس و اِدراک کی قوتیں سب سے عجیب تر

ہیں۔اسی طرح سینے اور پیٹ کے فوائد بھی بہت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مِعْدَہ کو جوش مارتی دیگ کی طرح بنایا تا کہ کھانا اس میں پکے اور پھر اس پکے ہوئے کھانے سے خون بنے اور رگیں اس خون کو سات اعضاء تک پہنچائیں۔ پِتّہ اُس خون سے صَفْرا (زرد کڑواہٹ) علیحدہ کرتا ہے اور تِلّی سودا (خون کی تلچھٹ) کو اپنے اندر لے لیتی ہے۔ گُردے خون سے پانی علیحدہ کر کے پانی کو مثانہ کی طرف بھیج دیتے ہیں۔

اسی طرح رَحِم مادَر (بچہ دانی) اور اعضائے مخصوصہ اور آنتوں کے عجائب بھی بے شمار ہیں۔اسی طرح انسان کے ظاہِری و باطِنی حواس اور قوتیں مثلاً دیکھنے اور سننے کی قوت اور علم و عقل وغیرہ کے اَحوال بھی عجیب و غریب اور بے شمار ہیں۔اے لوگو! تمہارا حال بھی عجیب ہے! اگر کوئی شخص دیوار پر تصویر بنا دے تو تم اُس کی مہارت پر متعجب ہو کر اس کی خوب تعریف کرتے ہو۔ ذرا خالقِ حقیقی کی قدرت کا نظارہ کرو کہ اس نے پانی کے ایک قطرے سے انسان کے ظاہر و باطن کے کیسے عجیب و غریب نقش و نگار بنائے۔ پھر تم اس صَانِعِ حقیقی کی قدرت کو دیکھ کر مُتَعَجِّب کیوں نہیں ہوتے، اس کے علم و قدرت کا کمال تمہیں بے خود کیوں نہیں کرتا؟ اس کی شفقت و رحمت پر حیران و مُتَعَجِّب کیوں نہیں ہوتے؟

ذرا سوچو کہ جب تم ماں کے پیٹ میں غذا کے محتاج تھے اگر وہاں تمہیں خوراک نہ ملتی یا اس میں کمی بیشی ہو جاتی تو تم وہیں ہلاک ہو جاتے۔ لہٰذا ناف کے راستے سے تمہاری غذا کا اہتمام کیا۔ پھر جب تم ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو ناف کا راستہ بند کر کے تمہارا منہ کھول دیا تا کہ ماں تمہیں بقدر حاجت غذا پہنچائے۔ تمہارا بدن اس وقت نازک و کمزور تھا، سخت چیزیں کھانے کی تم میں قوت نہ تھی لہٰذا تمہاری غذا ماں کے دودھ کو بنایا اور ماں کے سینے میں پستان پیدا کر کے اُن کا سِرا نرم اور تمہارے منہ کے مطابق بنایا، پھر اس میں سوراخ پیدا کیے تا کہ دودھ حاصل کرنے میں تمہیں مشقت نہ ہو۔ ماں کے سینے میں صفائی کا بہترین قدرتی نظام بنایا تا کہ سرخ خون سفید، پاکیزہ اور لطیف دودھ بن کر تم تک پہنچے۔ پھر ماں کے دل میں تمہاری ایسی محبت ڈالی کہ تمہارا ایک ساعت کے لیے بھوکا رہنا اسے بے قرار کر دیتا ہے۔ دودھ پینے کے ایام میں تمہیں دانتوں کی حاجت نہ تھی اس لیے دانت نہیں دیے تا کہ ماں کی چھاتی کو دانتوں سے تکلیف نہ پہنچے۔ پھر جب تم کھانا کھانے کے قابل ہوئے تو تمہیں دانت عطا کیے تا کہ سخت غذا چَبا سکو۔ وہ شخص کتنا احمق و اندھا ہے جو اس

ربِّ قدیر کی قدرت وطاقت دیکھ کر بے خود نہ ہو اور اس کے کمال لطف وکرم پر حیران ہو کر اس کے جمال و جلال کا عاشق نہ بنے اور حقیقت یہ ہے کہ جو اِن عجائب اور اپنے احوال میں غور وفکر نہ کرے تو وہ نِرا حیوان اور نادان ہے کہ اس نے اپنے قیمتی گوہر یعنی عقل کو ضائع وبرباد کر دیا۔ اسے بس اتنی ہی خبر ہے کہ جب بھوک لگتی ہے تو کھانا کھالیا، جب غصہ آتا ہے تو کسی سے جھگڑ پڑا۔ تو ایسا شخص جانوروں کی طرح ہے کہ گُلشَنِ مَعْرِفَتِ الٰہی کی سیر سے محروم ہے۔ تمہیں خبردار وبیدار کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ تمہاری خِلقت کے لاکھوں عجائبات میں سے چند عجائب ہیں۔ اس کے علاوہ جانوروں میں بھی مچھر سے لے کر ہاتھی تک بے شمار عجائب ہیں جن کی شرح بہت طویل ہے۔[1]

زمین اور نباتات کے عجائبات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی زمین اور اس کے اوپر اور نیچے موجود اشیاء ہیں۔ اگر تم اپنے جسم کے علاوہ اور عجائب دیکھنا چاہتے ہو تو زمین پر غور کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے کس طرح تمہارا بچھونا بنایا اور اُسے اتنی وُسعت دی کہ تم اس کے کناروں تک نہیں پہنچ سکتے۔ پہاڑوں کو زمین کے لیے میخ (کیل) بنایا تاکہ زمین تمہارے قدموں کے نیچے ٹھہری رہے۔ میٹھے پانی کے چشمے سخت پتھروں کے نیچے سے نکالے تاکہ پانی ساری زمین میں بتدریج پہنچے۔ اگر سخت پتھر اس پانی کو نہ روکتے اور پانی یکدم جوش مار کر نکل آتا تو زمین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ موسمِ بہار کے بارے میں سوچو کہ پوری زمین ایک جَمی ہوئی مٹی ہے۔ لیکن برسات ہوتے ہی کیسی رنگین وشاداب ہو جاتی ہے۔

ذرا ان سبزیوں کو دیکھو جو اس خاک سے اُگتی ہیں، ان میں رنگ برنگے پھول اور کلیاں بھی شامل ہیں، سب کے رنگ وخوبیاں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پھر ذرا پھلوں میووں اور درختوں کی طرف دھیان دو، ان کی خوبصورتی، ذائقے، خوشبو اور فوائد میں غور وفکر کرو۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہزاروں سبزیاں جن کے نام ونشان تک تمہیں معلوم نہیں اُس نے اُگائے اور عجیب وغریب فوائد اُن میں رکھے۔ پھر اُن کے ذائقوں

[1] ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۰۷ تا ۹۱۰ ملخصاً۔

کے بارے میں غور وفکر کرو کہ کوئی کڑوا کوئی میٹھا کوئی تُرش۔ کسی میں وبا تو کسی میں شِفا رکھی، کوئی جان بچانے والی تو کوئی جان لیوا زہر، کوئی صفرا کو بڑھائے تو کوئی اُسے دور کرے۔ ایک سودا دُور کرے تو ایک اُسے بڑھائے۔ کسی کا مزاج گرم تو کسی کا سرد، کوئی نیند آور تو کوئی نیند کو دور کرنے والی، ایک دل کو سُرور دے تو ایک طبیعت میں کُدُورت وبد مزگی پیدا کرے۔ کوئی سبزی انسانوں کی غذا تو کوئی جانوروں اور پرندوں کی غذا۔ اب غور کرو کہ مخلوق کتنی ہزار ہیں اور ان میں کتنے ہزار عجائب ہیں۔ اگر غور کرو گے تو تمہیں ہر چیز میں ایسی قدرتِ کاملہ نظر آئے گی کہ جس پر عَقلِ انسانی حیران ہے۔[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مَعْدَنِیَات کے عجائبات میں غور وفکر:

تیسری بڑی نشانی نفیس اور قیمتی اشیاء کے مَعَادِن ہیں، جنہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے پہاڑوں کے نیچے پوشیدہ کررکھا ہے۔ ان میں سے بعض زیب وزینت کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے سونا، چاندی، یاقوت، ہیرے جواہرات وغیرہ۔ بعض سے مختلف اشیاء بنائی جاتی ہیں جیسے لوہا، سیسہ، تانبا، قلعی وغیرہ۔ بعض معدنیات دوسرے مُفید اُمور میں استعمال ہوتی ہیں۔ جیسے نمک، گندھک، مٹی کا تیل، تارکول وغیرہ۔ ان میں سب سے اہم شے نمک ہے، جس سے کھانا ہضم ہوتا ہے، اگر یہ دستیاب نہ ہو تو کھانے بے مزہ ہو جائیں گے، لوگ بیمار پڑ جائیں گے، بلکہ اُن کی ہلاکت کا خوف ہے۔ پس اپنے کریم ربّ کی کرم نوازیوں پر نظر کرو کہ تمہیں غذائیت سے بھرپور کھانے دیئے، پھر اُن میں مزید لَذَّت کے لیے نمک عطا کیا۔ الغرض زمین میں موجود مَعَادِن کے عجائب وفوائد بھی بے شمار ہیں جن کا اِحاطہ بہت مشکل ہے۔[2]

حیوانات کے عجائبات میں غور وفکر:

زمین پر رہنے والے حیوانات بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بڑی نشانی ہیں۔ ان میں سے بعض دو پاؤں پر، بعض

---

1 . . . کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۱۱ ملخصاً۔

2 . . . کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۱۲ ملخصاً۔

چار پاؤں پر اور بعض پیٹ کے بَل چلتے ہیں۔ اب ذرا پرندوں اور حَشَرَاتُ الارض کی اَقسام کی طرف نظر کرو ان میں سے ہر ایک کی شکل و صورت مختلف ہے۔ اُنہیں اُن کی ضرورت کی تمام چیزیں عطا کی گئیں۔ ہر ایک کو غذا حاصل کرنے، بچوں کی پرورش اور اپنے گھونسلے بنانا سکھایا۔

چیونٹی کے عجائبات:

چیونٹی ہی کو دیکھو کہ وہ اپنی غذا کا اہتمام کس طرح کرتی ہے۔ وہ گندم کے دانوں کو درمیان سے توڑ ڈالتی ہے تاکہ ان میں کیڑا نہ لگے اور خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔ دھنیا اگر ثابت نہ رہے تو خراب ہو جاتا ہے اس لیے اسے ثابت رکھتی ہے۔

مَکڑی کے عجائبات:

مکڑی کو دیکھو اپنا گھر کس اندازے اور حکمت سے بناتی ہے۔ دیوار کے دو کونوں میں اپنے لُعاب سے دھاگے بنا کر ترتیب و سلیقے سے دھاگوں میں برابر کا فاصلہ رکھ کر اپنا گھر بناتی ہے۔ پھر ایک تار پر لٹک کر مکھی کا انتظار کرتی ہے، مکھی نظر آتے ہی اسے پکڑ کر تاروں میں جکڑ دیتی ہے پھر یہی مکھی اس کی غذا بنتی ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مچھر کے عجائبات:

ذرا مچھر کو دیکھو اس کی غذا خون ہے۔ اسے تیز، باریک اور کھوکھلی سونڈ دی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہارے بدن سے حَسْبِ ضرورت خون چُوس سکے۔ پھر اسے یہ پہچان دی گئی کہ جب تم اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہو تو فوراً اُڑ جاتا ہے۔ تیز اور جلدی اڑنے کے لیے اسے دو پر دیئے گئے ہیں۔ اگر مچھر میں عقل و زبان ہوتی تو وہ اپنے ربّ کا اتنا شکر بجالاتا کہ انسانوں کو اس پر تعجب ہوتا۔

اب بھی وہ زبانِ حال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تحمید و تقدیس بیان کرتا اور اس کا شکر بَجالاتا ہے لیکن انسان کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لاکھوں حکمتوں میں سے ایک حکمت کو پہچاننے اور اس کے بیان

کرنے کی کسے طاقت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان ہے کہ چاہے تو آنکھیں ہونے کے باوجود انسان کو کچھ نظر نہ آئے، دل ہوں لیکن تَفَکُّر کی دولت نصیب نہ ہو۔لوگ سر کی آنکھوں سے تو دیکھتے ہیں لیکن دل کی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ان کے کان حکمت کی باتیں سننے سے بہرے ہیں حتی کہ جانوروں کی طرح سوائے ظاہری آواز کے کچھ اور نہیں سنتے۔

چیونٹی کے انڈے کے عجائبات:

ذرا چیونٹی کے انڈے کی طرف دیکھو جو ایک ذرے کے برابر ہے گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اے انسان! اگر کوئی شخص دیوار پر کوئی تصویر بنائے تو اس کی تصویر سازی کی مَہارت پر تجھے تَعَجُّب ہوتا ہے۔ آ! میری طرف دیکھ، پھر تجھے مُصَوِّرِ حقیقی (اللہ عَزَّوَجَلَّ) کی مُصَوِّرِی کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ میں ایک ذرے کی مثل ہوں، مجھے میرا خالق ایک چیونٹی میں تبدیل کر دے گا، پھر تو میرے اعضا پر غور کرنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے ہاتھ، پاؤں، سر، دل، آنکھ، ناک، منہ اور دوسرے اعضاء کیسے بنائے، میرے جسم میں غذا کھانے، ہضم کرنے اور اس کے اِخراج کے لیے اعضاء و مقامات بنائے۔ میرے جسم کو تین حصوں میں مُنْقَسِم کیا پھر انہیں آپس میں جوڑ دیا، میرے جسم پر کالی چادر پہنا کر مجھے اُس عالَم میں ظاہر کیا جسے تو صِرف اپنے لیے سمجھتا ہے۔ پھر تجھے میرے لیے مُسَخَّر کر دیا۔ جی ہاں! دن رات کی محنت و مشقت کے بعد جب تیری کاشت کی ہوئی فصلیں تیار ہو جاتی ہیں اور تو انہیں کاٹ کر کہیں ذخیرہ کر لیتا ہے تو مجھے خبر ہو جاتی ہے، وہاں پہنچ کر میں اپنا حصہ لے لیتی ہوں۔ ممکن ہے تو شدید محنت و مشقت کے بعد بھی ایک سال کی خوراک جمع نہ کر سکے۔ لیکن میں سال بھر کی خوراک جمع کر لیتی ہوں۔

پھر اس خوراک کو سکھانے کے لیے اگر کسی جگہ لے جاؤں اور وہاں برسات ہونے والی ہو تو مجھے خبر ہو جاتی ہے چنانچہ میں اپنی خوراک کسی محفوظ جگہ میں منتقل کر دیتی ہوں۔ لیکن اے انسان! تجھے برسات کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی اور تیرا غلہ خراب ہو جاتا ہے۔ جب میرے ربّ کی مجھ ناچیز پر اتنی کرم نوازیاں ہیں اور تجھ جیسی اَشرف مخلوق میرے لیے مُسَخَّر کر دی گئی کہ تو محنت و مَشَقَّت سے غَلَّہ حاصل کرتا ہے لیکن مجھے

اس میں سے بغیر مَشَقَّت مل جاتا ہے۔ تو پھر میرے کریم ربّ کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ الغرض ہر چھوٹا بڑا حیوان بلکہ کائنات کی ہر شے اپنے اپنے انداز میں اپنے ربّ کی پاکی بیان کرتی ہے، لیکن اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔[1]

سمندر کے عجائبات میں غور و فکر:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی سمندر ہیں۔ دنیا کا سمندر اس بڑے سمندر کا ایک حصہ ہے جس نے پوری دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ اور ساری زمین ان سمندروں کے مقابلہ میں چند جزیروں سے زیادہ نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”زمین سمندر میں اس طرح ہے جیسے زمین میں اُصْطَبَل۔“ سمندر زمین سے کئی گناہ بڑے ہیں اس لیے ان کے عجائبات بھی بے شمار ہیں۔ زمین پر موجود ہر جانور کی نظیر سمندر میں پائی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ ایسے جانور بھی ہیں جو زمین پر نہیں پائے جاتے، یہ سب سمندر ہی میں پیدا ہوتے ہیں، سب کی شکلیں اور طبیعتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سمندر میں کچھ جانور ایسے بھی ہیں جنہیں ہماری آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ اور کچھ اتنے بڑے کہ ان پر کشتیاں چلتی ٹھہر جاتی ہیں مگر انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔

ایک سمندری جانور کے عجائبات:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سمندر کی گہرائیوں میں ایک جانور پیدا کیا ہے جس کا خول سیپ ہے۔ وہ حکم ربی سے برسات کے وقت دریا کی سطح پر آکر اپنا منہ کھولتا ہے اور بارش کے شیریں قطرے اپنے اندر لے کر سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ وہاں اس کے شکم میں ان قطروں کی پرورش اس طرح ہوتی ہے جیسے انسانی نطفے کی پرورش ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ پھر یہ قطرہ قیمتی موتی بن جاتا ہے جس سے زیورات بنائے جاتے ہیں۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۱۲ تا ۹۱۵ ملخصاً۔

ایک سمندری درخت کے عجائبات:

اسی طرح سمندر کے اندر جھاڑ کی طرح کا ایک سرخ درخت ہے جس کا پھل سرخ موتی ہیں، جنہیں مونگا یا مرجان کہا جاتا ہے۔ سمندر کی جھاگ سے عنبر بنتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی سمندری اشیاء میں بے شمار فوائد و عجائب ہیں۔

سمندری کشتیوں کے عجائبات:

سمندر میں کشتیوں کے چلنے پر غور کرو، دیکھو ان کی شکلیں کیسی بنائی گئیں کہ پانی میں غرق نہیں ہوتیں۔ پھر کشتی بان کو یہ سمجھ دی گئی کہ وہ مُخَالِف و مُوَافِق ہوا میں تمیز کر سکے۔ پھر سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ جہاں پانی کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا وہاں ستارے سمتوں کی تعیین کے لیے پیدا کیے گئے۔ پھر ربِّ کریم کا مزید کرم ہے کہ اس نے پانی کو لَطَافَت سے بھرپور، خوشنما اور ملے ہوئے اجزاء والا بنایا، پھر ان تمام حیوانات اور نباتات کی زندگی کو اس سے وابستہ رکھا۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اگر تمہیں شدید پیاس کے وقت پانی نہ ملے تو اپنی ساری دولت دے کر بھی اسے حاصل کرو گے، پینے کے بعد اگر جسم سے خارج نہ ہو تو اس سخت مصیبت سے نجات پانے کے لیے تم اپنا سارا مال خرچ کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ الغرض سمندروں اور پانی کے عجائب اس قدر کثیر ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔[1]

ہوا کے عجائبات میں غور و فکر:

ہوا اور اس میں پائی جانے والی اشیاء بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی نشانیاں ہیں۔ جب تم غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ ہوا بھی ایک مَوجزن سمندر ہے۔ اس میں اس قدر لطافت ہے کہ آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اور نہ ہی یہ نظر کے لیے حجاب بنتی ہے۔ ہوا زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ کیونکہ کھانے پینے کی حاجت تو دن بھر میں ایک دو مرتبہ ہوتی ہے۔ مگر ہوا نہ ملنے پر فوراً ہلاکت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن اے انسان! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

---

1 ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۱۵، ۹۱۶ ملخصاً۔

اس عظیم نعمت سے بے خبر ہے۔ ہوا کشتیوں کو قائم رکھتی اور انہیں غرق ہونے سے بچاتی ہے۔ ذرا دیکھو بادل، بارش، بجلی، اولے، گرج وغیرہ ہوا میں کیسے مُعلّق ہیں۔ بڑے بڑے بادلوں کو ہوا کیسے چلاتی ہے اور پھر یہ پہاڑوں دریاؤں اور چشموں سے دُور دَراز مقامات پر اس طرح برستے ہیں کہ ہر قطرہ بتدریج سیدھا اسی مقام تک پہنچتا ہے جہاں اسے پہنچنے کا حکم ہے۔ اس بارش سے جاندار سیراب ہوتے ہیں، فصلیں سرسبز و شاداب ہوتیں ہیں اور حسبِ ضرورت بیجوں، پھلوں اور میووں تک پانی پہنچتا ہے۔

تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس لطف و کرم سے بے خبر رہ کر اس کے میوے اور پھل کھاتے ہو۔ بارش کے ہر ہر قطرے پر لکھا ہوتا ہے کہ تجھے فلاں جگہ پہنچنا ہے، فلاں کے لیے رزق بننا ہے۔ بارش کے قطروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ساری مخلوق مل کر بھی شمار نہیں کر سکتی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ بارش کے پانی کو پہاڑوں پر برف کی صورت میں جَما دیتا ہے، پھر وہاں سے برف پگھل کر نہروں، دریاؤں میں پہنچتی ہے تاکہ موسمِ گرما میں فصلوں کو بتدریج پانی ملتا رہے۔ اگر یہی پانی بارش کی صورت میں ایک دفعہ ہی برس جاتا تو پھر سارا سال نباتات خشک رہتے۔ الغرض برف میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بے شمار حکمتیں ہیں بلکہ زمین و آسمان اور اُن میں موجود تمام اشیاء اس نے عدل و حکمت سے پیدا فرمائی ہیں۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ (پ۲۵، الدخان: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ، لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں۔

اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ غور و فکر کی راہوں پر بتدریج آگے بڑھو، سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچانو، پھر زمین، نباتات، حیوانات اور جمادات پر غور کرو۔ پھر ہوا، بادل اور ان کے عجائبات پہچانو، پھر آسمان و کواکب پھر کرسی اور اس کے بعد عرشِ الٰہی میں تَفَکُّر کرو۔ پھر عالَمِ اَجسام سے نکل کر عالَمِ ارواح میں غور و فکر و کرو پھر ملائکہ کو پہچانو پھر شیاطین اور جنات میں غور و فکر کرو۔ پھر فرشتوں کے دَرَجات، ان کے مختلف مقامات میں غور و فکر کرو۔[1]

---

1 ... کیمیائے سعادت، ۲/ ۹۱۶، ۹۱۷ ملخصاً۔

آسمان کے عجائبات میں غور و فکر:

آسمان و زمین، ستارے، ان کی گردش و طلوع و غروب کے مقامات، ان کی کیفیت و بناوٹ اور ان کی تخلیق کے مقصد میں غور و فکر کرو۔ ستاروں کی کثرت کی طرف دھیان دو، یہ اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار نہیں کر سکتا۔ سب کے رنگ و سائز مختلف، کوئی چھوٹا تو کوئی بڑا۔ پھر ان کے اجتماع سے بکری، بیل بچھو اور ان کے علاوہ کئی مختلف شکلیں بنتی ہیں۔ ستاروں کی گردش میں بھی بہت اختلاف ہے۔ آسمان کی مسافت کو کوئی مہینے میں، کوئی ایک سال میں تو کوئی بارہ یا تیس سال میں، بلکہ بعض تو تیس ہزار سال میں آسمان کی مسافت طے کرتے ہیں۔ (اگر اس دوران قیامت نہ آئی تو۔) اے لوگو! تم کسی دولت مند کے نقش و نگار سے مُزَیَّن گھر کو دیکھ کر تو خوب اس کی تعریف کرتے ہو۔ لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جس گھر میں تم ہمیشہ رہتے ہو اس پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا۔ جی ہاں! یہ عالَم اجسام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے۔ زمین اس گھر کا فرش اور آسمان اس کی چھت ہے۔ اور اس چھت کا بغیر ستون کے قائم رہنا کتنا تعجب خیز ہے۔ پہاڑ اس گھر کا خزانہ، سمندر اس کا گنجینہ، حیوانات و نباتات اس گھر کا ساز و سامان، چاند اس کا چراغ، سورج اس کی مَشْعَل، ستارے اس کی قندیلیں اور فرشتے مَشْعَل بَردار ہیں۔ مگر تم ان عجائب سے بے خبر ہو۔ اس بے خبری کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ گھر بہت ہی بڑا ہے اور تمہاری آنکھیں بہت چھوٹی ہیں، وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ تمہاری مثال تو اس چیونٹی کی طرح ہے جس کا بِل بادشاہ کے وسیع و عریض محل میں ہو۔ اس کی معرفت صرف اپنے بِل، غذا اور اپنے ساتھیوں تک محدود رہتی ہے۔ وہ قصرِ شاہی کی رونق، غلاموں کی کثرت اور تختِ شاہی کی عظمت سے بالکل بے خبر رہتی ہے۔ تو اے انسان! اگر تو چیونٹی کی طرح بننا چاہتا ہے تو تیری مرضی، ورنہ معرفتِ الٰہی کے باغات کی سیر کا طریقہ تجھے بتا دیا گیا ہے، پس تو اپنی محدود سوچ کے دائرے سے باہر نکل تاکہ قدرتِ الٰہی کی حیران کُن اور تعجب خیز نشانیوں کو دیکھ سکے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... کیمیائے سعادت، ۲/۹۱۸ ملخصاً۔

مدنی گلدستہ

”فکرِ آخرت کیجیے“ کے 12 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 12 مدنی پھول

(1) **تَفَکُّر** یعنی غور و فکر کرنا ایمان کا نور یا ایمان کی روشنی ہے۔

(2) ایک گھڑی غور و فکر کرنا پوری رات کے قیام سے بہتر ہے۔

(3) غور و فکر کرنا تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔

(4) جو ستاروں کو دیکھ کر ان کی دعا پڑھے اور پھر ان کی تخلیق و ربّ تعالیٰ کی قدرت میں **تَفَکُّر** یعنی غور و فکر کرے تو اس کے لیے ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(5) اپنی عاقبت کے بارے میں غور و فکر کرنا دانائی میں اضافے کا باعث ہے۔

(6) **تَفَکُّر** یعنی غور و فکر کرنا راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(7) **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی قدرت میں غور و فکر کرنا بہترین عبادت ہے۔

(8) **تَفَکُّر** یعنی غور و فکر کرنا دل کی روشنی اور معرفت کا ذریعہ ہے۔

(9) انسان سب سے زیادہ تعجب خیز مخلوق ہے۔

(10) غور و فکر اسی وقت باعثِ اجر و ثواب ہے جب اُمورِ آخرت میں ہو۔

(11) عقل مندوں کو ہر چیز میں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔

(12) کائنات کی ہر شے اپنے اپنے انداز میں **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی پاکی بیان کرتی ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی زبان کو ہر وقت ذکر و درود سے تر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری بخشش فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:10

نیکیوں میں سبقت کا بیان

نیکیوں پر اُبھارنے اور ان کی طرف سبقت کرنے کا بیان

خُدائے حَنّان و مَنّان عَزَّوَجَلَّ کا ہم گناہ گاروں پر کروڑہا کروڑ اِحسان کہ اُس نے ہمیں نَبِیِّ آخِرُالزَّمان، شَہَنشاہِ کَون و مَکان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمَّت میں پیدا فرمایا۔ کروڑوں دُرود و سَلام ہوں اُس نَبِیِّ رحمت، شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کہ جن کے صدقے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے لیے نیکی کرنا نہ صرف آسان کر دیا بلکہ ہمیں اَعمالِ صالحہ پر آمادہ کرنے کے لیے اسباب بھی عطا فرمائے اور بظاہر چھوٹی نظر آنے والی نیکیوں پر عظیم بخششوں کا وعدہ فرما کر ہمارے لیے نیکیوں کی کثرت وزِیادت پر استقامت کے حُصُول میں آسانی فرمائی۔ اگر ربِّ کریم کا یہ احسانِ عظیم نہ ہوتا تو شاید انسان اپنی لالچی طبیعت کی وجہ سے نیکیوں کی طرف مائل نہ ہوتا اور یوں دائمی نعمتوں سے محروم رہ جاتا۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"نیکیوں پر اُبھارنے اور ان کی طرف سبقت کرنے"** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیاتِ مُقَدَّسہ اور 8 احادیثِ مُبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مُقَدَّسہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) نیکیوں میں سبقت کرو

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

(پ۲، البقرۃ: ۱۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے، تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔ تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

تفسیرِ طبری میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت میں مؤمنین کو اپنی فرمانبرداری اور آخرت کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ پس ارشاد فرمایا: اے مؤمنو! اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری اور ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت

سے ملنے والی ہدایت کو لازم پکڑنے میں سبقت کرو۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور تمہارے قبلہ ودِین وشریعت کے مُخالِفین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا، چاہے تم زمین کے کسی بھی خطّے میں ہو۔ پھر تم میں سے نیکوں کو ان کی نیکیوں کی جزا اور گناہ گاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ یا پھر ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہو گا اور اُن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"[1]

(2) ربّ کی بخشش کی طرف دوڑو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَۙ(۱۳۳) (پ۴، آل عمران: ۱۳۳)	ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے ربّ کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔

تفسیرِ دُرِّ مَنْثُور میں ہے: مسلمانوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بنی اسرائیل ہم سے زیادہ مُکَرَّم تھے کیونکہ جب ان میں سے کوئی گناہ کرتا تو صبح اس کا کَفَّارہ اپنے دروازے پر لکھا پاتا کہ اپنی ناک کاٹ لے یا تو اپنا کان کاٹ لے یا بطورِ کَفَّارہ تیری یہ سزا ہے وغیرہ وغیرہ۔" یہ سن کر حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُکوت فرمایا۔ اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟" پھر لوگوں کے سامنے یہی آیتِ مُبارَکہ تلاوت فرمائی۔ حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اس آیت میں مغفرت سے مراد تکبیرِ اُولیٰ ہے۔"[2] (یعنی تکبیرِ اُولیٰ کی طرف سبقت کرو۔)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . تفسیر طبری، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ۲/ ۳۳۔

2 . . . تفسیر درمنثور، پ۳، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۳، ۲/ ۳۱۴۔

حدیث نمبر:87

نیک اَعمال میں جلدی کرو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ :یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا ویُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَہُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْیَا.[1]

ترجمہ:حضرت سَیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”(نیک) اَعمال میں جلدی کرو، اُن فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصّوں کی طرح ہوں گے۔ آدمی صبح مؤمن ہوگا،شام کو کافِر ہوجائے گااور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کافر ہوجائے گا،وہ اپنے دین کو مالِ دنیا کے بدلے بیچے گا۔“

ایک بہت بڑے فتنے کی نشاندہی:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:”حدیثِ پاک میں ترغیب دلائی گئی ہے کہ اعمالِ صالحہ کی ادائیگی میں جلدی کرو، اس وقت سے پہلے کہ نیکیوں پر عمل کرنا مشکل ہوجائے اور تم نیکیوں سے ہٹ کر اُن فتنوں میں مُبتلا ہوجاؤ جو مسلسل ہوں گے جیسے اندھیری رات میں مسلسل اندھیرے ہوتے ہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان فتنوں میں سے ایک فتنے کے بارے میں بتادیا کہ بندہ شام کو مسلمان ہوگا، صبح کافِر ہوگا یااس کے بَرعکس۔اور یہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے کہ ایک ہی دن میں انسان میں اتنی بڑی تبدیلی آجائے گی۔“[2]

اَعمال میں جلدی کرنے کامعنیٰ:

عَلَّامَہ مُلَّاعَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں:”اعمال میں جلدی کرو اُن فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے یعنی قتل وغارت، مَمنُوعاتِ شَرعِیَّہ کی کثرت، دِینی و دُنیوی

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرۃ۔۔۔الخ، ص ٧٣، حدیث:١١٨۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرۃ۔۔۔الخ، ١/ ١٣٣، الجزء الثانی۔

مُعاملات میں مسلمانوں کا آپس میں اختلاف اور اُن جیسے فتنوں کے ظہور سے پہلے نیک اَعمال کی طرف راغب ہو جاؤ کیونکہ اُن فتنوں کے ہوتے ہوئے تم نیک اَعمال اَحسن اَنداز سے نہ کر سکو گے۔ فتنوں کو اندھیری رات سے تشبیہ اس لیے دی گئی ہے تا کہ اُن فتنوں کی حالت بیان کی جائے کہ وہ فتنے بہت بُرے اور بھیانک ہوں گے، نہ کوئی اُن کا سبب جانتا ہو گا اور نہ ان سے چھٹکارے کا طریقہ۔''[1]

صبح و شام، مؤمن و کافر ہونے کا معنیٰ:

حدیثِ پاک میں بیان فرمایا گیا کہ آدمی صبح مؤمن ہو گا، شام کو کافِر ہو جائے گا اور شام کو مؤمن ہو گا، صبح کافِر ہو جائے گا۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یعنی ایک شخص صبح کے وقت ایمان والا یا کامل ایمان والا ہو گا، شام کے وقت کافِر ہو جائے گا، یا توحقیقۃً کافِر ہو گا یا نعمتوں کا انکار کرنے والا ہو گا یا کافِروں سے مُشَابَہت کرنے والا ہو گا یا کافِروں جیسے عمل کرنے والا ہو گا۔ ایک مَطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صبح کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ شے کو حرام سمجھے گا اور شام کے وقت اسے حلال جانے گا۔ الغرض دِینی اُمُور میں تَذَبْذُب اور دُنْیَوِی معاملات کی وجہ سے صبح حالتِ اِیمان اور شام حالتِ کُفر پر کرے گا۔''[2]

دین کو مالِ دنیا کے بدلے بیچنا:

مذکورہ حدیث پاک میں یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ وہ اپنے دِین کو مالِ دنیا کے بدلے بیچے گا۔ اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُاللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''دِین کو دنیاوی مال کے بدلے بیچنے کی چند صورتیں ہیں: (۱) مسلمانوں کے دو گروہوں میں فقط غُصّہ اور عَصَبِیَّت کی وجہ سے قتل و غارت گری ہو گی اور وہ ایک دوسرے کا مال اور خون حلال سمجھیں گے۔ (۲) ظالم حکمرانوں کی حکومت ہو گی، وہ مسلمانوں کا خون بہائیں گے، اُن کے اَموال ناحق لوٹ لیں گے۔ بدکاری اور شراب نوشی کریں گے۔ بعض

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۹/ ۲۶۰، تحت الحدیث: ۵۳۸۳۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۹/ ۲۶۰، تحت الحدیث: ۵۳۸۳۔

لوگ انہیں حق پر سمجھیں گے۔ بلکہ علمائے سُوء اُن کے حرام کاموں کو جائز قرار دیں گے۔ (۳) معاملات یعنی خرید و فروخت، نکاح وغیرہ میں جو خلافِ شرع طریقے رائج ہیں لوگ انہیں حلال سمجھیں گے۔''[1]

سب سے بد تر شخص کی علامات:

خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بد تر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ ہے جو خود تو کھائے مگر اپنے مہمان کو کھانے سے روک دے۔ تنہا سفر کرے اور اپنے غلام کو مارے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بد تر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ ہے جو لوگوں سے بُغض رکھے اور لوگ بھی اس سے بُغض رکھیں۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بد تر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ ہے جس سے بُرائی کا خوف ہو بھلائی کی اُمید نہ ہو۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بد تر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ ہے جو دوسرے کی دنیا کے عِوَض اپنی آخرت بیچ ڈالے، کیا میں تمہیں اس سے بھی بد تر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ وہ ہے جو دِین کے بدلے دنیا کھائے۔''[2]

بے وقوف کون؟

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال ہوا کہ انسان کون ہیں؟ فرمایا: ''علمائے اسلام۔'' پوچھا: بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا: ''دنیا سے بے رَغْبَتی اِخْتِیَار کرنے والے۔'' پوچھا: بے وقوف کون ہیں؟ فرمایا: ''اپنے دِین کے بدلے دنیا خریدنے والے۔''[3]

دولتِ دنیا سے بے رغبت مجھے کر دیجئے
میری حاجت سے مجھے زائد نہ کرنا مالدار

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. . . . شرح الطیبی، کتاب الفتن، باب الفصل الاول، ۱۰/ ۵۴، تحت الحدیث: ۵۳۸۳۔
2. . . . کنز العمال، الفصل الثامن، ۸/ ۴۰، حدیث: ۴۴۰۳۸، الجزء الثانی۔
3. . . . المتجر الرابح، ابواب العلم، ثواب العلم والعلماء وفضلھم، ص ۱۶۔

”قرآن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) فتنے و آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے اعمالِ صالحہ کی کثرت کرنی چاہیے۔

(2) قُربِ قیامت میں ایسے بھیانک فتنے ظاہر ہوں گے کہ بندہ نیک اعمال احسن طریقے سے نہ کرسکے گا۔

(3) حرام و ناجائز کاموں سے آنکھوں کی حفاظت بہت ضروری ہے کیونکہ بسا اوقات آدمی اِس فتنے میں مبتلا ہو کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

(4) بدترین و بے وقوف لوگ ہی دِین کو دنیا کے بدلے بیچتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ فرمائے، ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، ہم سب کو دِین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ بِالخیر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:88

صدقہ کرنے میں جلدی کرنا

عَنْ اَبِیْ سِرْوَعَۃَ عُقْبَۃَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلَّیْتُ وَرَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِالْمَدِیْنَۃِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ اِلٰی بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِہٖ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِہٖ فَخَرَجَ عَلَیْہِمْ فَرَاٰی اَنَّھُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِہٖ. قَالَ: ذَکَرْتُ شَیْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَکَرِھْتُ اَنْ یَّحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِہٖ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: کُنْتُ خَلَّفْتُ فِی الْبَیْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَۃِ فَکَرِھْتُ اَنْ اُبَیِّتَہٗ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سِرْوَعہ عُقْبہ بن حارِث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے مدینہ منورہ

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس ۔۔۔ الخ، ۱/۲۹۶، حدیث: ۸۵۱۔

2 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من احب تعجیل الصدقۃ من یومھا، ۱/۴۸۲، حدیث: ۱۴۳۰۔

میں حضور نبی اکرم نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے نمازِ عصر ادا کی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سلام پھیرنے کے بعد تیزی سے کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات میں سے کسی ایک کے حُجرے میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس تیزی سے گھبرا گئے۔ واپسی پر لوگوں کو اس جلدی فرمانے پر مُتَعَجِّب دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”مجھے اپنے پاس سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے، پس میں نے اسے صدقہ کرنے کا حکم دے دیا۔“ بخاری شریف کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا: ”میں گھر میں صدقے کے سونے کا ایک ٹکڑا چھوڑ آیا تھا مجھے اس کا رات بھر رکھنا پسند نہ آیا۔“

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر نہ کرو:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے یہ مَسَائِل مُسْتَفَاد ہوتے ہیں: (۱) ایسی ضرورت جس کے بغیر چارہ نہ ہو اس کے لیے مسجد میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانا جائز ہے جیسے نکسیر پھُوٹنا یا فِطری تقاضوں (مثلاً پیشاب، پاخانہ وغیرہ) کی شِدَّت ہونا (۲) نیک و اہم کاموں کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ (۳) جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے یا مسلمانوں کے صدقات اَدا کرنے یا وَصِیَّت پوری کرنے میں تاخیر کرے تو خدشہ ہے کہ یہ تاخیر قیامت کے دن اُسے دُخُولِ جَنَّت سے روک دے۔“[1]

تفہیم البخاری میں علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے مسلمانوں کا صدقہ وغیرہ اپنے پاس روک رکھا ہو اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ وہ قیامت میں جنت میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اہم کام بہت جلد سَر اَنجام دینے چاہییں۔“ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب ابواب صفۃ الصلوۃ، باب من صلی بالناس ۔۔۔ الخ، ۴/ ۶۲۷، تحت الحدیث: ۸۵۱ ملخصاً۔

2 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۲۹ ملخصاً۔

صحابۂ کرام کی محبت:

مُفَسِّرشہیرمُحَدِّثِ کَبِیْرحَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ ضرورۃً لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے۔ جیسے اگر امام کا دورانِ نماز وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مُقَرَّر کرکے گردنیں پھلانگتا ہوا ہی وضو گاہ تک پہنچے گا۔ جن احادیث میں گردنیں پھلانگنے کی مُمانَعَت آئی ہے وہاں بِلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے۔ جیسے کوئی نماز کے لیے مسجد میں پیچھے پہنچے، پھر لوگوں کو چِیرتا ہوا اگلی صف میں جانے کی کوشش کرے یہ مَمنُوع ہے۔ لہٰذا احادیث میں تَعارُض نہیں۔ صحابۂ کرام حُضُورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہر حال شریف کا بہت غَور سے مطالعہ کرتے تھے اور کسی مَعْمُولی جُنْبِش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے۔ اگر سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خلافِ مَعْمُول کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی گلیوں اور آس پاس کے جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے۔ آج خِلَافِ مَعْمُول جو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بغیر دعا مانگے جاتے دیکھا تو گھبرا گئے۔"

(ارشاد فرمایا: مجھے اپنے پاس سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے۔) ظاہر یہ ہے کہ وہ سونے کا پترا (ٹکڑا) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اپنی ملکیت تھا اور فوری ضرورت سے زیادہ تھا۔ اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند آیا، فوراً خیرات کرا دیا۔ مشغول رکھنے میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں دھیان بٹے کہ اسے کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں۔ اور دوسرا یہ کہ ربّ تعالٰی سے قُربِ خاص میں یہ حارج ہو۔"(1)

اُحُد پہاڑ جتنا سونا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ بندوں کے نزدیک مال و دولت کی کچھ قَدْر و اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ ضرورت سے زیادہ کوئی چیز اپنے پاس رکھنا گوارا نہیں کرتے بلکہ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور ایمان افروز حدیث پاک ملاحظہ فرمایئے۔ چنانچہ

---

(1)... مرآۃ المناجیح، ۳/۸۹۔

حضرتِ سَیِّدُنا ابُوسَعید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اُحُد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور میں تیسری صبح تک اس میں سے کچھ بچا رکھوں سوائے اپنے قرض کی ادائیگی کے۔"[1]

"یاغوث" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کسی حاجت کی وجہ سے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(2) نیک اُمور خُصُوصاً صدقہ وخیرات میں جلدی کرنی چاہیے۔

(3) نماز کے دوران جائز اُمور کا اِرادہ کرنے سے نماز فاسِد نہیں ہوتی۔

(4) ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تَوَکُّل و قَنَاعَت کے سب سے عظیم مرتبے پر فائز تھے، آپ اگلے دن کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔

(5) عَقْل مَنْدِی و دانِشْوَرِی کا تقاضا ہے کہ لوگوں کو جس معاملے میں تَشْوِیْش و تَعَجُّب ہو اس کی وضاحت کر دی جائے۔ جیسا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب لوگوں کو مُتَعَجِّب دیکھا تو اپنے جلدی فرمانے کی وجہ ارشاد فرمادی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دِلوں سے دنیا کی محبت نکال کر آخرت کی محبت ڈال دے، ہمیں رضائے الٰہی والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عشقِ رسول کی دولت عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، الترغیب فی الانفاق فی وجوہ الخیر، ۱/ ۴۳۸، حدیث: ۱۳۸۱۔

حدیث نمبر:89

جَنَّت کی بِشارَت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَوْمَ اُحُدٍ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا؟ قَالَ: فِی الْجَنَّۃِ، فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِہٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروِی ہے، فرماتے ہیں کہ غَزْوَۂ اُحُد کے دن ایک شخص نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: "اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو آپ کی کیا رائے ہے، میں کہاں ہوں گا؟" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں۔" چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں وہیں چھوڑیں۔ پھر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے۔

یہ جنتی شخص کون تھے؟

عُمْدَۃُ الْقَارِی میں ہے: اِبْنِ بَشْکُوَال کا گمان ہے کہ یہ شخص حضرت سَیِّدُنا عُمَیر بِنْ حُمام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ صاحِبِ تَلْوِیح نے بھی ان کا نام عُمَیر بِنْ حُمام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کیا ہے۔[2]

شہادت کا عظیم جذبہ:

فَتْحُ الْبَارِی میں ہے: حضرت سَیِّدُنا عُمَیر بِنْ حُمام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ہاتھ میں کھجوریں لی ہوئی تھیں، پھر یہ کہہ کر کھجوریں وہیں چھوڑ دیں کہ "اگر میں انہیں کھانے تک زندہ رہوں تو یہ ایک طویل زندگی ہے۔" پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جہاد میں شامل ہو گئے اور لڑتے لڑتے جامِ شَہادَت نوش کر لیا۔ اس حدیثِ پاک سے پتا چلا کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن رِضائے اِلٰہی پانے کے لیے اسلام کی مدد اور حُصُولِ شَہادَت میں بہت زیادہ رَغبت رکھتے تھے۔[3]

مِرْقَاۃ شرحِ مِشْکَاۃ میں ہے: اس صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رِسالت میں عرض کی: "اگر

---

1. . . بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ احد، ۳/ ۳۵، حدیث: ۴۰۴۶۔
2. . . عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، ۱۲/ ۹۵، تحت الحدیث: ۴۰۴۶۔
3. . . فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، ۸/ ۳۰۲، تحت الحدیث: ۴۰۴۶۔

میں جہاد میں شہید کر دیا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ جنت میں یا جہنم میں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں۔'' پس اس صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مرتبۂ شہادت اور جنت کے حُصُول کے لیے کھجوریں وہیں چھوڑیں اور جہاد میں شریک ہو کر شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔[1]

جنت کی خوشبو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دِینِ اِسلام کی سربلندی کی خاطر اپنی جانیں دیوانہ وار قربان کیا کرتے تھے۔ انہیں اپنے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین اور دِینِ اسلام کی حقانیت پر ایسا کامل یقین تھا کہ وہ حضراتِ قُدسِیَّہ دنیا میں رہ کر جنت کی خوشبو پالیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنَا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت سَیِّدُنَا اَنَس بن نَضْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ بدر میں نہ جاسکے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! غزوۂ بدر جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلی جنگ تھی میں اس میں حاضر نہ ہوسکا۔ اب اگر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے کسی غزوہ میں شرکت کا موقع دیا تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ دیکھ لے گا کہ میں کیسے لڑتا ہوں۔''

پھر جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا اور لوگ پسپا ہو کر بھاگنے لگے تو حضرت سَیِّدُنَا اَنَس بن نَضْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ''**یا اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! بھاگنے والوں میں جو مسلمان ہیں، ان کی طرف سے میں مَعذرت خواہ ہوں اور جو مُشرِک ہیں میں اُن سے بَری ہوں۔'' پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تلوار لے کر میدانِ کارزار کی طرف دیوانہ وار بڑھے۔ راستے میں حضرت سَیِّدُنَا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا: ''اے سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ! جنت کی طرف آؤ، مجھے اپنے ربّ کی قسم! میں اُحُد پہاڑ کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔'' (یہ کہہ کر آپ کفار پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کر لیا۔) اس موقع پر حضرت سَیِّدُنَا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو کارنامہ حضرت سَیِّدُنَا اَنَس بن نَضْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سَر انجام دیا، میں ایسا نہ کر سکا۔'' حضرتِ سَیِّدُنَا اَنَس بن

---

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، باب القتال فی الجہاد، الفصل الاول، ۷/ ۳۸۵، تحت الحدیث: ۳۷۹۳۔

مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”ہم نے ان کی نعش مبارک کو اس حال میں پایا کہ ان کے جسم مبارک پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے 80 سے زائد زخم تھے۔ کُفّارِ بد اَطوار نے ان کی آنکھیں پُھوڑ کر اور ناک، کان، ہونٹ وغیرہ کاٹ کر چہرہ اس قدر مَسْخ کر دیا کہ کوئی ان کی لاش کو پہچان نہ سکا۔ پھر ان کی بہن نے انگلیوں کے پَوروں کو دیکھ کر پہچان لیا۔ ہم نے انہیں دیکھا تو گمان کیا کہ یہ آیتِ مبارکہ ان جیسوں کے حق میں نازل ہوئی ہے، جس میں ارشاد ہوتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔[1]

رسولُ اللہ کا عِلمِ غیب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عِیاں ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب **مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ سوال کرنا کہ اگر مجھے شہید کر دیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کیا رائے ہے، میں کہاں ہوں گا؟ یہ اس بات پر دلالت ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بَعَطَائے اِلٰہی غیب کا علم جانتے ہیں۔ نیز اگر یہ عقیدہ قرآن و سنت کے خلاف ہوتا تو یقیناً آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس صحابی کو منع فرما دیتے کہ یہ سوال نہ کرو، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع نہ فرمایا بلکہ انہیں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دین و مِلَّت، پَروانۂ شمعِ رِسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن اپنے نعتیہ کلام ”حَدائقِ بخشش“ میں فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نِہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چُھپا تم پہ کروڑوں درود

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب الجہاد، باب قول اللہ: من المؤمنین رجال صدقوا۔۔۔الخ، ۲/ ۲۵۵، حدیث: ۲۸۰۵۔

مدنی گلدستہ

"شَہَادَت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن دل وجان سے وہ عمل کرتے جس سے ربّ تعالیٰ کی رضا ملتی اور جس پر جنت کا وعدہ ہوتا۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے صحابہ کو جو مسئلہ درپیش ہوتا وہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے اور اُن کا مسئلہ حل کر دیا جاتا۔

(3) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور سرورِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے علم سیکھنے میں بہت حریص تھے۔ صُحبتِ نبوی کی برکت سے وہ ہمیشہ رضائے الٰہی والے اَعمال کی جُسْتجُو میں رہتے تھے۔

(4) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے جبھی تو آپ لوگوں کے دلوں کے اخلاص، ان کی نیتیں اور جنت و دوزخ میں اُن کے مقامات کے بارے میں نہ صرف جانتے ہیں بلکہ اپنے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اُن کے متعلق خبر بھی دیتے ہیں۔

(5) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اَعمالِ صالحہ کی طلب میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ بَوَقتِ ضرورت وہ بہت جذبے اور شوق سے اپنی جانیں دِینِ اسلام کی سَربلندی کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی نیکیاں کرنے کا جذبہ عطا فرمائے، گناہوں سے نفرت عطا فرمائے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طَیِّبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:90

کون سا صدقہ اَفضل ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ

الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ فَقَالَ: اَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کس صدقے میں زیادہ ثواب ہے؟'' فرمایا: ''تیرا صدقہ کرنا اس حال میں کہ تو تندرست اور مال کا حریص ہو، تجھے تنگدستی کا خوف ہو اور مالداری کی امید ہو اور تو صدقہ کرنے میں اتنی دیر مت کر کہ سانس حلق تک پہنچ جائے۔ پھر تو کہے کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا، حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا تھا۔''

''شُحّ'' کے مختلف معانی:

حدیثِ مذکور میں شَحِیحٌ کا لفظ آیا ہے یہ شُحٌّ سے مشتق ہے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے ''شُحٌّ'' کے مختلف معانی بیان کیے ہیں: (۱) بُخل (کنجوسی) (۲) وہ بُخل جس کے ساتھ حرص بھی ہو۔ (۳) ابُو اِسْحٰق حَرْبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''شُحّ کی تین صورتیں ہیں: ❁ ایک یہ کہ تو اپنے بھائی کا مال ناحق لے لے۔ ❁ دوسری وہ جو حضرتِ سَیِّدُنا ابُو سَعِید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ زکوٰۃ روکنا اور حرام مال جمع کرنا شُحّ کہلاتا ہے۔ ❁ اور تیسری صورت وہی ہے جو مذکورہ حدیث پاک میں بیان کی گئی یعنی تندرست اور مال کے حریص کا صدقہ کرنا اور جو چیز بُخل کی ان تینوں صورتوں سے بچاتی ہے وہ اس حدیث پاک میں بیان کی گئی ہے کہ وہ شخص بُخل سے بَری ہو گیا جس نے زکوٰۃ ادا کی، مہمان نوازی کی اور تنگی و پریشانی میں لوگوں کو مال عطا کیا۔''[2]

حریص (لالچی) کا صدقہ:

عمدۃُ القاری میں ہے: ''حریص کے صدقے کی افضلیت بالکل ظاہر ہے کیونکہ حرص کے ہوتے ہوئے

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ای الصدقۃ افضل، ۱/۴۷۹، حدیث: ۱۴۱۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب ای الصدقۃ افضل، ۶/۳۸۲، تحت الباب۔

مال خرچ کرنا نفس کے لیے انتہائی تکلیف دِہ اور دُشوار اَمر ہے۔ اور یہ اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہونے والی قوت اور یقین کامل ہی کی بدولت ممکن ہے۔ اس لیے تندرستی کی حالت میں حریص کا صدقہ دوسروں سے افضل ہے۔"[1]

مرتے وقت صدقہ وخیرات:

عَلّامہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مزید فرماتے ہیں: "یعنی صحت و تندرستی اور مال کی طرف محتاجی کی حالت میں تیرا صدقہ کرنا افضل ہے نہ کہ اس وقت جب تو زندگی سے مایوس اور مَرَضُ الْمَوت کی حالت میں ہو کیونکہ اس حالت میں گویا کہ مال تیری ملکیت سے نکل کر تیرے غیر یعنی وُرَثاء کی ملکیت میں جا چکا ہے۔ جیسا کہ حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو سَعِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ "آدمی کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا موت کے وقت ایک سو 100 درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔"

عَلّامہ خَطّابِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے فرمایا: "بیماری میں سخاوت کرنے سے انسان کی علامتِ بُخل ختم نہیں ہوتی، اسی وجہ سے شرط لگائی گئی ہے کہ (جب صدقہ کرنے والا) تندرُست ہو، اسے مال کی حرص ہو، طویل زندگی کی اُمید اور تنگدستی کے خوف کی وجہ سے اس کے دل میں مال کی قدر و وُقعت باقی ہو۔" (تو اب اس کا صدقہ دوسروں سے افضل ہے۔)

حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور سَیِّدِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو موت کے وقت غلام آزاد کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کا کسی شے سے دل بھر جائے پھر اسے ہِبہ کر دے۔"

حضرت سَیِّدُنا مَیْمُون بِن مِہْرَان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کو جب بتایا گیا کہ ہِشام کی بیوی نے مرتے وقت اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے ہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: "لوگ اپنے مال میں دو مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتے ہیں: (۱) جب ان کے پاس اپنا مال ہوتا ہے تو بُخل کرتے ہیں۔ (۲) جب وہ مال غیروں کا

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب ای الصدقۃ افضل، ۶ / ۳۸۲، تحت الباب۔

ہونے لگتا ہے (یعنی موت کے وقت) اسے خرچ کرتے ہیں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"صدقات" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حریص آدمی کے لیے مال خرچ کرنا بہت تکلیف دہ ہے اسی لیے اس کا صدقہ افضل قرار دیا گیا۔

(2) اپنے مسلمان بھائی کا مال ناحق لے لینا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور حرام مال جمع کرنا یہ سب بُخل کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ بُخل سے بچے۔

(3) زکوٰۃ کی ادائیگی، مہمان نوازی اور تنگدستی میں لوگوں کو مال دینا، یہ ایسے فضیلت والے اعمال ہیں کہ ان کی وجہ سے بندہ بُخل جیسی مذموم صفت سے بَری ہو جاتا ہے۔

(4) حالتِ صحت میں کیے گئے نیک اعمال اور صدقہ وخیرات موت کے وقت کیے گئے نیک اعمال اور صدقہ وخیرات سے بہت بہتر ہیں۔

(5) نیک بندے ہر حال میں اپنے دلوں کو دنیا کی محبت سے خالی رکھتے ہیں۔ ان کے دل یادِ الٰہی سے معمور رہتے ہیں۔ وہ ہر اس چیز سے تعلق ختم کر دیتے ہیں جو آخرت کی تیاری میں رُکاوٹ بنے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کے صدقے ہمارے دلوں کو دنیا کی محبت سے پاک کر کے اپنی اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت سے سرشار فرمائے، ہمیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب ای الصدقۃ افضل، ۶/ ۳۸۵، تحت الحدیث: ۱۴۱۹۔

حدیث نمبر: 91

تلوار کا حق

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَاخُذُ مِنِّي هٰذَا؟ فَبَسَطُوْا اَيْدِيَهُمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُوْلُ: اَنَا، أَنَا. قَالَ: فَمَنْ يَاخُذُهُ بِحَقِّهِ؟ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ، فَقَالَ أَبُوْدُجَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَا اٰخُذُهُ بِحَقِّهِ، فَاَخَذَهُ فَفَلَقَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ. [1]

اِسْمُ اَبِي دُجَانَةَ: سِمَاكُ بْنُ خَرَشَةَ. قَوْلُهُ: اَحْجَمَ الْقَوْمُ، اَيْ تَوَقَّفُوْا. وَفَلَقَ بِهِ، اَيْ شَقَّ. هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ، اَيْ رُؤُوْسَهُمْ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوہ اُحُد کے دن ایک تلوار اٹھائی اور فرمایا: ''یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟'' تو وہاں موجود ہر شخص نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: ''میں، میں۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اسے اس کے حق کے ساتھ کون لے گا؟'' پس لوگ سوچ میں پڑ گئے۔ پھر حضرت سَیِّدُنا ابو دُجانہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ''میں اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔'' پھر انہوں نے وہ لی اور اس سے مشرکین کی کھوپڑیاں توڑ ڈالیں۔

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضرت سَیِّدُنا ابو دُجانہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام **سِمَاک بِنْ خَرَشَہ** ہے۔ ''**اَحْجَمَ الْقَوْمُ**'' یعنی لوگ رُک گئے۔ ''**فَلَقَ بِہٖ**'' یعنی اس کے ذریعے توڑ ڈالیں۔ ''**ھَامَ الْمُشْرِکِیْنَ**'' یعنی مشرکین کی کھوپڑیاں۔

تلوار کے حق سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ حدیث پاک میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ کون لے گا؟'' عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یہاں حق سے مراد

---

[1] ... مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی دجانة، ص ۱۳۴۰، حدیث: ۲۴۷۰۔

یہ ہے کہ اس تلوار سے جہاد کرے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کو فتح سے ہمکِنار فرمائے یا وہ شہید کر دیا جائے۔ یہ سن کر صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان رُک گئے تو حضرتِ سَیِّدُنا ابو دُجانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ آگے بڑھے اور عرض کی: ”میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ غزوۂ بدر اور غزوہ اُحُد میں شریک ہوئے۔ آپ نے اور حضرتِ سَیِّدُنا مُصْعَب بِن عُمَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے اس دن **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دفاع کیا۔ حضرت سَیِّدُنا مُصْعَب بِن عُمَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جبکہ حضرتِ سَیِّدُنا ابو دُجانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: ”یا **رسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس تلوار کا حق کیا ہے؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”یہ کہ تم اس سے دشمن کے چہروں پر وار کرو یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔“ حضرت سَیِّدُنا زُبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ”میں نے بھی وہ تلوار لینا چاہی تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے منع فرمادیا اور تلوار حضرت ابُو دُجانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو دے دی۔ میں نے دل میں کہا: میں ضرور دیکھوں گا کہ ابُو دُجانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کیا کرتے ہیں، پس میں ان کے پیچھے ہو لیا، انہوں نے سر پر سُرخ پٹی باندھ لی۔ انصار نے کہا کہ ابُو دُجانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے، جب بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سرخ پٹی باندھتے تو انصار یہی کہتے تھے۔ پھر آپ کفار کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور جو راستے میں آیا اسے واصِلِ جہنّم کرتے گئے۔(1)

صحابۂ کرام کی مبارک زندگیاں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے اپنی زندگیاں دِینِ اسلام کے لیے وَقف کر دی تھیں۔ سَفَر ہو یا حَضَر، گھر ہو یا بازار، اَمن ہو یا میدانِ کارزار وہ دینِ اسلام کی خدمت میں مَصروفِ عَمَل رہتے۔ اس اہم کام کے لیے انہیں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ تعداد کی کمی اور جِسمانی ضُعف کے باوجود مَحض جذبۂ اِیمانی کی بدولت وہ کفار کے بڑے بڑے لشکروں سے ٹکرا جاتے۔ ننھے منے مجاہد بڑے

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المبادرة الی الخیرات، ۱/ ۳۰۲، تحت الحدیث: ۹۱۔

بڑے سُورماؤں کو للکارتے پھر شہید ہو کر جنت کی دائمی نعمتوں میں پہنچ جاتے یا فتح یاب ہو کر غازیوں کی صف میں شامل ہوتے۔ اسی ضمن میں اسلام کے دو ننھے سپاہیوں کی جُرأت وبہادُری کی حکایت ملاحظہ فرمایئے:

اسلام کے دو ننھے مجاہد:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن، میں جس صف میں موجود تھا وہاں میں نے اپنے دائیں بائیں دو نو عمر انصاری لڑکے دیکھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چُھپ کر مجھ سے کہا: ”اے میرے چچا! آپ مجھے ابو جہل دکھا دیجئے؟“ میں نے کہا: ”اے میرے بھتیجے تم اس کا کیا کرو گے؟“ کہا: ”میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں اسے دیکھوں گا تو اسے قتل کر دوں گا یا میں خود قتل کر دیا جاؤں گا۔“ اسی طرح دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے چُھپ کر مجھ سے اسی کی مثل گفتگو کی۔ ان کی گفتگو سن کر میں نے کہا: ”یہ بات مجھے پسند نہیں کہ اِن کے بجائے میں کسی اور کے درمیان ہوں۔ پس میں نے انہیں ابو جہل کے بارے میں بتا دیا۔ یہ سن کر وہ دونوں ننھے مُجاہد عُقاب کی طرح اس پر جھپٹے اور تلوار کے پَے دَرپَے حملوں سے اسے گرا دیا۔“[1] یہ دونوں ننھے مجاہد حضرتِ سَیِّدُنا مُعَوِّذ اور حضرتِ سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تھے۔

مَدارِجُ النُّبُوَّۃ میں ہے: حضرت سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ”میں اپنی تلوار لہراتا ہوا ابو جہل پر ٹُوٹ پڑا۔ میرے پہلے وار سے اس کی پِنڈلی کٹ کر دُور جا گری۔ اس کے بیٹے عِکرِمہ (جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) نے مجھ پر تلوار کا وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا اور کھال کے ایک تَسمے کے ساتھ لٹکنے لگا۔ میں اس بازو کو سنبھالے دوسرے ہاتھ سے دشمن پر تلوار چلاتا رہا۔ وہ بازو لڑنے میں رُکاوٹ بن رہا تھا، لہٰذا میں نے اسے پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا جس سے کھال کا تَسمہ ٹُوٹ گیا۔ اب میں آزاد ہو کر پھر کُفّار پر حملے کرنے لگا۔“ حضرتِ سَیِّدُنا قاضی عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْجَوَاد نے سَیِّدُنا اِبنِ وَہب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر طبیبوں

---

1 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب: ۱۰، ۳/۱۴، حدیث: ۳۹۸۸۔

کے طبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا لُعابِ دَہَن (یعنی تھوک شریف) لگا کر وہ کٹا ہوا بازو کندھے کے ساتھ جوڑ دیا۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"اِسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بھی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو کسی نیک کام کی ترغیب دلاتے تو وہ دل و جان سے لَبَّیْک کہتے۔

(2) جسے اپنے ربِّ قدیر پر بھروسہ ہو وہ کبھی بھی باطل سے نہیں ڈرتا اگرچہ باطل بظاہر کتنا ہی قوی ہو اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حق کے آتے ہی باطل کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔

(3) میدانِ کارزار میں مسلمانوں کی قوتِ ایمانی مزید بڑھ جاتی ہے۔

(4) تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ ان کے روئیں روئیں سے عِشقِ رسول کا اظہار ہوتا تھا۔ ان کے نزدیک حکمِ نبی پر جان قربان کرنا بہت بڑی سعادت تھی۔

(5) جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبیوں سے بُغض و عناد رکھتے ہیں دنیا و آخرت میں ذِلَّت و رُسوائی اُن کا مُقَدَّر ہوتی ہے، اُن کا اَنجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ ابو جہل لعین جو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سب سے بڑا دشمن تھا، دو ننھے مجاہدین کے ہاتھوں نہایت ذِلَّت و رُسوائی کی موت مرا اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے دردناک عذاب اس کا مُقَدَّر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عشقِ رسول کی دولت عطا فرمائے۔ عاشقانِ رسول کی صُحبت اِختیار

---

1 . . . مدارج النبوۃ، ۲/ ۸۷۔

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:92

آنے والا دَور پہلے سے بُرا ہو گا

عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ قَالَ: اَتَیْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَشَكَوْنَا اِلَیْہِ مَا نَلْقٰی مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ: اِصْبِرُوْا فَاِنَّہٗ لَا یَاْتِیْ عَلَیْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا وَالَّذِیْ بَعْدَہٗ شَرٌّ مِنْہُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُہٗ مِنْ نَبِیِّكُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا زُبَیر بن عَدِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ ہم نے حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہو کر حَجّاج بن یُوسُف کے مَظالم کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ''صبر کرو، بے شک! تم پر آنے والا ہر دَور پہلے دَور سے زیادہ بُرا ہو گا، یہاں تک کہ تم اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کرو گے۔ یہ بات میں نے تمہارے نبی حضور نبی اکرم، رسولِ مُحْتَشَم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔''

نیا دور پہلے والے سے بُرا:

عمدۃُ القاری میں ہے: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے بعد والے جب کسی گناہ گار کو پکڑتے تو اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کرتے اور اس کا عمامہ اُتار دیتے۔ زیاد کے دور میں مجرم کو کوڑے مارے جانے لگے۔ پھر مُصْعَب بِنْ زُبَیْر کے دور میں مجرم کی داڑھی مُونڈھ دی جاتی۔ بِشْر بن مَرْوان کے دور میں مجرم کے ہاتھوں میں کیل ٹھوک دیئے جاتے۔ پھر حَجّاج بن یُوسُف کا دور آیا تو اس نے کہا: ''یہ سب سزائیں بے کار ہیں۔'' اور پھر وہ تلوار سے گردن اڑانے لگا۔[2] (معلوم ہوا کہ صادق اور مصدوق آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان بالکل حق ہے کہ آنے والا دور پچھلے دور سے بدتر ہو گا۔)

---

1 . . . بخاری، کتاب الفتن، باب لا یاتی زمان، ۴/۴۳۳، حدیث: ۷۰۶۸۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الفتن، باب لا یاتی زمان۔۔۔الخ، ۱۶/۳۳۸، تحت الحدیث: ۷۰۶۸۔

مختلف زمانوں کی فضیلت کی وضاحت:

سوال: حَجَّاج بن یُوسُف کے زمانے کے فوراً بعد حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کا دَورِ خلافت تھا۔ جس کی اچھائی کی شہرت چہار دانگ عالَم میں تھی۔ اُس دور میں شر اور فتنے ختم ہو گئے تھے۔ پھر حَجَّاج بن یُوسُف کا دور پہلے ہونے کی وجہ سے اس دور سے بہتر کیسے ہوا؟

پہلا جواب: دور کے اچھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ مجموعی اعتبار سے وہ اچھا ہو گا۔ حَجَّاج بن یُوسُف (ظالم و جابر تھا لیکن اس) کے زمانے میں کثیر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود تھے۔ جب کہ حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمَجِیْد (کا دورِ خلافت عدل وانصاف سے بھرا ہوا تھا لیکن ان) کے دور میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی بھی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ موجود نہ تھا۔ اور جس زمانے میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود ہوں وہ اپنے بعد والے زمانے سے اعلیٰ و افضل ہی ہو گا جیسا کہ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے: ”بے شک! سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔“ ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: ”میرے صحابہ میری اُمَّت کے لیے امان ہیں، جب یہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو میری اُمَّت پر وہ وقت آئے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔“

دوسرا جواب: حضرتِ سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی زمانے کی افضلیت کو اکثریت پر محمول کرتے ہیں لہٰذا کبھی اس کا خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ (یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہر آنے والا دور پہلے سے برا ہو۔)

سوال: حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا زمانہ دَجّال لعین کے زمانہ کے بعد ہو گا۔ اور حدیث میں فرمایا گیا کہ ”ہر آنے والا دور پہلے سے بدتر ہو گا۔“ اب تطبیق کی کیا صورت ہو گی؟

جواب: علامہ کِرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں جس دور کو بُرا کہا گیا ہے اس سے حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد کا دور مراد ہے۔ یا پھر خاص وہ دور مراد ہے جس میں اُمَراء ہوں گے، ورنہ یہ بات تو ضروریاتِ دین سے ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ

سب زمانوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔[1] (جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دنیا میں جلوہ گری سے قبل جو بد ترین دَور تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔)

شر سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی مرقاۃ شرح مشکاۃ میں اسی کی مثل ایک اور حدیث پاک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضرت سَیِّدُنا ابنِ عَبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ "ایک دور ایسا آئے گا جس میں لوگ بِدْعَتیں رائج کریں گے اور سُنّتوں کو چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ ہر طرف بِدْعَتوں کا رَواج ہو گا اور سُنّتیں ختم ہو جائیں گی۔" پس یہ حدیث اس بات پر صَرَاحَتاً دلالت کرتی ہے کہ "شر" سے مراد سُنّتوں کا خاتمہ اور بِدْعَتوں کا زندہ ہونا ہے۔[2]

بَدْ تَر ہونے کی ایک وجہ:

آنے والا دور پہلے سے بدتر ہو گا۔ اس بدتری کی ایک وجہ عہدِ نبوی سے دُوری ہے۔ کیونکہ زمانہ جتنا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ اَقدس سے دُور ہوتا جارہا ہے، اُسی قدر بُرائیاں بڑھتی جارہی ہے۔ عَلَّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ جہان کے لیے روشن مَشْعَل کی طرح ہے۔ پس جیسے جیسے دنیا زمانۂ نبوی سے دُور ہوتی جارہی ہے اس میں اندھیروں اور حجابات کی زیادتی ہو رہی ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جن کے قُلُوب صُحبَتِ نبوی کی برکت سے انتہائی باکمال و صاف وشَفَّاف تھے لیکن حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد انہوں نے اپنی حالت میں تبدیلی محسوس کی۔"[3]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الفتن، باب لا یاتی زمان ۔۔۔ الخ، ۱۶/ ۳۳۹، تحت الحدیث: ۷۰۶۸۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۹/ ۲۶۹، تحت الحدیث: ۵۳۹۲۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۹/ ۲۶۹، تحت الحدیث: ۵۳۹۲۔

زمانۂ نبوی سے دُوری کا اثر:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں جامع مسجد شیراز میں مَشْغولِ عِبادت تھا کہ اچانک بغیر کسی ظاہری وجہ کے باہر جانے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ میں باہر آیا تو ایک عورت دیوار سے چمٹی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا شاید یہ اپنے گھر جانا چاہتی ہے لیکن شریر لوگوں کی وجہ سے خوفزدہ ہے۔ پھر میرے پوچھنے پر اس نے یہی وجہ بتائی۔ پس میں اس کے آگے آگے چل دیا اور میں نے اس سے وہی کہا جو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا شُعَیب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صاحبزادی سے فرمایا تھا کہ اگر میں (تمہارے گھر کا) راستہ بھولنے لگوں تو پتھر پھینک کر درست راستہ بتا دینا۔ پس میں اسے بَحِفَاظَت اس کے گھر پہنچا کر واپس لوٹ آیا۔ اس وقت میرے دل میں کوئی نفسانی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ پھر کافی عرصے بعد اچانک میرے دل میں شیطانی وسوسہ آیا۔ پس میں نے شرمندہ ہو کر اپنا مُحَاسَبَہ کیا اور سوچنے لگا کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ میں نے اپنے کھانے پینے، لباس، عِبادت، دوستوں کی صُحبت، کسی ظالم سے میل جول اور اسی طرح کے دیگر معاملات میں خوب غور و فکر کیا لیکن کوئی وجہ سامنے نہ آئی، بس ایک ہی وجہ سمجھ آئی کہ یہ حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ سے دُوری کا اثر ہے۔ اِسی دُوری کے سبب میرے دل میں یہ بُرا خیال پیدا ہوا ہے۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

"ایمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو زمانہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے سے جتنا زیادہ قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ بابرکت ہے۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۹/۲۶۹، تحت الحدیث: ۵۳۹۲۔

(2) عموماً ہر نیا حاکم سابق حاکم سے زیادہ سختیاں اور سزائیں لے کر آتا ہے۔

(3) سب سے افضل و پاکیزہ زمانہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ ہے۔ پھر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا زمانہ پھر تابِعِینِ عِظام کا۔

(4) جس زمانے میں بِدعتیں عام ہوجائیں اور سُنّتیں ختم ہونے لگیں تو وہ زمانہ بُرا ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے غیر مَحرم عورتوں سے کلام تک نہیں کرتے۔ بوقتِ ضرورت بھی مختصر بات کرتے ہیں بلکہ حَتَّی الْاِمْکان کوئی ایسی راہ تلاش کرتے جس سے بات کرنے کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں ان بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس عورت سے کہا تھا کہ اگر میں تمہارے گھر کا راستہ بُھولوں تو زبان سے بات کرنے کے بجائے پتھر پھینک کر راستہ بتا دینا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ظالِم و جابِر حکمرانوں کے ظُلم سے محفوظ فرمائے، سنّتوں اور اَحکامِ شَرعِیَّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 93

نیک اَعمال میں جلدی کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، ھَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِیًا اَوْ غِنًی مُطْغِیًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ ھَرَمًا مُفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُجْھِزًا اَوِ الدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ یُنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَۃَ، فَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابُو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ مَحْبُوبِ رَبِّ دَاوَر، شَفِیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سات چیزوں سے پہلے نیک اَعمال میں جلدی کرو! تمہیں انتظار نہیں مگر بُھلا دینے والی محتاجی یا سَرکَش بنا دینے والی مالداری یا مُفْسِد مَرض یا عَقْل زائل کر دینے والے بڑھاپے یا

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی المبادرۃ، ۴/۱۳۷، حدیث: ۲۳۱۳۔

اچانک آنے والی موت یادَجّال کا جو غائب شر ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا۔ اور قیامت شدید مَصَائِب والی اور بہت کڑوِی ہے۔"

سات 7 اُمُور کی وضاحت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو: (1) ایسی امیری جو تجھے سرکش و گناہ گار اور اَحکامِ اِلٰہی سے رُوگردانی کرنے والا بنادے۔ (2) ایسی محتاجی کہ جس کی وجہ سے انسان بُھوک، لِباس اور غِذا کی جُستجُو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت سے غافل ہوجائے۔ (3) ایسی بیماری جس کی شدت کی وجہ سے بدن میں خرابی یا ایسی سُستی پیدا ہو جو دِین میں خرابی کا سبب بنے۔ (4) ایسا بڑھاپا جس کی وجہ سے انسان کی عقل کمزور ہوجائے اور اسے پتہ ہی نہ چلے کہ کیا بول رہا ہے۔ (5) اچانک آنے والی موت کہ مرنے والے کو توبہ اور وَصِیَّت کا وقت بھی نہ ملے۔" علامہ قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: "اس سے مراد ایسی موت جو اچانک بغیر کسی سبب کے واقع ہو جیسا کہ کسی نے اسے قتل کردیا، یا ڈوب کر یا دیوار کے نیچے دَب کر مَر گیا۔ (6) دَجَّال جو بہت بڑا پوشیدہ فتنہ ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے اور (7) قیامت جو بہت بڑی مصیبت، شدید خوفناک اور بہت سختی والی ہے۔"[1]

خوش نصیب کون؟

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ اللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث میں اس شخص کو سُست قرار دیا گیا ہے جو فَراغَت کے باوجود فُرصت کے لمحات کو غنیمت نہ جانے۔ ایک قول کے مطابق حدیثِ مذکور کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر شخص دنیا میں مذکورہ حالات میں سے کسی ایک کا مُنتَظِر ہے۔ خوش نصیب وہ ہے جو فُرصَت، صِحت مَندی اور جِسمانی طاقت کو غنیمت جانتے ہوئے فرائض و سُنَن کی ادائیگی میں مشغول ہوجائے، اس سے پہلے کہ کسی بیماری میں مبتلا ہو۔"[2] (اور پھر عبادت کا موقع ہی نہ ملے۔)

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹ / ۲۹، تحت الحدیث: ۵۱۷۵ ملتقطاً۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹ / ۳۴۲، تحت الحدیث: ۵۱۷۵۔

عبادت کب کروگے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں بندوں کو دِین میں کمی و کوتاہی کرنے پر ڈانٹا گیا ہے۔ یعنی تم اپنے ربّ کی عبادت کب کروگے؟ اگر تم قِلَّتِ مشاغل (فارغ اوقات) اور جسمانی قوت کے باوجود اس کی عبادت نہیں کرتے تو کَثرتِ مَشَاغِل (مصروفیت) اور بدن کی کمزوری کی صورت میں اس کی عبادت کیسے کروگے؟“[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”صحت، مالداری، فَراغت، اور زندگی کو رائیگاں نہ جانے دو، اس میں نیک اعمال کرلو کہ یہ نعمتیں باربار نہیں ملتیں۔ میاں محمد صاحب (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) فرماتے ہیں: شعر

سدا نہ حُسن جوانی رہندی سدا نہ صحبت یاراں .... سدا نہ بلبل باغاں بولے سدا نہ باغ بہاراں

باغ میں بہاراور بہار میں بلبل کی شور وپکار ہمیشہ نہیں رہتے، کبھی آتے ہیں اسے غنیمت جانو۔ (مزید فرماتے ہیں) اگر تمہیں نیکیوں کا موقعہ ملاہے اور تم کرتے نہیں، کہتے ہو کہ آئندہ کرلیں گے تو کس چیز کا انتظار کررہے ہو؟ ایسی بیماری کا جو سَرکَش بنادے یا ایسی فقیری کا جب تمہیں کچھ نہ بن پڑے، لوگ تمہیں بھول جاویں۔ ہم نے دیکھا کہ بعض لوگوں کو حج کا موقع ملتا ہے نہیں کرتے، یہ ہی کہتے رہتے ہیں کہ آئندہ دیکھا جائے گا۔ وہ آئندہ آئندہ کرتے ہی دنیا سے کوچ کرجاتے ہیں۔ جوانی کھیل کود سے گُما کر بڑھاپے میں جبکہ ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہیں عبادت کرنے کی خواہش کرنا بے وقوفی ہے۔ جو کرنا ہے جوانی میں کرو، جوان صالح کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اگر ابھی اعمال نہیں کرتے تو کیا دجال کی آمد یا قیامت آنے کے منتظر ہو، اس وقت تم نیکیوں کی تمنا کروگے مگر نہ کرسکوگے۔ یہ فرمان، اِظہارِ عِتاب کے لیے ہے مقصد یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرے۔“[2] شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اپنے نعتیہ

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۲۹، تحت الحدیث: ۵۱۷۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۶ ملتقطاً۔

کلام میں فرماتے ہیں:

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اَب کرلو ابھی نوری جواں تم ہو

فتنۂ دجال کے متعلق کچھ معلومات:

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ”بہارِ شریعت“ میں ہے: (دجال) چالیس 40 دن میں **حَرَمَیْنِ طَیِّبَیْن** کے سوا تمام رُوئے زمین کا گشت کرے گا۔ چالیس دن میں، پہلا دن سال بھر کے برابر ہوگا اور دوسرا دن مہینے بھر کے برابر اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر اور باقی دن چوبیس چوبیس گھنٹے کے ہوں گے۔ اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کرے گا، جیسے بادل جس کو ہَوا اڑاتی ہو۔ اُس کا فتنہ بہت شدید ہوگا۔ ایک باغ اور ایک آگ اُس کے ہمراہ ہوں گی جن کا نام جنت و دوزخ رکھے گا۔ جہاں جائے گا یہ بھی جائیں گی، مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی وہ حقیقۃً آگ ہوگی اور جو جہنم دکھائی دے گا، وہ آرام کی جگہ ہوگی۔ اور وہ خُدائی کا دعویٰ کرے گا، جو اُس پر ایمان لائے گا، اُسے اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو انکار کرے گا اُسے جہنم میں داخل کرے گا، مُردے جِلائے گا۔ زمین کو حکم دے گا وہ سبزے اُگائے گی، آسمان سے پانی برسائے گا اور اُن لوگوں کے جانور لمبے چوڑے خوب تیار اور دودھ والے ہوجائیں گے۔ اور ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح دَل کے دَل (ڈھیر کے ڈھیر) اس کے ہمراہ ہوجائیں گے۔

اِسی قسم کے بہت سے شُعبدے (نظر کے کھیل) دکھائے گا۔ اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کَرِشمے ہوں گے اور شیاطین کے تماشے، جن کو واقعیت (حقیقت) سے کچھ تعلق نہیں، اِسی لیے اُس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ حَرَمَیْن شَرِیْفَیْن میں جب جانا چاہے گا ملائکہ اس کا منہ پھیر دیں گے۔ البتہ مدینہ طَیِّبَہ میں تین زلزلے آئیں گے کہ وہاں جو لوگ بظاہر مسلمان بنے ہوں گے اور دل میں کافر ہوں گے اور وہ جو عِلمِ اِلٰہی میں دجّال پر ایمان لاکر کافر ہونے والے ہیں، اُن زلزلوں کے خوف سے شہر سے باہر بھاگیں گے اور اُس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ دجّال کے ساتھ یہود کی فوجیں ہوں گی، اُس کی پیشانی پر

لکھا ہو گا: ”ک، ف، ر“ یعنی کافر، جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔ جب وہ ساری دنیا میں پھر پِھرا کر مُلکِ شام کو جائے گا، اُس وقت حضرت مسیح عَلَیْہِ السَّلَام آسمان سے جامع مسجد دِمَشق کے شَرقی مینارہ پر نُزول فرمائیں گے، صبح کا وقت ہو گا، نمازِ فجر کے لیے اِقامت ہو چکی ہو گی، حضرت امام مہدی کو کہ اُس جماعت میں موجود ہوں گے امامت کا حکم دیں گے، حضرت امام مہدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز پڑھائیں گے، وہ لعین دجّال حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی سانس کی خوشبو سے پگھلنا شروع ہو گا، جیسے پانی میں نمک گُھلتا ہے اور اُن کی سانس کی خوشبو حدِّ بصر (نظر کی انتہا) تک پہنچے گی، وہ بھاگے گا، یہ تعاقب فرمائیں گے اور اُس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے، اُس سے وہ جہنم واصل ہو گا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”جَنَّتِ عَدْن“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) سمجھدار وہی ہے جو زندگی کے قیمتی اور اَنْمول لمحات کو غنیمت جان کر جَلد از جَلد آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جائے۔

(2) بیماری، مالداری، بہت زیادہ بڑھاپا اور محتاجی آخرت کی تیاری اور اعمالِ صالحہ میں رُکاوٹ بنتے ہیں۔

(3) مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی موقع ملے بلکہ موقع نکال کر اَعمالِ صالحہ کی کثرت کرے کیونکہ حالات بدلتے دیر نہیں لگتی کیا خبر پھر نیکیوں کا موقع ملے یا نہ ملے۔

(4) دجال کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس کا فتنہ بہت شدید ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(5) بڑھاپے میں عبادت کی امید پر جوانی میں نیکیاں چھوڑ دینا انتہائی اَحْمَقَانَہ اور بے وُقُوفَانَہ عمل ہے۔

(6) فتنوں میں مبتلا ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کر لینی چاہیے کیونکہ فِتنوں کے ظہور کے بعد نیک

---

[1] ... بہار شریعت، ۱ / ۱۲۰، حصہ ۱۔

اَعمال بجالانا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی موت سے قبل آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:94

فتح کا جھنڈا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ، قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ، قَالَ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا، قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا، وَقَالَ: امْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْكَ، فَسَارَ عَلِیٌّ شَيْئًا، ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ، فَصَرَخَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا: ”میں یہ جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔“ حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے اس دن کے علاوہ کبھی بھی اِمارت (سرداری) کی خواہش نہ کی۔ تو میں نے یہ امید کرتے ہوئے گردن کو بلند کیا کہ مجھے اس کے لیے بلایا جائے۔“ پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی بن ابوطالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو بلا کر انہیں وہ جھنڈا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اِدھر اُدھر دیکھے بغیر چل پڑو، یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں فتح عطا فرما دے۔“ حضرت سَیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم چند قدم چل کر رک گئے اور اِدھر اُدھر دیکھے بغیر بلند آواز میں

---

[1] ... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی، ص ۱۳۱۱، حدیث: ۲٤۰۵۔

عرض کی: ''**یا رسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جہاد کروں؟'' ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرو کہ وہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ** کی شہادت دیں۔ جب وہ اس کی شہادت دے دیں تو انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا، مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب **اللہ تعالٰی** کے ذمہ ہے۔''

چونکہ یہ حدیث پاک ''غزوۂ خیبر'' سے متعلق ہے۔ اس لیے اس غزوہ کے بارے میں شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی تالیف ''سیرتِ مصطفٰی'' سے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

غزوۂ خیبر:

''خیبر'' مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا، یہ لوگ اسلام اور بانی اسلام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بدترین دشمن تھے، یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے، جن میں بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔ درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ ''خیبر'' کہلاتا تھا۔

جنگِ خیبر کا سبب:

جنگِ خندق کے بعد جب ''بَنُو نَضِیر'' کے یہودی مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے گئے تو وہ خیبر چلے گئے۔ ان کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے عرب کے ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلے غطفان کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار، جنگجو اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی۔ وہ لوگ مسلمانوں کو تہس نہس کرنا چاہتے تھے۔ جب رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خبر ملی تو آپ 1600 صحابۂ کرام کا لشکر لے کر جانبِ خیبر روانہ ہوئے۔ اور نمازِ فجر کے بعد شہر میں داخل ہوگئے۔ خیبر کے یہودی کھیتوں میں کام کاج کے لیے قلعہ سے باہر

نکلے تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھ کر چِلّانے لگے: ”خدا کی قسم! اس لشکر کے ساتھ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہیں۔“ ان کی چیخ وپکار سن کر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”خیبر برباد ہو گیا۔ بلاشبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بُری ہو جاتی ہے۔“

یہودیوں نے اپنی عورتیں، بچے اور راشن وغیرہ ”نَاعِم“ قلعے میں پہنچادیا اور ان کی فوج ”نَطارَہ“ اور ”قَمُوص“ کے قلعوں میں جمع ہو گئی۔ وہاں تمام قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ ”قَمُوص“ تھا۔ جس کا رئیس ”مَرْحَب“ یہودی تھا جو عرب کے ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی، جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لیے مورچہ بندی کیے ہوئے تھی۔

قلعہ خیبر پر پے در پے مختلف حملے:

اس قلعے پر کئی حملوں کے باوجود یہ فتح نہ ہو سکا۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لیے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت و جانبازی سے حملہ کیا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کل میں اسے جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر **اللہ تعالیٰ** فتح دے گا، وہ **اللہ** و رسول کا مُحِبّ بھی ہے اور مَحْبُوب بھی۔“ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اِضْطِراب میں گزاری کہ دیکھیے کل جھنڈا کِس کو دیا جاتا ہے؟ صبح صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بارگاہِ اَقدس میں بڑے اِشْتِیاق کے ساتھ یہ تمنّا لیے حاضر ہوئے کہ یہ اِعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔ اس لیے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لیے تین بشارتیں ہیں۔ (۱) وہ **اللہ** و رسول کا مُحِبّ ہے۔ (۲) وہ **اللہ** و رسول کا محبوب ہے۔ (۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہو گا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مولا علی پر خصوصی فضل وکرم:

حضرتِ سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ لیکن صبح کو اچانک یہ صَدَا لوگوں کے کان میں آئی: ''علی کہاں ہیں؟'' عرض کی گئی: ''ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بلایا اور ان کی دُکھتی آنکھوں میں اپنا لُعابِ دہن لگا کر دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوئی کہ گویا کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دَستِ مبارک سے اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی سیاہ چادر سے جھنڈا تیار کر کے حضرتِ سَیِّدُنا علیُّ المُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دیا اور فرمایا: ''تم اطمینان سے جاؤ اور یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ یہ حقوق واجب ہوں گے۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کر لیا تو یہ دولت تمہارے لیے سُرخ اُونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔'' حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قلعے کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس دعوت کا جواب اینٹوں، پتھروں اور تیر و تلوار سے دیا اور قلعہ کا رئیسِ اعظم ''مُرحَّب'' سر پر زرد یَمَنی چادر کا ڈھاٹا باندھے اس پر پتھر کا خود پہنے، رَجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملے کے لیے آگے بڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مُرَحَّب .... شَاکِی السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّب

(یعنی خیبر خوب جانتا ہے کہ میں ''مُرحَّب'' ہوں، اسلحہ پوش، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔)

حضرتِ سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے جواب میں رَجز کا یہ شعر پڑھا:

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہ .... کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہ

(یعنی میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔) مُرحَّب نے بڑے طُمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیرِ خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایسا پینترا بدلا کہ مُرَحَّب کا وار خالی گیا۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹ گیا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی رانوں تک پہنچ گئی اور اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔

مُرَحَّب کی لاش کو زمین پر تڑپتا دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیرِ خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفوں کی صفیں اُلٹ گئیں اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مُرَحَّب، حارِث، اَسِیْر، عامِر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آگے بڑھ کر قلعہ قَمُوص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور دروازے کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ جنگ کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اسے نہ اٹھا سکے۔ جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیر خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کمالِ شُجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کرلیا اور حضرتِ صادِقُ الْوَعْد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان، صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا کہ ”کل میں جھنڈا اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فتح دے گا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مُحِبّ و مَحْبُوب ہے۔“

بے شک! حضرت مولائے کائنات مولا مُشْکِل کُشا حضرتِ سَیِّدُنا علی الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم **اللہ** و رسول کے مُحِبّ و مَحْبُوب ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لیے **اللہ تعالٰی** نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فاتِحِ خیبر کے مُعَزَّز لَقَب سے سر فراز فرما دیا اور یہ وہ فتحِ عظیم ہے جس نے پورے ”جزیرۂ عرب“ میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جَنازہ نکال دیا۔ فتحِ خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فُتُوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہوگیا۔ اس لیے یہ ایک مُسَلَّمہ حقیقت ہے کہ فاتِحِ خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ 20 دن کے مُحَاصَرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہوا۔ ان معرکوں میں

93 یہودی قتل ہوئے اور 15 مسلمان جامِ شہادت سے سیراب ہوئے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اپنے پیارے نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین سن کر فوراً اس پر عمل پیرا ہونے اور نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس ضمن میں 2 واقعات ملاحظہ فرمایئے:

حُکمِ نبوی کی تعمیل میں جلدی:

حضرت سَیِّدُنا رافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سفر پر تھے۔ ہمارے اونٹوں پر سرخ ڈورے والی چادریں تھیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جارہی ہے۔“ یہ فرمان سنتے ہی ہم گھبرا کر ایسے اُٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اُتارلیں۔“[2]

نیک اَعمال میں جلدی کرو:

حضرتِ سَیِّدُنا مُنذِر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا مالِک بِن دِینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار کو دیکھا وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے: ”کم بخت عمل پر جلدی کر، اس سے پہلے کہ حکم آجائے۔“ یہ بات آپ نے 60 مرتبہ دہرائی میں سن رہا تھا لیکن وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے۔

حضرتِ سَیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: ”جلدی کرو، جلدی کرو، کیونکہ یہ چند سانسیں ہیں اگر رُک گئیں تو تم قُربِ خُداوندی والے اعمال نہ کرسکو گے۔ **اللّٰہ تعالٰی** اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی فکر کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر روتا ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیتِ مُقَدَّسہ پڑھی:

---

1 ... سیرت مصطفٰی، ص۳۸۰ تا ۳۹۰ ملخصاً۔

2 ... ابوداود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، ۴/ ۷۴، حدیث: ۴۰۷۰۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ (پ۱۶، مریم: ۸۴) ترجمۂ کنز الایمان: ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

اس سے مراد سانس ہے اور آخری عدد جان کا نکلنا ہے پھر گھر والوں سے جُدائی ہے اور قبر میں داخل ہونے کی آخری گھڑی ہے۔[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

امام ”حسین“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) یہودی دین اسلام کے سب سے بڑے مخالف و دشمن ہیں۔

(2) جنگ میں شجاعت و بہادری دکھانے کے لیے اپنے لیے تعریفی کلمات کہنا جائز ہے۔

(3) ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے جبھی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بتادیا کہ خیبر حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے ہاتھوں فتح ہو گا۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا .... جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(4) ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے لوگوں کو شِفا دیتے ہیں اور شفا بھی ایسی کہ وہ بیماری پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حضور سید عالم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُسْوَۂ حَسَنَہ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، بیان المبادرۃ الی العمل وحذر آفۃ، ۵/ ۲۰۵۔

باب نمبر: 11

مُجَاهَدَہ کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے انسان کو مسلسل کوشش اور اَنتھک محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کامیابی اُن ہی کا مُقدَّر بنتی ہے جو اپنے مَقصد میں حائل ہونے والی نفسانی خواہشات کو ٹھکرا کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ اس میں پہنچنے والی تکالیف پر صَبر کرتے ہیں۔ مسلمان کی منزلِ مقصود اپنے ربّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا حُصُول ہے جس کا نتیجہ آخرت میں ملنے والی جنت اور اس کی دیگر دائمی نعمتیں ہیں۔ اس عظیم مَنزِل تک رَسائی کے لیے نفسانی خواہشات کو ترک کرنا بہت ضروری ہے اور اِسی کا نام **مُجَاهَدَہ** ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **مُجَاهَدَہ** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 آیاتِ مبارکہ اور 17 اَحادیثِ کریمہ بیان فرمائی ہیں۔ اس باب میں مُجاہدہ کی تعریف، مَراتب، حقیقت اور اس سے متعلق روایات وحِکایات اور دیگر مُفید باتیں بیان کی جائیں گی۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) راہِ خدا میں کوشش

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠(۶۹)

(پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

عَلَّامَہ اَبُومُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”ہم انہیں ایسے سیدھے راستے کو پالینے کی توفیق دیں گے جس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا تک پہنچا جاتا ہے۔“ ایک قول یہ ہے کہ نیکیوں پر صبر کرنے کا نام مجاہدہ ہے۔ حضرت سَیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ”نفسانی خواہشات کی مُخالَفت کرنا سب سے افضل جہاد ہے۔“ حضرتِ سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْفَیَّاض نے اس آیت کے تحت فرمایا: ”جو طلبِ علم میں کوشش کرے ہم اسے عمل کی راہ دیں

گے۔" حضرت سَہل بِن عبد اللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "جو سنتیں اپنانے کی کوشش کریں گے ہم اُنہیں جنت کی راہ دکھائیں گے۔" حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: "جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انہیں ثواب کی راہ دیں گے۔"[1]

(2) مرتے دم تک عبادت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت میں رہو۔ (پ ۱۴، الحجر: ۹۹)

عَلّامہ بَیضَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "مذکورہ آیت میں یقین کا معنٰی مَوت ہے کیونکہ موت ہر زندہ مخلوق کو یقینی طور پر لاحق ہوتی ہے اور آیت کا معنٰی یہ ہوگا کہ اے بندے! اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی زندگی بھر اِس طرح عبادت کر کہ ایک لمحہ بھی عبادت سے خالی نہ ہو۔"[2]

(3) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف توجہ رکھو

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔ (پ ۲۹، المزمل: ۸)

تفسیرِ بَیضَاوِی میں ہے: "یعنی دن اور رات اس کا ذکر کرتے رہو اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں تسبیح و تہلیل، تحمید و تمجید، نماز، تلاوتِ قرآن اور عِلم کی مجلس سب شامل ہیں۔" مزید فرماتے ہیں: "اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت کے ذریعے اسی کے ہو رہو اور اپنے دل کو اس کے ماسِوا سے خالی کر دو۔"[3]

---

1 . . . تفسیر بغوی، پ ۲۱، تحت الآیۃ: ۶۹، ۳/ ۴۰۸۔

2 . . . تفسیر بیضاوی، پ ۱۴، تحت الآیۃ: ۹۹، ۳/ ۳۸۳۔

3 . . . تفسیر بیضاوی، پ ۲۹، تحت الآیۃ: ۸، ۴۷۸، ۵/ ۴۰۶۔

(4) ذرّہ بھر نیکی پر بھی اجر

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ (پ ۳۰، الزلزال: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔

عَلَّامَه عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”چھوٹی چیونٹی کے وزن کے برابر ذرّہ کہلاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو مٹی ہاتھ پر لگ جائے اُسے ذرّہ کہتے ہیں۔ “حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”مؤمن یا کافر جو بھی اچھا یا بُرا عمل دنیا میں کرتے ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں وہ عمل بروزِ قیامت دکھائے گا۔ پھر مؤمن کی بُرائیاں مُعاف فرمادے گا اور نیکیاں باقی رکھے گا۔ جبکہ کافر کی نیکیاں اُس کے مُنہ پہ مار دی جائیں گی اور اس کے گناہوں پر اُسے عذاب دیا جائے گا۔“[1]

(5) دنیا میں کی ہوئی نیکیوں کا اُخروی اجر

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔

عَلَّامَه اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اے مؤمنو! دنیا میں رہتے ہوئے تم جو صدقہ وخیرات کروگے، راہِ خدا اور دیگر بھلائی کے کاموں میں جو مال خرچ کروگے، اسی طرح اپنے ربّ کی اطاعت وفرمانبرداری کے کام نماز، روزہ، حج یا ان کے علاوہ دیگر نیک کام کروگے تو بروزِ قیامت ان تمام نیک اَعمال کا جو ثواب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تم پاؤ گے وہ اُن اَعمال سے بہت زیادہ اور

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۳۰، الزلزلۃ، تحت الآیۃ: ۷، ۸، ۴/ ۴۰۱۔

بہتر ہو گا جو دنیا میں تم نے کیے۔"[1]

(6) صدقہ وخیرات کی ترغیب

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۲۷۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّحْمٰن جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا قَتَادَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "جو کچھ تم راہِ خُدا میں خرچ کرتے ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس مَحفُوظ رہتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جانتا اور اس کی قدر فرماتا ہے۔ اس سے زیادہ نہ کوئی قدر دان ہے نہ کوئی اس سے بڑھ کر اَجر دینے والا۔"[2]

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس (آیت) میں مسلمانوں کو خیرات کی رَغبت دی گئی ہے۔ یعنی جو کچھ تم کارِ خیر میں خرچ کرو گے ربّ اسے جانتا ہے بَقَدرِ اِخلاص ثواب دے گا، (آیت میں موجود لفظ) "مَا" کے عُمُوم سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹا بڑا صدقہ ربّ کی بارگاہ میں مَقبول ہے بَشَرطِ اِخلاص۔"[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مُجاہدے کی تعریف:

مُجاہدے کا لُغَوِی معنٰی دشمن سے جنگ کرنا، پوری طاقت لگا دینا، پوری کوشش کرنا ہے۔ جبکہ اس کی اِصطِلَاحِی تعریف کئی طرح سے بیان کی گئی ہے۔ حضرت عَلَّامَہ حافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے

---

1 ... تفسیر طبری، پ۲۹، المزمل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۱۲ / ۲۹۵۔

2 ... درمنثور، پ۳، البقرہ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۲ / ۹۹۔

3 ... تفسیر نعیمی، پ۳، البقرہ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۳ / ۱۳۴۔

ہیں: ”نفس کو عبادت کے علاوہ دیگر مَشاغِل سے روکنے کا نام **مُجاهَدَه** ہے۔“ تَصَوُّف کے بہت بڑے امام حضرت عَلَّامَہ اَبُو القاسم عَبْدُ الکَرِیم ہَوازِن قُشَیْرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مُجاہدۂ نَفس کی اصل یہ ہے کہ نفس کا مانوس چیزوں سے رُکنا اور اسے اس کی خَواہِشات کے خِلاف پر آمادہ کرنا۔ نفس سے جہاد کرنے کے چار مَراتِب ہیں: (۱) نفس کو حُصُولِ عِلم دِین پر اُبھارنا (۲) عمل پر اُبھارنا (۳) دوسروں کو علم سکھانے پر اُبھارنا۔ اور (۴) لوگوں کو توحید کی طرف بلانے اور مُنکِرِینِ اِسلام و مُنکِرِین اِنعاماتِ اِلٰہِیَّہ سے جہاد پر اُبھارنا۔ اور **مُجاهَدَه** کی اصل یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے جَمِیع اَحوال سے باخَبَر رہے۔ ورنہ جیسے ہی وہ نفس کی خَبَر گیری سے غافِل ہو گا شیطان اور نفس اُسے بہکا کر ناجائز اُمور میں مبتلا کر دیں گے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:95

اللّٰہ کے ولی کا دُشمن اللّٰہ کا دُشمن ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ تَعَالٰی قَالَ ”مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهُ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهِ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا، وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهُ.“[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ رسولوں کے سالار شَہَنْشاہِ اَبرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دُشمنی کی تو میرا اس کے خلاف اِعلانِ جَنگ ہے۔ میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور میرا بندہ نوافِل کے ذریعے میرا قُرب حاصِل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ عزوجل، ۱۲/ ۲۸۸، تحت الحدیث: ۶۵۰۰ ملتقطا۔

2 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/ ۲۴۸، حدیث: ۶۵۰۲۔

ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔“

ولی کون ہے؟

ولی کی کئی تعریفات بیان کی گئی ہیں۔ علامہ سَعْدُ الدِّین تَفْتازَانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”ولی وہ ہے جو مُمْکِنَہ حد تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی صِفات کا عارِف ہو، ہمیشہ اُس کی عِبادت کرتا ہو اور ہر قسم کے گناہوں اور (مُباح اَشیاء) کی لذات اور شَہوات میں مَشْغُولِیَّت سے بچتا ہو۔“(1)

فَقیہِ اَعظم ہند حضرت عَلاَّمَہ مولانا مُفتی شریف الحق اَمجَدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ولی وہ مؤمن عَارِفْ بِاللہ ہے جو طَاعات کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اور مُحرَّمات سے بچتا رہے وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے نہ کہ عِزَّت وشُہرت حاصل کرنے کے لیے اور دِکھاوے کے لیے، اس لیے جو شریعت کا پابند نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا اگرچہ ہَوا میں اُڑے۔ جوگی جے پال حالتِ کُفر میں قادِر تھے کہ اپنے حریف پر پتھر برسائیں، آگ برسائیں، خود ہَوا میں اُڑیں، کیا اس وقت وہ ولی تھے؟ (ہرگز نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا) ارشاد ہے: ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (پ ۹، الانفال: ۳۴) اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو مُتَّقِی ہیں۔“(2)

دُشمنی اور جنگ سے مُتَعَلِّق دو اَہَم مَدَنی پھول:

عَلاَّمَہ بَدْرُالدِّین عَیْنِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہاں دو اَہَم اور عِلْمِی مَدَنی پھول بیان فرمائے ہیں: (۱) پہلا یہ کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا یعنی جس نے میرے کسی ولی سے دُشمنی کی۔“ عَادٰی بابِ مُفَاعَلَہ سے ہے اور باب مُفَاعَلَہ کا خاصّہ ہے کہ اس میں فِعل جانِبَین یعنی دونوں طرف سے ہوتا ہے تو مَطلَب یہ ہوا کہ ”کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی سے عَداوت یعنی دُشمنی رکھے اور دوسری طرف سے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا

---

1 . . . شرح العقائد، کرامات الاولیاء حق، ۳۱۲۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۵ / ٦٦۹۔

ولی بھی اس سے عَداوت یعنی دشمنی رکھے تو اس کے خلاف ربّ عَزَّوَجَلَّ کا اِعلانِ جنگ ہے۔" حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی کی شان کسی سے دشمنی رکھنا نہیں بلکہ عَداوت یعنی دشمنی سے اجتناب کرنا اور بُردباری سے کام لینا ہے۔" بعض عُلَمَاء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی کی طرف سے جو عَداوت یعنی دشمنی ہوتی ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہوتی ہے جبکہ دوسرے شخص کی طرف سے جو عَداوت یعنی دشمنی ہوتی ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے نہیں۔" (بلکہ اس کی اپنی ذات کے لیے ہوتی ہے، لہٰذا دونوں طرف کی دشمنی میں فرق ہے۔) عَلّامہ بَدرُ الدِّین عَینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اس سوال کے جواب میں اتنے تَکَلُّف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بابِ مُفَاعَلَہ میں فِعل عُموماً جانِبَین سے ہوتا ہے لیکن کبھی ایک جانب سے فِعل کے واقع ہونے کے لے بھی آتا ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے ربّ کی بخشش کی طرف۔ (پ۴، آل عمران: ۱۳۳)

اس آیت میں سَارِعُوْا بابِ مُفَاعَلَہ سے ہے لیکن یہاں سُرعت (دوڑنے) کا فِعل جانِبَین (ربّ اور بندوں کی طرف) سے نہیں بلکہ فقط بندوں کی طرف سے ہے معنٰی یہ ہے کہ تم دوڑو۔"

(۲) دوسرا یہ کہ حدیث پاک میں ہے: "**اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ**" یعنی میرا اس کے خلاف اِعلانِ جنگ ہے۔ اور جنگ جانِبَین یعنی دونوں طرف سے ہوتی ہے جبکہ مخلوق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قید میں ہے تو وہ اس سے جنگ کیسے کرسکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جنگ سے اس کا لازِمِ مَعْنٰی یعنی جنگی مُعَامَلہ مُراد ہے کہ میں اس کے ساتھ وہی مُعَامَلہ کروں گا جو جنگی دُشمن کرتا ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی ہونے کی وجہ سے عداوت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "**وَلِیُّ اللہ** سے اس لیے عَدَاوت وعِنَاد (دُشمنی وبُغض رکھنا) کہ **وَلِیُّ اللہ** ہے یہ تو کُفر ہے۔ اسی کا یہاں (حدیثِ پاک

---

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۵۷۶/۱۵، تحت الحدیث: ۶۵۰۲۔

میں) ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اِختِلافِ رائے یہ نہ کُفر ہے اور نہ ہی فِسق۔"[1]

شارحِ حدیث حضرت علامہ غلام رسول رَضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیث پاک کے اس حصے: "جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی۔" کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی جو کوئی ولی سے عَداوت (دُشمنی) اس لیے کرتا ہے کہ وہ میرا ولی ہے، میں اس سے جنگ کرتا ہوں اور اس کو ہلاک کرتا ہوں اور اس پر ایسے لوگ مُسلَّط کرتا ہوں جو اس کو اَذِیَّت پہنچاتے رہیں۔ اُس شخص کی یہ رُسوائی دنیا میں ہے آخرت کی خرابی اس کے علاوہ ہے۔ **اللہ تعالٰی** مسلمانوں کو ایسی ذِلَّت ورُسوائی سے پناہ دے۔"[2]

وَلی سے عَداوت کا وَبال:

عَلَّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اَئِمَّۂ کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: "دو قسم کے گناہ گاروں سے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اِعلانِ جنگ کیا ہے: (۱) سُود خور (۲) اَولیاء کا دشمن۔ یہ دونوں (یعنی سُود خُوری اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دُشمنی) بہت بڑے گناہ ہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بندے سے جنگ کرنا بندے کے بُرے خاتمے پر دلالت کرتا ہے اور جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِعلانِ جنگ کر دے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔"[3]

فَرائِض اور نوافِل کی اَدائیگی میں فَرق:

فَقِیہِ اَعظم حضرت عَلَّامَہ مُفتِی شریفُ الْحق اَمجدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیثِ پاک کی شرح کے تحت فرماتے ہیں: "فرائِض کی پابندی اور ادائیگی بہ نِسبت نوافِل کے افضل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فرائِض ادا کرنے میں ثواب کی اُمید ہے اور تَرک میں عذاب کا اِستِحقاق اور نوافِل کی ادائیگی میں ثواب کی اُمید اور ترک پر کوئی گناہ نہیں۔ نیز فرائِض **مَامُوْر بِہٖ** ہیں (یعنی ان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے) ان کا کرنے والا تابع

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۰۸۔

2 ... تفہیم البخاری، ۹/ ۷۹۶۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ، ۵/ ۱۴، تحت الحدیث: ۲۲۶۶ مفہوماً۔

فرمان ہے۔اس میں آمر (یعنی حکم دینے والے) کی عظمت ظاہر ہے، اس میں عُبُودِیَّت کا تَذَلُّل بھی ہے۔ نیز فرائض اصل ہیں اور نوافل فرع۔ حَتّٰی کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جو (شخص) فرائِض ترک کیے (ہوئے) ہو اور نوافل ادا کرے تو اس کے سارے نوافِل زمین وآسمان کے درمیان مُعَلَّق رہیں گے مقبول نہ ہوں گے۔ اسی لیے علماء نے فرمایا: جس کے فرائِض قضا ہو گئے ہوں وہ بجائے نوافِل کے فرائِض کی قضا کرے۔"[1]

کن نوافِل سے قُربِ الٰہی حاصِل ہوتا ہے؟

حدیثِ مذکور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نوافل کے ذریعے بندہ اپنے ربّ کا مُقَرَّب و مَحبُوب بن جاتا ہے۔ تو یہاں مُطلَقاً نوافل مُراد نہیں بلکہ وہ نوافل مُراد ہیں جو فرائض کی ادائیگی کے بعد اِضافی طور پر اَدا کیے جائیں۔ فرائض کی ادائیگی کے بغیر مَحض نوافل کی وجہ سے نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب مل سکتا ہے نہ وِلایت۔

فَقِیہِ اَعْظَم حضرت عَلَّامہ مَولانا مُفْتی شَرِیفُ الْحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نوافل کے ذریعے قُرب حاصل کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی کَمَاحَقُّہٗ ادائیگی کے بعد نوافل کی ادائیگی کرتا ہے۔ یہ مَطلَب نہیں کہ فرائض چھوڑے اور نوافل ادا کرے پھر بھی مَحبُوب ہو گا۔ اس لیے کہ جو فرائض چھوڑے گا فاسِق ہو گا وہ مَحبُوب کیسے ہو گا؟ نوافل چونکہ بندہ اپنی طرف سے بخوشی ادا کرتا ہے اس لیے نوافل ادا کرنے والا محبت کا مُستَحِق ہوا، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص خدمت پر نوکر ہے جس کی تنخواہ لیتا ہے اور مُتَعَلِّقَہ خدمت کے سوا کچھ انجام نہیں دیتا وہ مُشَاہَرے کا ضرور مُستَحِق ہے اور وہ ایک اچھا نوکر بھی کہلائے گا مگر دوسرا نوکر مُتَعَلِّقَہ خدمات کے علاوہ مزید اپنی خوشی سے دوسری خدمات بھی انجام دیتا ہے یقیناً مالک اس دوسرے نوکر سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ محبت کرے گا۔"[2]

فَرائِض وواجِبات کے ساتھ نوافِل ادا کرنے والے کی مِثال:

عَلَّامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صِرف فرائِض وواجِبات ادا

1 ... نزہۃ القاری، ۵/ ۶۶۹۔

2 ... نزہۃ القاری، ۵/ ۶۶۹۔

کرنے والوں اور فرائِض وواجبات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرنے والوں کی مثال ان دو غلاموں کی طرح ہے کہ جنہیں ان کا مالک پھل لانے کا حکم دے تو ان میں سے ایک پھلوں کو ٹوکری میں رکھ کر پھولوں اور خوشبو وغیرہ سے سجا کر بڑے سلیقے سے اپنے مالک کی خدمت میں پیش کرے۔ جبکہ دوسرا جھولی میں پھل لائے اور اپنے مالک کے سامنے زمین پر ڈال دے۔ تو ان دونوں ہی غلاموں نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی لیکن اہتمام سے حکم کی تعمیل کرنے والا دوسرے کے مقابلے میں مالک کو زیادہ محبوب ہو گا۔ اسی طرح جو بندہ فرائض کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے بندے سے محبت کا انعام:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے اپنے ذِکر اور فرمانبرداری میں مَشغول کر کے شیطان کے شَر سے محفوظ فرما دیتا ہے، اس کے سب اَعضاء کو نیکیوں میں لگا دیتا ہے۔ قرآنِ پاک کی سَماعت اور ذِکرِ اِلٰہی کو اس کا محبوب ترین مَشْغَلَہ بنا دیتا ہے۔ گانے باجے اور دیگر لَغْوِیات کو اس کے نزدیک بہت ناپسندیدہ کر دیتا ہے، پھر وہ جاہلوں سے اِعراض اور فُحش کَلامی سے اِجتناب کرتا ہے، اپنی نظروں کو حرام اشیاء سے بچاتا ہے، پس اس کا دیکھنا غور وفِکر وعِبرت پر مَبنی ہوتا ہے، وہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی قُدرت پر دلیل پکڑتا ہے۔

امیرُ المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: "میں کسی بھی چیز کو دیکھنے سے پہلے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہوں۔" مخلوق کو دیکھ کر خالق کی قُدرت کی طرف مُتَوَجِّہ ہونے کا مَطلب یہ ہے کہ مخلوق کو دیکھ کر ان کے خالق کی تسبیح وتقدیس بیان کرے اور اس کی عَظمت کا اِقرار کرے، اپنے ہاتھ، پاؤں صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق استعمال کرے، کسی فضول کام کی طرف نہ چلے، اپنے ہاتھوں سے کوئی بے کار کام نہ کرے، اس کی حرکات وسَکَنَات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہوں، جب

[1] ...الاربعین النوویۃ، ص ۱۲۹۔

بندے کی یہ حالت ہو جائے تو اسے اس کی تمام حرکات وسَکَنات اور افعال پر ثواب دیا جاتا ہے۔"[1]

سالکین کا آخری اور واصِلین کا پہلا درجہ:

اِمام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ مختلف عبادات کے ذریعے اس کا قُرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور مختلف مُجاہَدات کے ذریعے ایک درجے سے دوسرے درجے کی طرف مُنتَقِل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت کرنے لگتا ہے، پھر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جَلوؤں میں اس طرح گُم ہو جاتا ہے کہ جس طرف دیکھتا ہے اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ سالکین کا آخری اور واصِلین کا پہلا درجہ ہے۔"[2]

ربّ عَزَّوَجَلَّ کا کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہونا:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا "**میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔۔۔ الخ**" علمائے کرام اور شارِحین نے اس کے کئی معنیٰ بیان فرمائے ہیں۔ شارِحِ حدیث عَلَّامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس کے دو معنیٰ بیان فرمائے ہیں: "**(۱)** پہلا معنیٰ یہ ہے کہ میں اس کے کان آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہوں۔ **(۲)** دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ جب وہ اپنے ہاتھ، کان یا پاؤں سے کوئی عمل کرتا ہے تو میری یاد اس کے دل میں بَسی ہوتی ہے جب وہ میری طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے تو غیر کے لیے کوئی کام نہیں کرتا۔"[3] (اس کے سب کام میری رضا کے لیے ہوتے ہیں۔)

عَلَّامہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الغَنِی فرماتے ہیں: "یہ حدیث اپنے مَجازی معنیٰ پر مَحمول ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندے کی اِس طرح حفاظت فرماتا ہے جیسے بندہ اپنے اعضاء کی خود حفاظت کرتا اور انہیں ہلاکت سے بچاتا ہے۔"

---

1 ... الاربعین النوویۃ، ص ۱۲۹۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل، ۴/ ۳۹۶، تحت الحدیث: ۲۲۶۶۔

3 ... الاربعین النوویۃ، ص ۱۳۰۔

امام خَطَّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''اِس حدیث میں سمجھانے کے لیے اِس طرح مثال دی گئی ہے اور معنٰی یہ ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندے کو اِن چار اَعضاء (یعنی ہاتھ، زبان، کان اور پاؤں) سے ہونے والے نیک اُمور کی پہچان کرا دیتا ہے۔ پھر اِن نیک اَعمال کی محبت اِس کے دل میں ڈال کر اِنہیں اِس پر آسان کر دیتا ہے اور اِن اعضاء کو اپنی ناراضی والے کاموں مثلاً بُری باتیں سننا، ممنوع اَشیاء کی طرف نظر کرنا، حرام اشیاء کو پکڑنا، ناجائز اُمور کی طرف چلنا وغیرہ سے محفوظ کر دیتا ہے۔ یا پھر اِس پر اِس طرح آسانی فرماتا ہے کہ اِس کی دعائیں اور حاجتیں جلد پوری فرماتا ہے۔''[1]

ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

حدیثِ پاک میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ **''میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وغیرہ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو جسم سے پاک ہے۔''** اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فَقِیہِ اَعظم، شارِحِ حدیث حضرت عَلَّامَہ مُفتی شریفُ الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث مُتَشَابِہات میں سے ہے۔ اس پر اَہلِ سُنَّت کا اِتِّفَاق ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جِسْم اور جِسمانیات سے مُنَزَّہ (پاک) ہے۔ پھر اِس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اس کا تحقیقی جواب وہی ہے کہ حقیقی مُراد کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جانے یا اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانیں۔ یہ ارشادِ خدا ہے اور حق ہے اور یہی ہمارا ایمان۔ تاہم علماء نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں:

...... **اَوّل** یہ ہے کہ (میرا) بندہ بِالْکُلِّیَہ میرے ساتھ مشغول ہے تو وہ اپنے کان سے صرف اُنہی باتوں کو سنتا ہے جو مجھے پسند ہیں اور اپنی آنکھ سے صرف اُنہی چیزوں کو دیکھتا ہے جن کا دیکھنا مجھے پسند ہے۔ یوں ہی اپنے ہاتھ میں صرف اُنہی چیزوں کو لیتا ہے جن کی میں نے اجازت دی ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانے کو میں نے اس کے لیے رَوا (یعنی جائز) رکھا ہے۔ اور زبان سے وہی نکالتا ہے جو حق ہے اور وہی سوچتا ہے جو میری مرضی ہوتی ہے۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۱۵/ ۵۷۷، تحت الحدیث: ۶۵۰۲۔

……**ثانی:** میں اس کو اس کے تمام مَقاصِد عطا فرماتا ہوں گویا وہ اپنے مقاصد کو اپنے جوارِح (یعنی اعضاء) سے حاصل کرلیتا ہے۔ یہ توجیہ حدیث کے آخری حصے ”**اِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ**“ (اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور ضرور اسے دوں گا) کے مطابق ہے۔

……**ثالث:** میں اس کی مدد فرماتا ہوں جیسے اس کے اعضاء اس کے کام میں لگے رہتے ہیں۔

……**رابع:** اس حدیث میں مَصْدَر (سمع وبصر وغیرہ) بمعنٰی مفعول ہے۔ معنٰی یہ ہوئے کہ میں اس کا مَسْمُوع ہو جاتا ہوں کہ وہ صرف میرا ذِکر سنتا ہے اور میری یاد سے لَذَّت پاتا ہے اور مجھ سے مُناجات میں اُنْسِیَّت پاتا ہے اور ہاتھ اُنہی چیزوں کی طرف بڑھاتا ہے جس میں میری رضا ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانا مجھے پسند ہے۔

……**خامس:** علمائے **مُعْتَمِدِیْن** نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ کِنایہ ہے بندے کی مدد اور اِعانت کرنے سے۔ تَمْثِیلاً (بَطورِ مثال) فرمایا کہ جیسے کوئی دشمن کسی پر حملہ کرے تو بے اختیار اس کے جَوارِح (یعنی اعضاء) اس کی حِمایت کرتے ہیں اسی طرح بلا تمثیل میں اپنے بندے کی مدد فرماتا ہوں اگرچہ وہ درخواست نہ کرے۔ اس میں بعض معنٰی بعض کی طرف راجع ہیں لیکن بنظرِ دقیق کچھ فرق بھی ہے۔

……**سادس:** **اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی نے سورۂ کہف کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ **اللہ تعالٰی** اس کی قُوَّتِ سَماعت اتنی قوی کر دیتا ہے کہ وہ بلند و پست، نزدیک و دور کی آوازیں سنتا ہے اور اس کی آنکھ میں اتنی نورانیت پیدا فرما دیتا ہے کہ قریب وبعید کی سب چیزیں دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ میں اتنی قوت پیدا فرما دیتا ہے کہ نرم اور سخت، ہموار اور پہاڑ اور دُور و نزدیک میں تَصَرُّف کرتا ہے۔

……**سابع:** مراد یہ ہے کہ جس قدر جلد اس کا کان سنتا ہے اور اس کی آنکھ دیکھتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں چلتا ہے اس سے بھی جلد میں اپنے ایسے بندوں کی حَوائِج کو پورا کرتا ہوں۔

……**ثامن:** بعض مُتَاَخِّر صُوْفِیَہ نے فرمایا کہ یہ تعبیر ہے مَقامِ فَنَا اور مَحْو سے جو سلوک کی انتہائی غایت ہے۔[1]

---

1 ... نزہۃ القاری، ۵/ ۶۷۰ ملخصاً۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک کی شرح سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اولیائے کرام کو اتنی قوت و طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ بہت دُور و نزدیک کی بات سن لیتے ہیں اور دُور دَراز کی چیزوں کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھ لیتے ہیں اور طویل فاصلے لمحوں میں طے کر لیتے ہیں۔ چنانچہ،

دِنوں کا سفر لمحوں میں طے کرلیا:

حضرتِ سیِّدُنا عبدالرَّحمٰن بن جَعْفَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں پانچوں نمازیں مقامی مسجد میں پڑھا کرتا تھا جو "**مَسْجِدُ الخَشَّابِیْن** یعنی لکڑیاں بیچنے والوں کی مسجد" کے نام سے معروف تھی اور اس کے امام مغرِب سے تعلق رکھتے تھے، ان کو ابو سعید کہا جاتا تھا، یہ نیکی کے کاموں میں مشہور تھے اور مسجد میں نمازِ فجر کے بعد بیان کیا کرتے تھے۔ ایک سال میں حج کے لیے روانہ ہوا، وہ شدید گرمی کا سال تھا۔ عام طور پر رات کو میں اپنے رُفقاء سے آگے نکل جاتا اور سو جاتا پھر میرے دوست مجھے آملتے، ایک رات اسی طرح میں راستے سے ہَٹ کر سویا ہوا تھا کہ قافلہ آگے نکل گیا اور میرے دوستوں کو میری خبر تک نہ ہوئی، میں سویا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ جب بیدار ہوا تو میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون سا راستہ ہے، میں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے عرض کی: اے میرے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! تو مجھے کہاں لے آیا اور اپنے گھر سے بھی دُور کر دیا، بہر حال میں چلتا رہا یہاں تک کہ تھک گیا، گرمی بھی شدید تھی، میں زندگی سے مایوس ہو گیا اور ریت کے ٹیلے پر موت کا انتظار کرنے لگا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص مجھے پکار رہا ہے، میں کھڑا ہوا، دیکھا تو وہ ہمارے امام مسجد حضرتِ سَیِّدُنا شیخ اَبُو سَعِید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد تھے۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ بھوکے ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو انہوں نے مجھے ایک گرما گرم روٹی دی، میں نے کھائی تو میری سانس بحال ہو گئی، مجھے پیاس لگی تو انہوں نے مجھے ایک چمڑے کا تھیلا دیا جس میں شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی تھا۔ میں نے پیا اور چہرے کو بھی دھویا تو میری تازگی اور راحت لوٹ آئی۔

پھر انہوں نے مجھ سے کہا: میرے پیچھے چلو۔ میں تھوڑی دیر تک آپ کے پیچھے چلا تو مکہ مکرمہ جا پہنچا۔ انہوں نے کہا: یہیں ٹھہر جاؤ، تین دن بعد تمہارے دوست یہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر مجھے ایک روٹی دے کر

چلے گئے میں نے اس روٹی کا ایک ہی لقمہ کھایا تو سیر ہو گیا۔ میں نے وہ روٹی تین دن اپنے پاس رکھی یہاں تک کہ میرے رُفقاء آ گئے۔ جب میں نے عَرَفہ میں وُقُوف کیا تو حضرتِ سَیِّدُنا شیخ ابو سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد کو ایک چٹان کے قریب دعا میں مشغول کھڑے دیکھا۔ میں نے سلام عرض کیا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا اور پوچھا: کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ میں نے عرض کی: دعا فرما دیں۔ انہوں نے دعا کی، پھر ہم پہاڑ سے اُتر آئے۔ اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مجھے نظر نہ آئے۔ میں حج ادا کر کے بصرہ واپس آ گیا اور گھر میں رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو حضرتِ سَیِّدُنا شیخ اَبُو سَعِید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد کے پیچھے مسجد میں صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام اور مصافحہ کیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مجھ سے مصافحہ کیا اور میرے ہاتھ کو دَبایا۔ میں سمجھ گیا کہ راز کو ظاہر نہیں کرنا۔ مسجد کا مُؤَذِّن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بہت خدمت کیا کرتا تھا، میں نے اس سے اَیَّامِ حج میں مسجد سے حضرتِ سَیِّدُنا شیخ اَبُو سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد کی عدم موجودگی کے متعلق پوچھا تو اس نے قسم کھائی کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے پانچوں نمازیں اسی مسجد میں ادا فرمائیں ہیں تو میں نے جان لیا کہ یہ بزرگ، انسانوں کے سردار اَبدال (اولیاء اللہ کے ایک اعلیٰ گروہ) میں سے ہیں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"ولی اللہ" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی رکھنا دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے دشمنی رکھنے والا دراصل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دشمن ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے اور جس کے خلاف خود ربّ عَزَّوَجَلَّ اعلانِ جنگ فرما دے یہ اس کے بُرے

1 . . . الروض الفائق، المجلس الثانی عشر، ص ۹۷۔

خاتمے اور دنیا و آخرت میں کامیاب نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں سے ان کے ولی ہونے کی وجہ سے عداوت یعنی دشمنی رکھنے کو علمائے کرام نے کفر لکھا ہے۔

(4) فرائض کی ادائیگی ربّ عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے، جبکہ فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کی ادائیگی بھی ربّ عَزَّوَجَلَّ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

(5) فرائض کی ادائیگی کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے بلکہ مُعَلَّق رہتے ہیں، لہٰذا فرائض کی ادائیگی پہلے کرنا بہت ضروری ہے۔

(6) جو نوافل فرائض کی ادائیگی کے بعد ادا کیے جائیں وہی قُربِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

(7) جس بندے سے ربّ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے اسے خلافِ شرع کاموں سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی پابند بنائے اور ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے اور اپنے اولیاء کی دُشمنی اور بُغض سے محفوظ فرمائے، ہمیں فقط ان کی محبت نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:96

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندوں سے محبت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْوِیْہِ عَنْ رَبِّہٖ قَالَ: اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا، وَاِذَا تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِیْ مَشْیًا اَتَیْتُہُ ھَرْوَلَۃً. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے روایت کرتے ہیں کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”جب بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں اور

---

1 . . . بخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی وروایتہ عن ربہ، ۴/۵۹۰، حدیث: ۷۵۳۶۔

جب وہ مجھ سے ایک گز قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو گز قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔"

حدیث کے ظاہری معنٰی کی وضاحت:

علامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث کا ظاہری معنٰی لینا محال ہے (کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چلنے یا دوڑنے سے پاک ہے)۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عبادت کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا ہے تو میں اپنی توفیق، رحمت اور اِعانت اس کے قریب کر دیتا ہوں۔ بندہ جتنی زیادہ عبادت کرتا ہے میں اتنا ہی زیادہ اس کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہوں اور اس پر اپنی رحمت نچھاور کرتا ہوں۔"(1)

قلیل عبادت پر کثیر ثواب:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ھَرْوَلَۃٌ کا معنٰی ہے "تیز تیز چلنا۔" اس طرح کے الفاظ کا حقیقی معنٰی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے استعمال کرنا ناجائز ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محال ہے اور اس پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔ حدیثِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ جو قلیل عبادت کے ذریعے سے بھی میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو میں اسے قلیل عبادت کے بدلے کثیر ثواب عطا فرماتا ہوں اور جب وہ عبادت میں اضافہ کرتا ہے تو میں ثواب میں اُس سے زیادہ اِضافہ کر دیتا ہوں اور اگر وہ اپنی سہولیات کو پیش نظر رکھ کر اِطاعت بجالائے تو میں اُس کو اُس عبادت کا ثواب جلد عطا کرتا ہوں۔ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو ثواب ملتا ہے وہ تعداد اور کیفیت کے اعتبار سے بندے کے عمل سے دو ۲ گنا زیادہ ہوتا ہے۔(2)

یہ کلام تمثیلی یعنی بطورِ مثال کے ہے:

حدیثِ پاک میں ہے: **"اور جب وہ مجھ سے ایک گز قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو گز قریب ہو جاتا**

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔الخ، باب الحث علی ذکر اللہ تعالی، ۹/ ۳، الجزء السابع عشر۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی وروایتہ۔۔۔الخ، ۱٦/ ۱۹ ۷، تحت الحدیث: ٦۵۳۷۔

ہوں۔" **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ کلام تمثیلی (یعنی مثال کے) طور پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قُربِ الٰہی حاصل کرو تو ربّ تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہو گا لہٰذا عمل کیے جاؤ، تھوڑا بہت نہ دیکھو۔" **"میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں"** کے تحت فرماتے ہیں: "یہ کلام بطورِ مثال سمجھانے کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اَعمال کرو جن سے بدیر ہم تک پہنچ سکو تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامنِ رَحمت میں لے لیں گے۔ اگر رَبّ تَعَالٰی سے قُرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے اس تک رسائی اس کی رحمت سے ہے۔"[1]

جے میں ویکھا عملاں ولے کجھ نئیں میرے پلے
جے میں ویکھاں رحمت ربّ دی بلے بلے بلے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"مُحَمَّد" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بندہ جتنی زیادہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہے، تو توفیق، رحمت اور اِعانتِ الٰہی اتنی ہی زیادہ اس بندے کے قریب ہو جاتی ہے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے قلیل عبادت پر کثیر ثواب عطا فرماتا ہے۔

(3) ہمیں اپنے اعمال میں اخلاص کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے چاہے وہ عمل کم ہو یا زیادہ۔

(4) **ربّ تعالیٰ** کا قرب بندے کی کوشش سے نہیں بلکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتِ کاملہ سے ہے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۰۷۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اخلاص کے ساتھ اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنا قُرب عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:97

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دو عظیم نِعمتیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْہِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ، اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اُن میں (غفلت کرنے کی وجہ سے) خسارہ اٹھاتے ہیں، وہ تندرستی اور فراغت ہیں۔"

نقصان اُٹھانے والا اِنسان:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: "نعمت عُمدہ حالت کو کہتے ہیں۔ جبکہ امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ نعمت ایسی مَنْفَعَت کو کہتے ہیں جو بَطریقِ اِحسان کسی غیر کو دی جائے۔ اور حدیث پاک میں جو خسارہ فرمایا گیا اس سے مراد بیع یعنی خرید و فروخت میں خسارہ ہے۔ یعنی صحت و فراغت یہ دو ایسے اُمور ہیں کہ اِنہیں اگر اُن کاموں میں استعمال نہ کیا جائے جہاں کرنا چاہیے تھا تو یہ دونوں نعمتیں پانے والا شخص نقصان اٹھائے گا یعنی وہ اِن دونوں کو نقصان کے ساتھ فروخت کرے گا۔ کیونکہ جو شخص تندرستی و فراغت کی حالت میں عبادتِ الٰہی نہ بجالائے تو وہ بیماری و مشغولیت میں بدرجہ اَولیٰ عبادت نہ کرسکے گا لہٰذا وہ بے عملی کے سبب نقصان و دھوکے میں رہ جائے گا۔ اسی طرح بعض اوقات انسان صحت مند ہوتا ہے لیکن اَسبابِ مَعاش یعنی کاروبار وغیرہ میں مشغولیت کی وجہ سے عبادت کے لیے فارغ نہیں ہوتا اور کبھی اس کے برعکس (یعنی فارغ تو ہوتا ہے لیکن مرض میں مبتلا ہونے کی

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق... الخ، ۴/۲۲۲، حدیث: ۶۴۱۲۔

وجہ سے عبادت نہیں کر پاتا) تو جسے صحت وفراغت کی نعمت ملے اور وہ پھر بھی فضائل حاصل کرنے میں کوتاہی کرے تو ایسا شخص سراسر دھوکے وغفلت میں ہے۔‘‘[1]

دنیا آخرت کی کھیتی ہے:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبْنِ حَجَرْعَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ’’اس حدیثِ پاک کا حاصل یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اس میں کی گئی تجارت کا نفع آخرت میں ظاہر ہو گا۔ تو جس نے صحت وفراغت میں اَحکامِ خُداوندِی کی پیروی کی وہ قابلِ رشک وخوش نصیب ہے اور جس نے اپنے فارغ اوقات اور صحت کے ایام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں گزارا تو وہ غافل اور نقصان اٹھانے والا ہے کیونکہ فراغت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آتی ہے اور اگر بیماری نہ بھی آئے تو بڑھاپا آتا ہے۔‘‘[2] (جو خود بسا اوقات بیماریوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔)

دنیا کی حقیقت:

مُفَسِّرشہیر، مُحَدِّثِ کبیرحَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ’’تندرستی اور عبادت کے لیے موقع مل جانا اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی بڑی نعمتیں ہیں۔ مگر تھوڑے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اکثر لوگ اِنہیں دنیا کمانے میں صَرف کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ محنت سے جوڑنا، مَشَقَّت سے اس کی حفاظت کرنا، حسرت سے چھوڑنا۔ خیال رہے کہ فراغت اور بیکاری میں فرق ہے فراغت اچھی چیز ہے بیکاری بُری چیز۔ فرمایا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ جنتی لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے سوائے اُن ساعتوں کے جو اُنہوں نے دنیا میں اللہ کے ذِکر کے بغیر صَرف کردیں۔‘‘[3]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الصحۃ، ۱۵/ ۲۹۷، تحت الحدیث: ۶۴۱۲۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق۔۔۔الخ، ۱۲/ ۱۹۴، تحت الحدیث: ۶۴۱۲۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۔

پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو:

حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: (1) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ (2) صحت کو بیماری سے پہلے۔ (3) مالداری کو تنگدستی سے پہلے۔ (4) زندگی کو موت سے پہلے اور (5) فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً زندگی بے حد مختصر ہے، جو وقت مل گیا سو مل گیا، آئندہ وقت ملنے کی اُمید دھوکا ہے، کیا معلوم ہم آئندہ لمحے موت کی آغوش میں جاچکے ہوں، واقعی کتنے **خوش قسمت** ہیں وہ لوگ جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کا مدنی ذہن رکھتے ہیں، اِس کے لیے بھرپور کوششیں کرتے ہیں، اپنے قیمتی اوقات کو فضولیات، کھیل کود اور دیگر لَہو ولَعِب کے کاموں میں صرف کرنے کے بجائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت وفرمانبرداری والے کاموں میں لگا کر اَنمول بناتے ہیں، بیماری سے قبل صحت وتندرستی کی نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب عبادات کرتے ہیں اور کتنے **بدقسمت** ہیں وہ لوگ جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کا مدنی ذہن نہیں رکھتے، اپنے قیمتی اوقات کو فضولیات میں صَرف کردیتے ہیں، صحت وتندرستی جیسی عظیم نعمت کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِضا والے کاموں میں صَرف کرنے کے بجائے گناہوں میں ضائع کردیتے ہیں۔ یاد رکھیے! جب تک بندہ جوان رہتا ہے، اس کی ہڈیاں اور جسم بھی مضبوط رہتا ہے، جیسے جیسے وہ بڑھاپے کی جانب بڑھتا ہے کمزوری آنا شروع ہو جاتی ہے، پھر اس میں وہ طاقت نہیں رہتی جو جوانی میں تھی، اس لیے اپنی جوانی کو غنیمت جانیے اور خوب خوب ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادات کیجیے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا محمد مصطفٰے رضا خان نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی جوانی میں عبادات وریاضت سے متعلق کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] . . . مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، ۵/ ۴۳۵، حدیث: ۷۹۱۶۔

ریاضت کے یہی دن ہیں، بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کرلو، ابھی نوری جواں تم ہو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدنی گلدستہ

”صدیق“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) تندرستی اور فراغت یہ دو ایسی نعمتیں ہیں کہ جن سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ لہٰذا ان نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اَعمالِ صالحہ کی کثرت کرنی چاہیے۔

(2) دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں جیسا بیج ڈالیں گے آخرت میں ویسا ہی پھل ملے گا۔

(3) وقت کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جنت میں کسی شے کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس وقت کے جو دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر کے بغیر گزرا۔

(4) جو صحت و فراغت میں نیک اعمال نہ کر سکے تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ صحت کے بعد بیماری اور فراغت کے بعد مصروفیت ہے اور بیماری و مصروفیت میں عبادت کا موقع بہت ہی کم ملتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بیماری و بے جا مصروفیت سے پہلے اَعمالِ صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور موت آنے سے پہلے اپنی موت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:98

رسولُ اللہ کا کثرت سے عِبادَت کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ نَبِیَّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ حَتّٰی تَتَفَطَّرَ

قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا؟[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائِشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدمَین شَرِیفَین شَق ہو جاتے۔ میں نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں! حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں؟" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟"

عِبادت میں شِدَّت کرنا:

شارِحِ حدیث حضرت عَلّامہ اِبنِ بَطّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں کہ: "انسان کا اپنے آپ پر عبادت میں شدت کرنا جائز ہے اگرچہ وہ عبادت اس کے بدن کو تکلیف پہنچائے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ شدت نہ کرے بلکہ صرف وہ عبادت کرے جو اس کے لیے آسان ہو۔ لیکن افضل یہی ہے کہ وہ کثرت سے عبادت کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "کیا میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟" پھر جو شخص اس بات سے ہی بے خبر ہے کہ وہ جنت کا مُستَحِق ہے یا جہنم کا تو اس کے لیے عبادت کی کثرت کیسے ضروری نہ ہو گی؟ پس جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کثرت سے عبادت کی توفیق دے تو اس کے لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت بہترین نمونہ ہے۔ بے شک انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اس کی صفات کے بارے میں علم رکھنے اور اس کی بے شمار نعمتوں کے سائے میں ہونے کی بنا پر اس کے عذاب سے محفوظ ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے کثرتِ عبادت کو اپنے اوپر لازم کیا۔"[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔۔۔الخ، ۳/ ۳۲۹، حدیث: ۴۸۳۷۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصلاۃ، باب قیام اللیل، ۳/ ۱۲۱۔

حضور کا رات بھر عبادت کرنے کی وجوہات:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حضور نبی مکرم شَفِیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کرنا تَعَجُّب کے طور پر تھا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام تو بخشے بخشائے ہیں تو پھر اتنی عبادت کس لیے؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے جواباً ارشاد فرمایا: کیا مجھے شکر گزار بندہ بننا پسند نہیں؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مغفرت اور اس کے مجھ پر جو انعامات ہیں اُن کا شکر ادا نہ کروں؟“ نیز عَلَّامَہ اِبنِ حَجَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شرح شمائل میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جواب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کیا میں اس وجہ سے عبادت میں مَشَقَّت کو چھوڑ دوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مغفرت فرمادی ہے اور میں اس کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ اگرچہ اس نے میری بخشش فرمادی ہے لیکن میں نے کثرتِ عبادت کو خود پر اس لیے لازم کرلیا ہے تاکہ میں اس کا شکر گزار بندہ بن جاؤں۔“ نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے قول ”کیا میں اس کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟“ کا ایک معنٰی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ”میرا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا گناہوں کے خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کثیر انعامات کا شکر ادا کرنے کے لیے ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے عطا فرمائے ہیں۔“[1]

عبادت گزاروں کی تین اقسام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عبادت میں مَشَقَّت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے حُصُول اور دَرَجات کی بلندی کا باعث ہے۔ ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی رضائے الٰہی کی خاطر راتوں کو طویل قیام و سجود فرماتے۔ واضح رہے کہ عبادت گزاروں کی تین اقسام ہیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: **(۱)** ”جو قوم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اس لیے کرے کہ اس کے بدلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے انعامات و مغفرت حاصل کرے تو یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ **(۲)** جو قوم جہنم کے خوف کی وجہ سے عبادت کرے تو یہ غلاموں کی عبادت ہے اور **(۳)** جو

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ۳/۲۹۶، تحت الحدیث: ۱۲۲۰۔

توم فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرنے کے لیے عبادت کرے تو یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔"[1]

رات کی عبادت نے بخشوادیا:

حضرت سَیِّدُنَا قَبِیْصَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرتِ سَیِّدُنَا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: "مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟" انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بِلاحِجاب زیارت کی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "اے ابنِ سعید! تجھے مبارک ہو، میں تجھ سے راضی ہوں کیونکہ جب رات ہو جاتی تھی تو تم آنسوؤں اور رِقَّتِ قَلْبی کے ساتھ میری عبادت کرتے تھے۔ جنت تمہارے سامنے ہے جو محل لینا چاہو لے لو اور میری زیارت کرو کیونکہ میں تم سے دور نہیں ہوں۔"[2]

"مُجَاھَدَہ" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) عبادت میں ایسی کثرت کرنا جو فرائض و دیگر حقوق العباد کی ادائیگی میں خَلَل نہ ڈالے جائز ہے۔

(2) فرائض وواجبات کے علاوہ جس کی جتنی اِستطاعت ہو اُسے اتنی نفلی عبادت کرنی چاہیے۔

(3) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ساری رات ربّ کی عبادت کرنا اِنعاماتِ اِلٰہیّہ کے شُکر کے لیے تھا۔

(4) جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کثرت سے عبادت کی توفیق دے تو اس کے لیے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت بہترین نمونہ ہے۔

(5) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُ الْمَعْصُومِین ہونے کے باوجود راتوں کو کثرت سے عبادت کی، ہم گنہگاروں کو تو زیادہ ضرورت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوب عبادت کریں۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب التحریض۔۔۔الخ، ۲۹۶/۳، تحت الحدیث: ۱۲۲۰۔

2 . . . حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، ۷/۷۷۔

(6) حصولِ انعامات کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا تاجروں، جہنم سے بچنے کے لیے عبادت کرنا غلاموں اور اِنعاماتِ الٰہیہ کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کرنا آزاد لوگوں کا طریقہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کے لیے خوب خوب عبادت کرنے اور فرائض و سُنَن کے ساتھ ساتھ نوافل اور دیگر مُستحبّات بجالانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:99

رسولُ اللہ کا جَذْبۂ عِبادَت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ.[1]

وَالْمُرَادُ: اَلْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ. وَ"الْمِئْزَرُ" اَلْاِزَارُ، وَ هُوَ كِنَايَةٌ عَنْ اِعْتِزَالِ النِّسَاءِ. وَقِيْلَ: اَلْمُرَادُ تَشْمِيْرُهُ لِلْعِبَادَةِ. يُقَالُ: شَدَدْتُ لِهٰذَا الْاَمْرِ مِئْزَرِيْ، اَيْ تَشَمَّرْتُ، وَتَفَرَّغْتُ لَهُ.

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ "جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو زندہ کرتے (یعنی شب بیداری فرماتے) اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور عبادت میں خوب کوشش کرتے اور تہبند مضبوطی سے باندھ لیتے۔" (یعنی عبادت کے لیے کمربستہ ہوجاتے۔)

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "**اَلْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ**" سے مراد رمضان کا مہینہ ہے اور "**الْمِئْزَرُ**" سے مراد اِزار یعنی تہبند ہے۔ اور اس جملے میں اَزْوَاجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے اجتناب کرنے کے متعلق کنایہ کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے اس سے مراد عبادت میں کوشش کرنا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے میں نے اس کام کے لیے اپنی کمر کس لی۔ یعنی میں اس کام کے لیے تیار

---

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر، ص ۵۹۸، حدیث: ۱۱۷۴۔

ہوں اور فارغ ہوں۔

”رات کو زندہ کرنا“ کے مختلف معانی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث پاک میں ہے کہ ”آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو زندہ کرتے۔“ شارِحینِ حدیث نے اس کے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ چنانچہ اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُاللہ طِیبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”رات کو زندہ کرنے کی دو ۲ صورتیں ہوسکتی ہیں: (1) اگر ہم عبادت کرنے والے کے اعتبار سے دیکھیں تو رات کو زندہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص اُس نیند کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہوجاتا ہے جسے موت کہا گیا ہے تو گویا اس نے اپنے آپ کو زندہ کردیا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا (پ۲۴، الزمر: ۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں اُنہیں ان کے سوتے میں۔

(2) اور اگر ہم رات کے اعتبار سے دیکھیں تو رات کو زندہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ رات بھر قیام کرنے کی وجہ سے عابد کی رات دن کی طرح ہوگئی گویا کہ اس نے رات کو زندہ کردیا کہ رات کو (آرام کرنے کے بجائے) اسے عبادت وطاعت میں گزار دیا۔ لہٰذا جس نے رمضان کی آخری راتوں میں خوب عبادت کی اور تمام راتوں کو جاگ کر گزارا تو اس نے ان راتوں کی برکتوں سے اپنا حصہ پالیا اور جس نے رات کے کچھ حصے میں عبادت کی تو اس نے کچھ حصہ ہی پایا۔“[1]

شیخ عبدُالحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے بھی رات کو زندہ کرنے کے دو ۲ معنٰی بیان کیے ہیں: ”(1) رات کو زندہ کرنا اس معنٰی میں ہے کہ وقت کی زندگی اور تازگی اس میں عبادت کرنے سے ہوتی ہے۔ (2) رات کے وقت اپنے آپ کو زندہ کرنا اس معنٰی میں ہے کہ انسان کی زندگی شب بیداری (جاگنے) میں ہے کیونکہ نیند موت کی طرح ہے چنانچہ عبادت میں شب بیدرای کرنا گویا کہ خود کو زندہ کرنا ہے اور بیکار رہنا

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر، ۴/۲۴۶، تحت الحدیث: ۲۰۹۰۔

اپنے آپ کو مُردہ بنانے کے مُتَرادِف ہے۔“[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”رات کو زندہ کرنا یہ مَجازاً کہا گیا ہے۔ کیونکہ جب بندہ نیک اعمال کرنے کے لیے رات کو جاگا تو گویا اس نے رات کو زندہ کر دیا کیونکہ نیند موت کی بہن ہے نیز حدیث پاک میں ہے: ”اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔“ یعنی پوری رات سوتے ہی نہ رہو کہ مُردوں کی طرح ہو جاؤ اور تمہارے گھر قبرستان ہو جائیں۔“[2]

عبادت کے لیے گھر والوں کو جگانا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں عبادت کا نہ صرف خود اہتمام فرماتے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں عبادت کرنا اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے جگانا دونوں سُنَّت سے ثابت ہیں۔ چنانچہ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں اپنے اہل یعنی گھر والوں کو بھی جگاتے تاکہ وہ بھی عبادت کریں اور شَبِ قَدر کو تلاش کرنے کی سعادت سے محروم نہ رہیں۔“[3]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اہل یعنی گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے تاکہ وہ بھی ان مبارک گھڑیوں کی فضیلت سے آگاہ ہو جائیں اور ان مبارک ساعتوں میں نیک اعمال کرنے کو غنیمت جانیں جیسا کہ حضرت سَیِّدَتُنَا زَیْنَب بِنْتِ اُمِّ سَلَمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے آخری عَشرے میں اپنے گھر والوں میں سے ہر اس فَرد کو جگاتے جو قیام کی

---

1. . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر، ۲/ ۱۲۳۔
2. . . عمدۃ القاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ۸/ ۲۶۴، تحت الحدیث: ۲۰۲۴۔
3. . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر، ۲/ ۱۲۳۔

استطاعت رکھتا۔"[1]

گھر والوں کو نیکی کی دعوت:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: "حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نفلی اعمال کی ترغیب دلائے اور انہیں فرائض کے علاوہ دیگر نیک اعمال کرنے کا بھی حکم دے یعنی ترغیب دلائے اور اَعمالِ صالحہ کرنے پر بھرپور انداز میں اُبھارے۔"[2]

ایک اہم وضاحت:

حدیث پاک میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے اس سے ایسا لگتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر والوں کے ساتھ گھر میں ہوتے تھے حالانکہ آپ تو حالَتِ اِعْتِکَاف میں تھے اور حاجَتِ طَبْعِی کے علاوہ گھر تشریف نہ لے جاتے تو پھر آپ اپنے گھر والوں کو کس طرح جگاتے تھے؟ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے اس اِشکال کے چند جوابات بیان کیے ہیں: (۱) مسجد میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو آپ کے گھر کی طرف کھلتا تھا اسی دروازے سے آپ اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے۔ (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ حاجَتِ طَبْعِی کے لیے گھر تشریف لے جاتے تو اس وقت گھر والوں کو جگا دیا کرتے تھے۔[3]

آخری عشرے میں زیادہ عبادت کی وجوہات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حَیاتِ طَیِّبَہ کا ہر ہر لمحہ اِطاعَتِ خُدَاوَنْدی میں گزرا لیکن چند مخصوص ایام ایسے بھی ہیں جن میں آپ کثرت سے عبادت فرماتے جیسا کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ شارحینِ حدیث نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آخری

---

1. . . . دلیل الفالحین، باب المجاھدہ، ۱/۳۱۵، تحت الحدیث: ۹۹۔
2. . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصیام، باب العمل فی العشر الاواخر، ۴/۱۵۹۔
3. . . . عمدة القاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ۸/۲۶۴، تحت الحدیث: ۲۰۲۴۔

عشرے میں عبادت میں کثرت و رَغبت اور مَشقَّت کی چند وُجوہات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ،

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان کے آخری عشرے میں دوسرے دنوں کی بَنسبت زیادہ عبادت کرتے تھے کیونکہ اِن اَیَّام میں وہ لَیْلَۃُ الْقَدْر پوشیدہ ہے جس میں عبادت کرنا ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔“[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رمضان کے آخری عشرے میں بہت زیادہ عبادت کرنا اس احتمال کی وجہ سے تھا کہ رمضان ناقص (یعنی 29 دن کا) بھی ہو سکتا ہے اور کامل (یعنی 30 دن کا) بھی، تو جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دس کی دس راتوں میں عبادت کرلی تو کسی طاق یا جُفت رات کی عبادت فوت نہ ہوئی۔“ (یعنی وہ تمام راتیں جن میں لیلۃ القدر ہونے کا امکان ہوتا ہے ان سب کو آپ نے پالیا۔) ایک قول یہ بھی ہے کہ ”رمضان کے آخری عشرے میں جو اعمال کیے جائیں گے یہ اس ماہ کے آخری عمل ہیں پس چاہیے کہ ان ایام میں کثرت سے عبادت کی جائے تاکہ یہ مبارک ماہ اچھی طرح اختتام پذیر ہو۔“[2]

تہبند مضبوط باندھنے سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ پاک میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کے ساتھ اس بات کا بھی تذکرہ ہوا ہے کہ آپ اپنا تہبند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ان الفاظ کے معنٰی میں علماء کا اختلاف ہے، ایک معنٰی یہ ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بقیہ مہینوں کی بنسبت رمضان کے آخری عشرے میں عبادت میں زیادہ کوشش کرتے تھے یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے اور ہر چیز سے خود کو فارغ کرلیتے اور دوسرے قول کے مطابق یہ جملہ عبادت میں مَشغُولیت کی بِنا پر اَزواج سے علیحدگی اختیار کرنے پر کنایۃً بولا جاتا ہے۔“[3]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب المجاھدۃ، ۱/۳۱۵، تحت الحدیث: ۹۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ۸/۲۶۴، تحت الحدیث: ۲۰۲۴۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاعتکاف، باب الاجتھاد فی العشر الاواخر۔۔۔الخ، ۴/۷۰، الجزء الثامن۔

اِعْتِکاف کا مَقْصَدِ عظیم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! رمضان المبارک کے آخری عشرے بلکہ پورے رمضان المبارک کا اعتکاف کرنا بھی سنت سے ثابت ہے، لہٰذا اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار تو پورے رمضان المبارک کے اعتکاف کی سعادت حاصل کر لینی چاہیے نیز ہر سال کم از کم آخری دس دن کے اعتکاف کی کوشش تو ضرور کرنی چاہیے۔ رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے کا سب سے بڑا مقصد شبِ قَدْر کی تلاش ہے اور راجح (یعنی غالب) یہی ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخِری دس ١٠ دنوں کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ شبِ قدر بدلتی رہتی ہے یعنی کبھی اکیسویں ٢١، کبھی تئیسویں ٢٣، کبھی پچیسویں ٢٥، کبھی ستائیسویں ٢٧ تو کبھی اُنتیسویں ٢٩ شب۔ مسلمانوں کو شبِ قدر کی سَعادَت حاصِل کرنے کے لیے آخری عشرے کے اِعتِکاف کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ کیوں کہ مُعْتَکِف دسوں ١٠ دن مسجِد میں ہی پڑا رہتا ہے اور ان دس ١٠ دنوں میں کوئی بھی ایک رات شبِ قدر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ یہ شب مسجِد میں گزارنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے فضائل، رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں اعتکاف کی ترغیب و فضائل، اور شبِ قدر کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے شیخِ طریقت، امیر اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف "فیضانِ سنت" کے باب **"فیضانِ رمضان"** کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سَیِّدُنا "ابوبکر" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے۔

(2) عبادت کے لیے اپنے گھر والوں کو جگانا اور انہیں نیک افعال کی ترغیب دینا سنت سے ثابت ہے۔

(3) رات میں عبادت کرنا گویا کہ رات کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔

(4) انسان کی اصل زندگی عبادتِ الٰہی میں ہے، عبادت سے خالی زندگی، زندگی نہیں بلکہ موت ہے۔

(5) رمضان المبارک میں راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا مُستحب ہے خصوصاً آخری عشرے میں۔

(6) شبِ قدر کی تلاش میں رمضان کی طاق راتوں میں عبادت کرنا سنت سے ثابت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کے مہینے میں اور بالخُصُوص اس کے آخری عشرے میں خود بھی نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے گھر والوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب و تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:100 قَوِی مُؤمن ضعیف مُؤمن سے بہتر ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ، وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ، وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک قوی مؤمن ضعیف مؤمن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے البتہ ہر ایک میں بھلائی ہے۔ تو تم اُس چیز کی خواہش کرو جو تمہارے لیے نفع بخش ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ ہو جاؤ اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ایسا ہو جاتا بلکہ یوں کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُقدّر فرمایا اور جو چاہا وہ کیا۔ کیونکہ لفظ "اگر" شیطانی عمل کھولتا ہے۔"

---

1 ... مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز۔۔۔الخ، ص ۱۴۳۲، حدیث: ۲۶۶۴۔

قوی مؤمن کون ہے؟

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں قوت سے مراد آخرت کی تیاری میں انسان کی طبیعت اور نفس کا پُختہ ارادے کے ساتھ کوشش کرنا ہے۔ پس جس شخص میں یہ صفات ہوتی ہیں وہ کثرت سے جہاد میں شریک ہوتا ہے، دشمن کے خلاف پیش قدمی کرنے میں جلدی کرتا ہے، نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں بہت زیادہ کوشش کرتا ہے اور ان تمام کاموں میں پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔ نیز صوم و صلاۃ، ذِکر و اَذکار اور تمام عبادات میں نشاط کے ساتھ رغبت رکھتا اور ان پر مُحافَظَت کرتا ہے۔ ان صفات کا حامل شخص قوی مؤمن ہے۔“[1]

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب نے قوی مؤمن کی دو تعریفات ذکر فرمائی ہیں: ایک تو وہی ہے جو شرح نَوَوِی کے حوالے سے ابھی ذکر ہوئی اور دوسری تعریف یہ ہے کہ ”قوی مؤمن وہ شخص ہے جو مالی اعتبار سے مُسْتَحْکَم ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کثرت سے خرچ کرنے والا ہو نیز اس مال سے دنیا کا طلبگار اور دُنیاوی مال و مَتاع جمع کرنے پر حریص نہ ہو۔“[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”قوی مؤمن سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے ایمان اور یقین میں اس طرح مضبوط اور کامل ہو کہ اسے اَسباب پر نہیں بلکہ **مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب یعنی اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ ہو۔“ ایک قول کے مطابق ”قوی مؤمن سے مراد وہ ہے کہ جو لوگوں کی صحبت و ہم نشینی اور ان کی طرف سے پیش آنے والی اَذِیَّتوں پر صبر و تَحَمُّل کا مظاہرہ کرے اور انہیں خیر و بھلائی کی تعلیم دے۔“ اس تعریف کی تائید اُس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جو حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً مروی ہے کہ ”وہ مؤمن جو لوگوں کے ساتھ میل مِلاپ رکھتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں پر صبر کرتا ہے، اس مؤمن سے افضل ہے جو نہ لوگوں سے اِختلاط رکھتا ہے اور نہ ان کی

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب القدر، باب الایمان للقدر۔۔۔الخ، ۸/۲۱۵، الجزء السادس عشر۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز۔۔۔الخ، ۸/۱۵۷، تحت الحدیث: ۲۶۶۴۔

اَذِیَّت پر صبر کرتا ہے۔“[1]

علامہ قُرطُبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”قوی مؤمن وہ ہے جو بدن اور نفس کے اعتبار سے طاقتور ہو اس طور پر کہ اس کا نفس پُختہ ارادے کے ساتھ نیکیوں پر اُبھارنے والا ہو اور اس کا بدن تمام عباداتِ بدنیہ جیسے حج، روزہ، نیکی کی دعوت اور ان جیسے وہ نیک اَعمال جن پر دین کی بنیاد ہے، ان تمام کو بجالانے کی طاقت رکھتا ہو۔“[2]

ضعیف مؤمن کون ہے؟

شارحینِ حدیث نے ضعیف مؤمن کی کوئی خاص تعریف بیان نہیں کی بلکہ مؤمنِ قوی کی ضد کو مؤمنِ ضعیف کہا ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”ضعیف مؤمن کی کیفیت قوی مؤمن کے بَرخِلاف ہوتی ہے (یعنی اُس کا اعتقاد مُسَبِّبُ الاَسْبَاب پر کمزور اور اَسباب پر زیادہ ہوتا ہے) تو یہ شخص ایمان کے ادنیٰ درجہ پر ہے۔“[3]

قوی اور ضعیف دونوں مؤمنوں میں بھلائی ہے:

مؤمن قوی ہو یا ضعیف دونوں میں خیر ہے کیونکہ دونوں صاحبِ اِیمان ہیں۔ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”خواہ مؤمن قوی ہو یا کمزور کوئی مسلمان صفات خیر سے خالی نہیں ہوتا اور ایمان صفات خیر میں سب سے افضل ہے لہٰذا دونوں میں بھلائی ہے۔“[4]

قوی و ضعیف مؤمن کا جنتی درجات میں فرق:

قوی اور ضعیف مؤمن اگرچہ دونوں میں بھلائی ہے لیکن عنداللہ دونوں کا مقام و مرتبہ جُدا جُدا

---

1. . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/ ۱۵۳، تحت الحدیث: ۵۲۹۸۔
2. . . . دلیل الفالحین، باب المجاهدہ، ۱/ ۳۱۷، تحت الحدیث: ۱۰۰۔
3. . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/ ۱۵۴، تحت الحدیث: ۵۲۹۸۔
4. . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۴/ ۲۵۷، ۲۵۸۔

ہے۔ حافِظ قاضی اَبُو الْفَضْل عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”قوی مؤمن اور ضعیف مؤمن صفتِ ایمان کی وجہ سے بھلائی میں دونوں برابر ہیں لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جنت میں ان دونوں کے مَراتب میں فرق رکھا ہے اور ان کو ایک دوسرے پر درجوں میں بلندی عطا فرمائی ہے۔“[1]

حِرْص کسے کہتے ہیں؟

حدیثِ پاک میں قوی اور ضعیف مؤمن کے بیان کے بعد نفع دینے والے چیزوں پر حرص کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب ”**باطنی بیماریوں کی معلومات**“ ص۱۱۶ پر ہے: ”خواہشات کی زیادتی کے اِرادے کا نام حرص ہے اور بُری حرص یہ ہے کہ اپنا حصہ حاصل کرلینے کے باوجود دوسرے کے حصے کی لالچ رکھے۔ یا کسی چیز سے جی نہ بھرنے اور ہمیشہ زیادتی کی خواہش رکھنے کو حرص اور حرص رکھنے والے کو حریص کہتے ہیں۔“ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ حرص کا تعلق صِرف ”مال و دولت“ کے ساتھ ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ حرص تو کسی شے کی مزید خواہش کرنے کا نام ہے اور وہ چیز کچھ بھی ہوسکتی ہے، چاہے مال ہو یا کچھ اور! چنانچہ مزید مال کی خواہش رکھنے والے کو ”**مال کا حریص**“ کہیں گے تو مزید کھانے کی خواہش رکھنے والے کو ”**کھانے کا حریص**“ کہا جائے گا اور نیکیوں میں اِضافے کے تمنائی کو ”**نیکیوں کا حریص**“ جبکہ گناہوں کا بوجھ بڑھانے والے کو ”**گناہوں کا حریص**“ کہیں گے۔“

نیکیوں کی حرص:

حدیثِ مذکور میں جس حرص کا حکم دیا گیا ہے وہ نیکیوں اور آخرت اور دنیا کی ان چیزوں کی ہے جو ہمارے دین، اہل وعیال اور اچھے اَخلاق میں مُعاوِن ثابت ہوں۔ چنانچہ علّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اپنے دینی اور دُنیاوی اُمُور میں سے ان چیزوں کو حاصل کرنے میں حرص کرو جو تمہارے دین، اہل وعیال اور اچھے اخلاق میں تمہاری مُعاونت کریں اور اس میں کوتاہی نہ کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ

[1] . . . اکمال المعلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز۔۔۔ الخ، ۸/۱۵۷، تحت الحدیث: ۲۶۶۴۔

سے نفع مند چیزوں کے حصول میں مدد چاہو اور اسی پر تَوَکُّل کرو اور اپنی کوششوں اور اسباب پر اعتماد نہ کرو بلکہ ہر معاملہ میں اس سے امید رکھو اور اسی پر بھروسہ کرو جس نے اس سے مدد چاہی اس کی مدد کی گئی۔‘‘[1]

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری پر حرص کرو اور اس کے ہاں جو اِنعام و اِکرام ہیں اُن میں رغبت کرو، ان کے حصول میں اس کی مدد طلب کرو اور اس کی فرمانبرداری و مدد طلب کرنے میں سستی نہ کرو۔‘‘[2]

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’ممکن ہے کہ یہاں حرص کا حکم مؤمن قوی کے لیے ہو کہ وہ ان چیزوں پر حرص کرتا رہے جو اس کے لیے نفع بخش ہیں اور کسی بھی صورت اپنی کوشش کو ترک نہ کرے اور ضعیف مؤمن کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اعمال کی قلت پر نظر رکھ کر عاجز نہ ہو بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد مانگے۔‘‘[3] (تاکہ وہ بھی کامل مؤمنین کی فہرست میں شامل ہو جائے۔)

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ’’جو اعمال تمہیں دِین کے معاملے میں نفع پہنچانے والے ہیں تم ان پر حریص ہو جاؤ اور اپنے افعال پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرو کیونکہ نیک اعمال کی طاقت و قدرت عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے نیز اس حرص اور مدد طلب کرنے سے عاجز نہ ہو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر ہر طرح قادر ہے کہ وہ تمہیں اپنی اطاعت کی قوت عطا فرمائے بشرطیکہ تم استقامت سے مدد طلب کرتے رہو۔‘‘ ایک قول کے مطابق اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ’’تم ان چیزوں پر عمل کرنے سے عاجز نہ آؤ جن کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ان نیک اعمال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے توفیق طلب کرنے میں کمی کرنے کی وجہ سے ترک نہ کرو۔‘‘[4]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ’’جو چیز

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/۲۱۷، تحت الحدیث: ۱۰۰۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب القدر، باب الایمان للقدر۔۔۔الخ، ۸/۲۱۵، الجزء السادس عشر۔

3 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/۴۰۸، تحت الحدیث: ۵۲۹۸۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/۱۵۴، تحت الحدیث: ۵۲۹۸۔

تم کو دینی نفع دے اس میں قناعت نہ کرو، خوب حرص کرو، اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو مگر اپنی کوشش پر بھروسہ نہ کرو، **اللہ** پر توکُّل کرو۔ خیال رہے کہ دنیاوی چیزوں میں قناعت اور صبر اچھا ہے مگر آخرت کی چیزوں میں حرص اور بے صبری اعلیٰ ہے دِین کے کسی درجے پر پہنچ کر قناعت نہ کرلو، آگے بڑھنے کی کوشش کرو، ربّ فرماتا ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۴۸) (ترجمۂ کنز الایمان: تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔) حریصِ مال بُرا مگر حریصِ عمل اچھا، ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تعریف میں فرمایا: ﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾[1] (پ۱۱، التوبة: ۱۲۸) (ترجمۂ کنز الایمان: تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔)

جو کچھ ہوتا ہے مَشِیَّتِ اِلٰہی سے ہوتا ہے:

حدیثِ پاک کے آخر میں قوی مؤمن کی ایک اعلیٰ صفت یعنی ربّ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر ہر حال میں راضی رہنے اور اپنے تمام معاملات اس کے سپرد کرنے کا بیان ہے۔ کامل مسلمان کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اسباب پر نہیں بلکہ **مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرتا ہے اگرچہ وہ اسباب بھی اختیار کرتا ہے لیکن اس کا بھروسہ اسباب و وسائل پیدا فرمانے والے ربّ عَزَّوَجَلَّ پر ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنی تدبیر سے زیادہ مَشِیَّتِ الٰہی پر یقین رکھتا ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس بات پر کامل اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ سب مَشِیَّتِ الٰہی سے ہے، میرا مالِک قادِرِ مُطلَق ہے وہ جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔ چنانچہ،

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اگر تمہیں تمہارے دِینی یا دُنیاوی اُمور میں کوئی مصیبت آپہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں اس طرح کرتا تو ایسا ایسا ہو جاتا کہ ایسا کہنا درست نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرمادیا:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ (پ۱۰، التوبة: ۵۱)

ترجمۂ کنز الایمان: ”تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔“

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۱۲۔

حدیثِ پاک میں ہے، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو تجھے ملنا ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ تجھے نہ ملے اور جو تجھے نہیں ملنا ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ تجھے مل جائے۔“ (یعنی جس کا ملنا مُقَدَّر ہے وہ ٹَل نہیں سکتا اور جس کا نہ ملنا مُقَدَّر ہے وہ مِل نہیں سکتا۔) اور قرآنِ پاک میں ایک اور مقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ ترجمۂ کنزالایمان: ”اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے۔“ (پ۲۷، الحدید: ۲۳)

ہاں لیکن تم زبانِ حال یا زبانِ قال سے یہ کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ ہی مُقَدَّر فرمایا تھا لہٰذا جو بھی ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے اور اس کی تقدیر کے مطابق ہی واقع ہوا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ وہ ﴿فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾ (پ۳۰، البروج: ۱۶) ہے۔ (یعنی جب جو چاہے کرے) اس کے فیصلے کو کوئی رَد اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔“[1]

لفظ ”اگر“ کے استعمال پر ثواب کی صورت:

حدیث پاک میں تقدیر کا انکار کرنے اور اپنی تدبیر پر بھروسہ کرتے ہوئے ”اگر“ کہنے سے منع کیا گیا ہے کہ اگر میں یوں کر لیتا تو ایسا ہو جاتا وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس سے انسان کا تَوَکُّل اپنی تدبیر پر زیادہ اور مَشِیَّتِ اِلٰہی پر کم ہوتا ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”کیونکہ یہ کہنے میں دل کو رَنج بھی بہت ہوتا ہے، ربّ تعالیٰ ناراض بھی ہوتا ہے، اگر میں اپنا مال فلاں وقت فروخت کر دیتا تو بڑا نفع ہوتا مگر میں نے غلطی کی کہ اب فروخت کیا، ہائے بڑی غلطی کی، یہ بُرا ہے۔ لیکن دِینی معاملات میں ایسی گفتگو اچھی، یہاں دُنیاوی نقصانات مراد ہیں۔ اس اگر مگر سے انسان کا بھروسہ ربّ تعالیٰ پر نہیں رہتا، اپنے پر یا اسباب پر ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دنیا کے اگر مگر کا ذکر ہے دینی کاموں میں اگر مگر اور افسوس و ندامت اچھی چیز ہے۔ (مثلاً) ”اگر میں اتنی زندگی اللہ کی اطاعت میں

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/ ۱۵۴، تحت الحدیث: ۵۲۹۸۔

گزارتا تو مُتّقی ہو جاتا مگر میں نے گناہوں میں گزاری۔ ہائے افسوس!“ یہ اگر مگر عبادت ہے۔ ”اگر میں حضور کے زمانہ پاک میں ہوتا تو حضور کے قدموں پر دل و جان قربان کر دیتا مگر میں اتنے عرصے بعد پیدا ہوا، ہائے افسوس!“ یہ عبادت ہے۔ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا:

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامُرادی کے دِن لکھے تھے[1]

لفظ ”اگر“ کے بارے میں تحقیق:

حدیثِ مذکور میں ”اگر“ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ حَافِظْ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں کہ بعض عُلَماء نے کہا کہ ”یہ مُمانَعت اس وقت ہے کہ جب کوئی شخص یقین و وُجوب کے ساتھ کہے کہ اگر وہ یہ کام کرلیتا تو اس کو یہ مصیبت ہرگز نہ پہنچتی اور جو شخص اس معاملے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت پر چھوڑ دے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اسے جو کچھ مصیبت پہنچی ہے اس کے کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور اس کی تقدیر سے پہنچی ہے تو یہ اس مُمانعت کے تحت داخل نہیں۔“ ان کی دلیل وہ تمام احادیث ہیں جن میں لفظ ”اگر“ والی عبارات موجود ہیں۔ میرا مَوقِف یہ ہے کہ حدیث میں مُمانعت عُمُومی ہے لیکن یہ مُمانعت بَطَرِیقِ نُدُب و تنزیہی ہے (یعنی ”اگر“ نہ کہنا مُستحب ہے اور کہنا مکروہِ تنزیہی) اور اس بات پر حضور کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے کہ ”اگر“ کا لفظ شیطانی عمل کھولتا ہے یعنی دل میں تقدیر کے مُعارِض و مُخَالِف خیالات ڈالتا ہے اور اس سے شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔“[2] (لہٰذا اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔)

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہی ہے کہ بے فائدہ لفظ ”اگر“ کا استعمال کرنا مطلقًا ممنوع ہے (چاہے ماضی میں ہو یا مستقبل میں) اور یہ ممانعت مکروہِ تنزیہی ہے

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۱۱۳۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز۔۔۔ الخ، ۸/۱۵۷، تحت الحدیث: ۲۶۶۴۔

تحریمی نہیں۔ بہر حال جو شخص کسی عبادت کے فوت ہو جانے یا کوئی نیک عمل خود پر مُتَعَذَّر (بہت مشکل) ہونے کی بنا پر افسوس کرتے ہوئے ”اگر“ کا استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور احادیث میں اس طرح ”اگر“ کا استعمال کثرت سے موجود ہے۔“[1]

لفظ ”اگر“ کا استعمال کب ممنوع ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی عَلَّامَہ شَاطِبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ”اگر“ اور ”کاش“ کے الفاظ دل میں تَرَدُّد پیدا کرتے ہیں۔ مِشْکَاۃُ الْمَصَابِیح کے بعض شارِحین نے فرمایا کہ ”اگر“ کا لفظ یقین کے ساتھ بولا جائے تو یہ بندے کو تقدیر کے انکار یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی نہ رہنے کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ جب تقدیر بندے کی مرضی کے خلاف ظاہر ہو (یعنی جیسا بندہ چاہتا تھا اس کے خلافِ واقع ہو جائے) تو اس وقت بندہ یہ کہتا ہے کہ ”اگر میں ایسا کرتا تو اس طرح نہ ہوتا۔“ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْمِ اَزَلی میں یہ مُقَدَّر ہو چکا تھا کہ یہ ایسا ہی کرے گا جیسا اس نے کیا اور اس کا نتیجہ بھی وہی ہو گا جیسا ہوا اسی لیے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم دیا کہ جب تمہارا کوئی کام تمہاری تَوَقُّع کے خلاف واقع ہو جائے تو اس وقت تم یہ کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُقَدَّر فرمایا اور جو چاہا وہ کیا۔ نیز لفظِ ”اگر“ کا استعمال تمام احوال اور تمام صورتوں میں مکروہ نہیں بلکہ اسی صورت میں مَمْنُوع ہے کہ جس میں تقدیر سے مخالفت اور دُنیاوی مُعاملات میں سے کسی چیز کے ضائع ہونے پر افسوس کیا جائے۔ علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”ہاں اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت فوت ہونے پر افسوس کرتے ہوئے ”اگر“ کا لفظ استعمال کرے تو اس پر ثواب ہے اور مناسب ہے کہ اسے مُسْتَحَب چیزوں میں شمار کیا جائے۔“ امام فخرُ الدِّین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سَیِّدُنَا اَبُو عَمْرو رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”جس نے اپنی دنیاوی چیز فوت ہونے پر افسوس کیا وہ جہنم سے ایک ہزار سال کی مسافت قریب ہو گیا اور جس نے اپنی آخرت میں سے کسی چیز کے فوت ہونے پر افسوس کیا تو وہ جنت سے ایک ہزار سال کی مسافت قریب ہو گیا۔“ حضرت سَیِّدُنَا عَوف بن

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب القدر، باب الایمان للقدر والاذعان لہ، ۲۱۶/۸، الجزء السادس عشر۔

مالِک اَشْجَعِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ”جس پر تقدیر غالب آجائے اسے چاہیے کہ وہ کہے: حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل یعنی مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔“(1)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنا ”فاروقِ اعظم“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنا، اِطاعتِ خُداوندی میں مَشَقَّت اٹھانا، لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا اور ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہنا قوی مؤمن کی صفات ہیں لہٰذا ان ہی صفات کو اختیار کرنا چاہیے۔

(2) بھلائیوں میں سے سب سے افضل بھلائی ایمان ہے اور ہر مسلمان صاحبِ ایمان ہوتا ہے لہٰذا مسلمان چاہے قوی ہو یا ضعیف وہ بھلائی ہی میں ہے۔ البتہ عند اللہ دونوں کے مَراتب جُدا ہیں۔

(3) حرص فی نفسہٖ بُری شے نہیں اس کا اچھا یا بُرا ہونا اس کے استعمال پر ہے، اگر حرص نیکیوں پر ہو تو یہ قابلِ تعریف ہے اور اگر دُنیاوی معاملات میں (بُری نیت کے ساتھ) ہو تو یہ قابلِ مَذَمَّت ہے لہٰذا دُنیوی غَرَض سے بچتے ہوئے اُخرَوِی مُعاملات یعنی نیکیوں کا حریص بننا چاہیے۔

(4) نیک اَعمال کی توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی دیتا ہے جب تک اس کی مدد شامل نہ ہو اَعمالِ صالحہ یعنی نیک اَعمال بجالانا بھی ممکن نہیں، لہٰذا ہر دم توفیقِ اِلٰہی طلب کرنی چاہیے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے مُقَدَّر میں جو آزمائش لکھی ہے اس پر صبر کرنا چاہیے اور ناشکری کے الفاظ اپنی زبان پر لاکر اجر ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

(6) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے اور چاہے کیسی ہی آزمائش آئے تقدیر پر

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/ ۱۵۴، تحت الحدیث: ۵۲۹۸ ملخصا۔

اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

(7) اپنے ہر ہر معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر یقین رکھنا چاہیے۔

(8) اگر، مگر اور کاش وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے سے تقدیر کے انکار کا وہم پیدا ہوتا ہے لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کرنے سے بچنا چاہیے۔

(9) دینی کاموں کے چھوٹ جانے پر لفظِ "اگر" کہنا اور افسوس وندامت کرنا اچھی بات ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قوی مؤمن بنائے اور ہر دم اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے نیز ہمیں تقدیرِ الٰہی پر اعتراض کرنے سے محفوظ ومامون فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:101

جَہَنَّم اور جَنَّت ڈھانپ دی گئی ہیں

عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّہَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: "حُفَّتْ" بَدَلَ "حُجِبَتْ" وَھُوَ بِمَعْنَاہُ، اَیْ بَیْنَہُ وَبَیْنَہَا ھٰذَا الْحِجَابِ، فَاِذَا فَعَلَہُ دَخَلَہَا.[2]

ترجمہ : حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "دوزخ کو شہوتوں سے اور جنت کو تکالیف ومَشَقَّتوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔"

مسلم کی ایک روایت میں "**حُجِبَتْ**" کی جگہ "**حُفَّتْ**" کا لفظ آیا ہے اور دونوں کا ایک ہی معنٰی ہے یعنی "بندے اور جنت و دوزخ کے درمیان یہی (مصیبتیں اور شہوات) حائل ہیں پس جب وہ اِن اعمال کو کرے گا تو ان میں داخل ہو جائے گا۔"

---

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشھوات، ۴/ ۲۴۳، حدیث: ۶۴۸۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، ص ۱۵۱۶، حدیث: ۲۸۲۲۔

جنت و دوزخ کا راستہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا ہے یعنی جہنم کی طرف جانے والا راستہ بظاہر بڑا خوشنُمَا دکھائی دیتا ہے، اس راہ پر چلنا بڑا آسان اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہے، اس راہ میں قدم قدم پر نفس کے لیے راحتیں ہیں، اسی وجہ سے نفس بھی اس راہ پر چلنے میں رغبت رکھتا ہے، لیکن بظاہر خوشنما نظر آنے والا یہ راستہ انسان کو جہنم کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ جس طرح دوزخ شہوات سے گھری ہوئی ہے اسی طرح بہشت کو بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سختیوں اور تکالیف سے ڈھانپا ہے، جنت خود بہت حسین لیکن اس کی طرف جانے والی راہ بہت دشوار و کٹھن ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "دوزخ خود خطرناک ہے مگر اس کے راستے میں بہت سے بناوٹی پھول و باغات ہیں، دنیا کے گناہ، بدکاریاں جو بظاہر بڑی خوشنما ہیں یہ دوزخ کا راستہ ہی تو ہیں۔ جنت بڑا ابار دار باغ ہے مگر اس کا راستہ خار دار ہے جسے طے کرنا نفس پر گراں ہے۔ نماز، روزہ حج، زکوۃ، جہاد، شہادت جنت کا راستہ ہی تو ہیں۔ طاعات پر ہمیشگی شہوت سے علیحدگی واقعی مشقت کی چیزیں ہیں۔"[1]

جبریلِ اَمین کا جنت و دوزخ کا مُشاہَدہ:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَرعَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ حضرت **سَیِّدُنَا ابُو ہُرَیرہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً ایک حدیث مروی ہے جس میں اسی مفہوم کی وضاحت موجود ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنت اور دوزخ بنائی تو جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: اس میں موجود چیزوں کو دیکھو۔ وہ گئے اور واپس آکر عرض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تیری عِزَّت کی قسم! جو بھی اس کے متعلق سنے گا اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے تکلیفوں سے گھیرنے کا حکم دیا اور دوبارہ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھنے کے لیے بھیجا۔ اس بار وہ دیکھ کر واپس آئے تو عرض

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۔

کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری عِزّت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں دوزخ دیکھنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ وہ اسے بھی دیکھنے گئے اور واپس آکر عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری عِزّت کی قسم! اس کا حال سننے کے بعد کوئی اس میں داخل نہیں ہو گا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے شہوات سے گھیرنے کا حکم دیا اور دوبارہ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا۔ اس مرتبہ وہ واپس آئے تو عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری عِزّت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے کوئی نَجات نہ پا سکے گا۔[1]

جنت و دوزخ کے پردے:

مذکورہ حدیثِ پاک کے دو جُز ہیں: پہلے جز میں اس بات کا بیان ہے کہ جہنم شہوات سے گھری ہوئی ہے۔ اور دوسرے جُز میں اس بات کا بیان ہے کہ جنت مصیبتوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ شارِحینِ حدیث نے جنت و دوزخ کے ڈھکے ہونے کی نہایت بہترین شرح فرمائی ہے۔ چنانچہ عَلّامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ کلام نہایت فصیح و بلیغ ہے اور اتنی خوبصورت مثال ہے کہ جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہر شے کو جمع فرمایا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کلام کا معنٰی یہ ہے کہ کوئی بھی شخص سختی اور تکلیف برداشت کیے بغیر جنت حاصل نہیں کر سکتا اور کوئی بھی شخص گناہوں کا مُرتکِب ہوئے بغیر جہنم کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ یہ ایسا ہے کہ جنت اور دوزخ پر دو پردے پڑے ہوئے ہیں تو جو اِن پردوں کو چاک کرے گا وہی پردے کے پیچھے چھپی ہوئی چیز تک پہنچے گا تو پس جنت پر پڑے ہوئے پردے کو چاک کرنے کا طریقہ سختیوں پر صبر کرنا ہے اور جہنم کے پردے کو چاک کرنے کا طریقہ شہوات کی پیروی کرنا ہے۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشھوات، ۱۲/ ۲۷۳، تحت الحدیث: ۶۴۸۷۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، ۹/ ۱۶۵، الجزء السابع عشر۔

جنت و دوزخ فقط دو 2 ٹھکانے:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عبرت نشان شہوت کی مَذمّت، اس سے بچنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری پر اُبھارنے کے بارے میں انتہائی جامع مانع اور بلیغ کلام ہے اگرچہ نُفُوس پر یہ بہت بھاری اور شاق ہے۔ لیکن قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے سوا کوئی تیسرا ٹھکانہ نہ ہوگا اور ان میں سے کسی ایک میں جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا تو پھر مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اُن اعمال کو بجالائیں جو جنت میں لے جانے والے اور جہنم سے بچانے والے ہوں۔ اگرچہ یہ کام دشوار ہیں لیکن آگ کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور اسے برداشت کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔“[1]

آتشِ دوزخ کا پردہ:

حضرت سَیِّدُنا شیخ عبدُالحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”آتشِ دوزخ کا پردہ شہوات ہیں، جب بندہ اُن کا ارتکاب کرتا ہے تو دوزخ تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح جنت سختیوں میں پوشیدہ ہے کیونکہ جب انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرتا ہے، شہوات و لذّات سے اپنے آپ کو روکتا اور نفس کو اُن سختیوں میں ڈالتا ہے تو اس پردے کو چاک کر کے اس جنت تک پہنچ جاتا ہے جو اُن تکالیف کے پیچھے ہے۔ اس حدیث پاک سے ”اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللہ یعنی علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پردہ ہے۔“ کا معنٰی بھی واضح ہو گیا کہ علم، خدا اور بندے کے درمیان پردہ ہے جب انسان علم کے پردے تک جا پہنچتا ہے تو وہ اپنے ربّ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔“[2]

شہوات کی پیروی کا وبال:

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شِہَابُ الدِّیْن اَحْمَد اَلْقَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے علامہ ابن عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات، ۱۰/۱۹۸۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۴/۲۰۲۔

الْقَوِی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ شہوات کی پیروی کرنے والا تقوے سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر شہوات بندے کی سماعت و بصارت چھین لیتی ہیں کہ وہ ان شہوات کو تو دیکھتا ہے لیکن دل پر جہالت و غفلت غالب ہونے کی وجہ سے ان شہوات کے پیچھے بھڑکتی ہوئی جہنم کو نہیں دیکھ پاتا۔ اِس شخص کی مثال اس پرندے کی سی ہے کہ جو چُھپے ہوئے جال میں موجود دانے کو تو دیکھتا ہے مگر دل پر اس دانے کی خواہش غالب ہونے کی وجہ سے اس جال کو نہیں دیکھ پاتا جو شکاری نے اسے پھانسنے کے لیے بچھایا ہوتا ہے پھر وہ پرندہ اس میں پھنس جاتا ہے۔“[1]

شہوات سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”وہ شہوات جن سے دوزخ کو ڈھانپا گیا ہے وہ حرام شہوات ہیں جیسے شراب پینا، زنا کرنا، نامحرم کو دیکھنا، غیبت کرنا اور گانے باجے کے آلات استعمال کرنا اور اُن جیسے دیگر بُرے اَفعال۔ وہ شہوات جو حرام نہیں بلکہ مُباح ہیں وہ اس میں داخل نہیں لیکن اُن کا کثرت سے کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ کثرت سے مُباحات میں مُنْہَمِک ہونے سے حرام کام میں مَشغول ہونے یا دل کے سخت ہونے کا خوف ہے یا پھر بندے کا نیکیوں سے ہٹ کر دُنیوی لَذَّتوں میں مَشغول ہو جانے کا اندیشہ ہے۔“[2]

شیخ عبدُالحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”شہوات سے مراد حرام اُمور ہیں ورنہ جو مُباح خواہشات ہیں وہ دوزخ میں داخلے اور جنت میں نہ جانے کا سبب نہیں البتہ مُباحات کی کثرت مَقامِ قُرب وولایت سے دُور کر دیتی ہے۔“[3]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”شہوات سے مُراد اُن اُمورِ دُنیا سے لُطف اندوز ہونا ہے جن کی شریعت نے مُمانَعت فرمائی ہے کیونکہ شہوات کو پورا کرنا اُن نیک اَعمال کے

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات، ۱۳/ ۵۶۶، تحت الحدیث: ۶۴۸۷۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا، ۹/ ۱۶۵، الجزء السابع عشر۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۴/ ۲۰۲۔

چھوٹنے کا باعث ہے جن کو بجالانے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔"[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ یہاں شہوات سے مراد حرام خواہشیں ہیں جیسے شراب، زنا، سرور (گانے باجے)، حرام کھیل تماشے۔ اس میں جائز شہوات داخل نہیں۔"[2]

جنت کو ڈھانپنے والی مُصِیبتیں:

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شِہَابُ الدِّیْن اَحْمَد اَلْقَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں جنت کو ڈھانپنے والی جن مُصیبتوں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ اُمور ہیں جن کا مُکَلَّف بندے کو حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً نفس کا خوب کوشش کر کے عبادت کرنا، اس عبادت کی مَشَقَّت پر صبر کرنا، اس کوشش پر مُحافَظَت کرنا، غصہ پی جانا، بُرائی کرنے والے کے ساتھ عَفو و دَرگُزر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا اور اس مصیبت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہنا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا۔"[3]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جنت جن مصیبتوں میں ڈھکی ہوئی ہے ان میں عبادات میں کوشش، نیکیوں پر ہمیشگی، تکلیفوں پر صبر، غصے پر ضبط، عَفو و دَرگُزر، بُردباری، صدقہ کرنا، بُرائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کرنا اور خواہشات سے رُکے رہنا وغیرہ افعال شامل ہیں۔"[4]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "حدیث میں مَکارِہ یعنی جنت کو ڈھانپنے والی مصیبتوں سے مراد وہ اُمور ہیں کہ جن کا مُکَلَّف بندے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوامِر یعنی جن کاموں کو اس نے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرے اور نواہی یعنی جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے۔ مثلاً اچھی طرح سے عبادت کرنا اور اس پر قائم

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات، ۱۲ / ۲۷۳، تحت الحدیث: ۶۴۸۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات، ۱۳ / ۵۶۶، تحت الحدیث: ۶۴۸۷۔

4 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، ۹ / ۱۶۵، الجزء السابع عشر۔

رہنا اور بُرے کاموں سے قولی اور فعلی طور پر بچنا۔[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: ”مصیبتوں سے مراد عِبادات کی اِطاعات کی مَشقّتیں ہیں، لہٰذا اس میں خود کشی ومال برباد کرنا داخل نہیں۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

”عبادات“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) نیکیاں کرنا اور نیکی کے راستے پر چلنا انتہائی دشوار لیکن اس کی مَنزِل روشن ہے اور وہ جنت ہے، جبکہ گناہوں کا راستہ نہایت آسان لیکن اس کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے اور وہ جہنم ہے۔

(2) خواہشاتِ نفس کی پیروی کا لُطف فقط چند گھڑیوں کا ہے مگر ان کی وجہ سے ملنے والا عذاب بہت سخت اور طویل عرصے کا ہے۔ جبکہ شریعت کی اِتباع میں پہنچنے والی تکلیف عارضی ہے لیکن اس کی جزا میں ملنے والی راحت دائمی ہے۔

(3) عِبادَت کی مَشَقَّت اُٹھانا اگرچہ نفس پر گراں ہے لیکن انہیں ترک کرکے ملنے والا عذاب اس مَشقَّت سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔

(4) خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والا تقوے سے محروم ہو جاتا ہے اور تقویٰ ہی ہے جو انسان کو گناہوں سے روکتا ہے۔

(5) مُباحات کی زیادتی سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ اس سے دل سخت ہونے، حرام کاموں میں پڑنے اور

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات، ۱۲ / ۲۷۳، تحت الحدیث: ۶۴۸۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷ / ۵۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب سے دُوری کا اندیشہ ہے۔

(6) جنت کا حجاب وہ تکلیفیں ہیں جو نیک اَعمال سے پہنچتی ہیں نہ کہ وہ تکالیف ہیں جو گناہ کرتے ہوئے بندے کو پہنچتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے سے محفوظ فرمائے، خواہشاتِ نفس پر چلنے کے اَنجام یعنی جہنم سے محفوظ فرمائے، ہمیں عبادات کی مَشَقَّتیں اٹھانے اور اُن پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ان کے اَنجام یعنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:102

رسول اللہ کی نماز کا اَنداز

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ، اَلْاَنْصَارِیُّ الْمَعْرُوْف بِصَاحِبِ سِرِّ رَسُوْلِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَۃَ، فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَۃِ، ثُمَّ مَضٰی، فَقُلْتُ یُصَلِّیْ بِھَا فِیْ رَکْعَۃٍ، فَمَضٰی، فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِھَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ، فَقَرَاَھَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَھَا، یَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰیَۃٍ فِیْھَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ، اِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ، فَکَانَ رُکُوْعُہُ نَحْوًا مِنْ قِیَامِہٖ ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، ثُمَّ قَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِمَّا رَکَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، فَکَانَ سُجُوْدُہٗ قَرِیْبًا مِنْ قِیَامِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عبد اللہ حُذَیْفَہ بِن یَمان اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صاحِبِ سِر یعنی ہمراز ہونے کے لقب سے معروف ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے کا

---

1 . . . مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب قراءۃ الصلوۃ، ص ۳۹۱، حدیث: ۷۷۲۔

شرف حاصل کیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی، میں نے دل میں کہا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سو 100 آیات پر رکوع فرمائیں گے مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ پوری سورت پڑھ کر رکوع میں جائیں گے لیکن آپ مُسلسل پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ اب آپ رکوع میں جائیں گے لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سورۂ نساء شروع فرما دی اور اسے مکمل پڑھا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ آلِ عمران شروع فرما دی اور اسے بھی مکمل پڑھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ترتیل اور خوبی کے ساتھ پڑھ رہے تھے، جب آپ کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح ہوتی تو آپ تسبیح پڑھتے (یعنی **سُبْحٰنَ اللّٰہِ** کہتے) اور جب آپ کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں سوال (اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگنے) کا ذکر ہوتا تو آپ سوال فرماتے اور جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں **تَعَوُّذ** (یعنی پناہ مانگنے) کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رکوع فرمایا اور **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم** پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ کا رکوع بھی قیام کے برابر ہو گیا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ** کہتے ہوئے کھڑے ہوئے اور تقریباً اتنی دیر کھڑے رہے کہ آپ کا قومہ رکوع کے برابر ہو گیا پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے سجدہ کیا اور **سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** پڑھتے رہے آپ کا سجدہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا۔

سَیِّدُنَا حُذَیفَہ بِن یَمَان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعارُف:

آپ کا نام حُذَیفہ، کُنیت **اَبُو عبد اللہ** اور والد کا نام **حُسَیْل اَلْیَمَان** ہے رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ حضرت حُذَیفہ اور آپ کے والد دونوں مسلمان تھے، دونوں غزوۂ اُحد میں حاضر ہوئے مگر آپ کے والد غلطی سے مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت سَیِّدُنَا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فقیہ اور اَہلِ فتویٰ صحابہ میں سے تھے۔ منافقین کے بارے میں **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہَمراز تھے، مستقبل میں ہونے والے ظاہری اور باطنی فتنوں کے بارے میں باخبر تھے، کُفّار کے خلاف جہاد میں آپ کے عظیم الشان کارنامے ہیں۔ اسلامی فتوحات میں آپ نے بہت اہم کردار ادا کیا، بڑے بڑے علاقے آپ کے ہاتھوں پر فتح ہوئے، الجزائر کی فتح میں بھی آپ شریک تھے۔ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنَا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نے آپ کو مدائن کا حاکم بنایا۔ ایک دن سَیِّدُنَا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سب سے پوچھا کہ آج اپنی اپنی تمنا بیان کرو۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی خواہش بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”میری خواہش یہ ہے کہ مجھے ابُو عُبَیْدَہ بن جَرَّاح، مُعَاذ بن جَبَل اور حُذَیْفَہ بن یَمَان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جیسے لوگ مل جائیں تاکہ میں انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں استعمال کروں۔“ (یعنی انہیں مختلف علاقوں کا حاکم بنادوں۔) سَیِّدُنَا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی احادیث مبارکہ کی تعداد سو 100 سے زائد ہے، ان میں سے بارہ 12 مُتَّفَق عَلَیہ ہیں یعنی جنہیں سَیِّدُنَا امام بخاری و امام مُسْلِم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا دونوں نے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ آٹھ 8 اَحادیث فقط امام بخاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اور سترہ 17 اَحادیث فقط امام مُسْلِم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روایت کی ہیں۔ آپ کا وصال 36 سنِ ہجری میں امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنَا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وِصالِ پُرملال کے چالیس 40 دن بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔[1]

حبیب خدا کے ہمراز:

حضرت سَیِّدُنَا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہمراز اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ منافقین کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے تھے کہ کون کون منافق ہے؟ اور یہ معلومات آپ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنَا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منافقین کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔[2]

نوافل میں اقتداء کرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں چند اہم باتوں کا بیان ہے: سب سے پہلے تو نفل نماز کی جماعت کا بیان، اس کے بعد سورتوں کی ترتیب کا مسئلہ، پھر نماز کے درمیان تسبیح، حَمد اور تعوّذ کا بیان اور آخر میں ایک اہم وضاحت۔ حدیثِ پاک کی شرح میں یہ تمام مسائل ترتیب وار بیان کیے جائیں گے۔ ابتداءً

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۱۹، تحت الحدیث: ۱۰۲۔

2 ... تھذیب الاسماء واللغات، ۱/ ۱۵۹۔

یہ بات جاننا مناسب ہے کہ حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ بِن یَمَان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ تہجد کی نماز تھی۔ مذکورہ حدیثِ پاک اور اس کے بعد حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بِن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی جو حدیث آرہی ہے یہ دونوں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نوافل میں اقتداء کرنا اور صَلٰوۃُ اللَّیْل کو طویل کرنا دونوں جائز ہیں۔ (1)

نفل کی جماعت کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نوافل کی جماعت میں اگر امام کے سوا تین آدمی ہوں تو بلا اختلاف جائز ہے اور تین سے زیادہ ہوں تو مکروہِ تَنْزِیہی، خلافِ اَوْلیٰ ہے یعنی نہ کرنا بہتر ہے لیکن کی جائے تو کوئی ناجائز و گناہ نہیں اور بعض کے نزدیک مُطْلَقاً جائز ہے بلکہ بہت سے اَکابِرِ دین سے نوافل کی جماعت ثابت ہے اور مُتَاَخِّرِین فقہاء نے لوگوں کی نیکیوں کی طرف رغبت کم ہونے کی وجہ سے نوافل کی جماعت کے جواز ہی کا فتویٰ دیا ہے کہ عوام کو نماز سے دُور کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انہیں نماز کی طرف راغب رکھا جائے اور اس سے بالکل منع نہ کیا جائے۔ سَیِّدِی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ”نفل غیرِ تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار کی نِسبت کُتُبِ فِقْہِیَّہ میں کَراہَت لکھتے ہیں یعنی کراہتِ تَنْزِیہ جس کا حاصل خلافِ اَوْلیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام۔ **كَمَابَيَّنَّاهُ فِيْ فَتَاوَانَا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا) مگر مَسئلہ مُخْتَلَف فِیہ ہے اور بہت اکابِرِدِین سے جماعتِ نوافل بِالتَّدَاعِی ثابت ہے اور عوام فِعلِ خَیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ عُلَمَائے اُمَّت وحُکَمَائے مِلَّت نے ایسی مُمانَعت سے منع فرمایا ہے دُرِّ مُخْتَار میں ہے: عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: اسی قبیل سے نماز رغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۱۹، تحت الحدیث: ۱۰۲۔

کے موقع پر نماز وغیرہ بھی ہیں اگرچہ عُلَماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، عُلَماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور مُتَاَخِّرِین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔''[1]

خلافِ ترتیب قراءت کا مسئلہ:

مذکورہ حدیث میں **رسولُ الله** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے سورۂ بقرہ پڑھی پھر سورۂ نساء پڑھی اس کے بعد سورۂ آلِ عمران پڑھی جبکہ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے سورۂ آلِ عمران، سورۂ نساء سے پہلے آتی ہے، اسی وجہ سے فقہائے کرام کے مابین یہ اختلاف واقع ہوا کہ آیا نماز میں خلافِ ترتیب قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ شوافع کے نزدیک کسی بھی مقام پر خلافِ ترتیب قرآن پڑھنا مطلقاً جائز ہے کیونکہ اس سے کسی بھی حدیث میں منع نہیں فرمایا گیا، نیز یہ ترتیب توقیفی نہیں بلکہ اجتہادی یعنی بعد میں کی گئی ہے۔[2] جبکہ احناف کے نزدیک فرض نماز میں خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہِ تحریمی اور نفل میں جائز ہے۔ نیز احناف کے نزدیک سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے ہے، مُصْحَفِ عُثمانی کو اُسی ترتیب پر مُرتَّب کیا گیا جو **رسولُ الله** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمائی۔[3]

صَدْرُ الشَّرِیعہ، بَدْرُالطَّرِیقہ حضرتِ عَلّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ترتیب کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھنا واجب ہے اور خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے یہ حکم فرائض کا ہے اور نوافل میں خلافِ ترتیب پڑھنے کی اجازت ہے۔''[4] نماز میں خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ تحریمی ہے مگر کسی نے بھول کر خلافِ ترتیب پڑھ لیا تو اس سے سجدہ سہو واجب نہ ہو گا اور نہ ہی نماز کا اعادہ لازم ہے کہ یہ

---

1 ... فتاوی رضویہ، ۷/ ۴۶۵، ۴۶۶۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ۔۔۔ الخ، ۳/ ۱۳۷، تحت الحدیث: ۲۰۴ ماخوذا۔

3 ... اکمال المعلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ۔۔۔ الخ، ۳/ ۱۳۷، تحت الحدیث: ۲۰۴ ماخوذا۔

4 ... فتاویٰ امجدیہ، ۱/ ۹۶ ملخصًا۔

واجباتِ قراءت میں سے ہے واجباتِ نماز میں سے نہیں۔ البتہ کسی نے جان بوجھ کر خلافِ ترتیب پڑھا تو گنہگار ضرور ہوگا اور اگر بعد والی سورت پڑھنے کا اِرادہ تھا لیکن غیر اِرادی طور پر پہلے والی سورت شروع کردی تو اب خلافِ ترتیب ہونے کے باوجود گنہگار نہ ہوگا کہ غیر اِرادی طور پر خلاف ہوا، البتہ اب یہی سورت پڑھنا ہوگی کہ اس کو شروع کرنے سے اس کا حق ہوگیا اور اب اسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا۔ چھوٹے بچوں کو ضرورتِ تعلیم کی وجہ سے خلافِ ترتیب پڑھانا جائز ہے۔"[1]

دورانِ نماز تسبیح، تحمید اور تعوُّذ کا حکم:

حدیثِ پاک میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ "جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی ایسی آیت کی تلاوت فرماتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کرتے، سوال ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے اور تعوُّذ ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے۔" اسی طرح بعض احادیث میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ "جس آیت میں جنت یا دیگر نعمتوں کا تذکرہ ہوتا تو آپ بارگاہِ الٰہی سے جنت اور نعمت کا سوال کرتے اور جب آیتِ عذاب پڑھتے یا جہنم کا ذکر ہو یا پھر وعید کا ذکر ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طلب کرتے۔"

واضح رہے کہ امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے نزدیک فرائض و نوافل میں دورانِ تلاوت تسبیح، تحمید اور تعوُّذ کرنا مطلق جائز ہے جبکہ اَحناف اور مالکیہ کے نزدیک نوافل میں مطلق جائز ہے اور فرض میں خلافِ اَولیٰ، نیز حدیثِ پاک میں جس نماز کا ذکر ہے وہ بھی نفل نماز تھی۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہاں نفل نماز مراد ہے فرائض میں دَورانِ قراءت ٹھہرنا اور مانگنا مُستَحَب کے خلاف ہے اگرچہ جائز ہے۔"[2]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حدیثِ پاک نفل نماز پر محمول ہے۔ صاحبِ مُحِیط فرماتے ہیں کہ انفرادی طور پر نفل پڑھنے والے کے لیے جائز ہے کہ جب وہ ایسی

---

1 ... فتاویٰ رضویہ، ۷/ ۳۵۷ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۷۵۔

آیت پڑھے جس میں جہنم کا ذکر ہو تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگے اور جس آیت میں جنت کا ذکر ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنت کا سوال کرے اور صاحِبِ مُحِیط اس حدیثِ پاک کی بناء پر اس عمل کو مُستحب کہتے ہیں۔ اور اگر نفل جماعت کے ساتھ ادا کیے جا رہے ہیں تو امام و مُقتدِی دونوں کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ امام کے لیے اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اس سے نماز طویل ہو گی اور نمازیوں پر یہ شاق ہو گا اور مُقتدِی کے لیے اس بناء پر مکروہ ہے کہ اسے تو امام کی قراءت سننے اور تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے۔ نیز اگر کوئی شخص اِنفرادی طور پر فرض نماز ادا کر رہا ہے تو اس کے لیے بھی قراءت کے درمیان میں تسبیح، تحمید اور تعَوُّذ کرنا مکروہ (تنزیہی و خلافِ اَولیٰ) ہے کیونکہ اس سے تلاوتِ قرآن پاک کا تَسَلْسُل مُنقطِع ہو گا اور یہ مکروہ ہے۔ نفل نماز میں یہ نَص سے ثابت ہے اس لیے وہاں یہ حکم نہ ہو گا۔ (1)

تسبیحاتِ رکوع و سجود کی قرآن سے مُوافقت:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رکوع میں جاتے تو "**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ**" پڑھتے اور جب سجدے میں جاتے تو "**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی**" پڑھتے۔ رکوع و سجود کی یہ تسبیحات بھی قرآنِ کریم کی موافقت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو عطا فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عُقْبَہ بن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿**فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ**﴾ (پ۲۷، الواقعہ: ۷۴) تو **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اسے اپنے رکوع میں شامل کر لو اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿**سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى**﴾ (پ۳۰، اعلیٰ: ۱) نازل ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں شامل کر لو۔" (2)

مُفَسِّرِ شہیر مُحدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان اس کے تحت فرماتے ہیں: "(رکوع یا سجدے میں شامل کرنے سے مراد یہ ہے) یعنی رکوع میں کہو: **سُبْحٰنَ رَبِّیَ**

---

(1) . . . شرح سنن ابی داود للعینی، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ، ۴/۸۷، تحت الحدیث: ۸۴۸۔

(2) . . . ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ، ۱/۳۳۰، حدیث: ۸۶۹۔

اَلْعَظِیْم اور سجدے میں کہو: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔“[1]

ایک لطیف نکتہ:

یہاں ایک لطیف نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْم رکوع کے ساتھ اور سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کو سجدے کے ساتھ خاص فرمایا اس کا عکس نہ فرمایا۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”لفظِ ”اعلیٰ“ لفظِ ”عظیم“ سے زیادہ بلیغ ہے اور رکوع کے مقابلے میں سجدے میں زیادہ تَوَاضُع و اِنکِسارِی ہے۔ اس لیے عاجزی میں جو لفظ زیادہ بلیغ ہے اُسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سجدے کے لیے مُعَیَّن فرمادیا اور سجدے میں بندہ اپنے ربّ کا زیادہ قُرب پاتا ہے اس لیے اس میں اعلیٰ تسبیح پڑھنا مُستَحَب ہے۔“[2]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے رکوع و سجود کے اَذکار کوئی اور تھے۔ چنانچہ مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے نزول سے پہلے مسلمان رکوع و سجدوں میں کوئی اور ذِکر کرتے تھے۔“[3]

ایک اہم وضاحت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طویل رکوع و سجود کا ذکر ہے جبکہ بعض احادیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آپ کے رکوع و سجود طویل نہ ہوتے تھے۔ دونوں طرح کی احادیث میں کوئی تَعَارُض نہیں ہے کیونکہ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ جن احادیث میں رکوع و سجود کی طَوالَت کا بیان ہے ان میں نوافل کی نماز مراد ہے اور جن میں طویل نہ ہونے کا بیان ہے ان میں فرض نماز مراد ہے۔ چنانچہ مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲ / ٤۷۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الرکوع، ۲ / ۰۱ ٤، تحت الحدیث: ۹۷۸۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۲ / ٤۷۔

رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ان کے سوا باقی ارکان رکوع سجدہ وغیرہ برابر ہوتے تھے نہ بہت دراز نہ بہت مختصر بلکہ درمیانے، یہ عام (یعنی فرض) نمازوں کا ذکر ہے، (جبکہ) سورج گرہن کی (نفل) نماز میں رکوع سجدہ، قیام کے برابر تھے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضرت سَیِّدُنَا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ عظیم سعادت حاصل تھی کہ منافقین کے متعلق آپ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراز تھے۔

(2) نمازِ تہجد کی ادائیگی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظیم سنت ہے۔

(3) نوافل میں اقتداء کرنا اور نمازِ تہجد کو طویل کرنا دونوں سنت سے ثابت ہیں۔

(4) قرآنی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اس لیے فرض نماز میں خلافِ ترتیب سورتوں کی تلاوت کرنا مکروہِ تحریمی ہے البتہ سجدۂ سہو کا حکم نہ ہوگا کہ یہ قراءت کے واجبات میں سے ہے نماز کے نہیں۔

(5) نوافل میں خلافِ ترتیب قراءت کرنا جائز ہے کہ یہ نص سے ثابت ہے۔

(6) چھوٹے بچوں کو ضرورتِ تعلیم کی وجہ سے خلافِ ترتیب پڑھانا جائز ہے۔

(7) رکوع میں **سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْم** اور سجدے میں **سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** پڑھنا سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کی کثرت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، ہمیں نمازِ تہجد کی ادائیگی جیسی عظیم سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۶۹۔

حدیث نمبر:103

نَمازِ تَہَجُّد میں طویل قِیام کرنا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ، قِيْلَ وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبدُاللہ بِن مَسْعُود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بہت ہی طویل قیام فرمایا یہاں تک کہ میرے دل میں ایک بُرا خیال آیا۔" پوچھا گیا کہ کیا بُرا خیال آیا؟ تو فرمایا:"میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قیام میں چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔"

بیٹھ جانے کے اِرادے کی وجہ:

فَقیہِ اَعظم حضرت عَلّامہ مُفتی شَریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ بِن مَسْعُود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تندرست قوی جوان تھے اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دیوانے اور اِتِّباع کے شوقین تھے۔ پھر انہوں نے بیٹھنے کا ارادہ اسی وقت کیا ہو گا جبکہ وہ بہت تھک گئے ہوں گے اتنا کہ کھڑا رہنا دشوار ہو گیا ہو گا۔ اور یہ اسی وقت ہو گا جبکہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قیام بہت طویل ہو۔"[2]

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شافِعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"یہ نمازِ تہجد تھی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عام طور پر جتنا قیام فرماتے اُس سے بہت زیادہ طویل قیام آپ نے اس نمازِ تہجد میں فرمایا۔"[3]

قلبی اِرادے کو بُرا سمجھنے کی وُجُوہات:

حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ بِن مَسْعُود** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب تھک گئے تو بیٹھنے کا اِرادہ کیا لیکن بیٹھے نہیں

---

1 . . . بخاری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلوۃ اللیل، ۱/ ۳۸۶، حدیث: ۱۱۳۵۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۶۷۹ بتصرف قلیل۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاہدۃ، ۱/ ۳۲۱، تحت الحدیث: ۱۰۳۔

اور اپنے اِس اِرادے کو بُرا خیال کیا جبکہ آپ نے سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ نفل نماز یعنی نمازِ تہجد تھی اور نفل میں بیٹھنا جائز ہے تو پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک جائز کام کے اِرادے کو بُرا خیال کیوں کہا؟ شارِحینِ حدیث نے اس کی کئی وُجوہات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ،

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شِہَابُ الدِّین اَحْمَد اَلْقَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”ہر چند کہ نفلی نماز میں بیٹھنا جائز ہے اس کے باوجود حضرت سَیِّدُنَا عبداللّٰہ بِن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نماز میں بیٹھنے کو بُرا خیال قرار دینا محض اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَدَب کے پیشِ نظر تھا کیوں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے رہیں اور عبداللّٰہ بِن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیٹھ جائیں یہ امر اَدب کے خلاف تھا اور اِس میں ظاہری اِعتبار سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت بھی تھی۔“[1]

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ امام کی مخالفت بہت بُری بات ہے جبھی تو حضرت سَیِّدُنَا عبداللّٰہ بِن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے امام کی مخالفت میں آنے والے خیال کو بُرا فرمایا (اور اگر امام حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہوں تو یہ اور بھی زیادہ بُرا ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت کرنے سے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے منع فرمایا ہے اور اس پر وعید ہے۔ چنانچہ) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ (پ ۱۸، النور: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔[2]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت عبداللّٰہ بِن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ محض رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب کے پیشِ نظر نماز میں نہیں بیٹھے۔“[3]

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلوۃ اللیل، ۳/۲۰۷، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلوۃ اللیل، ۳/۲۰۷، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔

3 . . . شرح مسلم للنووی کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ ۔۔۔ الخ، ۳/۶۳، الجزء السادس۔

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت عبداللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نماز میں بیٹھنے کو بُری بات قرار دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ بات ادب کے خلاف تھی۔“[1]

طویل قیام افضل یا کثرت رکوع و سجود؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نوافل میں طویل قیام افضل ہے یا رکوع و سجود کی کثرت؟ اس سلسلے میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض عُلَمَاء کے نزدیک طویل قیام افضل ہے کہ بندہ اگرچہ کم رکعتیں پڑھے مگر ان میں لمبی قراءت کرے، طویل قیام کرے اور بعض عُلَمَاء کے نزدیک کثرتِ رکوع و سجود اَفضل کہ بندہ اگرچہ قراءت مختصر کرے مگر زیادہ سے زیادہ رکعات پڑھے کہ جتنی رکعتیں زیادہ ہوں گی اتنے رکوع و سجدے زیادہ ہوں گے۔

کثرتِ رکوع و سجود کی اَفضلیت پر تین اَحادیث:

(1) حضرت سَیِّدُنَا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ”اَعمال میں سب سے افضل عمل رکوع و سجود کی کثرت کرنا ہے۔“[2]

(2) حضرت سَیِّدُنَا مُخارِق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنَا اَبُوذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ آپ طویل قیام نہ کرتے بلکہ رکوع و سجود کی کثرت کرتے تھے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ ”جس نے اچھی طرح رکوع کیا اور اچھی طرح سجدہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کا ایک درجہ بلند فرماتا اور اُس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔“[3]

(3) حضرت سَیِّدُنَا عبداللہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز میں طویل قیام کرتے ہوئے دیکھا، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر پلٹا تو آپ نے فرمایا: ”اِسے کون جانتا ہے؟“

---

1. ۔۔۔عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلوۃ اللیل، ۵/۶۸۴، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔
2. ۔۔۔عمدۃ القاری، کتاب التہجد، باب طول الصلاۃ فی قیام اللیل، ۵/۶۸۴، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔
3. ۔۔۔شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب الافضل فی صلاۃ التطوع ھل طول القیام۔۔۔الخ، ۱/۴۰۹، حدیث: ۲۶۶۶۔

ایک شخص نے کہا: ''میں جانتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر میں اسے جانتا تو ضرور رکوع و سجود کو طویل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر اور کندھوں پر آجاتے ہیں اور وہ جب بھی رکوع و سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گِر جاتے ہیں۔''[1]

طویل قیام کی اَفضلیت پر تین احادیث:

(1) حضرت سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا گیا کہ ''کونسی نماز افضل ہے؟'' فرمایا: ''جس میں قیام لمبا ہو۔''[2]

(2) حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ بِنْ حُبْشِی خَثْعَمِی** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ ''کونسی نماز افضل ہے؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''طویل قیام والی نماز۔''[3]

(3) حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے نماز ادا کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، سورۂ نساء اور سورۂ آلِ عمران تلاوت فرمائی۔[4]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اس حدیثِ پاک کے متعلق فرماتے ہیں: ''**رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ سب کچھ دو یا دو سے زائد گھنٹوں میں ادا فرمایا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے ساری رات شب بیداری فرمائی ہو۔ بہر حال حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عادتاً جو عبادت فرماتے تھے وہ اس کے برعکس تھی کیونکہ حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شب

---

1 . . . شرح معانی الاثار، کتاب الصلاۃ، باب الافضل فی صلاۃ التطوع ۔۔۔الخ، ۱/ ۶۱۰، حدیث: ۲۶۶۷۔

2 . . . مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، ص ۳۸۰، حدیث: ۷۵۶۔

3 . . . ابوداود، کتاب التطوع، باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین، ۲/ ۵۳، حدیث: ۱۳۲۵۔

4 . . . مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراۃ فی صلوۃ اللیل، ص ۳۹۱، حدیث: ۷۷۲ ملخصاً۔

بیداری کے متعلق جو روایات مَروی ہیں ان میں تہائی رات کا ذکر ہے اور اس بات کی بھی وضاحت موجود ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گیارہ 11 رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے تو تہائی رات میں گیارہ رکعت ادا کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم طویل قیام فرماتے تھے۔"[1]

ایک اہم مسئلے کی وضاحت:

واضح رہے کہ جماعت میں قراءتِ مَسنونہ پر زیادتی نہ کرنے کا حکم ہے، خصوصاً اس صورت میں جبکہ مقتدیوں پر زیادت گِراں اور شاق ہو۔ چنانچہ صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "(امام کو چاہیے کہ) قراءتِ مَسنونہ پر زیادت نہ کرے، جب کہ مقتدیوں پر گِراں ہو اور شاق نہ ہو تو زِیادتِ قلیلہ (یعنی تھوڑا سا زیادہ کرنے) میں حرج نہیں۔"[2]

دونوں اقسام کی احادیث میں تطبیق:

امام ابُو جَعْفَر احمد بن سَلَامَہ طَحاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنَا ابُو ذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث حضرت سَیِّدُنَا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے رکوع و سجدہ کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا ایک درجہ بلند کرے اور اس کا ایک گناہ مٹا دے اور اگر رکوع و سجود کے ساتھ ساتھ وہ لمبا قیام بھی کرے تو یہ زیادہ افضل ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے اُس لمبے قیام کی وجہ سے اور زیادہ ثواب عطا فرمائے۔ حضرت سَیِّدُنَا ابُو ذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث کو اس معنٰی پر مَحمول کرنا زیادہ اَولٰی ہے تاکہ وہ دوسری اَحادیث سے مُتَضَاد نہ ہو۔[3]

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شِہَابُ الدِّیْن اَحْمَد اَلْقَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "اس تمام بحث کا حاصل یہ ظاہر ہوا کہ یہ فضیلت اَشخاص و اَحوال کے مختلف ہونے سے بدل جاتی ہے۔"[4] (یعنی کبھی طولِ

---

1 . . . فتح الباری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ۴/ ۱۷، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔

2 . . . بہار شریعت، ۱/ ۵۴۷، حصہ ۳۔

3 . . . شرح بخاری لابن بطال، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ۳/ ۱۲۵۔

4 . . . ارشاد الساری، کتاب التہجد، باب طول القیام فی صلوۃ اللیل، ۳/ ۲۰۸، تحت الحدیث: ۱۱۳۵۔

قیام اور کبھی کثرتِ رکوع و سجود افضل ہے اور آدمی کا ذوق و شوق جس جانب زیادہ مائل ہو وہ چیز اس کے لیے افضل ہے۔)

حدیث پاک سے ماخوذ چند مدنی پھول

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت شارِحین نے جہاں فقہی اِعتبار سے بحث کی ہے، وہیں اس حدیث سے کئی مدنی پھول بھی اَخذ فرمائے ہیں، چند مدنی پھول پیشِ خدمت ہیں:

......**عُلَمَاء واَکابِرین کا ادب واحترام:** عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ عُلَمَاء واَکابِرین کا ادب کرنا چاہیے اور جب تک وہ خلافِ شرع کام نہ کریں قولی اور فعلی طور پر ان کی مُخالَفت نہیں کرنی چاہیے۔

......**نفل کی جماعت اور نماز طویل کرنے کا جواز:** اس حدیثِ پاک میں فرض نمازوں کے علاوہ دیگر نمازوں میں جماعت کے جائز ہونے اور رات میں نماز کو طویل کرنے کے مُستَحَب ہونے کا ثبوت ہے۔[1]

......**فقط غلط وسوسے پر پکڑ نہیں:** عَلَّامَہ سَیِّد محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد میں حضور قیام کو لمبا کرتے تھے، (نیز یہ بھی پتا چلا کہ) جو غلط وسوسہ پیدا ہو اور وہ عملی جامہ نہ پہنے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوتا، حضرت **عبداللہ** بِن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہوا مگر **اللہ** نے انہیں بچالیا۔[2]

......**اِمام کی مخالفت بُری ہے:** عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام کے کسی فعل کے خلاف کرنا بُرا کام ہے۔

......**اِبہام کی وضاحت طلب کرنے کا جواز:** یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے قول یا فعل میں کچھ ابہام ہو تو اس کے بارے میں دریافت کرنا جائز ہے، اسی لیے حضرت سَیِّدُنَا **عبداللہ** بِن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

1 . . . شرح مسلم للنووی کتاب صلوۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ۔۔۔الخ، ۳/ ۶۳، الجزء السادس۔

2 . . . فیوض الباری، ۵/ ۱۷۔

سے آپ کے اصحاب نے پوچھا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اور پھر انہوں نے آپ کی بات کو سمجھ لیا، نیز سَیِّدُنا **عبداللہ** بِن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی انہیں سوال کرنے سے منع نہ کیا۔[1]

نماز میں رسول اللہ کا خیال اور ادب واحترام

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں راویٔ حدیث یعنی حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے سے درج ذیل دو باتیں نہایت ہی ایمان افروز ہیں:

(۱) پہلی بات تو یہ کہ حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز ادا کر رہے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر رہے ہیں، مگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا خیال اور توجہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف لگے ہوئے تھے کہ ہو سکتا ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ابھی رکوع میں تشریف لے جائیں یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھک گئے اور آپ کے دل میں قیام چھوڑ کر بیٹھنے کا خیال آیا۔

(۲) دوسری بات یہ کہ طویل قیام اور تھکاوٹ کے سبب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل میں قیام چھوڑ کر بیٹھ جانے کا خیال پیدا ہوا جسے آپ نے بُرا خیال تَصَوُّر کیا مگر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب واحترام اور تعظیم کی خاطر اُسے عملی جامہ نہ پہنایا۔

عِلم وحِکمت کے مدنی پھول:

مذکورہ بالا دونوں ایمان افروز باتوں سے علم وحکمت کے درج ذیل مدنی پھول حاصل ہوئے:

(۱) نماز میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحْبُوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال دل میں آنے اور اپنی توجہ کو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف لگا دینے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۲) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نماز میں بھی اپنی توجہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف لگائے رکھتے تھے۔

---

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۲۲، تحت الحدیث: ۱۰۳۔

(۳) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ مبارک عقیدہ تھا کہ نماز میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال آنے سے نماز میں کوئی خَلَل واقع نہیں ہوتا، جبھی تو سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی توجہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف لگی ہوئی تھی۔

(۴) نماز میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف توجہ کرنا کوئی مَعْیُوب بات نہیں بلکہ نماز کی معراج اور عَینِ ایمان ہے، کیونکہ اگر یہ کوئی مَعیوب بات ہوتی تو سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جیسے جلیلُ القدر صحابی کبھی بھی ایسا نہ فرماتے۔

(۵) جس طرح بیرونِ نماز **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم ضروری ہے ویسے ہی دورانِ نماز بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم بہت ضروری ہے۔

(۶) نماز میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم وتکریم کرنے سے نماز میں کوئی خَلَل واقع نہیں ہوتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ہمیں یہ عظیم تُحفہ نماز بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طُفَیل ملا ہے، نیز اگر اس سے کوئی خَلَل واقع ہوتا تو سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کبھی بھی ایسا نہ فرماتے۔

(۷) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، تبع تابعین، اَولیائے کِرام، مُحدِّثینِ کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سب کا یہ مبارک عقیدہ ہے کہ نماز میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال آنا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کرنا عینِ ایمان اور شریعت کے مطابق ہے۔ کیونکہ حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار بڑے فُقَہاء صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے، کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کے شاگرد تھے، پھر ان کے بھی کئی شاگرد تھے، سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اس حدیثِ مبارکہ کو ہزاروں مُحدِّثینِ کِرام نے بیان کیا لیکن کسی ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ نماز میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال آنا یا اُن کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کرنا غلط ہے، بلکہ اس بات کی صراحت کی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فعل **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب کی وجہ سے تھا۔

تین ایمان افروز احادیث مبارکہ

واضح رہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک کثیر تعداد ہے جنہوں نے اپنی حیاتِ طَیِّبہ کی کئی نمازیں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتداء میں ادا کیں اور یہ تمام حضرات نماز میں اپنی توجہ اور خیال رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کی طرف رکھا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج ہم تک رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نمازوں کا ایک ایک مبارک فعل بِعَیْنِہٖ ویسا ہی پہنچا ہے جیسا آپ نے ادا فرمایا کیونکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کی ہر ہر ادا کو بَغور دیکھا کرتے تھے اور اسے یاد رکھا کرتے تھے، نیز دیگر نئے مسلمانوں کو اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ذخیرۂ احادیث میں ایسی کثیر احادیث موجود ہیں جن میں اس بات کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا خیال نماز میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک ذات کی طرف ہوتا تھا اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نماز میں بھی رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب واحترام و تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ تین احادیثِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں:

پہلی حدیثِ مبارکہ:

حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن سَاعِدِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بنی عَمرو بن عَوف کے درمیان صلح کروانے کے لیے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت ہوا تو مُؤَذِّن امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا اور عرض کی کہ "حضور! میں اقامت کہوں تو آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟" فرمایا: "جی ہاں۔" چنانچہ سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جماعت کروائی، دورانِ نماز رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہوگئے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مُتَوَجِّہ کیا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لا چکے ہیں لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز میں ایسے منہمک ہوتے تھے کہ اِدھر اُدھر توجہ ہی نہ فرماتے۔ پس جب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے زیادہ آواز پیدا کی تو انہوں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھ لیا اور اپنی جگہ چھوڑنے لگے لیکن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اِشارے سے منع فرمایا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلیں، وہیں کھڑے رہیں۔ اس پر انہوں نے ہاتھ بلند کیے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔ پھر آپ پیچھے ہٹے یہاں تک کہ صف کے برابر کھڑے ہوگئے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آگے تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہوئے تو سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے استفسار فرمایا: ”اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو تم پیچھے کیوں ہٹے؟“ عرض کیا: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ابُوقُحافَہ کے بیٹے کے لیے یہ رَوا نہیں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے نماز پڑھائے۔“[1]

اس حدیثِ پاک سے صَراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں موجود تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا خیال اور توجہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف گئی اور انہوں نے آپ کی تعظیم کی خاطر جگہ چھوڑی، بعد اَزاں سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بھی توجہ اور خیال رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف گیا اور انہوں نے بھی اپنی جگہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم کی خاطر چھوڑ دی۔

دوسری حدیثِ مبارکہ:

حضرت سَیِّدُنا مُغِیرہ بِن شُعْبَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک جگہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرَّحْمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اِقتداء میں نمازِ فجر ادا کررہے تھے، ایک رکعت مکمل ہوچکی تھی۔ جب سَیِّدُنا عبدُ الرَّحْمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اشارے سے منع فرمادیا۔ سَیِّدُنا عبدُ الرَّحْمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز جاری رکھی اور دوسری رکعت مکمل کرکے سلام پھیر دیا، سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوگئے اور اپنی نماز کو مکمل فرمایا۔[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس۔۔۔الخ، ۱/ ۲۴۴، حدیث: ۶۸۴۔

2 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ، ص ۱۶۰، حدیث: ۲۷۴ ملخصاً۔

اس حدیثِ پاک سے بھی صَراحتاً معلوم ہوا کہ نماز میں موجود صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا خیال اور توجہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف تھی اور سَیِّدُنا عبدُ الرَّحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم کرتے ہوئے اپنی جگہ سے ہٹنے کا ارادہ کیا۔

تیسری حدیثِ مبارکہ:

اُمّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز کی اطلاع دینے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔“ حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میں نے عرض کیا: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ابو بکر بڑے رقیق القلب (نرم دل) ہیں آپ کی جگہ کھڑے ہوتے ہی ان پر رِقّت طاری ہو جائے گی اور لوگوں کو کچھ سنائی نہ دے گا۔ بہتر ہے کہ آپ حضرت سَیِّدُنا عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمائیں۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر ارشاد فرمایا: ”جاؤ ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔“ بہر حال بعد ازاں امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز پڑھائی، اسی دوران آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَرض کی شِدّت میں کچھ کمی واقع ہوئی تو آپ دو اَصحاب کے ساتھ اپنے حُجرۂ مُبارکہ سے باہر تشریف لائے، سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جیسے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا تو اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اشارے سے منع فرمادیا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پہلو میں تشریف فرما ہوگئے۔[1]

اس حدیثِ پاک سے بھی صَراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں موجود صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور خود سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا خیال اور توجہ نماز میں ہی رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف تھی اور انہوں نے نماز میں ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے جگہ چھوڑی۔

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب الرجل یاتم بالامام۔۔۔الخ، ۱ / ۲۵۴، حدیث: ۷۱۳ بتغیر۔

”عَشَرۂ مُبَشَّرہ“ کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) نمازِ تہجد ادا کرنا حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔

(2) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تہجد کی نماز میں طویل قیام فرماتے تھے۔

(3) نماز میں امام کی مخالفت کرنا بُرا فعل ہے اور بسا اَوقات اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

(4) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نماز و غیر نماز دونوں حالتوں میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حد درجہ ادب واحترام و تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔

(5) عُلَمَائے کِرام واَکابرِ دِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا ادب واحترام کرنا چاہیے۔

(6) نماز میں اگر قیام کرنا دشوار ہو جائے تو بیٹھنا جائز ہے۔

(7) فرض نمازوں کے علاوہ دیگر نفل نمازوں کی جماعت بھی جائز ہے۔

(8) دل میں بُرا وسوسہ آنے سے انسان گناہ گار نہیں ہوتا جب تک کہ اسے عملی جامہ نہ پہنائے۔

(9) اپنے دینی اور مسلمان بھائی سے اس کے متعلق ایسی بات پوچھنے میں کوئی حرج نہیں جس سے اس کے متعلق کوئی اِبہام دُور ہو جائے۔

(10) نماز میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال آنا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب واحترام کرنا، تعظیم و تکریم کرنا عَینِ ایمان اور نماز کی مِعراج ہے، ان دونوں باتوں سے نماز میں کسی بھی قسم کا کوئی خَلَل واقع نہیں ہوتا، یہ مبارک عقیدہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، تبع تابعین، اَولیائے عُظّام اور تمام اُمَّت مُسْلِمہ کا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تہجد کی نماز پڑھنے اور عبادت کی کثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حقیقی محبت عطا فرمائے، نماز و غیر نماز دونوں میں آپ صَلَّی اللّٰہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم و تکریم اور ادب واحترام نصیب فرمائے، عاشقانِ رسول کی صُحبت عطا فرمائے، گستاخانِ رسول کی صُحبت سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:104

مَیِّت کے ساتھ قبر تک جانے والی تین چیزیں

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلَاثَۃٌ: اَھْلُہُ وَمَالُہُ وَعَمَلُہُ، فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی وَاحِدٌ، یَرْجِعُ اَھْلُہُ وَمَالُہُ وَیَبْقٰی عَمَلُہُ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، گھر والے، مال اور اس کا عمل، پس دو چیزیں یعنی اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس لوٹ آتے ہیں اور ایک چیز یعنی اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔"

دو بے وفا اور ایک وفادار ساتھی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اُن تین چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا تعلق انسان کے ساتھ اس کی زندگی میں ہوتا ہے لیکن ان تینوں میں سے دو یعنی مال اور گھر والے بے وفا اور ساتھ چھوڑ جانے والے اور فقط ایک یعنی عمل وفادار اور قبر میں ساتھ جانے والا ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "بعد مرنے قبر تک تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں۔ دو بے وفا جو مردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں ایک وفادار جو ساتھ رہتی ہے۔"[2]

گھر والوں میں کون شامل ہے؟

حدیثِ پاک میں سب سے پہلے گھر والوں کا ذکر ہے کہ وہ بھی قبر تک میت کے ساتھ جاتے ہیں۔

---

1 ... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۳، حدیث: ۲۹۶۰ بتقدم وتاخر۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۔

گھر والوں میں کون کون لوگ شامل ہیں؟ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”گھر کے لوگوں سے مراد بال بچے، عزیز و اَقارب اور دوست و آشنا ہیں۔“[1]

ایک اِشکال اور اُس کی وضاحت:

یہاں ایک اشکال ہے کہ بعض میتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے ساتھ ان کے گھر والے نہیں ہوتے، جبکہ حدیثِ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر میت کے ساتھ اس کے گھر والے بھی ہوتے ہیں۔ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَرعَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں غالب یعنی اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ ان کے گھر والے جاتے ہیں، اگرچہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ صرف ان کا عمل جاتا ہے، گھر والے نہیں جاتے۔“[2]

مَیِّت کے ساتھ مال جانے سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ پاک میں گھر والوں کے بعد میت کے مال کا ذکر ہے کہ وہ بھی قبر تک اس کے ساتھ جاتا ہے۔ مال سے کیا مراد ہے؟ اور اس مال کے میت کے ساتھ جانے کا کیا مطلب ہے؟ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مال سے مراد غلام، باندیاں، جانور اور گھر وغیرہ ہیں لیکن یہاں میت کے ساتھ جانے والے مال سے مراد خاص قسم کا مال ہے جس کا تعلق مرنے کے بعد اور دفن ہونے سے پہلے میت کے ساتھ رہتا ہے یعنی تجہیز و تکفین، غسل اور تدفین وغیرہ کے اَخراجات اور جب اُسے دفن کر دیا جاتا ہے تو اب مکمل طور پر اُس کا تعلق مال سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔“[3]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَرعَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”عرب میں یہ بات رائج تھی کہ میت

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/۲۲، تحت الحدیث: ۵۱۶۷۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۱۲/۳۱۲، تحت الحدیث: ۶۵۱۴۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/۲۲، تحت الحدیث: ۵۱۶۷ ملتقطاً۔

کے ساتھ اُس کے جانوروں کو بھی قبرستان تک لے جاتے تھے۔"[1] (تو میت کی ملکیت میں جو جانور وغیرہ ہیں ان کا قبر تک جانا گویا اس کے مال کا اس کے ساتھ جانا ہے۔)

اِنسان کا مال تین 3 طرح کا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دنیا کی ہر شے فانی یعنی ختم ہونے والی ہے۔ چاہے گھر ہو یا مال و دولت، آل اَولاد ہوں یا رشتہ دار، ہر شے ایک مخصوص وقت تک ہمارے ساتھ ہے اور اُن تمام چیزوں سے حاصل ہونے والا نفع بھی مُعَیَّنَہ مُدَّت تک ہی ہے۔ جیسے ہی آدمی موت کا شکار ہوتا ہے یہ تمام چیزیں بھی ساتھ چھوڑ جاتی ہیں، انسان زندگی بھر اپنی دولت پر گھمنڈ کرتا ہے لیکن موت اس کے غُرُور کو خاک میں ملا دیتی ہے، جس مال کو یہ اپنا سمجھتا ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ دار وغیرہ اس پر قبضہ جما لیتے ہیں، انسان کا مال تو فقط وہی ہے جو اس نے استعمال کر لیا یا راہِ خدا میں خرچ کر کے آخرت کے لیے جمع کر لیا۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنَا اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ حالانکہ اس کا مال صرف تین چیزیں ہیں: جو اس نے کھا کر ختم کر دیا، یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا کسی کو (راہِ خدا میں) دے کر (آخرت کے لیے) جمع کر دیا اور جو ان تین کے علاوہ ہے وہ اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔"[2]

قبر میں اَعمال کی مختلف شکلیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مُردے کے ساتھ اس کی قبر میں صرف اور صرف اس کے اعمال جاتے ہیں، اب اگر اس کے اعمال اچھے ہیں تو وہ قبر میں ان سے اُنس حاصل کرے گا اور اگر اعمال بُرے ہیں تو وہ اس کے لیے عذابِ قبر کا باعث ہوں گے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ میت کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے تو باقی رہنے کا معنٰی یہ ہے کہ اگر میت

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۱۲ / ۳۱۲، تحت الحدیث: ۶۵۱۴۔

2 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۹۔

نیک و صالح ہو تو اس کا عمل خوبصورت چہرہ، اچھے لباس اور بہترین خوشبو کے ساتھ قبر میں اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: ”تجھے اس بات کی خوشخبری ہو کہ تیرا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسان فرمادیا ہے۔“ مُردہ پوچھتا ہے: ”تو کون ہے؟“ تو وہ کہتا ہے: ”میں تیرا نیک عمل ہوں۔“ ایک اور حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کافر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ”اس کے پاس ایک بد صورت آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا خبیث (یعنی بُرا) عمل ہوں۔“[1]

قبر عمل کا صندوق ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”عمل سے مراد میت کے وہ اَفعال و اَقوال ہیں جن پر ثَواب و عَذاب مُرتَّب ہوتا ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”**قبر عمل کا صندوق ہے۔**“ اور حدیث میں فرمایا گیا کہ ”قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔“[2]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اَعمال سے مراد سارے اچھے بُرے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کیے۔ اَعمال کے ساتھ جانے سے مراد اُن کا میت کے ساتھ تعلق ہے جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ نیک اَعمال جو قبول ہوگئے ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتے ہیں، بُرے اَعمال شفاعت، بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں، اِن چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں، جس پر مولیٰ رحم کرے، حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جسے سنبھال لیں اُس کا بیڑا پار ہے، قبر اَعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری، اِس لیے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ۔“[3]

مُردے کے صدمے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہاں علم و حکمت کے کئی مدنی پھول چننے کو ملتے

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۱۵/ ۵۸۷، تحت الحدیث: ۶۵۱۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۲۲، تحت الحدیث: ۵۱۶۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۱۔

ہیں وہیں ہمیں قبر وآخرت کی تیاری کا بھی مدنی ذہن ملتا ہے۔ بہت **خوش نصیب** ہے وہ شخص جو اپنی دُنیوی زندگی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا والے کاموں میں گزارنے کی کوشش کرتا ہے، دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایمان وعافیت کے ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے اور بہت **بدنصیب** ہے وہ شخص جو دنیا کی عیش کوشیوں میں اپنا قیمتی وقت برباد کرتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ناراضی والے کاموں میں لگا رہتا ہے، حَتّٰی کہ اندھیری قبر میں اُتار دیا جاتا ہے۔ شَیْخِ طَرِیْقَت، امیرِ اَہلسُنَّت اپنے رسالے **"مُردے کے صدمے"** صفحہ 7 پر فرماتے ہیں: افسوس! ہم صدموں سے بھرپور موت کی تیاری سے یَکسَر غافِل ہیں۔ دنیا کی ہر وہ چیز جس سے زندگی میں آدمی کو محبت ہوتی ہے مرنے کے بعد اس کی یاد تڑپاتی ہے اور صدمہ مُردے کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ اس بات کو یوں سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ جب کسی کا پھول جیسا اکلوتا بچہ گم ہو جائے تو وہ کس قدر پریشان ہوتا ہے اور اگر ساتھ ہی اس کا کاروبار وغیرہ بھی تباہ ہو جائے تو اس کے صدمے کا کیا عالَم ہو گا؟ نیز اگر وہ افسر بھی ہو اور مصیبت بالائے مصیبت اس کا وہ عہدہ بھی جاتا رہے تو اس پر جو کچھ صدمے کے پہاڑ ٹوٹیں گے اس کو وہی سمجھے گا۔ اب چونکہ آدمی کے مر جانے کے باوجود اس کی عقل سلامت رہتی ہے، لہٰذا اس کو والدین، بیوی بچوں، بھائی بہنوں، اور دوستوں کا فِراق (جدائی) نیز گاڑی، لباس، مکان، دکان، فیکٹری، عمدہ پلنگ، فرنیچر، کھیل کود کا سامان، کھانے پینے کی چیزوں کا ذخیرہ، خون پسینے کی کمائی، عُہدہ وغیرہ ہر ہر چیز کی جُدائی کا صدمہ ہوتا ہے اور جو جتنا زیادہ راحتوں میں زندگی گزارتا ہے مرنے کے بعد اُن آسائشوں کے چھوٹنے کا صَدمہ بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا۔ جس کے پاس مال ودولت کم ہو اُس کو اُس کے چھوٹنے کا غم بھی کم اور جس کے پاس زیادہ ہو اس کو چھوٹنے کا غم بھی زیادہ۔ حُجَّةُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "یہ اِنکشاف جان نکلتے ہی تدفین سے پہلے ہو جاتا ہے اور وہ فانی دنیا کی جن جن نعمتوں پر مطمئن تھا اُن کی جدائی کی آگ اُس کے اَندر شُعلَہ زَن ہوتی ہے۔"[1]

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، باب فی حقیقة الموت۔۔۔الخ، ۵/ ۲۰۸۔

قبر کی کہانی، قبر کی زبانی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ذرا سوچئے، قبر کی اندھیری رات کیسی ہوگی؟ جب قبر میں مُردے کو لٹایا جاتا ہے تو وہ اس کے ساتھ کیا حشر کرتی ہے؟ آیئے قبر کی کہانی قبر کی زبانی سنتے ہیں، تبلیغِ قرآن وسُنَّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۶۴۷ صفحات پر مشتمل کتاب **"حکایتیں اور نصیحتیں"** صفحہ ۲۰۶ پر ہے: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک جنازے کے ساتھ قبرِستان تشریف لے گئے، جب لوگوں نے صَفیں بنالیں تو آپ سب سے پیچھے چلے گئے، وہاں ایک قبْر کے پاس بیٹھ کر غور وفکر میں ڈوب گئے، آپ کے دوستوں نے استفسار کیا: "اے امیر المؤمنین! آپ تو میت کے ولی ہیں اور آپ ہی پیچھے چلے گئے۔" کسی نے عرض کی: "یا امیرَ المومنین! آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہاں تنہا کیسے تشریف فرما ہیں؟" فرمایا: ابھی ابھی ایک قبْر نے مجھے پُکار کر بلایا اور بولی: اے عمر بن عبد العزیز! مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں اپنے اندر آنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہوں؟ میں نے اُس قبر سے کہا: مجھے ضَرور بتا۔ وہ کہنے لگی: "جب کوئی میرے اندر آتا ہے تو میں اس کا کفن پھاڑ کر جِسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہوں اور اس کا گوشت کھا جاتی ہوں، کیا آپ مجھ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں اس کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں؟" میں نے کہا: ضَرور بتا۔ تو کہنے لگی: "ہتھیلیوں کو کلائیوں سے، گُھٹنوں کو پِنڈلیوں سے اور پِنڈلیوں کو قدموں سے جُدا کر دیتی ہوں۔" اتنا کہنے کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہچکیاں لے کر رونے لگے۔ جب اِفاقہ ہوا تو کچھ اس طرح عبرت کے مَدَنی پھول لُٹانے لگے: "اے لوگو! اِس دنیا میں ہمیں بہت تھوڑا عرصہ رہنا ہے، جو اِس دنیا میں سخت گنہگار ہونے کے باوُجود صاحِب اقتدار ہے وہ آخِرت میں انتہائی ذلیل وخوار ہے۔ جو اس جہاں میں مالدار ہے وہ آخرت میں فقیر ہوگا۔ اِس کا جوان بوڑھا ہو جائے گا اور جو زندہ ہے وہ مر جائے گا۔ دنیا کا تمہاری طرف آنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بہت جلد رخصت ہو جاتی ہے۔ کہاں گئے تلاوتِ قرآن کرنے والے؟ کہاں گئے **بیتُ اللہ** کا حج کرنے والے؟ کہاں گئے ماہِ رَمضان کے روزے رکھنے والے؟ خاک

نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا؟ قبر کے کیڑوں نے اُن کے گوشت کا کیا اَنجام کر دیا؟ ان کی ہڈّیوں اور جوڑوں کے ساتھ کیا ہوا؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! دُنیا میں یہ آرام دِہ نرم نرم بستر پر ہوتے تھے لیکن اب وہ اپنے گھر والوں اور وطن کو چھوڑ کر راحت کے بعد تنگی میں ہیں، اُن کی بیواؤں نے دوسرے نکاح کر کے دوبارہ گھر بَسا لیے، اُن کی اَولاد گلیوں میں دربدر ہے، اُن کے رشتہ داروں نے اُن کے مکانات و میراث آپس میں بانٹ لی۔ **وَاللہ!** ان میں کچھ خوش نصیب ہیں جو قبروں میں مزے لوٹ رہے ہیں اور **وَاللہ!** بعض قبر میں عذاب میں گرفتار ہیں۔

افسوس صد ہزار افسوس، اے نادان! جو آج مرتے وَقت کبھی اپنے والِد کی، کبھی اپنے بیٹے کی تو کبھی سگے بھائی کی آنکھیں بند کر رہا ہے، ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن پہنا رہا ہے، کسی کے جنازے کو کندھے پر اُٹھا رہا ہے، کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں اُتار کر دفنا رہا ہے۔ یاد رکھ! کل یہ سبھی کچھ تیرے ساتھ بھی ہونے والا ہے۔ کاش! مجھے علم ہوتا! کون سا گال قبر میں پہلے خراب ہو گا۔" پھر حضرت سیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رونے لگے اور روتے روتے بے ہوش ہو گئے اور ایک ہفتے کے بعد اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہماری بوئی ہوئی فصل کی کٹائی کا وقت قریب آ گیا ہے، ہم کب تک اس غفلت کا شکار رہیں گے؟ قیامت کی ہولناکیاں ہمارے سامنے ہیں کہ جس دن باپ اپنی اولاد سے بھاگے گا، ماں کی ماممتا بھی اس دن کسی کام نہ آئے گی، اس وقت انتہائی افسوس ہو گا جب ہمارے اعمال کا حساب ہو گا، ہم سُوکھی ہوئی اس گھاس کی مانند ہو جائیں گے جس کو ہوائیں اِدھر سے اُدھر پھینک رہی ہوتی ہیں۔ ہم کب تک اس غفلت میں مبتلا رہیں گے؟ حالانکہ توبہ کی قبولیت کا علم تو ظاہر ہو چکا ہے۔ اے خواہشات کے سمندر میں غرق ہونے والو! نجات کی کشتی پر سوار ہو جاؤ اور اپنے اعمال سے برائیوں کا خاتمہ کر دو، اپنے نفس کو ندامت کے ساحل پر ڈال دو، پھر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بہت زیادہ کرم فرمانے والا پاؤ گے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ذِلّت اور عاجزی کے ساتھ اپنے ہاتھ پھیلاؤ اور اس گھڑی گریہ وزاری کرتے ہوئے

پکارو! اے وہ ذات جس کی نافرمانی کرنا اس کو نقصان نہیں دیتی اور نہ ہی جس کی اطاعت کرنا اس کو کوئی فائدہ دیتی ہے! یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہماری خرابیوں کے بدلے درستی عطا فرما اور خسارے کے عوض نفع عطا فرما۔ اے وہ ذات جس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے! اپنی رحمت سے ہمارے معاملے میں درگزر فرما، ہمیں دنیا میں رہتے ہوئے موت سے قبل آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما، تاکہ ہماری قبر اچھی ہو، ہمارا حشر اچھا ہو، کل بروزِ قیامت ہم تیری رحمت کے سائے میں ہوں، اے ربِّ کریم! ہمیں دُنیوی سوچوں سے نجات دلا کر اُخروی مدنی سوچ عطا فرما۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ... یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے ... مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے ... جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سُونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ... یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدنی گلدستہ

اللہ کے ولی "بشر حافی" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) مرنے کے بعد بندے کا تعلق ہر چیز سے مُنْقَطَع ہو جاتا ہے سوائے اعمال کے کہ وہ بندے کے ساتھ اس کی قبر میں جاتے ہیں۔

(2) انسان کا اصل مال جو آخرت میں اس کے کام آئے گا وہی ہے جو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کر کے اپنی آخرت کے لیے جمع کر لیا۔

(3) نیک اعمال اچھی صورت میں آ کر نیک مؤمن کا دل بہلاتے ہیں، اسے خوشخبری دیتے ہیں جبکہ بُرے

اعمال بُری صورت میں آکر اسے ڈراتے ہیں۔

(4) نیک اعمال کے سبب بعض قُبُور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہیں اور بُرے اعمال کے سبب بعض قُبُور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

(5) دنیا میں جو شخص جتنی زیادہ آسائشوں اور راحتوں میں زندگی گزارتا ہے موت کے بعد اسے ان چیزوں کی جُدائی کا افسوس بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔

(6) احادیث میں بندے کو نیک اعمال کرنے پر اُبھارا گیا ہے کیونکہ جس وقت لوگ اسے قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے تو بندہ اپنے نیک اَعمال سے ہی اُنسِیَّت حاصل کرے گا۔

(7) یقیناً سمجھدار وہی ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرے، نیک اور اچھے اعمال بجالائے، بُرے اور گناہوں والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بُرے اعمال سے بچنے کی ہمت اور طاقت عطا فرمائے، دنیا میں رہتے ہوئے قبر و حشر کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:105

جَنَّت و جَہَنَّم تَسْمُوں سے زیادہ قریب

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّۃُ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِکَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا **عبدُ اللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت تم میں سے ہر ایک کی جوتیوں کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح جہنم بھی۔“

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب...الخ، ۴/ ۲۴۳، حدیث: ۶۴۸۸۔

جوتے کے تسمے سے تشبیہ کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بندے سے جنت و دوزخ کے قُرب کو جوتیوں کے تسمے سے تشبیہ دے کر بیان کیا گیا ہے۔ حدیث پاک میں جس تسمے کا ذکر ہے وہ دراصل وہ تسمہ نہیں جو ہمارے یہاں مُراد لیا جاتا ہے بلکہ اس سے مُراد جوتیوں کے اگلے حصے میں بنی ہوئی وہ جگہ ہے جس میں آدمی اپنی انگلیاں داخل کرتا ہے (جیسا کہ فی زمانہ انگوٹھے والی چپلوں میں یہ تسمہ بنا ہوا ہوتا ہے جس میں آدمی اپنا انگوٹھا ڈالتا ہے) جوتے میں اگر یہ تسمہ نہ بنایا جائے تو آدمی کے لیے چلنا دشوار ہو جائے۔[1]

جنت و جہنم کے قُرب کی وُجُوہات:

جس طرح جوتیوں کا تسمہ بندے سے بہت قریب ہوتا ہے اسی طرح جنت و دوزخ بھی بندے سے بہت قریب ہیں اور جس طرح اس تسمے میں انگوٹھا داخل کرنا انسان کے لیے بہت آسان ہے یوں ہی جنت و دوزخ میں داخلہ بھی بہت سہل، اِسی قُرب و سَہل کو شارِحین نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ اللہ طِیْبِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث میں جنت و دوزخ کی قُرْبَتْ کو جوتے کے تسمے کی قُرْبَتْ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ثواب وعذاب کا حُصُول بندے کی اپنی کوشش سے ہوتا ہے اور کوشش قدموں کے ذریعے ہوتی ہے۔ تو جو شخص کوئی نیک کام کرے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کی وجہ سے جنت کا مُستَحَق ہو گا اور جو بُرا عمل کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وعید کی وجہ سے جہنم کا مُستَحَق ہو گا۔“[2]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَرعَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی عَلَّامَہ اِبنِ جَوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”اس حدیثِ پاک کا معنٰی یہ ہے کہ اچھی نیت اور نیک اَعمال کے ساتھ جنت کا حُصُول نہایت آسان ہے اور اسی طرح خواہشاتِ نفس کی پیروی اور بُرے اَعمال کے ذریعے جہنم کا

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۲۳، تحت الحدیث: ۱۰۵ ملخصاً۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الدعوات، باب سعۃ رحمۃ اللہ، ۵/ ۱۳۴، تحت الحدیث: ۲۳۶۸۔

داخلہ بھی۔"[1] (یعنی اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ دائمی طور پر نیک اَعمال کرنے سے جنت میں داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے اور اسی طرح نفس کی اتباع کرنے سے جہنم میں داخل ہونے کے امکانات بھی بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔)

فِکرِ آخرت کی ترغیب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں اس بات کو بیان کیا جارہا ہے کہ آدمی کو اپنی آخرت کے حوالے سے بہت مُحتاط رہنا چاہیے اور ہر اُس فعل سے اِجتناب کرنا چاہیے کہ جو آخرت کے لیے نقصان دہ ہو کیونکہ آتشِ دوزخ کے بندے سے قریب ہونے کے بارے میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں آگاہ فرمادیا ہے اور اب اس صورت حال میں تھوڑی سی بھی لاپرواہی خسارے کا باعث بن سکتی ہے۔عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت جنت تک لے جاتی ہے اور نافرمانی دوزخ کے قریب کرتی ہے اور یہ جنت و دوزخ سے قریب ہونا کبھی کسی چھوٹے عمل کی وجہ سے بھی ہوتا ہے (یعنی عمل توبظاہر بہت چھوٹا ہوتا ہے لیکن اس عمل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا یا ناراضی ہوتی ہے۔) حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ "بعض اوقات اِنسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا والا ایسا کلام کرتا ہے کہ جس کو وہ خود بھی کوئی اَہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کلام کے سبب اِس بندے کے حق میں قیامت تک اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور بعض اوقات انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی والا ایسا کلام کرتا ہے جس کی یہ کوئی پروا نہیں کرتا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس بات کی وجہ سے قیامت تک اِس بندے سے ناراض ہو جاتا ہے۔"[2]

ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "کبھی منہ سے ایک بُری بات نکل جاتی ہے تو ساری عُمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے

---

1 ... فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب۔۔۔ الخ، ۱۲/ ۲۷۴، تحت الحدیث: ۶۴۸۸۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشھوات، ۱۰/ ۱۹۸۔

اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو ربّ کو پسند ہو اس سے بندہ کے عُمر بھر کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جنتی ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور اُن کے راستے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں اِس لیے نبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس قُرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔"[1]

معمولی عمل سے دُخولِ جنت وجہنم:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جنت و دوزخ میں داخل ہونا اَعمالِ صالحہ اور گناہوں کی کثرت پر موقوف نہیں بلکہ معمولی نظر آنے والی بُرائی بھی جہنم میں داخلے کا سبب بن سکتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہونے والی چھوٹی سی نیکی بھی بندے کو جنت میں داخل کرواسکتی ہے۔ خداوندِ کریم کے یہاں اگر ایک نیکی بھی مقبول ہوجائے تو وہ بندے کی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جس بندے کی کوئی ایک بھی نیکی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔"[2]

کسی بھی عمل کو معمولی نہ سمجھو:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیث میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اعمالِ صالحہ بندے کو بہشت تک پہنچادیتے ہیں اور مَعَاصِی کے اِرتکاب سے بندہ آتش دوزخ کے قریب تر ہوجاتا ہے اور بسا اوقات یہ بہشت و دوزخ کی نزدیکی بہت آسان دکھائی دینے والے عمل سے وقوع پزیر ہوجاتی ہے لہٰذا مؤمن کو چاہیے کہ وہ کسی بھی نیک عمل کو چھوٹا سمجھ کر نہ چھوڑے اور کسی بھی بُرائی کو معمولی سمجھ کر نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس گناہ کو وہ چھوٹا گمان کررہا ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک وہ بہت بڑا گناہ ہو۔ بے شک مؤمن اس نیکی کو نہیں جانتا جس کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر رحم فرمادے اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۸۱۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشھوات، ۱۰/ ۱۹۸۔

اُس گناہ کو بھی نہیں جانتا جس کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہو جائے۔ (لٰہذا بندے کو چاہیے کہ ہر قسم کے نیک اَعمال بجالائے اور ہر طرح کے گناہوں سے اجتناب کرے۔)"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بسا اوقات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہونے والی چھوٹی سی نیکی بڑے بڑے گناہوں پر غالب آجاتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے زبان سے نکلے ہوئے چند کلمات بارگاہِ ربُّ الْعِزَّت میں بندے کی نجات کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک حکایت ملاحظہ فرمائیے:

اللہ اکبر کہنے کی برکت:

ابو بکر محمد بن ابراہیم کلاباذی نے "بحر الفوائد" میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ابو قِلابہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا شراب پینے کا عادی تھا، وہ بیمار ہوا تو اس نے مجھے ملاقات کے لیے پیغام بھیجا، میں اس کے گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو سیاہ رنگ کے فرشتے اس کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ (یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) میرا بھتیجا ہلاک ہو گیا۔" اتنے میں گھر کے روشن دان سے دو سفید فرشتوں نے اندر جھانکا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: "نیچے اترو اور اس نوجوان کے پاس جاؤ۔" جب وہ نیچے آیا تو دونوں سیاہ فرشتے وہاں سے چلے گئے، اس سفید فام فرشتے نے آکر نوجوان کے منہ کو سونگھا اور کہا: "میں نے اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی ذکر نہیں پایا۔" پھر پیٹ کو سونگھا اور کہا: "میں نے اس میں روزے کی خوشبو نہیں پائی اور پاؤں کو سونگھا لیکن اس میں بھی نماز کی خوشبو نہیں پائی۔" پھر وہ فرشتہ اپنے ساتھی سے جا کر افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہ شخص اُمَّتِ مُحمدِیَّہ میں سے ہے لیکن میں نے اس میں کوئی بھلائی نہیں پائی۔" اس کے ساتھی فرشتے نے اس سے کہا: "افسوس ہے تجھ پر! تو کیسی بات کہتا ہے، تو دوبارہ اس کے پاس جا اور غور سے جائزہ لے۔" وہ فرشتہ دوبارہ اس نوجوان کے پاس آیا اور اس نے پھر اس کے منہ کو سونگھا اور کہا: "میں نے اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی ذکر نہیں پایا۔" پھر پیٹ کو سونگھا اور کہا: "میں نے اس میں روزے کی خوشبو نہیں پائی۔" پھر پاؤں کو سونگھا اور کہا: "اس میں بھی نماز کی خوشبو نہیں پاتا۔" یہ سن کر دوسرا فرشتہ

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الرقاق، باب الجنة اقرب۔۔۔الخ، ١٥ / ٥٦١، تحت الحدیث: ٦٤٨٨۔

کہنے لگا: ''یہ شخص اُمّتِ محمدیہ میں سے ہے اور اس کے پاس ایک بھی نیکی اور بھلائی کی بات نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟بس تم اُوپر چڑھو میں خود جا کر دیکھتا ہوں۔'' چنانچہ اس دوسرے فرشتے نے آکر اس کے منہ، پیٹ اور قدموں کو سونگھا مگر اُن میں قرآن پڑھنے اور نماز روزے کی خوشبو نہ پائی تو پھر دوبارہ اُسے سونگھنا شروع کیا اور اس شرابی کی زبان کا کنارہ نکال کر سونگھا تو فوراً بول اُٹھا: ''اللہ اکبر! میں نے دیکھا کہ اس نے مقامِ انتاکیہ میں جہاد کے دوران اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے نعرہ تکبیر بلند کیا تھا۔'' پھر اس نوجوان کی روح پرواز کر گئی اور میں نے اس کے گھر کو کستوری کی خوشبو میں بسا ہوا پایا۔ اگلی صبح جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو نمازیوں سے کہا: ''کیا میں تمہیں تم ہی میں سے ایک جنتی شخص کے بارے میں بتاؤں؟'' پھر میں نے اہل مسجد کو اپنے بھتیجے کا واقعہ سنایا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے فقط ایک بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا ہی اس شرابی کے کام آ گیا۔ اِس حکایت سے معلوم ہوا کہ کسی بھی نیکی کو چھوٹا اور معمولی سمجھتے ہوئے نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے بظاہر چھوٹی نظر آنے والی اُس نیکی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے سبب جنت میں داخل فرما دے۔ اِسی طرح کسی بُرائی و گناہ کو ہلکا و معمولی یا چھوٹا و صغیرہ سمجھ کر نہ کیا جائے، ہو سکتا ہے کہ بظاہر چھوٹے نظر آنے والے اِس گناہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے سبب جہنم میں داخل کر دے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

''اَحمد'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جنت و دوزخ انسان کے بہت قریب ہیں پس اگر وہ نیکی کرے گا تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور اگر گناہ کرے گا تو دوزخ میں داخل ہو جائے گا۔

---

[1] ... التذکرہ باحوال الموتی وامور الآخرۃ، باب منہ فی الشفعاء وذکر الجھنمیین، ص ۳۲۴۔

(2) انسان کو اپنی گفتگو میں بہت محتاط رہنا چاہیے کیونکہ ایک ایسا لفظ منہ سے نکل گیا جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ ناراض ہو گیا تو وہ اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔

(3) چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے، ہو سکتا ہے کہ وہی نیکی جنت میں داخلے کا سبب بن جائے، اسی طرح چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہی گناہ جہنم میں داخلے کا سبب بن جائے۔

(4) یہ ضروری نہیں کہ نیک اعمال کی کثرت سے جنت میں داخلہ ملے بلکہ معمولی نظر آنے والی نیکی بھی جنت میں داخلے کا سبب بن سکتی ہے، اسی طرح دوزخ میں داخل ہونا گناہوں کی کثرت پر موقوف نہیں بلکہ بظاہر معمولی نظر آنے والا گناہ بھی جہنم میں داخلے کا سبب بن سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیاں کرنے، نیکیوں کی ترغیب دینے، گناہوں سے بچنے اور دیگر لوگوں کو گناہوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنی رحمتِ کاملہ سے جنت میں داخلہ عطا فرمائے، جنتُ الفردوس میں پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:106

جنّت میں رسُولُ اللہ کی رَفاقت

عَنْ اَبِیْ فِرَاسٍ رَبِیْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْاَسْلَمِیِّ خَادِمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِيْهِ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ: سَلْنِیْ، فَقُلْتُ: اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ، فَقَالَ: اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ: فَاَعِنِّیْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو فِراس رَبیعہ بن کَعب اَسْلَمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۹۔

وَسَلَّم کے خادِم اور اہلِ صُفَّہ میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ میں رات کو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وضو اور دیگر حاجات کے لیے پانی لایا کرتا تھا، ایک دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کے جُودوکَرَم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا اور آپ) نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''(اے ربیعہ!) مانگ کیا مانگتا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''اس کے علاوہ اور کچھ؟'' میں نے عرض کی: ''بس یہی۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تو پھر سجدوں کی کثرت کرکے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔''

سَیِّدُنا ربیعہ بن کعب کا مُختصر تعارُف:

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کنیت ابُوفِراس ہے، اسلمی ہیں، اصحابِ صُفّہ میں سے تھے، قدیمُ الاسلام صحابی ہیں، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سفر و حضر کے خاص خادم ہیں، سن ۶۳ ہجری میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال ہوا۔[1]

رسولُ اللہ کی کرم نوازی کی وُجوہات:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''مانگو! کیا مانگتے ہو؟'' شارِحین نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ،

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ''مانگو کیا مانگتے ہو؟ یعنی مجھ سے اپنی حاجت بیان کرو۔''

عَلَّامَہ اِبنِ حَجَر ہَیْتَمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یعنی تم نے جو میری خدمت کی ہے اُس خدمت کے صلے میں، میں تمہیں تحفہ دوں۔ کیونکہ کریموں کی یہ شان ہوتی ہے کہ جو اُن کی خدمت کرتا ہے اُسے

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۸۳۔

اِنعامات سے نوازتے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ کریم کوئی نہیں۔"[1]

رسولُ اللہ کے اِختیارات کی وُسعت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا صراحتاً بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مطلقاً فرمایا کہ "مانگو جو مانگنا ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو زمین وآسمان اور دنیا وآخرت کے تمام خزانوں پر ایسا اختیار عطا فرمایا ہے کہ آپ جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمادیں اسی وجہ سے ہمارے ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیات میں اس بات کو شمار فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس بات کا اختیار ہے کہ کسی بھی شخص کو کسی بھی حکم کے ساتھ چاہیں تو خاص فرمادیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا خُزَیمہ بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گواہی کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو شخصوں کی گواہی کے برابر فرمایا۔ حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عَطِیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوحے کی اجازت عطا فرمائی۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "شارِع یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عام حکم سے جس کو چاہیں خاص فرمادیں۔ جیسے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اَبُوبُردہ بن نِیار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے علاوہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے لیے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کو جائز فرمایا۔ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خصوصیات میں اس بات کو بھی ذکر کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جنت کی زمین کا مالک کر دیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں جتنا چاہیں عطا فرمائیں۔"[2]

فضل وکرم وکمال کے دریا:

لَمعاتُ التَّنقِیح میں ہے: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مُطلقاً فرمانا کہ "مجھ سے مانگو۔" اس سے معلوم

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب السجود وفضلہ، ۲/۶۱۵، تحت الحدیث: ۸۹۶۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ۲/۶۱۵، تحت الحدیث: ۸۹۶ ملخصا۔

ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے خزانوں میں سے ہر اس چیز کے عطا کرنے کا اختیار دیا ہے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عطا کرنا چاہیں اور یہ بھی اختیار دیا کہ آپ مانگنے والوں میں سے جس کو چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں، کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فضل و کرم اور کمال کے ایسے دریا ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔"[1]

تمام کام رسولُ اللہ کے دستِ اَقدس میں:

شیخ عَبدُ الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُطلقاً فرمایا: "مانگو" اور کسی مطلوبِ خاص کی قید نہ لگائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دَستِ ہِمَّت و کرامت میں ہیں جو کچھ چاہتے ہیں جس کے لیے چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اِذن سے عطا فرماتے ہیں۔"[2]

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مُختارِ کُل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

مُرافقت سے مُراد قریبی مَرتبہ ہے:

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رَفاقت کا سوال کیا تو کیا حضرت سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنت میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برابری کا درجہ مانگا تھا؟ چنانچہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے عَلّامہ مُحمّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مقام تو مقامِ وسیلہ ہے جو کہ صرف آپ کے ساتھ خاص ہے وہاں تو کوئی نبی بھی نہیں پہنچ سکتے چہ جائیکہ کوئی دوسرا وہاں پہنچے؟ کیونکہ حضرت سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مراد یہ تھی کہ آپ

---

1 . . . لمعات التنقیح، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ۳/ ۱۷۲، تحت الحدیث: ۸۹۶۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب السجود وفضلہ، ۱/ ۴۲۵۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریبی مَراتب میں سے کوئی ایک مرتبہ مل جائے۔ انہوں نے اس مرتبے کو مُرافقت سے تعبیر فرمایا۔"[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مُرافقت کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی مجھے آپ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں، جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔"[2]

حضور کے مُساوِی کسی کا مقام نہ ہو گا:

حَافِظْ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْجَوَاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رَفاقت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "اس کے علاوہ اور کچھ مانگ۔" تو حضرت سَیِّدُنا ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ "بس یہی چاہیے۔" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تو پھر سجدوں کی کثرت کر کے میری مدد کرو۔" تاکہ کثرت سجود سے میرے قُرب اور تمہارے درجات کی بلندی میں اضافہ ہو یہاں تک کہ تم جنت میں میرے درجے کے قریب آجاؤ لیکن وہ میرے درجے کے مُساوی نہ ہو گا۔ بے شک سجدہ قُرب حاصل کرنے اور دَرجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩﴾ (پ۳۰، العلق: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: "سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔" اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: "بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے۔"[3]

قُربِ خُدا اور قُربِ حَبیبِ خدا لازم و مَلزوم:

حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ربیعہ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۲۴، تحت الحدیث: ۱۰۶۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۸۴۔

3 . . . اکمال المعلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ۲/ ۴۰۳، تحت الحدیث: ۴۸۹۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ ”اگر تم جنت میں میری رَفاقت چاہتے ہو تو پھر کثرتِ سُجُود کے ذریعے میری مدد کرو اور نفسانی خواہشات کی مخالفت کرو۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ شرط کیوں بیان فرمائی؟ عَلَّامَہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس کی بہت پیاری توجیہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ”اے غوروفکر کرنے والے! اس شرط پر غور کر، ان دونوں باتوں (حضور کی رفاقت اور کثرتِ سجود) کو باہم مَربوط کرنے سے تو ایک دقیق راز سے آگاہ ہوگا، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رَفاقت چاہتا ہے تو وہ اس رَفاقت کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب (کثرتِ سجود) کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب پانا چاہتا ہے وہ اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قُرب کے بغیر نہیں پا سکتا کیونکہ خود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے پاک کلام قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ ۳، آل عمران: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم **اللہ** کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ۔ **اللہ** تمہیں دوست رکھے گا۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتِّباع کو دو محبتوں (بندے کی ربّ عَزَّوَجَلَّ سے محبت اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت) کے درمیان رکھ دیا ہے وہ اس طرح کہ بندے کی ربّ عَزَّوَجَلَّ سے محبت حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتباع سے مشروط ہے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت بھی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی پر مَوقوف ہے۔“[1]

جنتی رفاقت کا سبب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ایک نکتہ قابلِ غور ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا رَبیعہ اَسلَمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ فرمایا کہ ”سجدوں کی کثرت کرکے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔“ یہ نہ فرمایا کہ ”سجدوں کی کثرت کرو تمہیں جنت میں میری رَفاقت مل جائے گی۔“ معلوم

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ۲/ ۳۱۳، تحت الحدیث: ۸۹۶۔

ہوا جنت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نظرِ عنایت سے ہی ملے گی البتہ نیک اعمال اور کثرتِ سجود وغیرہ اس میں مُعاوِن ہیں۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے، تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں اِمداد دو۔“ مزید فرماتے ہیں: ”کثرتِ سجود سے بتایا گیا کہ فقط نمازِ پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تاکہ میرے قُرب کے لائق ہو جاؤ۔ جیسے بادشاہ کہے کہ ”میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو۔ حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے۔“

مالک ہیں خزانۂ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خُلد جنابِ رَبیعہ کو بِگڑی لاکھوں کی بنائی ہے[1]

سَیِّدُنا رَبیعہ پر بارگاہِ رسالت کی عطائیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُنا رَبیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ مانگو تو انہوں نے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ فقط ایک ہی چیز مانگی اور وہ ہے: ”جنت میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رَفاقت۔“ لیکن اس ایک چیز کے ضِمن میں سَیِّدُنا رَبیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہِ رسالت سے بہت سی چیزیں عطا ہوئیں۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ حضرت سَیِّدُنا رَبیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس جگہ حضور تاجدارِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حَسبِ ذیل چیزیں مانگیں: ❁ زندگی میں ایمان پر استقامت، ❁ نیکیوں کی توفیق، ❁ گناہوں سے کنارہ کشی، ❁ مرتے وقت ایمان پر خاتمہ، ❁ قبر کے حساب میں کامیابی، ❁ حشر میں اعمال کی قبولیت، ❁ پل صراط سے بخیریت گزر، ❁ جنت میں ربّ کا فضل و بلندیٔ مَراتب۔ یہ سب چیزیں صحابی نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مانگیں اور حضور نے صحابی کو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۸۴۔

بخشیں، لہٰذا ہم بھی حضور سے ایمان، مال، اولاد، عزت، جنت، سب کچھ مانگ سکتے ہیں، یہ مانگنا سنتِ صحابہ ہے۔ حضور کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرتِ رَبیعہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے حضور سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور جنت میں ہی ملیں گے، لہٰذا جنت کا بھی ذکر کر دیا۔''[1]

اختیاراتِ مصطفےٰ پر تین اَحادیث مبارکہ

(1)زمین کے خزانوں کی کُنجیاں:

حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے جَوامِعُ الکَلِم بنا کر مَبعُوث فرمایا گیا ہے اور رُعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے ایک روز جبکہ میں سو رہا تھا تو میرے پاس زمین کے خزانوں کی کُنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔''[2]

(2)صحابیِ رسول اور روزے کا کفارہ:

حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور اس نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں ہلاک ہو گیا۔'' **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے استفسار فرمایا: ''کس چیز نے تمہیں ہلاک کیا؟'' اس نے عرض کی: ''میں نے روزے کی حالت میں اپنی زوجہ سے صُحبت کر لی ہے۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس ایک غلام ہے کہ جسے تم کفّارہ کے طور پر آزاد کر دو؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں۔'' فرمایا: ''کیا تم لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں۔'' پھر فرمایا: ''کیا تم ساٹھ 60 مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں۔''

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۸۴۔

2 ... بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول النبی نصرت بالرعب۔۔۔الخ، ۲/ ۳۰۳، حدیث: ۲۹۷۷۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما ہو گئے۔ کچھ دیر بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک کھجوروں سے بھرا ہوا ٹوکرا پیش کیا گیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص سے فرمایا: "یہ ٹوکرا اُٹھالو اور اس کی تمام کھجوریں صدقہ کردو۔" اس نے عرض کی: "کیا مجھ سے بھی بڑھ کر کوئی فقیر ہے؟ مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھر والا مجھ سے زیادہ مُحتاج نہیں۔" یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اتنا مُسکرائے کہ آپ کی مبارک ونورانی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ ارشاد فرمایا: "جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔"[1]

(3)صحابیِ رسول اور قربانی کا جانور:

حضرتِ سَیِّدُنا بَراء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابُو بُردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عید کی نماز سے پہلے اپنی قربانی کرلی تو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے ارشاد فرمایا: "اس کے بدلے میں دوسری قربانی کرو۔" وہ عرض گزار ہوئے: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس تو چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے۔" حضرت سَیِّدُنا شُعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک سال کی بکری سے بہتر ہے۔ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اسی کی قربانی دے دو لیکن تمہارے بعد کسی اور کے لیے ایسا کرنا کافی نہ ہوگا۔"[2]

اِختیاراتِ مُصطفٰے کا تفصیلی عقیدہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! خلاصہ یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب، ہم گناہگاروں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہر طرح کے اِختیارات سے نوازا ہے۔ صَدْرُ الشَّرِیعہ، بَدْرُ الطَّرِیقہ حضرت عَلَّامہ مَولانا مُفتی محمد امجد علی اَعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِختیاراتِ مُصطفٰے کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نائبِ مُطلَق ہیں، تمام جہان حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے

---

1. . . مسلم، کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ۔۔۔ الخ، ص ۵۶۰، حدیث: ۱۱۱۱۔
2. . . بخاری، کتاب الاضاحی، باب قول النبی لابی بردۃ ۔۔۔ الخ، ۳/۵۷۵، حدیث: ۵۵۵۷۔

تَحْتِ تَصَرُّف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں اُن کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہان اُن کا محکوم ہے اور وہ اپنے ربّ کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو اُنھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سُنَّت سے محروم رہے، تمام زمین اُن کی مِلک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے، مَلَکُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے زیرِ فرمان، جنت و نار کی کُنجیاں دَستِ اَقدس میں دے دی گئیں، رِزق و خَیر اور ہر قسم کی عَطائیں حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی عطا کا ایک حصہ ہے، اَحکامِ تَشْرِیْعِیَّہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سَیِّدُنَا "حسن بن علی" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے تمام خزانوں پر ایسی قُدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جسے چاہیں، جو چاہیں، جتنا چاہیں عطا فرما دیں۔

(2) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے ایسے مالِک و مُختَار ہیں کہ اَحکامِ شَرعِیَّہ میں بھی جس کے لیے جو چاہیں خاص فرما دیں۔

(3) دنیا و آخرت دونوں میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بادشاہی ہے، جنت اور اس کی تمام نعمتیں تو حضور سرورِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں۔

(4) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنت میں جس مقام پر فائز ہوں گے اس مرتبے پر کوئی نبی عَلَیْہِ السَّلَام

---

[1] ... بہارِ شریعت، ۱/ ۷۹، حصہ ۱۔

بھی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ کوئی غیر نبی اور اُمتی اُس تک پہنچے۔

(5) جنت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رحمت سے ہی ملے گی، البتہ عبادات اور کثرتِ سُجُود قُرب حاصل کرنے اور درجات کی بلندی میں اضافے کا ذریعہ ہیں۔

(6) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قُرب دونوں لازِم و ملزوم ہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاسکتے۔

(7) بندے کی ربّ سے محبت اور ربّ کی بندے سے محبت دونوں رسولِ خدا، حبیبِ کبریاء، اَحمد مُجتبیٰ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتّباع پر موقوف ہیں۔

(8) حُضُور سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایمان، مال اولاد، جنت اور عزّت سب کچھ مانگ سکتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو یہ تمام چیزیں عطا فرمائی ہیں اور آپ کو اِن کا مالک بنا دیا ہے اب آپ جسے چاہیں عطا فرما دیں۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بڑی بڑی نعمتیں مانگا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جنت میں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قُرب عطا فرمائے اور دنیا میں ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس قُرب کو حاصل کرنے میں مُعاوِن ہوں۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:107

ایک سجدہ کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ، وَیُقَالُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰن ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: عَلَیْکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ، فَاِنَّکَ لَنْ تَسْجُدَ لِلّٰہِ سَجْدَۃً اِلَّا رَفَعَکَ اللہُ بِہَا دَرَجَۃً، وَحَطَّ عَنْکَ بِہَا خَطِیْئَۃً۔ [1]

1 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۸۔

ترجمہ: حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام حضرت سَیِّدُنَا اَبُو عبد اللہ یا اَبُوعبدُ الرَّحمٰن ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”تم پر سجدوں کی کثرت کرنا لازم ہے کیونکہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے جب بھی سجدہ کروگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سجدے کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا۔“

حدیثِ پاک کا پسِ منظر:

حضرت سَیِّدُنَا مَعْدان بِن طَلْحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں حُضُور رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام حضرت سَیِّدُنَا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملا اور ان سے پوچھا: ”مجھے ایسا عمل بتایئے جس کو کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے جنت میں داخل کردے یا وہ عمل جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔“ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنَا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر پوچھا تو بھی آپ خاموش رہے، جب میں نے تیسری بار پوچھا تو فرمایا: ”میں نے اس بارے میں حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم پر سجدوں کی کثرت کرنا لازم ہے کیونکہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے جب بھی سجدہ کروگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سجدے کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا۔“[1]

سَیِّدُنَا ثَوبان کے دو مرتبہ خاموش رہنے کی وجہ:

حضرت سَیِّدُنَا مَعْدان بِن طَلْحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب حضرت سَیِّدُنَا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے سوال کیا تو آپ دو 2 مرتبہ خاموش رہے اور تیسری بار پوچھنے پر جواب دیا۔ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر، حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت سَیِّدُنَا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تین بار یہ سوال کیا تھا، دو 2 بار سرکار خاموش رہے تھے اور تیسری بار میں جواب دیا تھا۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/۳۲۵، تحت الحدیث: ۱۰۷۔

دو 2 بار خاموش رہے۔ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ خاموشی سائل کا شوق بڑھانے کے لیے اور حضرت سَیِّدُنا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خاموشی سنت پر عمل کرنے کے لیے تھی۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یہ عادت تھی کہ وہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَداؤں کی نقل کرتے تھے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

کثرتِ سجود کے حکم کی حکمتیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نُور کے پَیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کثرت سے سجدے کرنے کا حکم اِرشاد فرمایا۔ شارِحین حدیث نے اس کی کئی حِکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ چند حِکمتیں پیش خدمت ہیں:

سجدوں کی کثرت قُربِ اِلٰہی کا سبب:

علامہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "(سجدوں کی کثرت قُربِ الٰہی کا سبب ہے۔) اِس کی تائید شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک دوسرے فرمان سے بھی ملتی ہے جس میں اِرشاد فرمایا: "سجدے کی حالت میں بندہ اپنے ربّ کے سب سے قریب ہوتا ہے۔" اورآپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کی مُوافقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمانِ عالیشان سے بھی ہوتی ہے: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾﴾ (پ۳۰، العلق: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: "اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔"[2]

سجدے میں عجزو اِنکساری ہے:

حَافِظْ قَاضِی اَبُوالْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: "سجدے میں انتہا درجے کی تواضع اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۸۵ ماخوذاً۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ۲/ ۲۰۶، الجزء الرابع ملخصاً۔

اِنکساری پائی جاتی ہے اور سجدے میں بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اپنی عُبُودِیَّت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ سجدے میں آدمی اپنے جسم کے سب سے زیادہ قابلِ احترام حصے یعنی اپنے چہرے کو ایک ادنیٰ سی چیز جسے لوگ اپنے پیروں اور جوتوں تلے رَوندتے ہیں یعنی مٹی سے آلودہ کرکے ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حَقارت اور اپنی ذات کے اَدنیٰ ہونے کا اِظہار کرتا ہے۔"[1]

سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت:

سجدوں کی کثرت کے حکم کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ سجدہ بذاتِ خود ایک عبادت ہے جبکہ قیام اور رکوع نماز میں تو عبادت ہیں لیکن نماز کے علاوہ عبادت نہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر، حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ صرف سجدہ بھی عبادت ہے مگر صرف رکوع اور قیام عبادت نہیں بلکہ یہ نماز میں عبادت ہے۔"[2]

سجدوں کی کثرت کا معنیٰ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولَاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سجدوں کی کثرت کا حکم دیا ہے اور یہ وہ سجدے ہیں جو اخلاص کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیے جائیں اور ان سجدوں کی ادائیگی نمازوں کی کثرت، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر ادا کرکے ہوگی۔ شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "اِن سجدوں کی ادائیگی اِس طرح ہوگی کہ خُدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے کثرت سے نماز ادا کی جائے۔"[3]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ البَارِی نقل فرماتے ہیں: "سجدوں کی کثرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز میں کثرت سے سجدے کرو، سجدۂ تلاوت کرو اور سجدۂ شکر بجالایا کرو۔"[4]

---

1 ... اکمال المعلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ۲/۴۰۳، تحت الحدیث: ۴۸۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۷۹۔

3 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ۱/۴۲۵۔

4 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ۲/۶۱۶، تحت الحدیث: ۸۹۷۔

سجدوں کی کثرت عظیم مَراتب کا سبب:

شیخ عبدُ الحق مُحدِّث دِہلَوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سجدوں کی کثرت سے بندے کو عظیم مرتبہ عطا فرمائے گا اور درگاہِ قُرب و عَظمت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے گا۔ یہ سجدہ مَعاصی یعنی گناہوں اور سَیِّئات یعنی بُرے اَعمال کی مَعافی کا سبب بھی ہے، رَفعِ دَرَجات یعنی درجات کی بلندی اور زیادتِ حَسَنات یعنی نیکیوں میں زیادتی کا مُوجِب بھی اور یہ سجدہ ان دونوں طریقوں کے ذریعے بندے سے ضَرر و نُقصان کو دُور کر کے اسے نَفع سے ہَمکِنار کرتا اور فَلاح و نَجات سے بَہرہ وَر کرتا ہے۔“[1]

سجدے کے سبب گناہوں کی معافی:

حدیثِ پاک میں سجدہ کرنے کی فضیلت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سجدہ کرنے والے کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ یہاں کونسا گناہ مراد ہے؟ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کبیر، حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ سجدہ گناہوں کا کفّارہ ہے مگر گناہوں سے مراد حقوقُ اللہ کے گناہِ صغیرہ ہیں، حقوقُ العباد ادا کرنے سے اور گناہِ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔“[2]

سجدے سے متعلق بزرگانِ دین کے اَحوال واَقوال

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سجدہ ایک عظیم عبادت ہے، بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سجدوں کی کثرت فرمایا کرتے تھے۔ چند بزرگانِ دین کے اَحوال پیشِ خدمت ہیں:

روزانہ ایک ہزار 1000 سجدے:

حضرت سیِّدُنا علی بن **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے متعلق منقول ہے کہ آپ ہر روز ایک ہزار 1000 سجدے کرتے تھے اور لوگ انہیں ”سَجَّاد“ یعنی بہت زیادہ سجدے کرنے والا کہتے تھے۔[3]

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب السجود و فضلہ، ۱/ ۴۲۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۸۵۔

3 . . . صفۃ الصفوۃ، باب علی بن عبد اللہ بن عباس، ۱/ ۲۷۶، الجزء الثانی۔

جوانی کے سجدے قابلِ رشک:

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (بڑھاپے میں) فرمایا کرتے تھے: ”اے نوجوانوں کے گروہ! مَرض سے پہلے صِحت میں جلدی کرو، میں صِرف اُس شخص پر رَشک کرتا ہوں جو رُکوع و سُجود کو پورا کرتا ہے جبکہ میرے اور سجدے کے درمیان رُکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔“[1] (یعنی میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔)

کسی چیز پر افسوس نہیں ہوتا:

حضرت سَیِّدُنا مَسروق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے سجدہ کرنے کے سوا دنیا کی کسی چیز کے چھوٹنے پر افسوس نہیں ہوتا۔“[2]

سجدے میں قُربِ الٰہی کی زیادتی:

حضرت سَیِّدُنا عُقبہ بِن مُسلِم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”بندے کی کوئی خصلت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کو پسند کرے اور بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کے علاوہ کسی گھڑی میں اس کا زیادہ قُرب نہیں پاتا۔“[3]

سجدے میں دعائیں زیادہ مانگو:

حضرت سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ ”بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب سجدے کرتا ہے، لہٰذا اس میں دعائیں زیادہ مانگو۔“[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . المجالسه وجواهر العلم، الجزء الثالث، ١/ ١٧٣، حديث: ٣٣١۔

2 . . . شعب الايمان للبيهقى، باب فى الصلوات، تحسين الصلاة والاكثار منها۔۔۔الخ، ٣/ ١٥٣، حديث: ٣١٧٨۔

3 . . . كتاب الزهد لابن المبارك، باب الذى يجزع من الموت۔۔۔الخ، ص ٩٤، حديث ٢٧٩۔

4 . . . ابوداود، كتاب الصلوة، باب الدعاء فى الركوع والسجود، ١/ ٣٣٢، حديث: ٨٧٥۔

مدنی گلدستہ

”جنت البقیع“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) سجدہ صرف وہی مقبول ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اِخلاص کے ساتھ کیا جائے۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کثرت سے سجدے کرنے کا حکم دیا ہے، اب بندے کی مرضی ہے کہ وہ کسی بھی طرح کرے چاہے زیادہ رکعتیں ادا کر کے یا سجدۂ شکر کی کثرت کر کے یا سجدۂ تلاوت کر کے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے سے ایک درجہ بلند ہوتا اور ایک صغیرہ گناہ معاف ہوتا ہے۔

(4) سجدہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(5) سجدے کے ذریعے بندہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اور اِنکساری کا اظہار کرتا ہے اور ربّ کو اپنے بندے کا یہ فعل بہت پسند ہے کہ وہ اس کے سامنے اپنی محتاجی کا اعتراف کرے۔

(6) سجدہ، نماز و غیر نماز دونوں میں عبادت ہے جبکہ قیام و رکوع، بغیر نماز کے عبادت نہیں۔

(7) مُبَلِّغِیْن و وَاعِظِیْن و دَرس دینے والوں کو چاہیے کہ نیک اَعمال کا حکم دیتے ہوئے ان کے فضائل بھی ذکر کریں کہ اُن فضائل کو سن کر اُن اعمال کی طرف رَغبت زیادہ ہو گی۔

(8) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور رَحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر اَدا کو اَدا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا۔

(9) سجدے کی حالت میں بندے کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب زیادہ حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس میں دعائیں بھی زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی بارگاہ میں سجدوں کی کثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، سجدوں کی برکت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:108

بہترین شخص کون ہے؟

عَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَلْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُہُ وَحَسُنَ عَمَلُہُ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابُو صَفْوَان **عبد اللّٰہ** بن بُسْر اَسْلَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔“

سَیِّدُنَا عبد اللّٰہ بن بُسر کا مختصر تعارُف:

آپ کا نام **عبد اللّٰہ** بن بُسر المَازِنی ہے، آپ کی کنیت ابُو بُشْر اور ایک قول کے مطابق ابُو صَفْوَان ہے۔ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ دو عالَم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے سر پر اپنا دستِ مُبارک رکھ کر آپ کو دعا دی۔ آپ کے والد، والدہ، بھائی عَطِیَّہ اور بہن صَمَّاء (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم) سب کے سب شرفِ صَحابِیَّت سے سرفراز ہوئے۔ آپ سے شامیوں نے روایات بیان کی ہیں۔ ۹۴ سال کی عُمر میں سن 88 ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ ایک قول کے مطابق آپ کا وصال ۹۶ ہجری میں سو 100 سال کی عُمر میں ہوا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آخری صحابی ہیں جو ملکِ شام میں فوت ہوئے۔ (2)

لوگوں میں سب سے بہترین شخص:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عُمر کا طویل ہونا بندے کے اختیار میں نہیں، لیکن نیک اعمال کرنا بندے

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی طول العمر، ۴/۱۴۷، حدیث: ۲۳۳۶۔

2 . . . اسد الغابۃ، عبد اللہ بن بسر المازنی، ۳/۱۸۶ ملتقطا۔

کے اختیار میں ہے تو انسان کو چاہیے کہ اپنی عمر اور اپنے وقت کو غنیمت جانے اور اِنہیں اُن کاموں میں صرف کرے جس سے اُخروی فائدہ ہو۔ اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو کیونکہ انسان کی مثال اِس دنیا میں نیک اَعمال کے ساتھ اُس تاجر کی سی ہے جو سامانِ تجارت کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے تاکہ تجارت کر کے منافع کمائے اور اپنے وطن سلامتی کے ساتھ اور خوب نفع کما کر لوٹے تو وہ بھلائی کو پالیتا ہے۔ اسی طرح انسان کی عُمر اس کا سرمایہ ہے، اس کی سانسیں اور اَعضاء و جوارِح کا کام کرنا اس کا نقد ہے اور نیک اعمال اس کا منافع ہیں، پس جتنا اس کا سرمایہ یعنی عُمر زیادہ ہو گی، نفع یعنی نیک اَعمال بھی اتنے زیادہ ہوں گے اور آخرت اس کا وطن ہے۔ پس جب وہ اپنے وطن لوٹے گا تو اپنے منافع یعنی نیک اعمال کا پورا پورا ثواب پائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پاک کلام قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ (پ۲۲، فاطر: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں۔

اور جس نے اس بات کو نہیں سمجھا اور اپنے سرمایہ یعنی عُمر کو ضائع کر دیا تو وہ نفع یعنی عمل کی توفیق نہیں پاتا۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۶﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جس

---

[1] ... شرح الطیبی، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، ۴/۶۰۴، تحت الحدیث: ۲۲۷۰۔

کی عُمْر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں ہر دن اس کی نیکیاں بڑھائے، ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں کے برابر ہوں وہ نمبر دوم کا خوش نصیب ہے۔ ایسا شخص مشکل سے ملے گا جو زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہ کرے، یہ شان حضراتِ انبیاء کرام کی ہے یا خاص اولیاء اللّٰہ کی، یہاں وہ ہی معنیٰ مراد ہیں جو ہم نے عرض کیے۔''[1]

عمل کے اچھا ہونے کے معنیٰ:

حدیث میں فرمایا گیا کہ ''بہترین شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو۔'' کیونکہ جس کی عمر لمبی ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں گزرے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب ہو گا اور آخرت میں اس کے درجے بھی بلند ہوں گے کیونکہ جب بندہ نیک اعمال کرتا چلا جائے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اتنا قریب ہوتا چلا جائے گا لیکن یہ اسی صورت میں ہو گا جبکہ وہ تمام اعمال کو اخلاص اور اچھے طریقے سے ادا کرے۔ چنانچہ علّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اپنی لمبی عُمْر میں انسان وہ کام کرے جو اُسے ربّ تعالیٰ کے قریب کرنے والے اور اس کی رِضا تک پہنچانے والے ہوں اور عمل کے اچھا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کو تمام شرائط وارکان کے ساتھ مکمل طور پر ادا کرے۔''[2]

لمبی عُمْر نیک اَعمال میں اِضافے کا باعث:

حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ عُمْر طویل ہونے کے ساتھ ساتھ نیک اَعمال کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ جیسے جیسے عُمْر بڑھتی جائے نیک اَعمال میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔ کیونکہ جیسے جیسے عُمْر طویل ہوتی جائے گی نیک اعمال کے سبب اس کے اجر وثواب اور درجات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جس کے عمل کثیر ہوں گے تو جب جب اس کی عُمْر بڑھے گی اس کا اجر بھی بڑھے گا اور اس کے درجات بھی بڑھیں گے کیونکہ زندگی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۹۷۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۲۶، تحت الحدیث: ۱۰۸۔

میں اُجور کی زیادتی اعمال کی زیادتی کا سبب ہے اور اگر یہ (اعمال کی زیادتی) نہ بھی ہو پھر بھی ایمان پر استقامت تو حاصل ہے ہی اور اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو گی؟ یہاں پر یہ اعتراض کرنا درست نہیں ہے کہ کبھی کبھی ایمان سلب بھی تو کر لیا جاتا ہے؟ کیونکہ اگر عِلمِ اِلٰہی میں اس کا بُرا خاتِمہ لکھا جا چکا ہے تو وہ تو ہو کر ہی رہے گا، عُمُر کے کم یا زیادہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پس (ایمان کی سلامتی کے ساتھ) اگر عمر طویل ہو گی تو نیک اعمال اور درجات میں اضافہ ہو گا اور اگر عمر کم ہو گی تو نیک اعمال بھی کم ہوں گے۔"[1]

زندگی کے لمحات اَنمول ہیرے ہیں:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے "اَنمول ہیرے" صفحہ 3 پر شیخ طریقت امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: ہماری زندگی کے لمحات انمول ہیرے ہیں اگر ان کو ہم نے بے کار ضائع کر دیا تو حسرت وندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

دن بھر کھیلوں میں خاک اُڑائی
لاج آئی نہ ذرّوں کی ہنسی سے

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے انسان کو ایک مُقرّرہ وَقت کے لیے خاص مَقصد کے تحت اِس دنیا میں بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ (پ۱۸، مؤمنون: ۱۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

"خزائن العرفان" میں اس آیتِ مُقدّسہ کے تحت لکھا ہے: "اور (کیا تمہیں) آخِرت میں جزا کے لیے اٹھنا نہیں بلکہ تمہیں عبادت کے لیے پیدا کیا کہ تم پر عبادت لازم کریں اور آخِرت میں تم ہماری طرف لوٹ کر آؤ تو تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں۔" موت وحیات کی پیدائش کا سبب بیان کرتے ہوئے پارہ ۲۹

---

[1] . . . فیض القدیر، حرف الخاء، ۳/ ۶۴۰، تحت الحدیث: ۴۰۳۹۔

سورۃُ الملک میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ (پ ۲۹، الملک: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

زندگی بہت مختصر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دو آیات کے علاوہ بھی قرآنِ پاک میں دیگر مقامات پر تخلیقِ انسانی یعنی انسان کی پیدائش کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ یقیناً زندگی بہت مختصر ہے، جو شخص اس مختصر سی زندگی میں اچھے اور نیک اعمال کرنے میں کامیاب ہو گیا، اپنے قیمتی وقت کو فضول برباد اور ضائع کرنے کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا والے کاموں میں خرچ کیا، یقیناً ایسا شخص دنیا و آخرت دونوں میں خوش و خرم رہے گا، لیکن جس نے اپنا قیمتی وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا والے کاموں کے بجائے گناہوں میں برباد کر دیا تو اسے مرنے کے بعد پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بہت خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے موت سے پہلے پہلے آخرت کی تیاری کر لی۔

یہ سانس کی مالا اب بس ٹوٹنے والی ہے:

حضرتِ سَیِّدُنا حَسَن بَصْرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جلدی کرو! جلدی کرو!! تمہاری زندگی کیا ہے؟ یہی سانس تو ہیں کہ اگر رُک جائیں تو تمہارے ان اعمال کا سلسلہ بھی مُنْقَطِع ہو جائے جن سے تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتے ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنا مُحاسَبہ کیا اور اپنے گناہوں پر چند آنسو بہائے۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے پارہ 16 سورۂ مَریَم کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّاۚ(۸۴) (پ ۱۶، مریم: ۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "یہاں گنتی سے سانسوں کی گنتی مُراد ہے۔"[1]

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الثانی فی طول الامل۔۔۔الخ، ۵/ ۲۰۵۔

یہ سانس کی مالا اب بس ٹوٹنے والی ہے
غَفلَت سے مگر دل کیوں بیدار نہیں ہوتا
دل ہائے گناہوں سے بیزار نہیں ہوتا
مَغلُوب شَہا نفسِ بدکار نہیں ہوتا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنَا "ابوبکر" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) عُمر کا طویل ہونا بندے کے اِختیار میں نہیں لیکن زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنا بندے کے اختیار میں ہے لہٰذا زندگی کے قیمتی لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی کوشش کیجئے۔

(2) جس طرح ایک تاجر اپنا سرمایہ ایسی جگہ لگاتا ہے جہاں اُسے زیادہ سے زیادہ منافع ہو اسی طرح بندے کو اپنی زندگی اُن اعمال میں صَرف کرنی چاہیے جن سے آخرت میں زیادہ فائدہ ہو۔

(3) طویل عُمر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک نعمت ہے لہٰذا اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کیے جائیں۔

(4) عُمر کا طویل ہونا مؤمن کے لیے اس لیے بھی بہت بڑی نعمت ہے کہ اگرچہ وہ زندگی میں نیک اعمال پر استقامت نہ پاسکے مگر اس کا ایمان تو سلامت ہے اور یہ خود بڑی نعمت ہے۔

(5) نامۂ اَعمال میں فقط نیکیاں ہی نیکیاں ہوں کوئی گناہ نہ ہو یہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا خاصہ ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان نیک بندوں کی صفت ہوسکتی ہے جنہیں وہ اپنی رحمت سے گناہوں سے محفوظ فرمالے، جس کی نیکیاں اور گناہ دونوں برابر ہوں وہ بھی خوش نصیب ہے لیکن ان معنٰی میں کہ اس کے نامۂ اعمال میں کچھ نہ کچھ تو نیکیاں ہیں۔

(6) زندگی بے حد مختصر ہے، یقیناً سمجھدار وہی ہے جو اس مختصر زندگی کی قدر کرتے ہوئے موت سے قبل آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جائے کہ موت کے بعد پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیوں بھری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں سے بچنے اور دوسرے کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے، ایمان وعافیت کے ساتھ شہادت کی موت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:109

سَیِّدُنَا اَنَس بِنْ نَضْر کی عَظِیْمُ الشَّان شَہَادَت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللهِ! غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِیْنَ لَئِنِ اللهُ اَشْهَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِكِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ، فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ ،یَعْنِیْ اَصْحَابَهُ،وَاَبْرَاُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ، یَعْنِی الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: یَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ! اَلْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ، اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ، قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا صَنَعَ ،قَالَ اَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَثَمَانِیْنَ ضَرْبَةً بِالسَّیْفِ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْیَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهُ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ، قَالَ اَنَسٌ: كُنَّا نَرٰی اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْهِ وَفِیْ اَشْبَاهِهٖ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۳) اِلٰی آخِرِهَا. [1]

قَوْلُهٗ ''لَیُرِیَنَّ اللهُ'' رُوِیَ بِضَمِّ الْیَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ، اَیْ لَیُظْهِرَنَّ اللهُ ذَالِكَ لِلنَّاسِ، وَرُوِیَ بِفَتْحِهِمَا وَمَعْنَاهُ ظَاهِرٌ، وَاللهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس لیے انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: ''یارسولَ

[1] ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله تعالٰی: من المؤمنین رجال ۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۵۵، حدیث: ۲۸۰۵۔

اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے مشرکین سے جو پہلا قتال کیا (یعنی جنگ بدر) میں اس میں حاضر نہ تھا لیکن اب اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے مشرکوں کے خلاف جنگ کرنے کی توفیق بخشی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دیکھے گا کہ میں کس طرح قتال کرتا ہوں۔" چنانچہ جب جنگِ اُحُد کا دن آیا اور مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رَبُّ الْعِزَّت میں عرض کی: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں نے جو کچھ کیا میں اس کی مَعذِرت چاہتا ہوں اور جو مُشرِکین نے کیا میں اس سے بیزار ہوں۔" پھر جب وہ آگے بڑھے تو سامنے سے حضرت سَیِّدُنا سعد بِن مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آرہے تھے۔ سَیِّدُنا اَنس بن نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے کہا: "جنت اے سعد! میرے والد نضر کے ربّ کی قسم! مجھے اُحد پہاڑ کی جانب سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔" (یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے، بعد ازاں) حضرت سَیِّدُنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو حضرت سَیِّدُنا اَنس بِن نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کر دکھایا وہ میں نہیں کر سکتا تھا۔" سَیِّدُنا اَنس بِن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر اَسّی 80 سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیر کے زخم پائے اور ہم نے دیکھا کہ انہیں شہید کر دیا گیا تھا اور مشرکین نے ان کا مُثلہ کر دیا تھا۔ (یعنی ان کے کان، ناک وغیرہ کاٹ ڈالے تھے) فقط ان کی ہمشیرہ نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ ہم گمان کرتے تھے کہ یہ آیتِ مبارکہ اُن کے یا اُن جیسے دیگر اصحاب کے حق میں نازل ہوئی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچّا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔ (پ ٢١، الاحزاب: ٢٣)

حدیثِ پاک کے بعض الفاظ کے معانی: لفظ "لَیُرِیَنَّ" اور "لَیَرَیَنَّ" دونوں طرح روایت کیا گیا ہے، پہلی صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور لوگوں کو دکھا دے گا۔" اور دوسری صورت میں معنیٰ ہوگا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور دیکھے گا۔"

مذکورہ آیتِ مُبارکہ کا شانِ نُزُول:

عَلّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس آیتِ مبارکہ کے دو شانِ نُزُول بیان

فرماتے ہیں:

(1) یہ آیت مبارکہ حضرت سَیِّدُنا اَنس بن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی۔

(2) بَیْعَتِ عُقْبَہ ثانِیَہ میں شریک ستر ۷۰ اَصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اس میں کوئی کمی نہ کی۔[1]

سَیِّدُنا اَنس بِن نَضر کی کرامت:

حضرت سَیِّدُنا اَنس بِن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چچا حضرت سَیِّدُنا اَنس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں، مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی شہادت کا علم ہو چکا تھا اور شہادت سے قبل انہیں جنت کی خوشبو آرہی تھی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی مُتَّقِی وپرہیزگار صحابی تھے، بارگاہِ الٰہی میں بہت بلند مقام حاصل تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان خاصُ الخاص بندوں اور ولیوں میں ہوتا تھا جو کسی بات پر قسم اٹھالیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم کو پورا فرماتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بہن سَیِّدَتُنا رُبَیع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جھگڑا و تکرار کرتے ہوئے ایک اَنصاری لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قِصاص کا مطالبہ کیا اور حضور نبی رحمت، شَفِیْعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرمادیا کہ رُبَیع بِنتِ نَضر کے دانت قِصاص میں توڑ دیئے جائیں۔ جب حضرت سَیِّدُنا اَنس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میری بہن کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔'' **رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے انس بن نضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔'' یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکی والے دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! قصاص میں رُبَیع کا دانت توڑنے کے بجائے ہمیں دِیَت یعنی مالی مُعاوضہ دلایا جائے۔'' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اس طرح سَیِّدُنا اَنس

---

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۲۸، تحت الحدیث: ۱۰۹۔

بن نضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قسم پوری ہوگئی اور آپ کی بہن حضرت سَیِّدَتُنَا رُبَیِّع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے دانت توڑے جانے سے بچ گئے۔ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن کی قسم کو پورا فرمادیتا ہے۔“ شیخُ الحدیث حضرت عَلَّامَہ عبدُ المصطفٰی اَعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِرشادِ گرامی کا یہ مطلب ہے کہ **اللہ تعالٰی** کے بندوں میں سے کچھ ایسے مَقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بَظاہِر ہونے والی نہ ہو، **اللہ تعالٰی** کے یہ بندے قسم کھالیں کہ ہو جائے گی تو **اللہ تعالٰی** اُن مُقدَّس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرمادیتا ہے تاکہ ان کی قسم پوری ہو جائے۔“[1]

کیا جنگِ بدر پہلی جنگ تھی؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہوا کہ حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے تو آپ نے محبوب ربِّ دَاوَر، شَفِیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی کہ میں مشرکین سے لڑی جانے والی پہلی جنگ میں شریک نہ ہوسکا تھا۔ یہاں ایک اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ جنگِ بدر سن ۲ ہجری میں ہوئی جبکہ مسلمان اس سے پہلے بھی جنگ کر چکے تھے تو پھر سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنگِ بدر کو پہلی جنگ کیوں کہا؟ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”غزوۂ بدر وہ پہلا معرکہ ہے جس میں تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بَنَفْسِ نَفِیس خود قتال کے لیے نکلے اسی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے پہلی جنگ کہا ورنہ مسلمان اس سے پہلے بھی جنگ کر چکے تھے لیکن اس جنگ میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بَنَفْسِ نَفِیس شریک نہ ہوئے تھے۔“[2]

---

1 ... کراماتِ صحابہ، ص۱۹۸ بتصرف۔

2 ... فتح الباری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله عزوجل: من المؤمنین رجال۔۔۔الخ، ۷/ ۱۹، تحت الحدیث: ۲۸۰۵۔

سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر کا عہد:

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دو جہاں کے تاجْوَر، سُلطَانِ بَحروبَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اپنے عَزم کا اِظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکا تھا لیکن اب اگر مجھے یہ سَعادت نصیب ہوئی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔“ عَلَّامہ قُرطُبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ کلام اس بات کو شامل ہے کہ آپ نے خود پر لازم کر لیا تھا کہ آپ کسی بھی حال میں جہاد میں شریک ہوں گے اور اپنی قدرت کے مطابق ہمت و حوصلے سے کام لیں گے نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ کیا کریں گے؟ کیونکہ آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کسی بات کو اپنے اوپر لازم کر کے اگر آپ نہ کر پائے تو یہ اچھی بات نہیں اور اس معاملے میں آپ اپنی قوت و ہمت پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اسی وجہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ ”آپ اس سے زیادہ کچھ اور بولنے سے گھبرائے۔“ لیکن آپ کی نیت سچی تھی اور آپ اپنے ارادے میں پُختہ تھے اسی وجہ سے آپ کے حق میں نازل ہونے والی آیتِ مبارکہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ارادے کو عہد کا نام دیا۔“[1]

جنگِ اُحُد میں مسلمانوں کے میدان چھوڑنے کی وجہ:

حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جنگِ اُحُد میں مسلمان پیچھے ہٹ گئے اور حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں معذرت پیش کی۔ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ سات سو 700 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُحُد پہاڑ کو پُشت پر رکھ کر صف بندی کی۔ حضرت سَیِّدُنا مُصْعَب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جھنڈا عطا فرمایا، سَیِّدُنا زُبیر بِن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھی ایک دستے کا افسر مقرر فرمایا، سَیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بغیر زِرہ والے دستے کی کمان عطا فرمائی۔ اُحُد پہاڑ کی پشت سے حملے کا خطرہ تھا اس لیے آپ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/۳۲۷، تحت الحدیث: ۱۰۹۔

نے پچاس 50 تیر اندازوں کا ایک دَستہ وہاں مُتَعَیَّن کیا جن پر حضرت سَیِّدُنا عبداللّٰہ بن جُبَیْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مقرر فرمایا۔ اس دستے کو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ خصوصی ہدایات جاری فرمائی تھیں کہ وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں۔ جنگ کی ابتداء میں ہی کفار کو سخت ذِلَّت کا سامنا کرنا پڑا اور تمام کافر بھاگ کھڑے ہوئے، یہ دیکھ کر تیر انداز دستے والے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے۔

دراصل اس دَستے میں اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ مالِ غنیمت جمع کیا جائے یا نہیں، بعض نے کہا کہ نہ کیا جائے کیونکہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس جگہ سے ہٹنے کو منع فرمایا ہے، لیکن بعض نے کہا کہ چونکہ کُفّار بھاگ گئے ہیں اور جنگ ختم ہوگئی ہے لہٰذا کوئی حرج نہیں اس لیے وہ مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔ ان تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ حضرت سَیِّدُنا خالد بِن وَلید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو اُس وقت ایمان نہ لائے تھے موقع پاکر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے کے نتیجے میں حضرت سَیِّدُنا مُصْعَب بِن عُمَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہوگئے، چونکہ آپ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بہت مُشابِہ تھے اس لیے شور مچ گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شہید ہوگئے ہیں، اس خبر سے مزید بدحَواسی پھیل گئی، بعد ازاں سَیِّدُنا کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نظر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پڑ گئی اور انہوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بالکل خیریت سے ہیں۔ یہ سُن کر ہر طرف سے جان نثار ٹوٹ پڑے، کفار بھی اسی طرف مُتوجّہ ہوگئے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گرد دائرہ بنالیا اور دِفاع کرنے لگے، اس میں مُتعدّد صحابہ شہید ہوگئے۔ بالآخر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے جہاں دشمن نہ آسکتے تھے۔

الغرض اس جنگ میں مسلمانوں کو جس ہَزِیمت کا سامنا کرنا پڑا اس کی وجہ یہی ہوئی کہ سَیِّدُنا عبداللّٰہ بِن جُبَیْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے ساتھی اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی اِس اِجتہادی خطا کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک کی سورۂ آلِ عمران میں تفصیل سے بیان فرمایا اور پھر ان تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی اِس خطا کے لیے معافی کا بھی اعلان فرمادیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

(پ ۴، اٰل عمران: ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا اور پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں چند باتوں کا واضح بیان ہے، ایک تو شُرَکاءِ غَزوَۂ اُحُد کی غلطی کی معافی اور ان کے مؤمن ہونے کی تصریح اور یہ کہ یہ معافی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے جو وہ مؤمنوں پر فرماتا ہے۔ بعض بدباطن اور بدعقیدہ لوگ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی اِسی اِجتہادی خطا کی بِنا پر اُن پر مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سَبّ و شَتَم اور طَعن کرتے ہیں جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن کے لیے معافی کا پروانہ جاری فرمادیا۔ اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاف فرما دینے کے بعد بھی جو لوگ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر طعن کریں اُن کا مُنکِرِ قرآن ہونا واضح ہے۔[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کے شَر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور ہمیں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین

سَیِّدُنَا اَنَس بِن نَضر اور جنت کی خوشبو:

حضرت سَیِّدُنَا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سامنا جب حضرت سَیِّدُنَا سعد بِن مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوا تو انہوں نے فرمایا: ”اے سعد! مجھے اُحد پہاڑ کی جانب سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔“ شارِحین حدیث نے اس کے دو 2 معنٰی بیان کیے ہیں: (1) حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے

[1] ... فیض الباری، ۱۱/ ۱۸۷ ماخوذا۔

ہیں: ”آپ کا یہ کلام حقیقت پر محمول کیا جاسکتا ہے وہ اس طرح کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے لیے شہید ہونا مُقَدَّر فرمادیا تھا، اسی بنا پر آپ کو جنت کی خوشبو سونگھادی گئی ہو اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو500 سال کی مَسافت سے سُونگھی جاسکتی ہے۔“[1]

(2) **عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی** قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُس جنت کا تَصَوُّر کیا ہو جو شُہَدَاء کے لیے تیار کی گئی ہے اور آپ کے ذہن میں یہ بات ہو کہ وہ جنت اُسی مقام پر ہے جہاں قِتال کیا جارہا ہے تو اِس صورت میں آپ کے جنت کی خوشبو والے کلام کا معنٰی یہ ہوگا کہ بے شک میں جانتا ہوں کہ شُہَدَاء کی جنت کا حُصُول اُسی مقام پر ہے جہاں جنگ کی جارہی ہے اور اِس کے ساتھ ہی آپ کے دل میں اُس جنت کو حاصل کرنے کا اِشتیاق پیدا ہوگیا۔“[2]

سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر کی جُرأت و بہادری و صبر و تحمل:

حضرت سَیِّدُنا سعد بِن مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے گفتگو کرنے کے بعد حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ میدانِ کارزار میں کود پڑے اور جواں مَردی سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسّی 80 سے زائد زخم آئے حتّٰی کہ مشرکین نے آپ کے کان اور ناک کاٹ کر مُثلہ کردیا۔ حضرت سَیِّدُنا سعد بِن مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: ”یا رسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کر دکھایا میں وہ نہیں کرسکتا تھا۔“ **عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شِہَابُ الدِّین اَحْمَد اَلْقَسْطَلَّانِی** قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قول کا یہ مَطلب ہے کہ جس جُرأت اور بہادری سے حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پیش قدمی کی اور مُشرِکین سے قتال کیا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا باوجودیکہ میں بھی طاقتور اور بہادر ہوں لیکن جس

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ۶/ ۳۲۶، تحت الحدیث: ۱۹۰۳۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ عزوجل: من المؤمنین رجال صدقوا۔۔۔الخ، ۷/ ۲۰، تحت الحدیث: ۲۸۰۵۔

طرح حضرت اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دُشمن کے وار اپنے جسم پر سہے اور تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسّی 80 سے زائد زخم اپنے جسم پر کھاتے ہوئے بھی صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑا میں اس قسم کے صبر وتحمل کا مُظاہَرہ کرنے کی اِستِطَاعَت نہیں رکھتا۔''[1]

جہاد میں جان کا نذرانہ پیش کرنا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''جہاد میں جان کا نذرانہ پیش کرنا جائز ہے اور وعدہ پورا کرنا بہت فضیلت کا کام ہے اگرچہ اسے پورا کرنا اتنا مشکل ہو کہ جان چلی جائے۔ نیز شہادت کی طلب اُس آیت کے خلاف نہیں جس میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس حدیثِ پاک میں حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت ظاہر ہے اورآپ کے اَوصافِ حَمیدہ مثلاً اِیمان کی پُختگی، تقویٰ وورَع یعنی پرہیز گاری کی اِنتہاء اور قوتِ یقین یعنی توَکُّل بھی ظاہر ہے۔''[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سَیِّدُنا ''عثمانِ غَنی'' کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) غَزوۂ بدر کُفَّار و مُسلِمِین کے درمیان وہ پہلا مَعرکہ ہے جس میں رَحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بَنَفسِ نَفِیس شریک ہوئے ورنہ اِس سے پہلے بھی جنگ ہو چکی تھی۔

(2) حضرت سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی جلیلُ القدر صحابیِ رسول تھے، آپ کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہوتا تھا جو کسی بات پر قسم اٹھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم کو پورا فرمادیتا ہے۔

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله عزوجل: من المؤمنين رجال صدقوا۔۔۔الخ، ٦/ ٣٣٢، تحت الحديث: ٢٨٠٥۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله تعالى: من المؤمنين رجال صدقوا۔۔۔الخ، ١٠/ ١١٢، تحت الحديث: ٢٨٠٥۔

(3) سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی صابِر وشاکِر اور جُرأت وبہادری والے صحابی تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی شُجاعَت کے جوہر دکھاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

(4) اپنے نیک اِرادے اور پُختہ عَزم کا اِظہار کرنا جائز ہے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے جیسا کہ سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے پُختہ اِرادے کو ظاہر فرمایا۔

(5) کوئی بھی اِرادہ یانیت کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ کیا میں اس پر عمل بھی کرسکوں گا یا نہیں؟ جیسا کہ سَیِّدُنا اَنَس بِن نَضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فقط اپنے اِس ارادے کو تو ظاہر فرمایا کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے لیکن یہ نہ فرمایا کہ وہ کیا کریں گے۔

(6) غزوہ اُحُد میں مسلمانوں کو جس وَقتی ہَزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کی وجہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کو سمجھنے میں اِجتہادی خطا کا واقع ہونا تھا، اس سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ اپنے دِینی پیشوا کے حکم پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہیے۔

(7) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تمام لَغزِشوں کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مُعافی کا پروانہ جاری فرمادیا اور تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مغفرت فرمادی گئی ہے، لہٰذا اب اِن مُقدّس ہستیوں پر کسی کو کسی بھی طرح کا طعن کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، ہمیشہ ان کے اچھے اَوصاف ہی بیان کیے جائیں گے۔

(8) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کو شہادت کے لیے پیش کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت بڑی سعادت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان، مال، آل اولاد سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، راہِ خُدا میں آنے والی تمام تکالیف پر صبر اور برداشت کی طاقت عطا فرمائے، ہمیں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سچی پکی محبت عطا فرمائے، اُن کے اَوصافِ حمیدہ بیان کرکے اپنے ایمان کو تازگی بخشنے کی سعادت نصیب فرمائے، ہمیں گستاخانِ صحابہ کے شر سے محفوظ فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:110

صَحابۂ کِرام کے صدقہ کرنے کا اَنداز

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اٰیَةُ الصَّدَقَةِ کُنَّا نُحَامِلُ عَلٰی ظُهُوْرِنَا، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ کَثِیْرٍ فَقَالُوْا: مُرَاءٍ، وَجَاءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا: اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا! فَنَزَلَتْ: ﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ اَلْاٰیَةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابُو مَسْعُود عُقْبہ بن عَمْرو انصارِی بدری رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے کہ جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو ہم لوگ مزدوری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے کثیر مال صدقہ کیا تو منافقین بولے: ”یہ ریاکار ہے۔“ ایک دوسرا شخص آیا، اس نے ایک صاع صدقہ کیا تو منافقین نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ایک صاع سے مُسْتَغْنِی یعنی بے پرواہ ہے۔“ تو اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (پ۱۰، التوبة: ۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے۔

آیتِ صدقہ سے مراد کونسی آیت ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جب ”آیتِ صدقہ“ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اپنی اِسْتِطَاعَت کے مُطابِق بارگاہِ رِسالت میں اپنا اپنا صدقہ پیش کیا۔ یہ آیتِ صدقہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۳ ہے، جس میں ارشاد ہوتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ (پ۱۱، التوبة: ۱۰۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل (وصول) کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔[1]

---

[1] ... بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو۔۔۔الخ، ۱/۴۷۸، حدیث: ۱۴۱۵ بتغیر قلیل۔

مزدوری کر کے صدقہ کرنا:

شارِحِ حدیث علّامہ سیّد محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان مبارک سے صدقہ و خیرات کی ترغیب و تلقین پاکر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اپنی وُسعت و ہمّت کے مطابق خیرات کرتے تھے۔ بعض صحابہ امیر تھے وہ بڑی بڑی رقمیں راہِ خُدا میں دیتے تھے اور جو غریب تھے وہ بھی محنت مزدوری کر کے کچھ کمالاتے اور اس میں سے راہِ خُدا میں خرچ کرتے تاکہ صدقے کے ثواب سے محروم نہ رہ جائیں۔“[2]

کثیر مال خرچ کرنے والے صحابی:

حدیثِ مذکور میں ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ترغیب سے ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کثیر مال صدقہ کیا۔ وہ صحابی کون تھے اور انہوں نے کتنا مال صدقہ کیا؟ اس کے متعلق فقیہِ اَعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ”یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے کہ چار ہزار 4000 یا آٹھ ہزار 8000 (درہم) پیش فرمائے۔“[3]

علّامہ بَدْرُ الدِّین عَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صدقے کی ترغیب دی تو حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ چار ہزار درہم لے آئے جو اُس دن آپ کے کُل اَثاثے کا نِصف تھا اور اسی دن حضرت سَیِّدُنا عاصِم بِن عَدِی بِن عَجلان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سو 100 وَسْق (کم و بیش چھ سو پندرہ 615 مَن) کھجوریں صدقہ کیں۔“[4]

---

1 ... ارشاد السارى، كتاب الزكاة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ---الخ، ٣/ ٦٠٠، تحت الحديث: ١٤١٥ـ

2 ... فیوض الباری، ٦/ ٢٨ـ

3 ... نزہۃ القاری، ٢/ ٩٠٥ـ

4 ... عمدة القارى، كتاب الزكاة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ---الخ، ٦/ ٣٧٩، تحت الحديث: ١٤١٥ـ

صحابۂ کرام پر طعن کرنے والے منافقین:

جب حضرت سَیِّدُنَا عبدُ الرَّحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنا صدقہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو مُنافِقین بولے: "یہ ریاکار ہے۔" عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَرعَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "یہ مُنافِقِین مُعتِّب بن قُشَیر اور عبدُالرَّحمٰن بن نَبْتَل تھے۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنا ذاتی مال صدقہ کرنا ان مُقَدَّس ہستیوں کی اعلیٰ صفات میں سے ہے، مگر منافقین نے اسے عَیب شمار کیا، معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جیسی عظیم ہستیوں میں عیب تلاش کرنا اور انہیں بیان کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے عُشَّاق اُن کے عُیُوب نہیں بلکہ اُن کی اعلیٰ صفات کو بیان کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

ایک صاع صدقہ کرنے والے صحابی:

ایک صاع صدقہ کرنے والے صحابی حضرت سَیِّدُنَا ابُو عَقِیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ حضرت سَیِّدُنَا اِبنِ جَرِیر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنَا ابو عَقِیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک روایت ذکر کی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے کھجور کی شاخوں کا ایک گٹھڑ اپنی پیٹھ پر لاد کر دو صاع کھجوروں کے عِوَض ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچایا۔ پھر دو صاع میں سے ایک صاع گھر والوں کو دے دیا تاکہ وہ اپنی حاجت پوری کریں اور دوسرا صاع بارگاہِ رسالت میں لایا ہوں تاکہ اس کے ذریعے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قُرب حاصل کر سکوں۔ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اسے صدقے پر ڈال دو۔" اس پر کچھ لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس مسکین کے صدقے سے غنی ہے۔ اس پر قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں

---

[1] ... فتح الباری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ...الخ، ۴/۲۴۵، تحت الحدیث: ۱۴۱۵۔

فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۹) کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے۔[1]

رسولُ اللہ کے قُرب کے لیے صدقہ کرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو عَقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے صدقہ کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اس دوسرے صاع کو راہِ خدا میں خرچ کرکے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قُرب حاصل کرسکوں۔''معلوم ہوا کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کے کسی بھی مقبول بندے کے تَقَرُّب کے لیے کوئی عمل کرنا بالکل جائز اور باعِثِ اَجر و ثواب ہے۔ اگر اس عمل میں کوئی قباحت ہوتی تو نہ ہی سَیِّدُنا ابو عَقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود یہ کام کرتے اور نہ ہی کسی کے سامنے بیان فرماتے، نیز رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود اس بات سے آپ کو منع فرمادیتے۔ اسی طرح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے جن دوستوں کے سامنے اس بات کا تذکرہ فرمایا وہ بھی آپ کو منع کردیتے کہ ایسا کرنا تو جائز نہیں ہے لیکن کسی نے بھی اِس کا اِنکار نہ فرمایا اور نہ ہی منع کیا جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ کوئی بھی عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کے مقبول بندوں کے تَقَرُّب کے لیے کرنا بالکل جائز ہے۔ جو لوگ اس بات پر مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہراتے ہیں اُن کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ شرک تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات، صِفات یا عِبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانے کا نام ہے جبکہ کسی نبی یا ولی کا تَقَرُّب حاصل کرنے کے لیے کچھ کرنے میں نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی عبادت میں تو پھر یہ عمل شرک کیسے ہوگیا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین[2]

راہِ خُدا میں خرچ کرنے کے فَضائل:

راہِ خُدا میں خرچ کرنے کے فضائل پر تین اَحادیثِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں:

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔۔۔الخ، ٦/ ۳۸۰، تحت الحدیث: ۱٤۱۵۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۹۰٦ ماخوذاً۔

(1) حضرت سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”ہر روز دو 2 فرشتے اُترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! خرچ کرنے والے کو جزا عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنا مال روک کر رکھنے والے کا مال ضائع فرما۔“[1]

(2) حضرت سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کرنے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عِزّت بڑھاتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر اِنکساری کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔“[2]

(3) حضرت سَیِّدُنا خُرَیم بن فاتِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کچھ خرچ کرے اس کے لیے سات سو گنا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔“[3]

صدقہ کرنے کے پچیس 25 فوائد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! راہِ خدا میں صدقہ کرنے کے جہاں اُخروی فوائد ہیں وہیں دنیا میں بھی اس کی بے شمار برکتیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلسنّت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے فتاویٰ رضویہ شریف میں راہِ خُدا میں صدقہ وخیرات کرنے، مسلمانوں کو کھانا وغیرہ کھلانے سے متعلق ساٹھ احادیث بیان فرمائیں اور پھر ان کے درج ذیل پچیس 25 دُنیوی واُخروی فوائد بیان فرمائے:

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے بُری موت سے بچیں گے، ستّر دروازے بُری موت کے بند ہوں گے۔ (2) عُمریں زیادہ ہوں گی۔ (3) صدقہ وخیرات کرنے والوں کی گنتی بڑھے گی۔ (4) رزق کی وُسعت مال کی کثرت ہو گی، صدقے کی عادت سے کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ (5) خیر و برکت پائیں گے۔ (6) آفتیں بلائیں دور ہوں گی، بُری قضا ٹلے گی، ستر 70 دروازے بُرائی کے بند ہوں گے، ستر 70 قسم کی بلائیں دور ہوں

---

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی المنفق والممسک، ص ۵۰۴، حدیث: ۱۰۱۰۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع، ص ۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۸۸۔

3 . . . ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل النفقۃ۔۔۔الخ، ۳/ ۲۳۲، حدیث: ۱۶۳۱۔

گی۔ (7) اُن کے شہر آباد ہوں گے۔ (8) شِکَستہ حالی دور ہو گی۔ (9) خوفِ اندیشہ زائل اور اطمینانِ خاطر حاصل ہو گا۔ (10) مددِ الٰہی شامل ہو گی۔ (11) رَحمتِ اِلٰہی ان کے لیے واجب ہو گی۔ (12) ملائکہ اُن پر دُرود بھیجیں گے۔ (13) رضائے الٰہی کے کام کریں گے۔ (14) غضبِ الٰہی اُن پر سے زائل ہو گا۔ (15) اُن کے گناہ بخشے جائیں گے، مغفرت اُن کے لیے واجب ہو گی، اُن کے گناہوں کی آگ بُجھ جائے گی۔ (16) خِدمَتِ اَہلِ دِین میں صدقہ سے بڑھ کر ثواب پائیں گے۔ (17) غلام آزاد کرنے سے زیادہ اَجر لیں گے۔ (18) ان کے ٹیڑھے کام درست ہوں گے۔ (19) آپس میں محبتیں بڑھیں گی جو ہر خیر و خوبی کی منبع ہیں۔ (20) تھوڑے خرچ میں بہت کا پیٹ بھرے گا۔ (21) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور درجے بلند ہوں گے۔ (22) مولیٰ تبارک و تعالیٰ ملائکہ سے اُن کے ساتھ مُباہات فرمائے گا۔ (23) روزِ قیامت دوزخ سے امان میں رہیں گے، آتشِ دوزخ ان پر حرام ہو گی۔ (24) آخرت میں اِحسانِ اِلٰہی سے بَہرہ مَند ہوں گے کہ نہایتِ مَقاصد وغایتِ مُرادات ہے۔ (25) خُدا نے چاہا تو اُس مبارک گروہ میں ہوں گے جو حضور پُر نُور سَیِّدِ عالَم سرورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نَعلِ اَقدس کے صدقے میں سب سے پہلے داخِلِ جنّت ہو گا۔"[1]

صدقے سے متعلق تین حکایات

(1) امتحان میں کامیاب ہونے والا نوجوان:

حضرت سَیِّدُنا عِکْرِمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا جو اپنا مال بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتا تھا، وہ اپنی بیوی اور ایک بیٹے کو چھوڑ کر دنیا سے رُخصت ہو گیا تو اس کی بیوی نے دل میں کہا: "میں اپنے شوہر کے چھوڑے ہوئے مال کے لیے اس سے افضل جگہ نہیں پاتی جہاں وہ خرچ کیا کرتا تھا۔" لہٰذا اس نے تمام مال صدقہ کر دیا سوائے دو سو 200 دِرہَموں کے جو اس نے اپنے بیٹے کے لیے جمع کر رکھے تھے۔ جب بچہ بڑا ہوا تو اس نے پوچھا: "اے میری ماں! میرا باپ کون تھا؟" اس نے جواب دیا: "تیرا باپ بنی اسرائیل کے مُعَزَّزِین میں سے تھا۔" بیٹے نے پھر پوچھا: "کیا اس نے کوئی مال چھوڑا ہے؟" ماں

1 ... فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۱۵۳ ملخصاً۔

نے جواب دیا: ”کیوں نہیں، لیکن وہ ہمیشہ بھلائی کے راستے میں خرچ کرتا تھا تو میں نے بھی اسی راستے میں خرچ کر ڈالا۔“ بیٹے نے پوچھا: ”آپ نے میرے حصے کا سارا مال کیوں صدقہ کر دیا اور اس میں سے کچھ نہ بچایا؟“ اس کی ماں نے کہا: ”تمہارے حصے کے دو سو 200 درہم باقی ہیں۔“ تو لڑکے نے عرض کی: ”لائیں، میرا مال مجھے دیں تاکہ اس کے ذریعے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل تلاش کروں۔“ چنانچہ وہ اپنی ماں سے درہم لے کر گھر سے نکل کھڑا ہوا، چلتے چلتے ایک بَرَہنَہ مُردے کے پاس سے گزرا جو زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ مال خرچ کرنے کی اس سے افضل جگہ کوئی نہیں۔ اس کے لیے ایک سو اَسّی 180 درہم کا کفن خرید کر اس کے کَفَن دَفن کا اہتمام کیا اور قبر پر مِٹّی ڈالی اور بقیہ بیس 20 درہم لے کر روانہ ہو گیا۔

راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا: ”کہاں کا ارادہ ہے؟“ لڑکے نے جواب دیا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل تلاش کرنے نکلا ہوں۔“ اس نے کہا: ”اگر میں ایسی چیز کی طرف تیری رہنمائی کروں جس سے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل پائے تو اُس میں سے نصف میرا ہو گا۔“ لڑکا رضامند ہو گیا۔ تو اس شخص نے کہا: ”اس شہر کی طرف چلے جاؤ، وہاں تم ایک عورت کو پاؤ گے جس کے پاس ایک بلی ہو گی، وہ اسے فروخت کر رہی ہو گی، تم اس سے بیس 20 درہم میں خرید کر ذبح کر دینا اور آگ میں جلا دینا۔ پھر اس کی راکھ جمع کر کے دوسرے شہر کی طرف روانہ ہو جانا، وہاں کے بادشاہ کی بَصَارَت زائل ہو چکی ہے۔ تم بطورِ سُرمہ اُس کی آنکھوں میں راکھ لگانا اس کی بینائی لوٹ آئے گی۔“ وہ لڑکا گیا اور بلی کی راکھ لے کر جب بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے کہا: ”اِس کو اُس وادی میں لے جاؤ جس میں سرمہ لگانے والے ہیں، پھر اس کو بتانا کہ اگر اس نے مجھے ٹھیک کر دیا تو منہ مانگا انعام پائے گا اور ٹھیک نہ کر سکا تو میں اسے قتل کر دوں گا، پھر اگر وہ چاہے تو علاج کے لیے آگے بڑھے اور چاہے تو وہیں سے لوٹ آئے۔“ جب لڑکا وادی میں گیا تو وہاں سرمہ لگانے والوں کی لاشیں دیکھیں، پھر بھی اس نے کہا: ”میں سرمہ لگاؤں گا۔“ چنانچہ اس نے سرمہ لگایا تو بادشاہ کہنے لگا: ”گویا مجھے کچھ کچھ نظر آ رہا ہے۔“ پھر دوسری مرتبہ لگایا تو بادشاہ نے کہا: ”اب میں کچھ دیکھ رہا ہوں۔“ پھر جب تیسری مرتبہ سرمہ لگایا تو اس کی بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی۔ بادشاہ نے کہا: ”میں تجھ پر اس سے بڑھ کر احسان نہیں کر سکتا کہ تیری شادی اپنی بیٹی سے کر دوں۔“ پھر بادشاہ نے اس کی حاجت پوچھ کر اپنا سب سے

پسندیدہ مال اسے دے دیا، وہ لڑکا اُس کے پاس کچھ عرصہ رہا۔ پھر اسے اپنی ماں کی یاد ستائی تو اس نے بادشاہ سے جانے کی اجازت چاہی۔

بادشاہ نے کہا: ”ٹھیک ہے، اپنے ساتھ اپنی بیوی اور مال کو بھی لے جاؤ۔“ واپسی میں وہ لڑکا اسی شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے پوچھا: ”کیا مجھے پہچانتے ہو؟“ لڑکے نے نفی میں جواب دیا تو اُس نے کہا: ”میں وہی ہوں جس نے تجھے فلاں فلاں بات بتائی تھی۔“ پھر وہ لڑکا سواری سے اُتر آیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا دو ۲ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ شخص کہنے لگا: ”میرے حصے کی ایک چیز ابھی باقی ہے۔“ لڑکے نے پوچھا: ”وہ کیا؟“ تو وہ بولا: ”تیری بیوی۔“ ”میں تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں کہ اپنا وعدہ پورا کر۔“ اس لڑکے نے کہا: ”پھر ہم اس کی تقسیم کیسے کریں؟“ اس شخص نے کہا: ”اس کو آرے سے چیر دو۔“ لڑکے نے حامی بھر لی کہ میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ جب اس نے آرا اپنی بیوی کے سر پر رکھا تو وہ شخص کہنے لگا: ”رُک جاؤ بے شک مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی طرح تیری حفاظت فرمائے جیسے تُو نے اُس سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا۔“ پھر اس شخص نے لڑکے کا سارا مال اُسے واپس کر دیا۔[1]

(2) بیس 20 سال عُمر میں اضافہ:

ایک نوجوان حضرت سَیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صُحبت میں تھا کہ مَلَکُ المَوت عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو خبر دی کہ یہ شخص تین روز بعد مر جائے گا۔ اس بات نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو غمگین کیا لیکن آپ نے اس شخص کو تین روز بعد بھی صحیح سَلامت پایا۔ آپ کو اس بات سے بہت تَعَجُّب ہوا۔ مَلَکُ المَوت عَلَیْہِ السَّلَام دوبارہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرض کی: ”میں اُس شخص کے پاس روح قبض کرنے گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”یہ شخص اپنی عُمر پوری کرنے سے ایک روز قبل باہر نکلا اور ایک مِسکین کو دیکھا، اس نے اسے بیس 20 درہم دیئے۔ اُس مِسکین نے اسے دعا دی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری عُمر میں بَرَکت عطا فرمائے۔ پس اُس کی دعا قبول کرلی گئی اور میں نے ہر درہم کے بدلے اس کی عُمر میں ایک ایک

1 ... حکایتیں اور نصیحتیں، ص ۲۳۶۔

سال کا اضافہ فرمادیا ہے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ قضا یعنی تقدیر کی تین ۳ قسمیں ہے۔ **(۱) مُبْرَمِ حقیقی**، کہ عِلمِ الٰہی میں کسی شے پر مُعلَّق نہیں اور **(۲) مُعَلَّقِ مَحض**، کہ صُحفِ ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا مُعلَّق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے اور **(۳) مُعَلَّقِ شَبِیْه به مُبْرَم**، کہ صُحفِ ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور عِلمِ الٰہی میں تعلیق ہے۔ وہ جو **مُبْرَمِ حقیقی** ہے اُس کی تبدیلی ناممکن ہے، اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو اُنہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے اور وہ جو ظاہر قضائے مُعلَّق ہے، اس تک اکثر اولیاء کی رَسائی ہوتی ہے، اُن کی دُعا سے، اُن کی ہِمَّت سے ٹَل جاتی ہے اور وہ جو مُتوسِّط حالت میں ہے، جسے صُحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مُبرَم بھی کہہ سکتے ہیں، اُس تک خَواص اَکابر کی رَسائی ہوتی ہے۔ حضور سَیِّدُنا غَوثِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسی کو فرماتے ہیں: ''میں قَضائے مُبرَم کو رَد کر دیتا ہوں۔''[2]

(3) ایک کے بدلے دس انڈے:

حضرت سَیِّدُنا اَبُو جَعْفر بِن خَطَّاب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جو اپنے دَور کے اَبدال یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُقرَّر کردہ بہت بڑے ولی تھے، فرماتے ہیں کہ میرے دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی میں نے زوجہ سے پوچھا: ''تمہارے پاس کچھ ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''چار 4 انڈے ہیں۔'' میں نے کہا: ''اس سائل کو دے دو۔'' زوجہ نے حکم کی تعمیل کی اور سائل انڈے لے کر چلا گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے پاس ایک دوست نے انڈوں سے بھری ہوئی ٹوکری بھیجی۔ میں نے گھر والوں سے پوچھا: ''اس میں کُل کتنے انڈے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''تیس 30۔'' میں نے کہا: ''تم نے تو فقیر کو چار انڈے دیئے تھے، یہ تیس کس حساب سے آئے؟'' زوجہ کہنے لگی: ''تیس انڈے سالم ہیں اور دس ٹوٹے ہوئے۔'' حضرت سَیِّدُنا شیخ عَلّامہ یافِعی یَمَنی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''بعض حضرات اِس حکایت کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ سائل کو

---

1 . . . نزهة المجالس، باب في فضل الصدقة، ۲/ ۷۔

2 . . . بہار شریعت، ۱/ ۱۴، ۱۲، حصہ ا ملتقطا۔

جو انڈے دیئے گئے تھے ان میں تین سالم اور ایک ٹوٹا ہوا تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر ایک کے بدلے دس دس عطا فرمائے۔ سالِم کے عِوض سالِم اور ٹوٹے ہوئے کے بدلے ٹوٹے ہوئے۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

''اَعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسُنَّت'' کے 18 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 18 مدنی پھول

(1) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان راہِ خدا میں صدقہ کرنے کے لیے مزدوری تک کیا کرتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی حلال کمائی میں سے راہِ خدا میں دل کھول کر خرچ کریں۔

(2) ہر شخص کو اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیے۔ غریب اپنی غریبی کا لحاظ رکھے اور امیر اپنی امارت کو سامنے رکھتے ہوئے خرچ کرے۔

(3) حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرَّحمٰن بِن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت ہی مالدار صحابی تھے اور اپنی مالداری کے حساب سے ہی صدقہ کیا کرتے تھے۔[2]

(4) حضرت سَیِّدُنا اَبُو عَقِیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دُنیوی اِعتبار سے مالدار نہ تھے لیکن محنت کرکے راہِ خدا میں صدقہ کرنے والے تھے اور ان کا صدقہ کرنا بارگاہِ رَبُّ العِزَّت میں ایسا مقبول ہوا کہ اس پر آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔

(5) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر طعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

(6) صدقہ دینے والے یا کسی بھی نیک کام کرنے والے پر طعن نہیں کرنا چاہیے کہ کیا پتا کس کی نیکی بارگاہِ

---

1 . . . روض الریاحین، ص ۲۷۴۔

2 . . . حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے واقعات اور دیگر معلومات کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 132 صفحات پر مشتمل کتاب ''حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ'' کا مطالعہ کیجئے۔

رَبُّ العِزَّت میں مقبول ہو۔

(7) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ گھر والوں کے حقوق پامال نہ ہوں جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابُوعَقِیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی کمائی کا نصف صدقہ کیا اور نصف اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔

(8) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اَولیائے عِظَام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام یا دیگر نیک بندوں کا قُرب پانے کے لیے کوئی بھی نیک عمل کرنا جائز ہے۔

(9) صدقہ وخیرات کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ رِزق میں مزید برکت ہوتی ہے جبکہ اِستطاعت کے باوجود راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والے کا مال بسا اوقات ضائع کر دیا جاتا ہے۔

(10) راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کے لیے سات سو700 گنا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(11) صدقہ کرنے سے عُمر میں برکت ہوتی اور بلائیں دُور ہوتی ہیں۔

(12) صدقہ کرنا بُری موت سے بچاتا ہے بلکہ بُری موت کے ستر 70 دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

(13) صدقہ کرنے سے آفتیں دُور ہوتی ہیں، بُرائی کے ستر 70 دروازے بند ہو جاتے ہیں، ستر 70 قسم کی بلائیں ٹال دی جاتی ہیں۔

(14) صدقہ کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور غَضَبِ اِلٰہی زائل ہوتا ہے۔

(15) صدقہ کرنے سے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(16) صدقہ کرنے سے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔

(17) صدقہ کرنے سے آپس میں محبتیں بڑھتی اور نفرتیں دُور ہوتی ہیں۔

(18) صدقہ کرنے والے کل بروزِ قیامت امان میں رہیں گے، آتَشِ دوزخ ان پر حرام ہوگی اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے گروہ میں شامل ہوں گے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:111

ظُلم کی حُرمت

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ، عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ یَزِیْدَ، عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیْ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَّہُ قَالَ: یَا عِبَادِیْ! اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہُ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہُ، فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہُ، فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ، یَا عِبَادِیْ! کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہُ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ، وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ، یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ! لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ، فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَہُ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، یَا عِبَادِیْ! اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْھَا لَکُمْ، ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاھَا، فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ، وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہُ، قَالَ سَعِیْدٌ: کَانَ اَبُوْ اِدْرِیْسَ اِذَا حَدَّثَ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ جَثَا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ.[1]

وَرَوَیْنَا عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ قَالَ: لَیْسَ لِاَھْلِ الشَّامِ حَدِیْثٌ اَشْرَفُ مِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ.

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابُوذر جُنْدُب بن جُنَادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ❁ ”اے میرے بندو! میں نے اپنے

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلة الاداب، باب تحریم الظلم، ص ١٣٩٣، حدیث: ٢٥٧٧۔

آپ پر ظلم کو حرام کر دیا ہے اور میں نے تم پر بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ ❁ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اُس کے جسے میں ہدایت دوں، تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ ❁ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ ❁ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو سوائے اس کے کہ جسے میں پہناؤں تو تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ ❁ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہاری بخشش کر دوں گا۔ ❁ اے میرے بندو! نہ تم مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ ہی نفع۔ ❁ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ مُتَّقِی آدمی کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہو گا۔ ❁ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سے سب سے بدکار آدمی کی طرح ہو جائیں پھر بھی میری سلطنت میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ ❁ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، انسان اور جن کسی جگہ پر کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلے میں ایسے حقیر ہو گا جیسے سوئی کی تَرِی جب وہ دریا میں ڈبوئی جائے۔ ❁ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کی حمد بیان کرے اور جو اس کے علاوہ پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“

سب سے زیادہ شَرَف والی حدیث:

حضرت سَیِّدُنَا سَعِید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنَا ابُو اِدرِیس خَولَانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بَل جُھک جاتے تھے۔“ حَنبلیوں کے امام حضرت سَیِّدُنَا امام احمد بِن حَنْبَل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اہلِ شام کے لیے اس سے زیادہ شَرَف والی اور کوئی حدیث نہیں۔“

حَدِیثِ قُدسی کی تعریف:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ جس حدیثِ پاک میں کلام اور اَلفاظ دونوں حضور نبی رحمت،

شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہوں اسے ”حدیثِ نبوی“ کہتے ہیں اور جس حدیثِ پاک میں کلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہو لیکن الفاظ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہوں اسے ”حدیثِ قُدسِی“ کہتے ہیں۔ مذکورہ حدیثِ پاک بھی حدیثِ قدسی ہے کہ اس میں کلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہے اور الفاظ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہیں۔

ظلم کی تعریف:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظلم کے لغوی معنٰی کسی چیز کو اس کے غیر محل میں استعمال کرنے کے ہیں۔ جبکہ شرعاً کسی اور کے حق میں ناحق تَصَرُّف کرنا اور حد سے تجاوز کرنا ظلم کہلاتا ہے۔[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی مِلک میں زیادتی کرنا یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا۔“[2]

عَلَّامَہ سَیِّد مِیْر شَرِیف جُرْجَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورانی ظلم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا ظلم کہلاتا ہے۔“[3]

ربّ تعالٰی پر ظلم کے حرام ہونے کا معنٰی:

مذکورہ حدیثِ پاک کی ابتداء میں اس بات کا بیان ہے کہ ”ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے۔“ اس سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں حُرمت سے مراد شرعی حُرمت نہیں، کیونکہ حق تعالٰی پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی اَحکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے بَرتَر ہونا، مُنَزَّہ ہونا، پاک ہونا، ربّ تعالٰی کے لیے کوئی شے

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاهدة، ۱/۳۳۱، تحت الحدیث: ۱۱۱۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۳۵۴۔

3 . . . التعریفات للجرجانی، ص ۱۰۲۔

ظلم ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ ظلم کے معنٰی ہیں دوسرے کی مِلک میں زیادتی کرنا، یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ان دونوں سے پَروَرْدَگار پاک ہے۔ کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لیے جو جگہ مُقَرَّر فرمادے وہی اس کا صحیح مَصْرَف ہے، اس کے اَفعال یا عَدْل ہیں یا فَضْل۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے مُنَزَّہ اور پاک ہوں، میرا کوئی کام ظلم نہیں ہو سکتا۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ''[1]

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں، علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا کہ ''اس کا معنی ہے کہ میں ظلم سے پاک ہوں اور برتر ہوں۔'' ظلم کا لفظ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں استعمال کرنا محال ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک ہے اور کیسے نہ ہو کہ ظلم کا معنٰی ہے: حد سے تجاوز کرنا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ حد سے تجاوز کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس پر کوئی حاکم نہیں جو اس کے لیے حُدُود قائم کرے وہ سب کا حاکم ہے اور ظلم کا معنی ہے کسی اور کی مِلک میں تَصَرُّف کرنا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کسی کی مِلک میں تَصَرُّف کیسے کر سکتا ہے کیونکہ ہر چیز اسی کی مِلکیت میں ہے وہ سارے جہان کا مالک ہے۔''[2]

ظُلم کی حُرمَت پر مَذاہِب کا اِجماع:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ظلم کی حرمت پر تمام مذاہب کا اجماع ہے کیونکہ جانوں کی حفاظت پر ان سب کا اِتِّفَاق ہے۔ ظلم کبھی نَسَب میں ہوتا ہے تو کبھی آبرُو میں، کبھی مال میں، کبھی عقل میں، کبھی اِن سب میں واقع ہوتا ہے اور کبھی اِن میں سے بعض میں۔''[3]

سب سے بڑا ظلم کیا ہے؟

سب سے بڑا ظلم شِرک ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ ﴾ (پ۲۱،

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۵۴۔
2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ۔۔۔الخ، باب تحریم الظلم، ۸/ ۱۳۲، الجزء السادس عشر۔
3 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۲۲، تحت الحدیث ۱۱۱۔

لقمن: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: ”بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔“ اکثر آیات میں ظلم سے یہی معنٰی یعنی شرک ہی مراد ہے البتہ بعض آیات میں گناہوں کی مختلف انواع کو بھی ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔“[1]

ظلم کرنے کی ممانعت:

حدیثِ مذکور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے منع فرمایا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خود اُس ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا۔ چنانچہ عَلَّامَہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو یعنی بعض بعض پر ظلم نہ کریں۔ کیونکہ میں مظلوم کے ظلم کا اُس ظالم سے خود بدلہ لوں گا۔ جیسا کہ ایک حدیثِ قُدسی میں ہے، ارشاد فرمایا: ”میں مظلوم کی مدد ضرور کرتا ہوں اگرچہ کچھ وقت کے بعد۔“ (یعنی وہ انہیں چھوڑنے والا نہیں بلکہ انہیں ڈھیل دیتا ہے۔) چنانچہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (پ ۱۳، ابراھیم: ۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے، انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔[2]

ظُلم کی مُمانَعت پر تین فَرامینِ مُصطفٰے:

(1) ”ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہیں۔“[3] (یعنی ظلم کرنے والا بروزِ قیامت سخت مصیبتوں اور تاریکیوں میں گھرا ہوگا۔) (2) ”مظلوم کی بددعا سے بچو کہ اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مابین کوئی پردہ نہیں۔“[4] (3) ”ظلم کرنے سے ڈرو کیونکہ ظلم کی سزا سے زیادہ خطرناک کسی اور گناہ کی سزا نہیں۔“[5]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/۳۳۲، تحت الحدیث ۱۱۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ۵/۱۵۵، تحت الحدیث: ۲۳۲۶ ملتقطاً۔

3 . . . بخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامۃ، ۲/۱۲۷، حدیث: ۲۴۴۷۔

4 . . . بخاری، کتاب المظالم، باب الاتقاء والحذر من دعوۃ المظلوم، ۲/۱۲۸، حدیث: ۲۴۴۸۔

5 . . . الکامل فی ضعفاء الرجال، ۷/۳۱۵۔

تمام لوگوں کی گمراہی سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”تم سب گمراہ ہو سوائے اُس کے جسے میں ہدایت دوں۔“ عَلَّامَہ اَبُوْ زَکَرِیَّا یَحْیٰ بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: ”اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام لوگ گمراہی پر پیدا ہوئے ہیں سوائے اس کے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہدایت دے۔ جبکہ مشہور حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فِطرت یعنی دِینِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں لوگوں کو اس گمراہی سے مُتَّصِف کیا گیا ہے جس پر بِعْثَتِ رسول سے پہلے وہ لوگ تھے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیتا اور وہ لوگ اُسی شہوت پرستی، راحت اور توحید میں تَدَبُّر سے غفلت میں رہتے تو گمراہ ہو جاتے۔“[1]

گمراہ ہونے کے دو 2 معنیٰ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے گمراہ ہونے کے دو 2 معنیٰ بیان فرمائے ہیں: (۱) ”تم رسولوں کی بعثت سے پہلے شریعت سے غافل تھے۔“ (۲) ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں تمہارے حال پہ چھوڑ دیتا تو تم حق سے بھٹک جاتے۔“ اب پہلے معنیٰ کا اعتبار کریں تو مطلب یہ ہو گا کہ ”تم سب رسولوں کی بِعثت سے پہلے شریعت سے غافل تھے ماسوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس پر ایمان لانے کی توفیق دے دی جو کچھ رسول لے کر آئے۔“ اور دوسرے معنیٰ کا اعتبار کریں تو مطلب یہ ہو گا کہ ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں تمہارے حال پہ چھوڑ دیتا تو تم سب حق سے بَھٹک جاتے ماسِوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی مَعْرِفَت تک لے جانے والے اُمور میں غور و فکر اور جو اَحکامات اس کے پاس آئے اس پر عمل کی توفیق دے دے۔“ دونوں معنیٰ پر یہ حدیث اس مشہور حدیث کے مَنافی نہیں جس میں فرمایا کہ ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔“ کیونکہ اس گمراہی سے مراد وہ گمراہی ہے جو بعد میں اس فِطرت پر حاوِی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ۔۔۔الخ، باب تحریم الظلم، ۸/۱۳۲، الجزء السادس عشر۔

نے مخلوق کو اپنی مَعْرِفَت (یعنی فطرت اسلام) پر پیدا کیا، پھر شیطان نے انہیں بہکا دیا۔“[1]

ہدایت طلب کرنے میں حکمت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہدایت طلب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس بات کا اِظہار ہو کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محتاج ہے اور اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا اعلان کرے۔ کیونکہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو بغیر طلب کیے ہدایت عطا فرما دے تو بسا اوقات بندہ کہہ دیتا ہے: ”یہ ہدایت تو مجھے میرے پاس موجود علم کی بدولت ملی ہے۔“ اور پھر وہ اسی وجہ سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہدایت کا سوال کر لیا تو گویا اس نے اپنی عُبُودِیَّت یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہونے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیَّت یعنی اس کے ربّ ہونے کا اعتراف کر لیا۔ یہ وہ عِزَّت والا مقام ہے جسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو توفیق ملتی ہے۔“[2]

کھانے کے ساتھ پینے، لباس کے ساتھ رہائش کا ذکر:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اولاً ایک اُخْرَوِی نعمت یعنی ہدایت کا ذکر فرمایا، اس کے بعد دو اہم ترین دُنیوی نعمتوں یعنی کھانے اور لباس کا ذکر فرمایا۔ پینے اور رہائش کا ذکر نہ فرمایا۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھوک کا ذکر کیا اور پیاس کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ عموماً کھانے کے ساتھ ساتھ پینا بھی ہوتا ہے اس لیے فقط بھوک کا ذکر فرمایا پیاس کا ذکر نہ فرمایا۔ اسی طرح پہننے کا ذکر کیا اور رہائش کا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ عموماً لباس کے ساتھ ساتھ گھر بھی شامل ہوتا ہے کہ لباس ستر چھپانے کے لیے ہوتا ہے اور گھر بھی اپنے آپ کو چھپانے کے لیے ہوتا ہے اس لیے فقط لباس کا ذکر فرمایا گھر یعنی رہائش کا ذکر نہ فرمایا۔“[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۳۲، تحت الحدیث: ۱۱۱۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاھدۃ، ۱/ ۳۳۳، تحت الحدیث: ۱۱۱۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ۵/ ۱۵۵، تحت الحدیث: ۲۳۲۶ ماخوذاً۔

حدیث میں خطاب عام بندوں سے ہے:

مُفَسِّرشہیر، مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خطا کے معنی ہیں غلط راستے پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہذا اس میں خَطائیں، بُھول چُوک، عَمداً گناہ سب داخل ہیں۔ عَلَّامَہ اِبنِ حَجر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ یہاں رُوئے سُخَن (یعنی خطاب) عام بندوں سے ہے۔ مَعصُومین حضرات جیسے فِرِشتے، اَنبیاء اِس حُکم سے خارِج ہیں۔“[1]

شِرک کے سِوا تمام گُناہ مُعاف:

جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو وہ جسے چاہتا ہے اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر گناہ معاف فرمادیتا ہے سوائے کفروشرک کے۔[2] چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (پ۵، النساء: ۴۸)

ربّ کو نَفع وضَرَر پہنچانے سے کیا مُراد ہے؟

حدیث میں ہے کہ تمام لوگ اگر مُتَّقِی بن جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کچھ نفع نہیں پہنچاسکتے اور اگر سب کے سب نافرمان ہوجائیں تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچاسکتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی نفع وضرر کیسے پہنچاسکتا ہے؟ یہ تو ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”مراد یہ ہے کہ تم میرے نفع وضَرَر کے مالک نہیں ہو پس اگر تم سب سے جس قدر ممکن ہو سکے میری عبادت کرو تو میری سلطنت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتے اور اگر تم سب سے جس قدر ممکن ہوسکے میری نافرمانی کرو تو مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۳۵۵۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ۵/ ۱۵۶، تحت الحدیث: ۲۳۲۶ ملخصاً۔

سکتے۔ بلکہ اگر تم نیکی کروگے تو اپناہی بھلا کروگے اور اگر بُرائی کروگے تو اپنے لیے ہی بُرا کروگے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(یعنی) تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں، بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔ دنیا کے کسی بڑے پرہیز گار کو لے لو پھر سوچو کہ اگر تمام جہان کا دل اس پرہیز گار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک و صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے۔ (تو اس میں ربّ عَزَّوَجَلَّ کا کیا فائدہ؟ فائدہ تو ان تمام لوگوں کا ہے جو یہ نیکیاں کریں۔) اس ترجمے سے یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا، اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے ربّ تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانے پر بلالیا۔ (سب کے نافرمان ہونے سے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی نقصان نہیں۔) اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو پہلے جملے میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے، خزانہ خالی رہ جاتا ہے۔ مگر ربّ تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ ساری خَلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مضمون (یعنی تمام لوگوں کا نافرمان ہو جانا) ایسا ہی ہے جیسے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اگر ربّ تعالیٰ کے اولاد ہوتی تو پہلے میں ہی اُسے پُوجتا۔“ نہ ربّ تعالیٰ کے اولاد ممکن ہے، نہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسے پُوجنا ممکن۔ ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے، فرشتے، انبیاء مَعْصُومِین (کہ ان سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا) اور اَولیاء مَحْفُوظِین **بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی** (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے) گناہ کرتے ہی نہیں۔“[2]

کیا اللہ کے خزانے میں کمی ہوسکتی ہے؟

حدیثِ پاک میں ہے: ”اگر میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلے میں ایسا حقیر ہوگا جیسے سُوئی کی تَری جب وہ دریا میں ڈبوئی جائے۔“ کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانے میں بھی کمی ہو سکتی

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، ۵/۱۵۶، تحت الحدیث: ۲۳۲۶ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۵۵۔

ہے؟ چنانچہ علّامہ مُحمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی دریا وسمندر میں جب سُوئی داخل کرکے نکالی جائے تو بظاہر دیکھنے میں اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے سے ساری دنیا کو دینے سے بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ اس کی رحمت اور کرم ہے اور یہ دونوں قدیم صفات ہیں اور ان کی کوئی حد نہیں اور جو غیر مُتَنَاہِی ہوتا ہے اس میں کمی ہونا محال ہے برخلاف اُس شے کے جو مُتَنَاہِی ہو، کیونکہ اس میں کمی واقع ہوسکتی ہے جیسے سمندر کہ یہ زمین کی چیزوں میں سے سب سے بڑی شے ہے۔ بسا اوقات مُتَنَاہِی شے کا کثیر حصہ لے لینے سے بھی اس میں کمی واقع نہیں ہوتی جیسے آگ اور علم۔ ان کو لینے سے کمی نہیں آتی بلکہ علم تو دینے سے اور بڑھتا ہے۔ لہٰذا یہ واضح ہوگیا کہ سُوئی کی مثال کیوں دی گئی اس کا مطلب یہ نہیں کہ حقیقت میں کمی واقع ہوتی ہے بلکہ یہ مخلوق کو سمجھانے کے لیے بطورِ مثال کہا گیا ہے تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ اس قدر دینے سے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے میں اِتنی سی بھی کمی نہیں آتی۔“[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا میرے خزانوں کو سُوئی کی تری کی بقدر کم کردیں گے، وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے مگر اس کی روشنی میں مُطلَقاً کمی نہ ہوئی۔ جب ربّ تعالیٰ کی تجلّیوں کا یہ حال ہے تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا۔ اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ ربّ تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں اور اس کی عطائیں محدود کیونکہ لینے والے محدود اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی؟“[2]

عدل فضل کے خلاف نہیں:

حدیثِ پاک میں ہے: ”میں تمہیں اَعمال کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔“ اس کی شرح میں مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّث کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس طرح کہ نیک کار کی جزاء

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی المجاهدة، ١/٣٢٦، تحت الحدیث: ١١١ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٣/٣٥٦۔

میں کمی نہ کروں گا اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کروں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ کروں۔ یہاں عدل کا ذکر ہے، عدل فضل کے خلاف نہیں۔ لہٰذا حدیث واضح ہے نہ آیاتِ قرآنی کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مُخالِف۔‘‘[1]

خیر اور شر سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’جو خیر کو پائے یعنی ثواب اور نعمتیں یا خوش باش حَیاتِ طَیِّبہ تو اُسے چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرے اِس بات پر کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے نیکیاں کرنے کی توفیق بخشی جن پر یہ ثواب مُرَتَّب ہوا اور یہ اس کا فضل اور رحمت ہے۔ اور جو اس کے علاوہ کوئی چیز پائے یعنی شر۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لفظِ شر کو ذکر نہیں فرمایا، ہمیں یہ بات سکھانے کے لیے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جو بُرے لفظ ہوں انہیں زبان سے نہ نکالا جائے، اسی طرح جو الفاظ اُس کے مُشابِہ ہوں جن کو بُرا سمجھا جاتا ہو اور جن کو بولنے سے حیا کی جاتی ہو انہیں بھی زبان سے نہ نکالا جائے۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس لفظ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ بولنے سے اجتناب فرما رہا ہے اس میں پڑنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کتنا سخت ناپسند ہو گا۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ حَیٌّ یعنی زندہ ہے، کریم یعنی کرم فرمانے والا ہے، وہ پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے اور گناہوں کو بخشتا ہے۔ وہ کسی کی گِرِفت کرنے میں جلدی نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی کا پردہ فاش فرماتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا ’’جو شر کو پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔‘‘ کیونکہ اس نے رضائے الٰہی پر اپنی خواہشات اور لَذّات کو ترجیح دی تو عدل کے تقاضے کے مطابق وہ اسی چیز کا مُستَحِق ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے محروم رہے۔‘‘[2]

معاف فضل و کرم سے ہو ہر خطا یارب
ہو مغفرت پئے سلطانِ انبیاء یارب

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۵۶۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی المجاهدة، ۱/۳۳۷، تحت الحدیث: ۱۱۱ ملتقطاً۔

بلا حساب ہو جنت میں داخلہ یارب
پڑوس خلد میں سرور کا ہو عطا یارب

نیکیاں ربّ کی توفیق، گُناہ شامتِ نفس:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّث کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خُلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو ربّ تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے اور گناہوں کو اپنی شامتِ نفس سے جانے۔ بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے اور کمال کو ربّ تعالیٰ کی طرف۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا تھا: ”**وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ** یعنی بیمار میں ہوتا ہوں شفاء وہ دیتا ہے۔ ورنہ خَیر و شَر کا خالق و مالک ربّ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ **وَالْقَدْرُ خَیْرُهٗ وَشَرُّهٗ مِنَ اللهِ تَعَالٰی**۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

”گیارھویں“ کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ظلم سے پاک و مُنَزَّہ ہے اور ظلم کو سختی سے ناپسند فرماتا ہے۔

(2) ظلم اتنا قبیح اور بُرا فعل ہے کہ اس کی حُرمت پر دنیا کے تمام مذاہب و مَسالِک کا اِجماع اور اِتّفاق ہے۔

(3) ظلم کی بہت سی اقسام ہیں، سب سے بڑا ظلم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر گناہ کو معاف فرما دے گا لیکن شرک کو معاف نہ فرمائے گا۔

(4) ظالم بہت بد نصیب شخص ہے اور اس کی بد نصیبی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ظالم سے مظلوم کا بدلہ خود لیتا ہے۔

---

[1]... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۵۶۔

(5) انسان دِینِ فِطرت یعنی اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں شیطان اسے گمراہ کر کے دیگر باطِل مذاہِب کی طرف پھیر دیتا ہے۔

(6) بندے کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہدایت کا سوال کرتا رہے کہ جسے وہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

(7) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخلوق سے وہ تمام خطاب جن میں اُن کے گناہوں کا ذکر ہے، اُن سے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور فرشتے مراد نہیں ہیں کیونکہ یہ دونوں معصوم و گناہوں سے پاک ہیں۔

(8) اللہ عَزَّوَجَلَّ بے نیاز ہے، بندوں کے گناہ کرنے یا نیکی کرنے سے اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا، نیکیاں کرنے میں اس کے بندوں ہی کا فائدہ ہے اور گناہ کرنے میں بھی اس کے بندوں ہی کا نقصان ہے۔

(9) ربّ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے بہت وسیع ہیں، اگر وہ اپنے خزانوں سے پوری دنیا کو بھی مالا مال کر دے تو اس کے خزانے میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی جتنی سُوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر میں ہوتی ہے، اس لیے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ہر وقت اس کا فضل و کرم طلب کرتے رہنا چاہیے۔

(10) بندے کو اگر کوئی بھلائی پہنچے یا وہ کوئی نیک کام کرے تو اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سمجھے نیز اس کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

(11) اگر بندے کو کوئی بُرائی پہنچے تو اُسے چاہیے کہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ظلم جیسے بڑے اور بُرے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں تمام گناہوں سے بچنے، دوسروں کو بچانے، نیکیاں کرنے اور دوسروں کو ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہمیشہ ہاتھ بھلائی کے واسطے اُٹھیں
بچانا ظلم وستم سے مجھے سدا یارب

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:12 آخری عمر میں نیکیوں کی زیادتی کا بیان

عمر کے آخری حِصّے میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے پر اُبھارنے کا باب

پیدائش سے موت تک زندگی کا ہر ہر لمحہ قیمتی ہے۔ لیکن غفلت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے اس قیمتی مَتاع کو بے دَریغ ضائع کرتے ہیں۔ عنفوانِ شباب میں دنیا بدلنے کا عزم تو دل و دماغ پر حاوی ہوتا ہے لیکن یادِ الٰہی سے یکسَر غافل ہوتے ہیں۔ پھر جب بڑھاپا آکر طرح طرح ستاتا ہے تب بھی نیکیوں کی طرف مائل نہیں ہوتے، بالآخر اسی غفلت میں دنیائے ناپائیدار سے قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں اُتار دیئے جاتے ہیں۔ اِس کے بَرعَکس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے ہر ہر سانس کو غنیمت جانتے ہوئے مرتے دم تک رضائے الٰہی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اُن کا لڑکپن، جوانی اور بُڑھاپا عبادت ہی میں گزرتا ہے۔ بلکہ جُوں جُوں عمر بڑھتی ہے ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ وہ اس راز سے واقف ہوتے ہیں کہ مقابلہ کرنے والا منزل کو دیکھ کر اپنی رفتار بڑھاتا ہے۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اَعمال کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ جس کا خاتمہ اچھا اس کی آخرت اچھی۔ ریاضُ الصالحین کا یہ باب "آخری عمر میں نیکیوں کی کثرت" کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں ایک 1 آیتِ مبارکہ اور پانچ 5 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت کا ترجمہ اور تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

عمر کے بارے میں سوال

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُؕ (پ۲۲، فاطر:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی یہ آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور مُحَقِّقِین عُلَمَائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس آیت کا معنٰی بیان

کرتے ہوئے فرمایا: ”یعنی کیا ہم نے تمہیں ساٹھ 60 سال کی زندگی نہیں دی تھی؟“ اس معنٰی کی تائید وہ حدیثِ پاک بھی کرتی ہے جسے ہم اس باب میں بیان کریں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے اٹھارہ 18 سال مراد ہیں۔ بعض نے چالیس 40 سال مراد لیے ہیں اور یہ قول حضرت حَسَن بَصرِی، کَلْبِی اور مَسْرُوق (بن سعید) رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا ہے۔ سَیِّدُنا اِبنِ عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے اسی طرح کا ایک قول منقول ہے۔ منقول ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے جب کسی کی عُمر چالیس 40 سال ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر لیتا۔ بعض کے نزدیک اس سے بُلُوغت کی عُمر مراد ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان: ﴿وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾ کے بارے میں سَیِّدُنا اِبنِ عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اور جُمہور عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”اس سے مراد حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ذاتِ والا صِفات ہے۔“ ایک قول کے مطابق اس سے مُراد بُڑھاپا ہے۔ یہ قول عِکْرِمَہ اور ابنِ عُیَینَہ وَغیرہ رَحِمَهُمُ الله کا ہے۔ واللهُ اَعْلَمُ[1]

تفسیرِ رُوحُ البَیَان میں ہے: ”یعنی کیا ہم نے تمہیں مُہلت نہ دی تھی اور تمہیں زندگی نہ بخشی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا۔ بالغ ہونے کے بعد انسان کو جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے پُختہ عقل دی جائے تو اس پر لازم ہے کہ مخلوق میں غور و فکر کرے اور یہ سمجھے کہ عبادت کے لائق صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ذات ہے، جو سب کا خالِق و مالِک ہے۔ اور اٹھارہ یا بیس سال کی عمر میں تو عقل و فکر کی قوت پہلے سے مضبوط اور اس پر حجت مزید مُؤکَّد ہو جاتی ہے۔ صحابۂ کرام اور تابعین رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہیں کہ جب وہ چالیس 40 سال کی عُمر کو پہنچتے یا بڑھاپے کے آثار پاتے تو عبادت کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیتے، بستر لپیٹ دیتے، شب بیداری میں وقت گزارتے اور لوگوں سے میل جول کم کر دیتے۔“[2] اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار فرمائے۔ آمین

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . رياض الصالحين، باب الحث على الازدياد من الخير في اواخر العمر، ص ۱۰۴۔

2 . . . تفسير روح البيان، پ ۲۲، فاطر، تحت الآية: ۳۷، ۷/۳۵۵ ملتقطا۔

حدیث نمبر:112 ربّ تعالٰی کس کا عُذر قبول نہیں فرماتا؟

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلَی امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَہُ حَتّٰی بَلَغَ سِتِّیْنَ سَنَۃً. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کے لیے کچھ عُذر باقی نہیں چھوڑتا جس کی عُمر مُؤَخَّر کردے یہاں تک کہ وہ ساٹھ 60 سال تک پہنچ جائے۔"

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حدیث کا معنٰی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "عُلَمَائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: یعنی جب اُسے اتنی مُدَّت تک مُہلت دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی عُذر نہیں چھوڑتا۔ اور اَعْذَرَ الرَّجُلُ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص عُذر کے انتہائی مرحلے پر پہنچ جائے۔"[2]

عُذر باقی نہ چھوڑنے کا معنٰی:

عُمدۃُ القاری میں ہے: "یعنی اس عُمر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کا عُذر قبول نہیں فرماتا۔ اب اسے چاہیے کہ اِسْتِغْفَار کرے، طاعت و فرمانبرداری اپنائے اور مکمل طور پر آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جائے کیونکہ اب اس کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پیش کرنے کے لیے کوئی عُذر نہیں رہا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اتنی لمبی عمر اور عبادت پر قوّت دی (لیکن وہ پھر بھی فرمانبراری کی طرف نہ آیا) تو اب اس کا کوئی عُذر قبول نہیں فرمائے گا۔"[3]

فتحُ الباری میں ہے: "یعنی اب وہ یہ عُذر نہیں کرسکتا کہ اگر مجھے مُہلَت ملتی تو میں اَحکامِ الٰہی بجالاتا۔

---

1. . . بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ، ۴/ ۲۲۴، حدیث: ۶۴۱۹۔
2. . . ریاض الصالحین، باب الحث علی الازدیاد من الخیر فی اواخر العمر، ص ۴۲، تحت الحدیث: ۱۱۲۔
3. . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ، ۱۵/ ۵۰۳، تحت الباب۔

جب تمام عمر میں قُدرَت کے باوجود عبادت ترک کرتا رہا تو اب اس عمر میں اس کے پاس کوئی عُذر نہیں بچا اب اسے چاہیے کہ اِستِغْفَار کرے۔"[1]

بڑھاپے کے بعد فقط موت ہے:

مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:"اس عبارت کے دو معنیٰ ہیں:(۱) ایک یہ (کہ) اَعْذَرَ کے معنیٰ ہیں "عُذر دُور کر دیتا ہے۔" یعنی بابِ اِفعال کا ہمزہ سَلب کے لیے ہے۔ تب مَطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جاسکے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالٰی کی طرف رُجُوع نہ کرے اس کا عُذر قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی جوانی میں بڑھاپے کی، اب بُڑھاپے میں سِوا موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے؟ اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے۔ اس کا کوئی بہانہ قابل سننے کے نہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ اَعْذَرَ کے معنیٰ ہیں "معذور رکھتا ہے۔" یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کرسکے مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ تَعالٰی اسے مَعذور قرار دے کر اس کے نامۂ اعمال میں وہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے۔ ساٹھ 60 سال پورا بڑھاپا ہے۔ بوڑھے نوکر کی پِنشَن ہوجاتی ہے وہ رؤف و رحیم ربّ بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پِنشَن کر دیتا ہے مگر پِنشَن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا رہے۔"[2]

عُمُر کے چار حصے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"اَطِبّاء کہتے ہیں عمر کے چار حصے ہیں:(۱) ایک حصہ سِنِ طُفُولِیّت ہے، یہ تیس 30 برس تک ہے۔ (۲) دوسرا حصہ سِنِ شَباب ہے، یہ چالیس 40 برس تک ہے۔ (۳) تیسرا حصہ سِنِ کُہُولَت ہے، یہ ساٹھ 60 برس تک ہے۔ (۴) چوتھا حصہ سِن شَیخُوخَت ہے، یہ ساٹھ 60 سال کے بعد ہے۔ اس میں انسان کی قُوَّت کمزور پڑ جاتی ہے۔ جس میں نَقص اور

---

1 ... فتح الباری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة، ۲۰۲/۱۲، تحت الحدیث: ۶۴۱۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸۹/۷ ملتقطاً۔

اِنْحِطَاط ظاہر ہونے لگتا ہے اور موت سر پر منڈلاتی پھرتی ہے۔ یہ **اللہ** کی طرف رُجُوع کا وقت ہے اور جوانی میں رُجُوعْ اِلَی اللّٰہ پیغمبری شِیوہ ہے۔ ترمذی میں حضرت سَیِّدُنَا اَبُوہُرَیرہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) سے مرفوع روایت ہے کہ سید عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''میری اُمّت کی عمریں ساٹھ 60 اور ستر 70 سالوں کے درمیان ہیں۔ بہت تھوڑے لوگ اس سے اوپر عُمر پاتے ہیں۔ الحاصل انسان ساٹھ 60 سال تک قوی رہتا ہے اس کے بعد نَقص اور ہَرَم (بڑھاپا) شروع ہو جاتا ہے۔ اس عمر میں **اللہ تعالٰی** اس کے تمام عُذر نا قابلِ قبول کر دیتا ہے کیونکہ سِنِ بلوغ سے ساٹھ 60 سال تک کافی وقت ہے جس میں وہ سوچ بچار کر سکتا ہے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ابھی ہماری زندگی کی سانسیں باقی ہیں، اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف فرما دیتا ہے۔ چنانچہ،

بوڑھے شرابی کی توبہ:

عراق کے مشہور مُبلِّغ حضرت سَیِّدُنا مَنصُور بن عَمَّار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا اور ایک نورانی فرشتے نے مجھ سے آکر کہا: ''اے اِبنِ عَمَّار! خُدائے جَبَّار وقَہَّار، دن رات کا خالق عَزَّوَجَلَّ تمہیں سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ کَل شراب خانے میں نصیحت بھرا بیان کرنا، اس میں ہمارے بہت سے راز پوشیدہ ہیں اور ہم تمہیں اپنی عجیب نشانیاں دکھائیں گے۔''

میں گھبرا کر بیدار ہوا اور اسے اپنا وہم سمجھ کر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا اور سوچنے لگا کہ آیاتِ قُرآنیہ اور اَحادیثِ مبارکہ نااہلوں کے سامنے شراب خانے میں کیسے پڑھی جا سکتی ہیں؟ چنانچہ میں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور سو گیا۔ وہی فرشتہ دوبارہ نظر آیا اور کہنے لگا: ''اے منصور! میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے حکم سے آیا ہوں۔ اُٹھو اور شراب خانے میں وعظ و نصیحت کرو، تمہاری حفاظت ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔'' میں گھبرا کر بیدار ہوا اور سوچنے لگا کہ کسی کو مِنبر اٹھوانے کے لیے بلاتا ہوں۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے پوچھا: ''کون؟'' کہا: ''اے محترم! میں مِنبر اٹھانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

---

1 ... تفہیم البخاری، ۹/ ۷۰۳.

بتائیے آپ کا مِنبر شراب خانے کے درمیان میں رکھواؤں یا مٹکوں کے درمیان؟ ''میں نے پوچھا: ''تجھ پر یہ راز کیسے ظاہر ہوا؟'' کہا: ''اُسی نے ظاہر کیا ہے جو کسی شئے کو ''کُنْ'' (یعنی ہو جا) فرماتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ جو فرشتہ آج رات آپ کے پاس آیا تھا، وہی میرے پاس بھی آیا اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے لیے شراب خانے میں مِنبر بچھادوں۔'' میں نے کہا: ''اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسے تم کہہ رہے ہو تو وہی کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔'' پھر جب صبح خوب روشن ہو گئی۔ تو میں نے دیکھا کہ تمام شرابی حلقہ بنائے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ میں مِنبر پر بیٹھ گیا کچھ دیر کے لیے سر جھکایا پھر یوں بیان شروع کیا:

''سب خوبیاں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے محبوب بندوں کے دلوں کو اپنے قُرب کی لَذَّت عطا فرمائی اور انہیں اپنے مَے خانۂ وِصال میں داخل کیا اور اپنی شرابِ طَہور سے سیراب کر کے اپنے غیر سے بے خبر کر دیا۔ اور مُحِبّ اپنے مَحبُوب کے علاوہ کسی شے میں مشغول نہیں ہوتا۔ جب ربِّ جلیل عَزَّوَجَلَّ نے ان پر تجلّی فرمائی تو جمالِ قُدرت کے مُشاہَدے کے وقت اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ اے خواہشات کی شراب میں بدمست ہونے والو! تم محبتِ الٰہی کے مَے خانے میں داخل ہو جاؤ اور شراب کے مٹکوں کے بجائے قُرب کے گھڑوں کا مُشاہدہ کرو، بخشنے والے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں صاحبِ وقار مَردوں کو دیکھو کہ ان پر خوشی و مَسرَّت کے جام گردِش کر رہے ہیں، خالِص شَرابِ طَہُور کے پیالوں نے ان کو دنیا کی شراب سے بے پروا کر دیا ہے، ان کے پیالے اُن کی خوشی و مَسرَّت، ان کی شراب ذِکرِ الٰہی، ان کی خوشبو اُن کا قرآن، ان کی شمع ان کی سَماعت اور ان کے نغمے توبہ و اِستِغْفَار ہیں۔ جب رات تاریک ہوتی ہے اور سب لوگ سو جاتے ہیں تو ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ ان پر تَجَلّی فرماتا اور پردے اُٹھا دیتا ہے۔ اور اس کے محبوب بندے ایسے جہاں کا مُشاہدہ کرتے ہیں کہ جس کا تَصَوُّر کسی کی عقل میں آیا، نہ کسی کے ذہن میں اس کا خیال گزرا۔ اے عقل مندو! ذرا غور تو کرو کہ اَخروٹ اور اس کے چِھلکے کے درمیان کتنا فاصلہ ہوتا ہے، دِلوں کی ٹہنیوں کو حرکت دینے والے اور حضرت سَیِّدُنا یَعقُوب و یُوسُف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مِلانے والے نے مجھے یہاں بیٹھنے کا اس لیے حکم فرمایا ہے تاکہ وہ تمہارے گناہوں اور نافرمانیوں کو بخش دے اور عَفو و رضا کی دولت کا تاج تمہارے

سر پر رکھ دے، ماضی کے گناہوں کو مِٹا دے، مُجرِموں سے دَرگُزر فرمائے اور دُھتکارے ہُوؤں اور نافرمانوں کی توبہ قبول فرمائے۔ (غور کرو!) حقیقی مَحبوب موجود ہے۔ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور مُصیبت تم سے ٹال دی گئی ہے، تو کیا تم میں توبہ کا عَزمِ مُصَمَّم کرنے والا کوئی نہیں؟ بے شک! صُلح کے جام تمہارے اِرد گرد گھوم رہے ہیں اور تم پر سخاوت کی ہوائیں چل رہی ہیں۔"

حضرت سیِّدُنا منصور بن عَمَّار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ میرا کلام و بیان ابھی مکمل نہ ہوا تھا کہ نشے میں مدہوش ایک نوجوان ہاتھ میں شراب سے بھرا پیالہ لیے میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: "اے اِبنِ عَمَّار! بتائیے! کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اس حالت میں بھی قبول فرمالے گا؟" میں نے کہا کہ اے میرے دوست! ضرور قبول فرمائے گا وہ خود قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا۔ (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۵)

یہ سن کر نوجوان نے شراب کا جام پھینکا اور حیران و سرگرداں باہر نکل گیا۔ وہ خوابِ غَفلَت سے بیدار ہو چکا تھا۔ پھر نشے میں چُور ایک بوڑھا شخص ہاتھ میں طَنْبُورہ (ایک قسم کا باجا) لیے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: "اے اِبنِ عَمَّار! کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کی توبہ قبول فرمائے گا جس کی تمام عُمر نافرمانی اور گناہوں میں ضائع ہو گئی ہے؟" میں نے کہا: "اے محترم! وہ ضرور بخشنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ (پ۱۶، طٰہٰ: ۸۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں۔

اس نے توبہ کرنے والوں کو خوشخبری دی ہے اور ان کے لیے رحم و کرم کا دروازہ کھول دیا ہے۔"

بوڑھے شرابی نے میرا کلام سنا تو طَنْبُورہ پھینک دیا اور غمگین حالت میں جِدھر رُخ تھا اُدھر نکل گیا، وہ بھی غفلت کی نیند سے بیدار ہو چکا تھا۔[1]

(اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین)

---

1 ... الروض الفائق، المجلس الخامس والعشرون فی حکایات الصالحین، ص ۱۴۰۔

آئیے! توبہ کرلیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آئیے! ہم بھی توبہ کرلیں، اپنے گناہوں پر رولیں، یہ رونے کا ہی مقام ہے۔ آیئے! اپنی محرومی کے بارے میں گریہ وزاری کرلیں، شاید یہ رونا اور گریہ وزاری کرنا ہمارے کام آجائے، بالوں کی سفیدی پیغامِ اَجل دے رہی ہے، اے جوانی سے بڑھاپے تک عبادت وریاضت میں پیچھے رہ جانے والے! قافلہ کُوچ کرچکا ہے، تیرا دن تلاشِ مَعاش میں اور رات خوابِ غَفلت میں گزرتی ہے، تونے جوانی کی بہاریں یونہی غفلت میں گزاردیں، نافرمانیوں کی خزاں چھاگئی ہے، اگر تو اب بھی نادِم ہوکر توبہ کرلے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بڑا غفور ورحیم اور معاف فرمانے والا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں معاف فرمائے اور ہماری بے حساب مغفرت فرمائے۔ آمین

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"غوثِ پاک" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جس ربِّ کریم کی بے شمار عطاؤں اور اِحسانات کی وجہ سے اِنسان دنیا میں زندہ ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہا ہے، اُس کی نافرمانی کرنا بہت بڑی حماقت و محرومی ہے۔

(2) نافرمانی کرتے جس کی عُمر ساٹھ 60 سال تک پہنچ جائے، اُس کے پاس بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے لیے کوئی عُذر نہیں بچتا۔

(3) جوانی میں عبادت وریاضت اختیار کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے۔

(4) جس کی ساری عُمر نافرمانیوں میں گزری ہو اسے چاہیے کہ زندگی کے بقیہ ایام کو غنیمت جان کر خوب توبہ واستغفار کرے، نیک اعمال کی طرف مُتوَجِّہ ہو اور اب لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے ربِّ کریم کی نافرمانی نہ کرے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندوں کی زبان میں ایسی تاثیر دیتا ہے کہ ان کی باتیں سن کر بڑے بڑے گناہگار بھی تائب ہو جاتے ہیں۔

(6) جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو توبہ کی توفیق دینا چاہتا ہے تو اس کے لیے توبہ کے ذرائع بھی خود ہی مُہَیَّا فرما دیتا ہے، ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور نیکیوں بھری زندگی گزاریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی جوانی اور بڑھاپے دونوں میں گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ایمان پر سلامتی اور ایمان پر ہی خاتمہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:113 سَیِّدُنَا ابن عَبَّاس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا عِلْمی مقام

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ يُدْخِلُنِیْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَكَاَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِیْ نَفْسِهِ فَقَالَ لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُهُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ. فَدَعَانِیْ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَنِیْ مَعَهُمْ، فَمَا رَاَيْتُ اَنَّهُ دَعَانِیْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ﴾ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اُمِرْنَا نَحْمَدُ اللهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا. وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ لِیْ: اَكَذٰلِكَ تَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ لَهُ قَالَ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ﴾ وَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ: مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَقُوْلُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنَا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مجھے اَصحابِ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض بزرگوں کو یہ بات محسوس ہوئی تو انہوں نے کہا: "یہ ہمارے ساتھ کیوں شریک ہوتے ہیں؟ اِن کی عمر کے تو ہمارے بیٹے ہیں۔"

1 ... بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: فسبح بحمد ربک۔۔۔الخ، ۳/ ۳۹۱، حدیث: ۴۹۷۰۔

سَیِّدُنا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”یہ اُس مرتبے کی وجہ سے ہے جو آپ لوگوں کو معلوم ہے۔“ پھر ایک دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے بلا کر ان بزرگوں کے ساتھ بٹھایا تو مجھے یہی گمان ہوا کہ آپ انہیں میرا علمی مقام دکھانا چاہتے ہیں۔ پس آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ﴾ (پ۳۰، النصر: ۱) کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟“ بعض نے کہا: ”اس میں حکم دیا گیا کہ جب ہماری مدد کی جائے اور فتح نصیب ہو تو ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کریں اور اس سے مغفرت چاہیں۔“ کچھ حضرات خاموش رہے، انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھ سے فرمایا: ”اے ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟“ میں نے کہا: ”نہیں۔“ فرمایا: ”تم کیا کہتے ہو؟“ میں نے کہا: ”اس سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وِصالِ مبارک مراد ہے، جس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ﴾ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فتح و نصرت آجائے تو یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِصال کی عَلامت ہے۔ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ (پ۳۰، النصر: ۳) پس اپنے ربّ کی حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت چاہو، بے شک! وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔“ سَیِّدُنا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میرے نزدیک بھی اس آیت کا یہی مطلب ہے جو تم نے بیان کیا۔“

بیٹوں کے ساتھ تمثیل کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو بدری صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ بٹھایا تو انہوں نے کہا کہ اِن کی مثل تو ہمارے بیٹے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ قول حقیقت کے اظہار کے لیے تھا کہ واقعی ہمارے بیٹے اُن کی عمر کے ہیں، نہ کہ بَطورِ حَسَد تھا۔ چنانچہ عَلّامہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”یہ بات کہنے والے حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرَّحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ انہوں نے یہ بات حسد وغیرہ کی وجہ سے نہ کی بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے کہا تھا کہ ان کی عمر کے برابر تو

ہمارے بیٹے ہیں۔"[1]

سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس کی فضیلت:

فتحُ الباری میں ہے: "اس حدیثِ پاک سے حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی فضیلت اور اِس دُعائے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ظُہور ہوتا ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ ابنِ عباس کو تاویل کا علم اور دِین میں سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔" یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے اوپر نعمتِ اِلٰہی کے اِظہار اور ناواقف لوگوں کو بتانے اور دیگر نیک مقاصد کے لیے اپنی تعریف کرنا جائز ہے۔ ہاں! فخر کرنے کے لیے جائز نہیں۔"[2]

اِس اُمّت کے بہت بڑے عالِم:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ اِبنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے، حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر 13 سال تھی۔ آپ اِس اُمّت کے بہت بڑے عالِم ہیں۔ نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے لیے حِکمت وفِقہ کی دعا فرمائی تھی۔ آپ نے حضرت جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کو دو2 مرتبہ دیکھا۔ آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے۔ اِکہتر (71) سال عمر پائی اور ٦٨ھ میں طائف میں وفات پائی۔ کثیر صحابہ وتابعینِ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے آپ سے روایات لی ہیں۔"[3]

بَعدِ اِنتقال مِلنے والا اِنعام واِکرام:

تفسیرِ رُوحُ البَیَان میں ہے: "تابعی بزرگ حضرت سَیِّدُنا سَعِید بن جُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا وِصال طائف میں ہوا۔ مجھے بھی ان کے جنازے میں شرکت کی سَعادت ملی۔ جنازے کے بعد ایک پرندہ آیا اور ان کے کفن میں داخل ہوا اور واپس نہ آیا۔ پھر

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب: ٥٢، ٢٧٦/١٢، تحت الحدیث: ٤٢٩٤۔

2 ... فتح الباری، کتاب التفسیر، باب سورۃ النصر، ٦٣٨/٩، تحت الحدیث: ٤٩٧٠۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب اھل بیت النبی۔۔۔الخ، ٥٢٦/١٠، تحت الحدیث: ٦١٤٧ ملخصاً۔

جب انہیں قبر میں اتارا گیا تو ہاتفِ غیبی سے یہ آواز آئی:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ (پ۳۰، الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اے اطمینان والی جان اپنے ربّ کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔[1]

(1) علم وحکمت کی دعا:

حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے اپنے سینے سے چمٹایا اور پھر دعا کی: ''**یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے **علم وحکمت عطا فرما**۔''[2]

(2) رسولُ اللہ کی خدمت گزاری:

حضرتِ سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا **فرماتے ہیں** کہ ایک مرتبہ مکی مدنی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ واپسی پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا کہ ''یہ پانی کس نے رکھا ہے؟'' بتایا گیا کہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے لیے دعا کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے دِین کا فَقِیہ بنا دے۔''[3]

(3) اُمّتِ مُحَمَّدِیَّہ کے بڑے عالِم:

حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ اَقدس میں حاضر ہوا، سَیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام بھی حاضر خدمت تھے۔

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۳۰، الفجر، تحت الآیۃ: ۲۷، ۱۰ / ۴۳۲۔

2 . . . بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ۲ / ۵۴۸، حدیث: ۳۷۵۶۔

3 . . . بخاری، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، ۱ / ۷۳، حدیث: ۱۴۳۔

سَیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''بے شک یہ (ابنِ عباس) اِس اُمَّت کے حِبْر (یعنی بڑے عالم) ہوں گے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں خیر و بھلائی کی وَصِیَّت فرمایئے۔''[1]

(4) علم میں برکت کی دعا:

حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ ایک مرتبہ دو عالَم کے مُختار مکی مَدنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے لیے یوں دعا فرمائی: ''یااللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کے عِلم میں برکت عطا فرما اور اس سے عِلم پھیلا۔''[2]

(5) دَستِ شفقت کی بَرَکتیں:

ایک مرتبہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے سر پر دَستِ شَفْقَت رکھ کر یوں دعا کی: ''یااللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے علم و حکمت عطا فرما اور تاویل کے علم سے نواز۔'' پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ اَقدس اُن کے سینے پر رکھا جس کی ٹھنڈک آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی پُشت میں محسوس کی، پھر فرمایا: ''یااللہ عَزَّوَجَلَّ! علم و حکمت سے اس کا سینہ بھر دے۔'' اِس دعا کے بعد انہیں لوگوں کے کسی مسئلے میں گھَبراہٹ محسوس نہ ہوئی۔ جب تک حیات رہے اِس اُمَّت کے سب سے بڑے عالِم رہے۔[3] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو مِلا ان سے مِلا
بَٹتی ہے کَوْنَیْن میں نِعمت رسولُ اللہ کی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن عباس، ۱/ ۳۹۱۔
2. ... حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن عباس، ۱/ ۳۹۰۔
3. ... معجم کبیر، من مناقب عبد اللہ بن عباس، ۱۰/ ۲۳۷، حدیث: ۱۰۵۸۵۔

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنَا "ابن عباس" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عِلم کی وجہ سے انسان کو بہت بلند مقام ملتا ہے، دِین و دنیا کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

(2) ہمارے اَسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام اَہلِ عِلم حضرات کو اپنی مَحافِل میں بٹھاتے اور اَہم اُمور میں اُن سے مُشاوَرَت کیا کرتے تھے۔

(3) بزرگوں کی خدمت کی بدولت انسان دوسروں سے فائق ہو جاتا ہے اور اُن کا سردار بن جاتا ہے۔

(4) جب کوئی ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی خدمت کرتا تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اُسے اپنی مُسْتَجَاب دُعاؤں سے نوازتے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جو ہمارے ساتھ اچھا سُلوک کرے، اسے اچھی دعائیں دیں۔

(5) دعائے مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی برکت سے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا کو ایسا علم و حکمت عطا ہوا کہ وہ **حِبْرُ الْاُمَّة** (اِس اُمَّت کے بڑے عالِم) کہلائے۔

(6) بوقتِ ضرورت اچھی نیت کے ساتھ اپنا مقام و مرتبہ لوگوں کے سامنے بیان کرنا جائز ہے۔

(7) آخری عُمر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوب خوب تسبیح کرنی چاہیے اور کثرت سے **اِستِغْفار** پڑھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فیضانِ صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان عطا فرمائے، اپنی مختصر زندگی کو سُنَّتوں کے سانچے میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ایمان کی سلامتی اور اس پر استقامت عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب ! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:114

ذِکرُ اللہ کی کثرت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ

عَلَیۡہِ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ﴾ اِلَّا یَقُوۡلُ فِیۡهَا: سُبۡحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمۡدِكَ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ.[1]

وَفِیۡ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیۡحَیۡنِ عَنۡهَا: کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یُکۡثِرُ اَنۡ یَّقُوۡلَ فِیۡ رُکُوۡعِهٖ وَسُجُوۡدِهٖ: سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمۡدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ یَتَاَوَّلُ الۡقُرۡاٰنَ.[2]

وَفِیۡ رِوَایَةٍ لِمُسۡلِمٍ: کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یُکۡثِرُ اَنۡ یَّقُوۡلَ قَبۡلَ اَنۡ یَّمُوۡتَ: سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ اَسۡتَغۡفِرُكَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡكَ. قَالَتۡ عَائِشَةُ: قُلۡتُ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! مَا هٰذِهِ الۡكَلِمَاتُ الَّتِیۡ اَرَاكَ اَحۡدَثۡتَهَا تَقُوۡلُهَا؟ قَالَ: جُعِلَتۡ لِیۡ عَلَامَةٌ فِیۡ اُمَّتِیۡ اِذَا رَاَیۡتُهَا قُلۡتُهَا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ﴾ اِلٰی اٰخِرِ السُّوۡرَةِ.[3]

وَفِیۡ رِوَایَةٍ لَهُ: کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یُکۡثِرُ مِنۡ قَوۡلِ: ''سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡهِ'' قَالَتۡ: قُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! اَرَاكَ تُکۡثِرُ مِنۡ قَوۡلِ: سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡهِ؟ فَقَالَ: اَخۡبَرَنِیۡ رَبِّیۡ اَنِّیۡ سَاَرٰی عَلَامَةً فِیۡ اُمَّتِیۡ فَاِذَا رَاَیۡتُهَا اَکۡثَرۡتُ مِنۡ قَوۡلِ: سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡهِ، فَقَدۡ رَاَیۡتُهَا: ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ﴾ فَتۡحُ مَكَّةَ، ﴿وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ٪﴿۳﴾﴾.[4]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا سے مروی ہے کہ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ﴾ (یعنی سورۂ نصر) نازل ہونے کے بعد حضور نبی کریم، رؤف ورحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں یہ کلمات نہ پڑھے ہوں: ''**سُبۡحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمۡدِکَ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ** یعنی اے ہمارے ربّ! تجھے پاکی ہے اور حمد تیرے لیے ہی ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو میری مغفرت فرما۔''

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر سورۃ: اذا جاء نصر اللہ، ۳/۳۹۱، حدیث: ۴۹۶۷۔

2 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر سورۃ: اذا جاء نصر اللہ، ۳/۳۹۱، حدیث: ۴۹۶۸۔

3 . . . مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۰، حدیث: ۴۸۴۔

4 . . . مسلم، کتاب الصلوۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۰، حدیث: ۴۸۴۔

صحیحین کی ایک اور روایت میں اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا ہی سے مروی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قرآنِ پاک پر عمل کرتے ہوئے اپنے رکوع و سجود میں کثرت سے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: ”**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ** اے ہمارے ربّ! تجھے پاکی ہے اور حمد تیرے لیے ہی ہے، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تو میری مغفرت فرما۔“

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وِصالِ ظاہری سے قبل یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرتے تھے: ”**سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ** یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تجھے پاکی ہے! اور حمد تیرے لیے ہی ہے، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔“ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: ”میں نے عرض کی: **یا رسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کلمات کیا ہیں؟ میں دیکھتی ہوں آپ اب یہ پڑھنے لگے ہیں۔“ فرمایا: ”میرے لیے میری اُمَّت کے بارے میں ایک نشانی قائم کی گئی ہے کہ جب میں وہ نشانی دیکھوں تو یہ کلمات کہوں۔ (اور وہ نشانی یہ سورت ہے:) ﴿**اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ**﴾...الخ۔

مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ تاجدارِ رسالت، شَہنشاہِ نُبُوَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کثرت سے یہ کلمات پڑھتے تھے: ”**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ** یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور میں اُس کی حمد کرتا ہوں، اُس سے مغفرت چاہتا ہوں اور اُس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔“ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: ”میں نے عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ کثرت سے یہ کلمات پڑھتے ہیں: ”**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ**؟“ فرمایا: ”مجھے میرے ربّ نے خبر دی ہے کہ عنقریب میں اپنی اُمَّت میں ایک نشانی دیکھوں گا، جب وہ نشانی دیکھوں تو اِن کلمات کی کثرت کروں: ”**سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ** پس میں وہ نشانی دیکھ چکا ہوں ہے۔ (اور وہ نشانی یہ سورت ہے:)

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنز الایمان: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ (پ ۳۰، سورۃ النصر)

ہوتے ہیں تو اپنے ربّ کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

رکوع و سجود میں دعائیں:

عُمدۃُ القاری میں ہے: حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حالتِ نماز اور وہ بھی رکوع و سجود میں یہ کلمات اس لیے پڑھتے تاکہ حُکمِ قرآنی کو اَحسن انداز سے بجالائیں کیونکہ حالتِ نماز دیگر حالتوں سے افضل ہے اور رکوع و سجود میں دیگر اَرکان کی نسبت زیادہ عجز و انکساری ہے۔"[1]

مِراٰۃ المناجیح میں ہے: "وفات شریف کے قریب جب یہ آیتِ کریمہ اُتری: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ﴾ تو آپ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع، سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے، ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں، کیونکہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے، اس وقت عائشہ صِدّیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) آپ سے بہت دور ہوتی تھیں۔ ہاں! تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ بخوبی یہ سب کچھ سُن لیتی تھیں۔"[2]

حضور کے اِستِغفار فرمانے کی وجہ:

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ تمام انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں اور اُن سے گناہ کا صدور مُتصوَّر نہیں۔ تو پھر حضورِ اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو تمام نبیوں کے سردار اور سَیِّدُ الْمَعْصُوْمِیْن ہیں، اِستِغفار کیوں فرماتے تھے؟ عَلّامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "سرکارِ دو عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اِستِغفار فرمانا اِظہارِ بندگی

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الصلوۃ، باب الدعا فی الرکوع، ۴/۵۲۷، تحت الحدیث: ۷۹۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۷۰۔

اور بارگاہِ خُداوندی میں عاجزی وانکساری کے لیے تھا۔“(1)

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیمِ اُمَّت کے لیے تھا، یا اس لیے کہ اِسْتِغْفَار بھی عبادت ہے اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ۔ ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔“(2)

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اعلیٰ مَقام و مَرتبہ کے اعتبار سے جو کام خلافِ اَولیٰ ہیں، انہیں معاف فرما، اگرچہ حقیقت میں وہ گناہ نہیں۔ کیونکہ اَنبیائے کرام گناہوں سے مطلقاً پاک ہیں۔“(3)

نوٹ: سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے **اِسْتِغْفَار** فرمانے کی مزید توجیہات جاننے کے لیے دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۶۵۶ صفحات پر مشتمل کتاب **”فیضان ریاضُ الصَّالحین“** جلد اول صفحہ 167 کا مطالعہ فرمائیے۔

موت پر تنبیہ:

تفسیرِ کبیر میں ہے: ”جب کسی مسافر کی روانگی کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اپنے سفر کی تیاری کرتا ہے۔ اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب عقل مند شخص کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ کثرت سے توبہ کرتا ہے۔“(4)

تَسْبِیح واِسْتِغْفَار سے مُتَعَلِّق چند اَحادیث:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! چونکہ اس حدیثِ پاک میں تسبیح واستغفار کا بیان ہے اس لیے ان سے متعلق چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ۲/ ۲۰۲، الجزء الرابع۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۷۰۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحث علی الازدیاد من الخیر، ۱/ ۳۴۳، تحت الحدیث: ۱۱۴۔

4 . . . تفسیر کبیر، پ ۳۰، النصر، تحت الآیۃ: ۳، ۱۱/ ۳۴۶۔

تسبیح و تحمید کی برکتیں:

حضرت سَیِّدُنا نُعمان بِن بَشِیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے کہ خاتَمُ الْمُرْسَلِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین، جنابِ صادِق و اَمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جلال کو یاد کرنے کے لیے تم جو تسبیح (**سُبۡحَانَ اللہِ**) و تہلیل (**لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ**) اور تحمید (**اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ**) کرتے ہو وہ عرش کے گِرد گھومتی ہیں، ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بِھنبِھناہٹ کی طرح ہوتی ہے اور یہ اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتی ہیں۔“ (پھر فرمایا:) ”کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تمہارا تذکرہ ہمیشہ ہوتا رہے؟“[1]

اُحد پہاڑ کے برابر عمل:

حضرتِ سَیِّدُنا عِمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے کہ سَیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر عمل کرنے کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟“ فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک اس کی طاقت رکھتا ہے۔“ عرض کی: ”وہ کیسے؟“ فرمایا: ”**سُبۡحَانَ اللہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ** اور **اَللہُ اَکۡبَرُ** کہنا اُحد پہاڑ سے زیادہ عظمت والا ہے۔“[2]

روزانہ ایک ہزار 1000 نیکیاں:

حضرتِ سَیِّدُنا مُصعَب بِن سَعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرنے سے عاجز ہے؟“ ایک شخص نے عرض کی: ”کوئی ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟“ فرمایا: ”اگر وہ سو مرتبہ

---

1 . . . ابن ماجۃ، کتاب الادب، باب فضل التسبیح، ۴/ ۲۵۳، حدیث: ۳۸۰۹۔

2 . . . معجم کبیر، عبید بن مھران عن الحسن، ۱۸/ ۱۷۴، حدیث: ۳۹۸۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے تو اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تحمید کو اپنا معمول بنالیجئے، ایسا نہ ہو اچانک موت آجائے اور پھر نیکیاں کرنے کی مُہلَت نہ ملے۔ ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو موت سے پہلے موت کی تیاری کا حکم دیا اور اَعمالِ صالحہ کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ،

موت کی تیاری:

منقول ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! یقیناً دنیا تمہارے لیے جائے عمل ہے تو اپنے اعمال کو بخوبی پورا کرو۔ اور تمہارا ایک انجام (موت) ہے تو اپنے انجام کی تیاری کرو۔ مسلمان دو2 خوفوں کے درمیان رہتا ہے: (۱) اُس مُدَّت کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے بارے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ (۲) اور اُس مُدَّت کا خوف جو ابھی باقی ہے، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ پس بندے کو چاہیے کہ اپنی دنیا سے آخرت کے لیے زادِ راہ اکٹھا کرلے۔ جوانی میں بڑھاپا آنے سے پہلے اور تندرستی میں بیماری سے پہلے۔ کیونکہ تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو اور دنیا تمہارے لیے بنائی گئی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد (عبادت کے لیے) تھکنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے اور تمہارے لیے اِسْتِغْفَار کرتا ہوں۔“[2]

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکامات کو سب سے بہتر انداز میں پورا کرنے والے ہمارے پیارے پیارے آقا

---

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل والتسبیح، ص ۱۴۴۷، حدیث: ۲۶۹۸۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷ / ۳۶۰، حدیث: ۱۰۵۸۱۔

مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔

(2) بڑھاپے میں مزید عمر کی امید نہیں ہوتی۔ لہٰذا اب انسان کو استغفار کی کثرت کرنی چاہیے کہ اب موت بالکل قریب ہے۔

(3) نماز میں پڑھے جانے والے اَذکار اُن اَذکار سے افضل ہیں جو نماز کے علاوہ ہوں۔

(4) حضور سَیِّدِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری سے پہلے اِسلام اکثر خِطَّۂ عَرَب میں پہنچ چکا تھا۔ لوگ دور دراز سے فوج در فوج آکر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے تھے۔

(5) اُمَّہَاتُ الْمُؤمنین اور دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شب و روز کی عبادت کو پیشِ نظر رکھتے۔ جب بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوئی نیا عمل کرتے ہوئے پاتے، اس کے متعلق ضرور پوچھتے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی حَتَّی الْاِمْکان کوشش کرتے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کثرت سے استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 115

آخری عُمر میں وحی کی کثرت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِہٖ حَتّٰی تُوُفِّیَ وَاَکْثَرُ مَا کَانَ الْوَحْیُ.[1] (یَوْمَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر لگاتار وحی نازل فرمائی یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا اور جس دن آپ کا وصال ہوا اس دن بہت مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔"

---

1 ... مسلم، کتاب التفسیر، ص ۱۶۰۸، حدیث: ۳۰۱۶۔

کثرت سے وحی نازل ہونے کی وجہ:

عَلَّامَہ اِبنِ حَجَر عَسقَلَانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے وصال کے زمانے میں نزولِ وحی کا سلسلہ بڑھا دیا۔ اس میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد کثرت سے مختلف قبیلوں سے وُفُود آنا شروع ہوگئے تھے اور وہ لوگ اَحکامِ شریعت کے بارے میں بہت سے سوالات کرتے تھے اس لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کثرت سے وحی نازل فرمائی۔“[1]

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”تمام عالَم کے دُنیوی اور اُخروِی نظام سے متعلق جو اَحکام نازل ہونے تھے جب وہ نازل ہوگئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۳) (ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا۔) اس کے چند ماہ بعد ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے ظاہری پردہ فرماگئے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں بیان کیا گیا کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر آخری عمر میں بکثرت وحی نازل ہوئی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخری عمر میں بکثرت دین کے اَحکام لوگوں تک پہنچاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے دنیا سے پردہ فرمالیا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ نیک کاموں میں صَرف کریں۔ ہمیں اپنی موت کا علم نہیں کیا خبر آج اور ابھی موت آجائے اور پھر نیکیاں کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ اسی لیے جو وقت مل رہا ہے اسے غنیمت جانتے ہوئے خوب خوب نیکیوں کی کثرت کرنی چاہیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور مَرتے دم تک نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

مٹا دے ساری خطائیں مری مٹا یاربّ .... بنا دے نیک بنا نیک دے بنا یاربّ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. . . فتح الباری، کتاب فضائل القران، باب کیف نزول الوحی واول ما نزل، ۱۰/ ۷، تحت الحدیث: ۴۹۸۲۔
2. . . دلیل الفالحین، باب فی الحث علی الازدیاد من الخیر، ۱/ ۳۴۶، تحت الحدیث: ۱۱۵۔

سَیِّدُنَا "جبریل" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخری عمر میں بہت زیادہ اَحکامِ شَرعِیَّہ لوگوں کو سکھائے۔

(2) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری سے پہلے عرب قبائل کے وُفُود بکثرت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر دین اِسلام کے اَحکام سیکھنے لگے، اُن کی رہنمائی کے لیے قرآن نازل ہوتا رہا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُنہیں اَحکامِ شَرعِیَّہ سکھاتے رہے۔

(3) قرآنِ کریم میں دنیاوآخرت میں کامیابی کے بہترین اُصول موجود ہیں، اُن پر عمل کرنے والا دونوں جہاں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندے جب عُمر کے آخرے حصے میں پہنچ جاتے ہیں تو ان کی عبادات و ریاضات مزید بڑھ جاتی ہیں۔

(5) سمجھ دار اور کامیاب شخص وہی ہے جو آنے والے وقت سے پہلے اس کی تیاری کرلے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دنیا میں رہتے ہوئے موت سے قبل آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

یا خدا میری مغفرت فرما .... باغِ فردوس مرحمت فرما
دین اسلام پر مجھے یاربّ .... استقامت تو مرحمت فرما
تو گناہوں کو کر معاف اللہ .... میری مقبول معذرت فرما

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:116

زندگی کے آخری لمحات کی اہمیّت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر شخص اُسی حالت پر اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا۔''

آخری حالت پر اٹھایا جائے گا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ہر شخص اُسی حالت پر اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا۔ یہاں تک کہ بانسری بجانے والا اِس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اُس کے ہاتھ میں بانسری ہوگی۔ حدیث مذکور میں اِنسان کو اَعمالِ صالحہ کی پابندی، تمام اَحوال میں سنت رسول کی پیروی اور تمام اَفعال واَقوال میں اِخلاص کو مدّ نظر رکھنے پر اُبھارا گیا ہے، تاکہ اچھی حالت میں موت آئے اور بروزِ قیامت اچھی حالت میں اٹھایا جائے۔ مُصَنِّف یعنی عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا اِس باب کو اِس حدیث پر ختم کرنا کمالِ حُسن ہے کیونکہ یہ حدیث اَعمالِ صالِحہ اور زندگی کے تمام اوقات میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے پر ابھارتی ہے کیونکہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور آخری عمر، بڑھاپے اور حالتِ مرض میں تو موت کا اِمکان مزید بڑھ جاتا ہے۔'' [2]

آخری کلام جنت میں داخلے کا سبب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس حدیثِ پاک میں فرمایا کہ جس حالت میں انسان مرے گا اسی حالت میں قیامت والے دن اٹھایا جائے گا۔ اِس حدیث کی شرح سُنَن ابُو داود کی اس حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنۃ، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالی عند الموت، ص ۱۵۳۸، حدیث: ۲۸۷۸۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحث علی الازدیاد من الخیر، ۱/ ۳۴۶، تحت الحدیث: ۱۱۶۔

"جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو گا وہ جنت میں جائے گا۔"[1]

جس حالت پر موت، اُسی پر اُٹھایا جانا:

عَلَّامَہ عبدُ الرَّؤف مُناوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہر شخص اسی حالت پر اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا۔ یعنی اچھی یا بُری جس حالت پر آدمی مرے گا اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے جہاد اور غزوہ کے بارے میں بتائیے؟" ارشاد فرمایا: "اگر تم اس حال میں قتل کیے جاؤ کہ تم صبر کرنے والے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے والے ہو تو تمہیں صابر و مُتَوَکِّل اٹھایا جائے گا۔ اور اگر اس حال میں قتل کیے جاؤ کہ تم رِیا کار و مُتَکَبِّر ہو تو تمہیں رِیا کار و مُتَکَبِّر اٹھایا جائے گا، اَلغرض جس حالت پر مرو گے اسی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔" حضرت سَیِّدُنَا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ "جو نشے کی حالت میں مرے گا تو حضرت سَیِّدُنَا مَلَکُ الْمَوت عَلَیْہِ السَّلَام کی تشریف آوری کے وقت اس پر نشے کی کیفیت طاری ہو گی۔ جب منکر نکیر آئیں گے تب بھی نشے میں ہو گا اور بروزِ قیامت نشے کی حالت میں ہی اٹھایا جائے گا۔ پھر اسی حالت میں جہنم کے درمیان "سُکران" نامی ایک خندق میں پھینک دیا جائے گا۔"[2]

آخری حالت کا اعتبار ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اعتبار خاتمے کا ہے۔ اگر کوئی کفر پر مرے تو کفر پر ہی اٹھے گا اگرچہ زندگی میں مؤمن رہا ہو اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا اگرچہ زندگی میں کافر رہا ہو۔ صُوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مَشْغَلَہ زندگی میں کرے گا اسی پر اِنْ شَآءَ اللہ مرے گا اور جس پر مرے گا اُسی پر اٹھے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ ذاکرین ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اٹھیں گے، شاغِلِین یار کے شُغل میں، واصِلِین وِصال میں، کامِلِین کَمال میں حتّٰی کہ بلال اذان دیتے

---

1 . . . ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، ۳/۲۵۵، حدیث: ۳۱۱۶۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الیاء، ۶/۵۹۲، ۵۹۱، حدیث: ۹۹۹۴۔

ہوئے اٹھیں گے۔ اللہ تعالی زندگی میں اچھا شُغل عطا کرے اسی پر موت دے۔"[1] آمین

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دے کر ان پر استقامت عطا فرما دیتا ہے۔ پھر اسی حالت میں اسے موت آجاتی ہے اور جس سے بُرائی کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ مرنے سے پہلے راہ راست سے ہٹ جاتا ہے اور پھر اسی حالت میں مر جاتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک حدیثِ مبارکہ اور دو عبرتناک واقعات ملاحظہ فرمایئے:

موت سے ایک سال پہلے:

اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائِشَہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے ایک فِرِشتہ مقرَّر فرما دیتا ہے جو اُسے راہِ راست پر لگاتا رہتا ہے۔ پھر جب اس خوش نصیب کی موت قریب آجاتی ہے تو جان نکلنے میں جلدی کرتی ہے۔ اُس وقت وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے تو مرنے سے ایک سال قبل ایک شیطان اُس پر مُسَلَّط کر دیتا ہے جو اُسے بہکاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بدترین حالت میں مرتا ہے۔ پھر جب موت آتی ہے تو اُس کی جان اَٹکنے لگتی ہے۔ اس وقت یہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ملنے کو پسند نہیں فرماتا۔"[2]

شیطان کا خطرناک جال:

حضرتِ سَیِّدُنا اِمام ابُو محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ تین زاہد حج کے اِرادے سے بیتُ اللہ شریف کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں عیسائیوں کی ایک بستی کے قریب قیام ہوا۔ وہاں ایک زاہد کی نظر ایک عیسائی عورت پر پڑی تو دل اس طرف مائل ہو گیا۔ جب سفر کا وقت آیا تو اس نے حیلے بہانے سے اپنے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۳۔

2 ... مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب فتنۃ القبر، ۳/ ۳۹۳، حدیث: ۶۷۷۸۔

دونوں ساتھیوں کو ٹال دیا اور خود وہیں رک گیا۔ پھر عیسائی عورت کے والد کے پاس گیا اور اس سے شادی کی بات کی۔ اس نے کہا: ”اس کا مہر تجھ پر بہت بھاری ہے۔“ پوچھا: ”کیا مہر ہے ؟“ کہا: ”تو دینِ اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جا۔“ چنانچہ اس نے عیسائی مذہب اختیار کر کے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ اس کے دو بچے بھی ہوئے پھر وہ بدنصیب انہیں یتیم چھوڑ کر عیسائی مذہب پر مر گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے ساتھیوں کا وہاں گزر ہوا تو دریافت کرنے پر بتایا گیا وہ عیسائی ہو گیا تھا، عیسائیت پر ہی مرا اور اسے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ وہ اس کی قبر کے پاس گئے تو وہاں ایک عورت اور دو بچوں کو قبر پر روتے ہوئے پایا۔ وہ دونوں بھی رونے لگے۔ عورت نے ان سے پوچھا: ”آپ کیوں رو رہے ہیں؟“ انہوں نے اس کی عبادت، نماز اور زہد کا تذکرہ کیا۔ جب عورت نے یہ سنا تو اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور وہ اپنے دونوں بچوں سمیت اسلام لے آئی۔

حضرتِ سَیِّدُنا شیخ ابُو محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”**سُبْحَانَ اللّٰہ**! کتنے تَعَجُّب کی بات ہے کہ جو مسلمان تھا وہ کافر ہو کر مرا اور جو عورت کافرہ تھی وہ اپنے بچوں سمیت اسلام لے آئی۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے انجام سے ڈرتا رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ خاتِمہ کا سوال کرتا رہے۔“[1]

ربّ تعالیٰ کی خُفیہ تدبیر:

حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے اور ہمارے علاقے میں ایک نہایت غمگین شخص تھا جسے ”**قَضِیْبُ البَان**“ کہا جاتا تھا۔ احترام اور رُعب و دَبدَبہ کے باعث کوئی اس سے کلام کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ وہ بہت زیادہ رویا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا اور پوچھا: ”اے میرے محترم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو اپنی ذات کے سوا ہر چیز سے بے نیاز کر دیا ہے! آپ کے غم اور تنہائی کا سبب کیا ہے؟“ اس نے مجھے دیکھا اور بہت زیادہ رویا پھر اس کا رنگ مُتَغَیَّر ہو گیا۔ کچھ

---

1 . . . الروض الفائق، المجلس الثانی، ص۱٦۔

اِضطِراب کے بعد اس پر غَشی طاری ہو گئی۔ مجھے گُمان ہوا کہ وہ انتقال کر گیا ہے۔ پھر اسے ہوش آ گیا تو میں نے کچھ باتیں کر کے اسے مانوس کر لیا اور قسم دے کر اس کا حال دریافت کیا۔ چنانچہ اس نے روتے ہوئے اپنا واقعہ کچھ یوں بیان کیا:

میں اپنے شیخ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بہت نیک شخص تھا اور لوگوں میں ولی مشہور تھا۔ میں نے چالیس سال اس کی خدمت کی۔ وفات سے تین دن پہلے اس نے مجھ سے کہا: ”میرے بیٹے! میرا تجھ پر اور تیرا مجھ پر حق ہے، میری بات غور سے سن، میں جو وصیت کروں اس کا پورا کرنا تجھ پر لازم ہے۔“ میں نے کہا: ”محبت اور عِزَّت سے وَصِیَّت پوری کروں گا۔“ کہا: ”میری عمر کے تین دن باقی ہیں اور میرا خاتمہ کفر پر ہو گا۔“ جب میں مر جاؤں تو مجھے میرے کپڑوں سمیت رات کی تاریکی میں ایک تابوت میں رکھ کر شہر سے باہر فلاں جگہ لے جانا اور طلوعِ آفتاب تک وہیں ٹھہرنا، وہاں ایک قافلہ آئے گا جن کے پاس ایک تابوت ہو گا وہ اس کو میرے تابوت کے پہلو میں رکھ دیں گے اور میرا تابوت لے جائیں گے تم وہ دوسرا تابوت لے کر واپس آ جانا۔ پھر اس تابوت کو کھول کر اس میں موجود شخص کو نکالنا اور عِزَّت واحترام سے اس کی تجہیز و تکفین کرنا۔“ یہ سن کر میں بہت غمزدہ ہوا اور روتے ہوئے اس افسوس ناک معاملے کی وجہ دریافت کی۔ اس شیخ نے کہا: ”میرے بیٹے! یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ جو ہو چکا اور جو کچھ ہو گا سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہے۔ ﴿لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ﴾ (پ ١٧، الانبیاء: ٢٣) ترجمۂ کنزالایمان: ”اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے۔“ جب تین دن گزر گئے تو میرا شیخ مُضْطَرِب ہو گیا، رنگ مُتَغَیَّر ہو گیا اور اس کا چہرہ سیاہ ہو کر مشرق کی طرف گھوم گیا اور وہ اوندھے منہ گر کر مر گیا۔ میں بہت رویا اور مجھے ایسا غم لاحق ہوا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر میں حَسبِ وَصِیَّت اس کا تابوت لے کر اس مقام پر پہنچ گیا جو اس نے بیان کیا تھا۔

صبح ہوئی تو کچھ لوگ وہاں گریہ وزاری کرتے ہوئے آئے، ان کے پاس ایک تابوت تھا، انہوں نے اپنا تابوت شیخ کے تابوت کے پاس رکھ دیا۔ پھر ایک شخص آگے بڑھا اور شیخ کا تابوت اٹھا کر جانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: ”جب تک مجھے اپنے مُتعلق نہ بتاؤ گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔“ اس نے بتایا: ”اس تابوت میں ایک عیسائی پادری کی لاش ہے۔ میں چالیس سال تک اس کا خادم رہا ہوں۔ اس نے موت

سے تین دن قبل مجھے بلا کر کہا: ''میرے بچے! میرا تجھ پر اور تیرا مجھ پر حق ہے۔ میں تین دن بعد مر جاؤں گا، تو مجھے ایک تابوت میں رکھ کر فلاں جگہ لے جانا، وہاں بھی ایک تابوت ہو گا۔ میرا تابوت وہاں رکھ دینا اور وہ تابوت گرجے میں لے جانا۔ اور اس میں موجود لاش کو عیسائیوں کے طریقے پر دفن کر دینا۔'' جب تین دن گزر گئے تو عیسائی پادری کا چہرہ خوشی سے کِھل اُٹھا، اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو کر انتقال کر گیا۔ پھر میں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا اور اُن کا تابوت یہاں لے آیا۔ یہ سارا واقعہ ہے۔'' یہ کہہ کر وہ لوگ شیخ کا تابوت لے کر چلے گئے اور میں اس خوش نصیب کا تابوت لے کر گھر آ گیا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے موت سے پہلے ایمان کی دولت سے نواز دیا تھا۔ جب میں نے تابوت کھولا تو اس میں ایک ایسے بزرگ تھے، جن پر اَنوار کی برسات ہو رہی تھی۔ ان کے سارے بال سفید نورانی تھے۔ میں نے کچھ نیک بندوں کے ساتھ مل کر تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کر دیا۔ وہ دن گواہ ہے کہ میں جب بھی باہر نکلتا ہوں تو میرے چہرے پر بُرے خاتمے کے خوف سے غم کے بادل چھا جاتے ہیں۔ اس لیے میں لوگوں سے دُور اور غمگین رہتا ہوں۔[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو .... کر اخلاص ایسا عطا یاالٰہی

ترے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ .... میں تھر تھر رہوں کانپتا یاالٰہی

مسلماں ہے عَطّار تیری عطا سے .... ہو ایمان پر خاتمہ یاالٰہی

مدنی گلدستہ

''خاتمہ بالخیر'' کے 11 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

(1) جو جس حالت میں مرے گا اسے اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

(2) بندے کو اعمالِ صالحہ پر استقامت اختیار کرنی چاہیے تاکہ اچھی حالت میں دنیا سے جائے۔

---

1 . . . الروض الفائق، المجلس الثانی، ص۱۸۔

(3) اگر ساری زندگی نیکیوں میں گزرے اور مَعَاذَاللہ خاتمہ کُفر کی حالت میں ہو تو یہ سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے، لہٰذا ایمان پر خاتمے کی دعا ضرور مانگنی چاہیے۔

(4) ویسے تو عمر کے تمام حصوں میں نیکیاں ضروری ہیں لیکن آخری عمر میں بالخصوص بڑھاپے میں تو بہت زیادہ توبہ واستغفار اور نیکیاں کرنی چاہیے کیونکہ اب اس کے بعد تو موت ہی ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہیے اور خاتمہ بالخیر کی دعا ضرور کرنی چاہیے۔

(6) بعض اوقات گناہوں کی نحوست ایمان کی بربادی کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ لہٰذا ایمان کی حفاظت کے لیے گناہوں سے ہر دم بچنا چاہیے۔

(7) بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن جب کسی کو کفر پر مرتا دیکھتے ہیں تو انہیں اپنی فکر لگ جاتی ہے، خوفِ خدا مزید بڑھ جاتا ہے، گریہ وزاری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(8) اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کا ایمان سلامت رکھے اسے ایمان والی موت نصیب ہوتی ہے۔

(9) بعض اوقات لوگوں کا بُرا خاتمہ ظاہر کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور اپنے ایمان کی فکر کریں۔

(10) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بعض نیک بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں دنیا میں ہی ان کی ایمان افروز موت سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔

(11) جو ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھتا رہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتا رہے، نیک لوگوں کی صُحبت سے فیضیاب ہوتا رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے اُمید ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:13

بھلائی کے طریقوں کی کثرت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِینِ اسلام دِینِ فِطرت ہے۔ یہ سارے کا سارا حق وصَداقت پر مبنی ہے۔ تمام نبیوں کے سالار، نبیِ اَحمدِ مُختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ دین اسلام پر عمل کرکے بارگاہِ الٰہی سے بے پایاں رحمتیں حاصل کرنا اِنتہائی آسان ہوگیا۔ اسلام میں بھلائی کے طریقے اتنے کثیر ہیں کہ اگر ان پر چلا جائے تو روز مَرَّہ کا کوئی بھی عمل نیکیوں سے خالی نہیں رہ سکتا۔ کُتُبِ اَحادِیث میں بھلائی کے یہ طریقے جابجا روشن ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ ریاضُ الصالحین کا یہ باب "**بھلائی کے طریقوں کی کثرت**" کے بارے میں ہے۔ اس باب میں عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے 4 آیاتِ مُقَدَّسہ اور 25 اَحادیثِ مُبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

(1) ربّ تعالیٰ ہر بھلائی کو جانتا ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو بھلائی کرو بیشک اللّٰہ اسے جانتا ہے۔ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۵)

یہ آیتِ مبارکہ کا آخری جُز ہے، پوری آیتِ مبارکہ یوں ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لیے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللّٰہ اسے جانتا ہے۔

تفسیرِ خازِن میں ہے: "اور تم اپنے والدین، قَرابت داروں، یتیموں، مِسکینوں، راہ گیروں اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے جو بھی بھلائی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی کے لیے کرو تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے باخبر

ہے اور وہ تم کو اس کی جزا دے گا۔“[1]

تفسیرِ نعیمی میں ہے: ”خیر سے ہر نیک کام مراد ہے۔ صدقات، خیرات، نماز، روزے، حج، مسافر خانے اور مسجدیں بنانا وغیرہ یعنی اور جو کچھ بھلائی کروگے اللہ اس کو جانتا ہے بے خبر نہیں۔ بَقدرِ اِخلاص ثواب عطا فرمائے گا۔ اے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ سے خرچ کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ تو اِنہیں دونوں سوالوں کا جواب دے دو کہ اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال راہِ الٰہی میں خرچ کرو، صحیح جگہ خرچ کرو، غلط مَصرف پر خرچ کرنا فضول یا نقصان دہ ہے۔ لہٰذا اپنے ماں باپ کو دو کیونکہ انہیں کے دم سے تم دنیا میں آئے۔ اپنے قرابت داروں کو دو کیونکہ ہر شخص کو اپنے قرابت داروں کے حال کی زیادہ خبر ہوتی ہے۔ اگر تمہارے قرابت دار دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں تو اس میں تمہاری بھی ذِلّت ہے، بہتر ہے کہ تمہاری ضرورتیں آپس میں ہی پوری ہو جایا کریں۔ لاوارث، غریب، یتیموں کو بھی دو، کیونکہ ان کا والی وارث کوئی نہیں، جو ان کی حاجتیں پوری کرے اور نہ وہ خود کمانے پر قادر ہیں اور مِسکینوں اور راہ گیروں کو بھی دو تاکہ اُن کی فوری ضرورتیں پوری ہو جائیں، اس پر ہی کیا موقوف ہے۔ جہاں تک ہوسکے ہر بھلائی کی کوشش کرو تمہارے کسی کام سے ربّ غافل نہیں، وہ تمہیں ضرور جزا دے گا۔“[2]

(2) ذرہ بھر نیکی کی قدر و منزلت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾　　ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ ۳۰، الزلزال: ۷)

تفسیرِ دُرِّ مَنثور میں ہے: اس آیتِ مبارکہ کے نزول کے وقت امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رِسالت میں حاضر تھے اور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ... تفسیر خازن، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۱۵، ۱/ ۱۵۲۔

2 ... تفسیر نعیمی، پ ۲، البقرہ، تحت الآیۃ: ۲۱۵، ۲/ ۳۴۲۔

عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے انہیں کھانے سے روکا اور فرمایا: "تم میں سے جس نے دنیا میں نیک عمل کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں جزا عطا فرمائے گا۔ اور جس نے دنیا میں کوئی بُرا کام کیا وہ اس کا صلہ دنیا ہی میں مرض و مصیبت کی صورت میں پائے گا اور جس کے پاس ذرہ برابر بھی نیکی ہو گی وہ جنت میں داخل ہو گا۔"[1]

تفسیرِ روحُ البیان میں ہے: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ "مؤمن اور کافر کو اُن کی ہر بھلائی اور بُرائی دکھائی جائے گی، پھر مؤمن کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور نیکیوں پر اسے اَجر دیا جائے گا۔ جبکہ کافر پر اس کی بھلائیاں رَد کر دی جائیں گی اور وہ حَسرت میں مبتلا ہو گا۔ کافر دنیا میں جو بھی اچھا کام کرتا ہے، چاہے وہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو، اسے اس کی جزا دنیا ہی میں دے دی جاتی ہے۔"[2]

(3) بھلائی کا فائدہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: جو بھلائی کا کام کرے تو اپنے لیے۔

تفسیرِ طبری میں ہے: "جو بندۂ خدا اَحکامِ اِلٰہی کی پیروی کرے اور اس کے منع کردہ اُمور سے بچے تو اِس میں اُس کا اپنا فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ نیک عمل کے ذریعے عذابِ الٰہی سے خلاصی چاہتا ہے۔ نیک عمل کر کے اس نے اپنے ربّ کی اطاعت کی کسی غیر کی نہیں کی اور اس عمل سے اسے ہی فائدہ پہنچے گا کسی اور کو نہیں۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر عامل کے عمل سے بے نیاز ہے۔"[3]

تفسیرِ روح البیان میں ہے: "**عَمِلَ صَالِحًا** سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے ذریعے رِضائے الٰہی طلب کی جائے۔ اور **فَلِنَفْسِهٖ** سے مراد یہ ہے کہ اس نیک عمل کا فائدہ اور ثواب، عمل کرنے والے کی اپنی ذات ہی کے لیے ہے۔"[4]

---

1. ... تفسیر درمنثور، پ ۳۰، الزلزال، تحت الآیۃ: ۷، ۸/۵۹۴۔
2. ... تفسیر روح البیان، پ ۳۰، الزلزال، تحت الآیۃ: ۷، ۱۰/۴۹۴۔
3. ... تفسیر طبری، پ ۲۵، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۱/۲۵۷۔
4. ... تفسیر روح البیان، پ ۲۵، الجاثیۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۸/۴۴۲۔

(4) اچھے اعمال کی ترغیب

اِرشادِ خُداوندی ہے:

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۷) ترجمۂ کنزالایمان: تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

تفسیرِ روحُ البیان میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے ہر کام کو جانتا ہے اور یہ بندے کا بھلائیوں پر ثابت قدمی سے کِنایہ ہے اور اس بات کی ترغیب ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ قبیح بات کے جواب میں اچھی بات، فِسق و فُجُور کے بدلے تقویٰ و پرہیز گاری اور لڑائی جھگڑے کے وقت صُلح جوئی و حُسنِ اَخلاق سے کام لیا جائے۔"[1]

باب سے مُتعلّقہ مزید آیاتِ مبارکہ:

اس باب میں عَلّامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہی مذکورہ بالا چار 4 آیات مبارکہ بیان فرمائی ہیں، نیز اِن آیات کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اس باب سے متعلق اور بھی بہت ساری آیات ہیں۔" چنانچہ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی بیان کردہ چار 4 آیات کی نسبت سے مزید چار 4 آیات پیشِ خدمت ہیں:

(5) نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۰﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے، بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(6) اچھی چیز دینے میں تمہارا ہی بھلا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] ... تفسیر روح البیان، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۹۷، ۱/ ۳۱۴ ملخصاً۔

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ(۲۷۲) (پ۳، البقرة: ۲۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ لازم نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لیے اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا اور نقصان نہ دیے جاؤ گے۔

(7) تم جو بھلائی کرو اللہ کو اس کی خبر ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّۙ وَ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰى بِالْقِسْطِؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا(۱۲۷) (پ۵، النساء: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتوی پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتوی دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

(8) بھلائی کے مختلف کاموں کی ترغیب

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَؕ وَ اللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَؕ عَلِمَ

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا ربّ جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور

اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡہُ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی ۙ وَ اٰخَرُوۡنَ یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ۙ وَ اٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۫ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنۡہُ ۙ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُوَ خَیۡرًا وَّ اَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَ اسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۰﴾ (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:117

کون سا عمل افضل ؟

عَنۡ اَبِیۡ ذَرٍّ جُنۡدُبِ بۡنِ جُنَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قُلۡتُ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! اَیُّ الۡاَعۡمَالِ اَفۡضَلُ؟ قَالَ: اَلۡاِیۡمَانُ بِاللّٰہِ وَالۡجِہَادُ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ. قَالَ: قُلۡتُ: اَیُّ الرِّقَابِ اَفۡضَلُ؟ قَالَ: اَنۡفَسُہَا عِنۡدَ اَہۡلِہَا وَاَکۡثَرُہَا ثَمَنًا. قَالَ: قُلۡتُ: فَاِنۡ لَمۡ اَفۡعَلۡ؟ قَالَ: تُعِیۡنُ صَانِعًا اَوۡ تَصۡنَعُ لِاَخۡرَقَ. قُلۡتُ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! اَرَاَیۡتَ اِنۡ ضَعُفۡتُ عَنۡ بَعۡضِ الۡعَمَلِ؟ قَالَ: تَکُفُّ شَرَّکَ عَنِ النَّاسِ فَاِنَّہَا صَدَقَۃٌ مِّنۡکَ عَلٰی نَفۡسِکَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذر جُنۡدُب بن جُنَادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: "یَارَسُوۡلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اَعمال میں سے کو نسا عمل افضل ہے؟" فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" میں نے عرض کی: "کونسا غلام (آزاد کرنا) بہتر ہے؟" فرمایا:

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ص ۵۷، حدیث: ۸۴ بتغیر قلیل۔

"جو اپنے مالک کے نزدیک سب سے عُمدہ اور سب سے زیادہ قیمتی ہو۔" میں نے عرض کی: "اگر میں اس طرح نہ کرسکوں تو؟" فرمایا: "کسی شخص کے کام میں اس کی مدد کرو یا کسی بے ہنر و صحیح طرح کام نہ کرسکنے والے شخص کے لیے کام کرو۔" میں نے عرض کی: "یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اُن میں سے بعض کام نہ کرسکوں تو؟" فرمایا: "لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے تمہاری اپنی ذات پر صدقہ ہے۔"

دو2اَفضل ترین اَعمال:

دلیلُ الفالحین میں ہے: جب حضرت سَیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کس عمل کا سب سے زیادہ ثواب ہے؟ تو ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" کیونکہ ایمان بِاللّٰہ کی جزا جنت میں داخلہ اور رضائے اِلٰہی کا حصول ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ اور راہِ خدا میں جہاد کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دِین کی سَربلندی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَؕ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔[1]

شیخ عبدُ الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی اعمال میں سے افضل ترین دو چیزیں ہیں: (1) اِیمان جو تمام اَعمال کی جڑ ہے اور اُس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہے، یہ دل کا عمل ہے اور دل انسان کے وجود کا خُلاصہ ہے، اگر کامل ایمان مراد ہو تو وہ خود تمام اَعمال کو شامل ہے اور سب سے بڑا کمال ہے۔ (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دشمنانِ دین سے جنگ کرنا۔ کیونکہ یہ دینِ اسلام کی قوت اور مسلمانوں کے غَلَبے کا سبب ہے، اس اعتبار سے جہاد افضل ترین عمل ہے اگرچہ دیگر وُجُوہ کے اِعتبار سے

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۴۷، تحت الحدیث: ۱۱۷۔

نماز اور روزہ افضل ہیں۔“[1]

مر آۃ المناجیح میں ہے: ”کون سا عمل افضل ہے؟ یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اَعضاء کے اَعمالِ صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ اسی لیے سرکار (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔ ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے۔ جیسے ابلیس کا بَرباد شُدہ ایمان۔ اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مُجاہدات، رِیاضات بھی داخل ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۰) (ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جنھوں نے کہا: ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔) اور فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (پ۲۱، العنکبوت، الآیۃ: ۶۹) (ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔) کسی کام والے کی مدد کرو یا جو اچھی طرح کام نہ کر سکتا ہو اس کے لیے کام کرو۔ یعنی جو محنتی کاروباری آدمی کہ اس کی کمائی اسے کافی نہ ہو، غریب رہتا ہو اس کی بھی مدد کرو اور جو کام کاج کے لائق نہ ہو اس کی بھی دستگیری کرو۔ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ تمہاری طرف سے تمہاری اپنی ذات پر صدقہ ہے۔ یعنی کوشش کرو کہ تم سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ اس صورت میں تم اپنے کو گناہ سے بچاتے ہو یہ بھی خود اپنے پر احسان و مہربانی ہے کسی پر ظلم کرنا اس پر وقتی طور پر ہوتا ہے خود اپنے پر دائمی ظلم ہے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حقیقت ہے کہ جو قوم اپنے ساتھیوں کا خیال رکھتی ہے، ایک دوسرے کے دُکھ دَرد میں شریک ہوتی ہے وہاں خوشحالی اور امن وسُکون رہتا ہے۔ محبت کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ معاشرہ سُدھر جاتا ہے۔ اس ضمن میں ایک ایمان افروز حکایت ملاحظہ فرمایئے!

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب العتق، الفصل الاول، ۳/ ۲۰۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۱۸۱ ملتقطا۔

بے مثال قوم:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے دین میں باطل چیزوں کی آمیزش کی تو ایک گروہ اُن سے جدا ہو گیا۔ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کی کہ ” اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں دین میں ملاوٹ کرنے والوں سے دُور کر دے۔“ چنانچہ زمین کے نیچے ایک سوراخ ظاہر ہوا، اس میں چلتے ہوئے ایک کُشادہ وسیع میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اُن کی اولاد سب نسلیں مستقل طور پر وہیں مُقیم ہو گئیں۔ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ذُوالقَرنین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سیر کرتے ہوئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ یہاں لوگوں کی عُمریں دراز ہیں، کوئی فقیر نہیں، قبریں گھروں کے دروازوں کے قریب اور عبادت گاہیں دُور ہیں۔ گھروں پر دروازے نہیں، نہ اُن پر کوئی حاکم و امیر۔ آپ نے پوچھا کہ ان سب باتوں کا راز کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ”اے بادشاہ! ہماری عمریں لمبی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان میں ہمارے لیے برکت رکھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم انصاف کرنے والے ہیں تو ہماری لمبی عمریں ہمارے انصاف کرنے کی وجہ سے ہیں۔ ہم میں سے جب کوئی محتاج ہو جاتا ہے تو ہم مل کر اس کی محتاجی دُور کرتے ہیں، اس طرح ہم سب مالدار ہیں۔ ہمارا قبرستان گھروں سے قریب ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے سنا ہے کہ قبر زندوں کو موت کی یاد دلاتی ہے۔ اور عبادت گاہوں کے دُور ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہمیں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے بتایا کہ عبادت گاہ کی طرف جتنے زیادہ قدم چلیں گے اتنی ہی زیادہ نیکیاں ملیں گی۔ ہمارے گھروں کے دروازے اس لیے نہیں ہیں کہ ہم میں سے نہ تو کوئی چور بنتا ہے اور نہ ہی کوئی چوری کرتا ہے، اس لیے ہمیں دروازوں کی حاجت ہی نہیں ہے۔ اور ہم پر کوئی حاکم یا امیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے، بلکہ ہم باہم عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں لہٰذا ہمیں امیر و حاکم کی ضرورت نہیں پڑتی۔“ حضرت سیِّدُنا ذُوالقَرنین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہاری مثل کوئی قوم نہیں دیکھی اور اگر میں نے کسی شہر کو وطن بنانے کا اِرادہ کیا تو تمہارے حُسنِ معاشرت اور اَخلاقِ جمیلہ کی وجہ سے اِس شہر کو وطن بناؤں گا۔“[1]

---

1 . . . الروض الفائق، المجلس الثانی والعشرون، ص ۱۲۳۔

”اِیمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ایمان تمام اعمالِ صالحہ کی بنیاد ہے اس کے بغیر کوئی بھی نیک عمل قابلِ قبول نہیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں وہ چیز صدقہ کرنی چاہیے کہ جو عمدہ اور قیمتی ہو۔

(3) اَعمال کی افضلیت حالاتِ زمانہ اور لوگوں کی حالت کے اِعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

(4) انسان کو جو نیکی مُیَسَّر آئے اُسے فوراً کرلے، سستی کی وجہ سے ہرگز ترک نہ کرے۔

(5) کسی بے ہُنر محتاج کی بہترین اور مستقل مدد یہ ہے کہ اسے کوئی اچھا ہُنر سکھا دیا جائے تاکہ کام کاج کرکے خود بھی محتاجی سے بچے اور عیال دار ہو تو اپنے عیال کو بھی محتاجی سے بچائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اَعمالِ صالحہ کرنے اور صالحین کی صُحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 118

ہر جوڑ پر صدقہ ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَیْضًا رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ، فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ، وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ، وَکُلُّ تَہْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ، وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ، وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ، وَیُجْزِءُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُہُمَا مِنَ الضُّحٰی.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی ہے کہ رسولِ اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو شخص صُبح کرتا ہے اس کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔ تو ہر سُبْحَانَ اللہ

---

1 . . . مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلوۃ الضحی۔۔۔الخ، ص ۳۶۳، حدیث: ۷۲۰۔

صدقہ ہے اور ہر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ صدقہ ہے اور ہر لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صدقہ ہے اور ہر تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَر صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا بھی صدقہ ہے اوران سب کی طرف سے چاشت کی دو ۲ رکعتیں کفایت کرتی ہیں۔"

نیکیاں کمانے کا آسان طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیثِ پاک میں بھی نیکیاں کمانے کا کتنا آسان طریقہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے رہیں اور خوب ثواب کماتے رہیں اور چاشت کے وقت کی دو 2 رکعتیں اِن تمام اَذکار کے برابر ہیں۔ **سُبْحَانَ اللّٰہ!** دِینِ اِسلام میں نیکیاں کمانا کتنا آسان ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیکیوں سے محبت عطا فرمائے، خوب نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نمازِ چاشت کی فضیلت:

دلیلُ الفالحین میں ہے: حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "تم میں سے جو صُبح کرے، اس کے ہر عُضو یعنی ہر ہڈی اور جوڑ پر صدقہ ہے۔" جب وہ آفات سے سلامتی کے ساتھ صُبح کرے اور ایسی حالت میں ہو کہ اپنے تمام اَفعال و مَنافع مکمل کر سکے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو آفات وبلیّات سے محفوظ رکھا، اُس کے اِس عظیم اِحسان کا شکر ادا کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ وہ ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرے اور اذکارِ مذکورہ بھی ہر جوڑ کا صدقہ ہیں اور چاشت کے وقت کی دو رکعتیں تمام جوڑوں کا صدقہ ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا بُرَیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سُلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "آدمی کے تین سو ساٹھ 360 جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا لازم ہے۔" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟" فرمایا: "مسجد میں پڑی ہوئی گندگی دُور کرنا اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں گی۔" اسی طرح سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا بھی صدقہ ہے اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف یعنی اچھی بات کا حکم دینا

اور نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر یعنی بُری بات سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔"[1]

عمرے کا ثواب:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: "یعنی ان سب میں صدقہ، نفلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ 360 نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکریہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دُور ہیں۔ یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نمازِ فجر پڑھ کر مُصَلّے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکرِ خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے اِنْ شَآءَ اللّٰه عمرہ کا ثواب پائے گا۔"[2]

صدقے سے بلائیں ٹلتی اور رحمتیں اترتی ہیں، بعض مرتبہ اخلاص سے دیا گیا تھوڑا سا صدقہ بھی بہت بڑی مصیبت سے نجات کا باعث بن جاتا ہے۔ اس ضمن میں ایک ایمان افروز حکایت ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ،

ایک لُقمہ صدقہ کی بَرکت:

حضرتِ سیِّدُنا ثابت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ ایک عورت کھانا کھا رہی تھی آخری لقمہ کھانے کے لیے اس نے جیسے ہی منہ کھولا، سائل نے یوں صدا لگائی: "مجھے کھانا کھلاؤ۔" چنانچہ اس نے وہ لقمہ سائل کو دے دیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے ننھے بچے کو شیر چھین کر لے گیا۔ ابھی شیر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور اس نے شیر کے دونوں جبڑے پھاڑ کر بچہ اس کے منہ سے نکالا اور عورت کو دیتے ہوئے کہا: "لقمے کے بدلے لقمہ۔"[3] (یعنی تو نے سائل کو ایک لقمہ کھلایا اس کی برکت سے تیرا بچہ شیر کا لقمہ بننے سے بچ گیا۔)

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۵۰، ۳۵۱، تحت الحدیث: ۱۱۸ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۹۶۔

3 . . . عیون الحکایات، الحکایۃ الثالثۃ والعشرون بعد المائتین، ص ۲۱۷۔

زبانی، دلی اور عملی تبلیغ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے مُمانَعت زبانی بھی ہوتی ہے، دلی بھی اور عملی بھی۔ عالِم کا دینی وَعظ زبانی تبلیغ ہے۔ دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری ہے اس کا ثواب باقی اور لوگوں کے سامنے اچھے اَعمال کرنا، بُرے اَعمال سے بچنا، عملی تبلیغ کہ جتنے لوگ اُسے دیکھ کر نیک بنیں گے اُن سب کا ثواب اسے ملے گا بلکہ روزانہ ملتا رہے گا اور اُس کے جوڑوں کا شکریہ اَدا ہوتا رہے گا۔“[1]

”صدقہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صدقہ صِرف مال و دولت ہی سے ادا نہیں کیا جاتا بلکہ دیگر اعمالِ صالحہ بھی صدقہ ہیں۔ جیسے ذکر و اَذکار، مسلمانوں سے خیر خواہی، مسجد کی صفائی اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بُری بات سے منع کرنا۔

(2) صدقے کے لیے بہت سارا مال واسباب ضروری نہیں بلکہ اخلاص سے دیا ہوا ایک لقمہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

(3) چاشت کی دو رکعتیں جسم کے تمام جوڑوں کی طرف سے صدقہ بن جاتی ہیں۔

(4) صدقے کی جزا آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی دے دی جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کثرت کے ساتھ صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۹۸۔

حدیث نمبر:119

اُمّت کے اچھے اور بُرے اَعمال

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ: عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُھَا وَسَیِّئُھَا، فَوَجَدْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِھَا الْاَذَی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ، وَوَجَدْتُ فِیْ مَسَاوِیءِ اَعْمَالِھَا النُّخَاعَۃَ تَکُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میری اُمّت کے اچھے اور بُرے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو دُور کرنا بھی پایا اور ان کے بُرے اعمال میں سے اس تھوک کو بھی پایا جو مسجد میں ہو اور اسے دُور نہ کیا گیا ہو۔“

مسلمانوں کی خیر خواہی:

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”میں نے ان کے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو بھی پایا۔ جیسے پتھر اور کانٹے وغیرہ ہٹانا تاکہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس فرمانِ عالی سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے اور ان سے تکالیف دور کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔“ ابنِ رسلان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”میں نے بعض مشائخِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے سنا کہ جو راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹائے تو اسے چاہیے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی پڑھ لے تاکہ ایمان کا ادنٰی اور اعلٰی شُعبہ اور قول و فعل جمع ہو جائیں۔“[2] (ایمان کا اعلٰی شعبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور ادنٰی شُعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے جو کہ فعل اور کلمۂ طَیِّبَہ قول ہے۔)

شرحِ مسلم لِلنَّوَوِی میں ہے: ”اس سے ظاہر ہوا کہ اس قَباحت اور مَذمّت میں تُھوکنے والے کے ساتھ ہر وہ شخص بھی شامل ہے جو اس تھوک کو دیکھے اور دفن یا صاف کرکے زائل نہ کرے۔“[3]

---

1. ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب النھی عن البصاق ۔۔۔ الخ، ص ۲۷۹، حدیث: ۵۵۳۔
2. ... دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۵۳، تحت الحدیث: ۱۱۹ ملتقطا۔
3. ... شرح مسلم للنووی، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب النھی عن البصاق ۔۔۔ الخ، ۳/ ۴۲، الجزء الخامس۔

نِگاہِ مُصطفےٰ کی جولانی:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مِراٰۃُ المَناجیح** میں فرماتے ہیں: ”یعنی تا قیامت میرا جو اُمّتی کوئی بھی اچھا بُرا عمل کرے گا مجھے سب دکھا دیے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے ہر اُمّتی اور اس کے ہر عمل سے خبر دار ہیں۔ حُضُورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نگاہیں اندھیرے، اُجیالے کُھلی چُھپی، مَوجود و مَعدوم ہر چیز کو دیکھ لیتی ہیں۔ جس کی آنکھ میں **مَازَاغَ** کا سُرمہ ہو اس کی نگاہ ہمارے خواب وخیال سے زیادہ تیز ہے۔ ہم خواب وخیال میں ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نگاہ سے ہر چیز کا مُشَاہدہ کر لیتے ہیں۔ صُوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اعمال میں دل کے اعمال بھی داخل ہیں لہٰذا حضور عَلَیْہِ السَّلَام ہمارے دلوں کی ہر کیفیت سے خبر دار ہیں۔“ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا۔ راستے سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے یعنی جس راستے سے مسلمان گزرتے یا گزر سکتے ہوں وہاں سے کانٹا، اینٹ، پتھر دُور کر دینا ثواب ہے۔ جانوروں، جنات، حربی کُفّار کا راستہ مُراد نہیں۔ اِن کافروں کے راستے میں کانٹے، بارود بچھانا، اِن کے پل توڑنا، ڈائنامیٹ لگا کر راستے اُڑا دینا سب کچھ عبادت ہے کیونکہ جہاد میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔“[1]

شَیْخُ الحدیث حضرت عَلَّامَہ عبدُ المُصْطَفٰی اَعْظَمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی **فرماتے ہیں:** ”ہر وہ تکلیف دہ چیز مثلاً کانٹا، شیشہ، ٹھوکر کی چیزیں جس سے چلنے والوں کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو راستوں سے ہٹا دینا بہت معمولی کام ہے لیکن یہ عمل **اللہ تعالٰی** کو اِس قدر پسند ہے کہ وہ اس کی جزا میں اپنے فضل و کرم سے جنت عطا فرما دیتا ہے۔ آج کل کے مسلمان اس عملِ صالح کی عظمت اور اِس کے اجر وثواب سے بالکل ہی غافل ہیں۔ بلکہ اُلٹے راستوں میں تکلیف کی چیزیں ڈال دیا کرتے ہیں۔ مثلاً عام طور پر لوگ کیلا کھا کر اُس کا چھلکا ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پھینک دیا کرتے ہیں۔ گاڑی آنے پر مسافر بدحواس ہو کر ٹرین میں چڑھنے کے لیے دوڑتے اور کیلے کے چھلکوں پر پاؤں پڑ جانے سے پھسل کر گر جاتے ہیں اور بعض شدید زخمی ہو جاتے ہیں،

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ١/ ٤٣٩ ملتقطاً۔

اسی طرح ہڈیاں اور شیشے کے ٹکڑے عام طور پر لوگ راستوں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ اِن حرکتوں سے مسلمان کو بچنا چاہیے بلکہ راستوں میں کوئی تکلیف دہ چیز پر اگر نظر پڑ جائے تو اس کو راستوں سے ہٹا دینا چاہیے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اگر یہ عمل مقبول ہو گیا تو جنت ملے گی۔ واللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ[1]

تین فرامین مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے سے متعلق 3 فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیش خدمت ہیں: (1) ”جس نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ایک نیکی لکھی جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس نیکی کے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔“[2] (2) حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو بَرْزَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے ایسی چیز کی تعلیم دیجیے جو میرے لیے فائدہ مند ہو۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز دُور کر دو۔“[3] (3) حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بِن مَالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”راستے میں پڑا ہوا ایک درخت لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے اسے ہٹا دیا تو مکی مدنی سلطان، رَحمتِ عالَمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اُسے جنّت میں اُس دَرَخْت کے سائے میں لیٹے ہوئے دیکھا ہے۔“[4]

”احمد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ہمارے اچھے بُرے اَعمال پیش کیے

---

1 ... بہشت کی کنجیاں، ص ۲۰۹۔

2 ... المعجم الاوسط، باب الالف من اسمہ احمد، ۱/ ۱۹، حدیث: ۳۲۔

3 ... مشکوۃ المصابیح، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، ۱/ ۳۶۲، حدیث: ۱۹۰۶۔

4 ... مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۳۰۹، حدیث: ۱۲۵۷۲۔

جاتے ہیں، اس لیے ہمیں اَعمالِ صالحہ کی کثرت اور برائیوں سے دُور رہنا چاہیے تاکہ بروزِ قیامت شَرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(2) ہر وہ کام باعثِ فضیلت ہے جو مسلمانوں کے لیے فائدہ مند اور ان سے تکلیف دور کرنے والا ہو اور اسے کرنا شرعاً بھی جائز ہو۔

(3) مسجد میں تھوکنا، ناک صاف کرنا یا کسی بھی طریقے سے گندگی پھیلانا ناجائز و گناہ ہے۔ بلکہ جو مسجد میں ایسی گندگی دیکھے اور باوجودِ قُدرت اسے دُور نہ کرے وہ بھی قابلِ مَذَمَّت ہے۔

(4) جہاں موقع ملے نیکیوں کی کثرت کرنی چاہیے کہ نیکیاں جتنی زیادہ ہوں گی آخرت کے حساب و کتاب اور اس کی مختلف منزلوں میں اتنی ہی آسانی ہو گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی، نیکیوں کی کثرت اور تمام برائیوں سے دُور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:120

ہر تسبیح صدقہ ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ: اَنَّ نَاسًا قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللہِ! ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ، یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ، وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِھِم، قَالَ: اَوَلَیْسَ قَدْ جَعَلَ اللہُ لَکُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ بِہٖ؟ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً، وَکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً، وَکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً، وَکُلِّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ، وَنَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ صَدَقَۃٌ، وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ. قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللہِ! اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَھْوَتَہٗ وَیَکُوْنُ لَہٗ فِیْھَا اَجْرٌ؟ قَالَ: اَرَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ فِیْھَا وِزْرٌ؟ فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَھَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَہٗ اَجْرٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ لوگوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

---

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ۔۔۔الخ، ص ۵۰۳، حدیث: ۱۰۰۶۔

"یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ثواب تو سارا مالدار لے گئے، وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری ہی طرح روزہ رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال سے صدقہ بھی کرتے ہیں۔" (جبکہ ہمارے پاس مال نہیں جس سے ہم صدقہ کریں) ارشاد فرمایا: "کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے وہ چیز نہیں بنائی جس کے ذریعے تم صدقہ کرو! (سنو!) بے شک! ہر تسبیح (سُبْحَانَ اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اَللہُ اَکْبَر کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا) صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بُرائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور اپنی زوجہ سے صُحبت کرنا بھی صدقہ ہے۔" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں سے کوئی اپنی خواہش کی تکمیل چاہتا ہے تو کیا اس پر بھی اس کے لیے اجر ہے؟" ارشاد فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ حرام جگہ اپنی خواہش پوری کرتا تو اسے گناہ نہ ملتا؟ اسی طرح جب وہ حلال جگہ اپنی خواہش پوری کرے گا تو اسے اس پر اَجر ملے گا۔"

صَدقہ سے مَوسُوم کرنے کی وجہ:

شرح صحیح مسلم لِلنَّوَوِی میں ہے: "ان تمام اُمور کو صدقہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ ایک احتمال تو یہ ہے کہ اِن اُمور میں حقیقتاً صدقہ کرنے کا ثواب ہے اور بطورِ مقابلہ اُنہیں صدقہ کا نام دیا گیا۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ اُمور نفس پر صدقہ ہیں۔"(1)

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کا ثواب زیادہ:

نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا یہ بھی صدقہ ہے۔ اسی طرح سُبْحَانَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اَللہُ اَکْبَر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا بھی صدقہ ہے۔ اَذکارِ مذکورہ کے مقابلے میں "اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر یعنی نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے" کا ثواب زیادہ ہے کیونکہ یہ فرضِ کِفایہ ہے۔ جبکہ تسبیح، تحمید اور تہلیل کا شمار نوافل میں ہوتا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ فرض کا ثواب نفل سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قُدسی ہے کہ "میرا بندہ کسی چیز کے ذریعے بھی میرا اتنا قُرب حاصل نہیں کرتا جتنا قُرب

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکوۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع۔۔۔الخ، ۴/ ۹۱، الجزء السابع ملخصاً۔

فرائض کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔" اسی طرح حضرت سَیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ "فرض کا ثواب نوافل سے ستر 70 گنا زیادہ ہے۔"[1]

مباح شے اچھی نیت سے عبادت:

اپنی زوجہ سے صُحبت کرنا بھی صدقہ ہے۔اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ مُباح چیزیں بھی اچھی نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔پس حقِ زَوجِیَّت کی ادائیگی،اچھے سُلوک،نیک اولاد کی طلب،خود اپنی یا زوجہ کی پاک دامنی،حرام اشیاء کی طرف نظر اوران میں غور وفکر سے بچنے یا اور کسی نیک کام کی نیت سے اپنی زوجہ سے صُحبت کرنا بھی ثواب ہے۔[2]

اچھی نیت پر ثواب کا بیان:

حدیثِ مذکور میں تسبیح اور دیگر اذکار اور **اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَ نَهْيٌ عَنْ الْمُنْكَر** کی فضیلت اور مُباحات میں اچھی نیت پر ثواب کا بیان ہے۔عالِم یا مفتی کو چاہیے کہ حسبِ موقع بعض پیچیدہ مسائل کے دلائل بیان کر دے۔سائل پر جس مسئلے کی دلیل مخفی ہو اور معلوم ہو کہ دلیل پوچھنا عالِم کو ناگوار نہ ہو گا تو دلیل پوچھنے میں کوئی حَرَج و بے ادبی نہیں۔[3]

فی نفسہٖ قضائے شہوت پر اَجر نہیں:

مِرقاۃُ المفاتیح میں ہے:"(حلال جگہ اپنی خواہش پوری کرنے پر اجر ملتا ہے)فی نفسہٖ قضائے شہوت پر اَجر نہیں بلکہ اجر اسی وقت ہے جب جائز طریقے سے ہو۔جیسا کہ عید کے دن جلدی کھانا اور سحری کا کھانا۔اسی طرح دیگر خواہشات جو اُمورِ شرعیَّہ کے موافق ہوں۔اسی لیے کہا گیا کہ جب خواہش ہدایت کے موافق ہو جائے تو اس طرح ہے جیسے مکھن شہد کے ساتھ مل جائے اور اس کی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان عالی سے

1 . . . شرح مسلم للنووی،کتاب الزکوۃ،باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع۔۔۔الخ، ۴/ ۹۲،الجزء السابع۔

2 . . . شرح مسلم للنووی،کتاب الزکوۃ،باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع۔۔۔الخ، ۴/ ۹۲،الجزء السابع۔

3 . . . شرح مسلم للنووی،کتاب الزکوۃ،باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع۔۔۔الخ، ۴/ ۹۳،الجزء السابع۔

بھی اشارہ ملتا ہے: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (پ۲۰، القصص: ۵۰) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جُدا۔“[1]

تبلیغِ دِین ذِکر و اَذکار سے اَفضل ہے:

(ہر تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل صدقہ ہے) ”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”اس فرمانِ عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللّٰه یا اَللّٰهُ اَكْبَر یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائے گا۔ خواہ ذِکْرُ اللّٰه کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کے لیے بطورِ وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سُبْحَانَ اللّٰه وغیرہ کہے یا خوشخبری پا کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھے، بہرحال ثواب ملے گا۔ کیونکہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کا نام لینا بہرحال عبادت ہے۔ اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اَعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز جائز ہو گی۔ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کا نام زبان کا وضو ہے۔ (نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بُرائی سے منع کرنا صدقہ ہے) یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے۔ بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذِکْرُ اللّٰه بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچنا بھی۔ قلمی تبلیغ صدقۂ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے، تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا۔ یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔“[2]

سنّتیں عام کریں، دِین کا اہم کام کریں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ”دعوتِ اسلامی“ کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، دعوتِ اسلامی کا مدنی مقصد یہ ہے کہ **”مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ“** اپنی اصلاح کی کوشش کے لیے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے مدنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ نیز اسی مُقَدَّس جذبے کے تحت دنیا بھر میں ہر جمعرات کو بعد نمازِ مغرب **”دعوتِ اسلامی“** کے ہفتہ وار سنتوں بھرے

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/ ۴۰۰، تحت الحدیث: ۱۸۹۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۸۔

اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ سنتوں کی تبلیغ کے لیے عاشقانِ رسول راہِ خدا میں سفر کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ”دعوتِ اسلامی“ کے مدنی ماحول میں رہ کر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر کا خوب موقع ملتا ہے۔ آپ بھی ”دعوتِ اسلامی“ کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے، خود بھی نیک بنیے اور دوسروں کو بھی نیک بنانے کی اس مدنی مُہِم میں شریک ہو جائیے، خُوب خُوب سنتیں پھیلا کر دینِ اسلام کی خدمت کیجئے۔

سنتیں عام کریں دین کا ہم کام کریں .... نیک ہو جائیں مسلمان مدینے والے!

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں .... اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

”بغداد“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نیک اعمال میں ایک دوسرے سے سبقت کی خواہش رکھنا صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا طریقہ ہے۔

(2) مُباح چیزیں اچھی نیت کی برکت سے عبادت بن جاتی ہیں۔

(3) ”اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر“ (یعنی نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا) فرضِ کفایہ ہے۔

(4) زوجہ کے حقوق ادا کرنا اور اس کے ذریعے سے نفس کو گناہوں سے محفوظ رکھنا باعِثِ ثواب ہے۔

(5) تبلیغِ دین یعنی نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کا ثواب ذکر و اذکار سے زیادہ ہے کیونکہ یہ فرضِ کفایہ ہے، اس میں ذکر بھی ہے اور لوگوں کی اصلاح و خیر خواہی بھی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اعمال کرنے، دوسروں کو ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے، نیکی کی دعوت دینے، برائی سے منع کرنے، گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:121

کسی نیکی کو حقیر نہ جانو

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی رحمت شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”تم کسی نیکی کو حقیر نہ جانو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے خَنْدہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا ہی ہو۔“

ہر نیکی پر ثواب دیا جاتا ہے:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں بھلائی کے کاموں پر اُبھارا گیا ہے، خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ اور اس بات پر بھی کہ کسی چھوٹی نیکی کو بھی حقیر جان کر نہ چھوڑو۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ﴾ (پ: ۳۰، الزلزال: ۷) (ترجمۂ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔) یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں سے خندہ پیشانی سے ملنا شریعت میں محمود ہے اور اس پر اَجر دیا جائے گا۔“[2]

مسلمانوں کو خوش کرنا بھی نیکی ہے:

دلیلُ الفالحین میں ہے: یعنی کسی بھی نیکی کو چھوٹی سمجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ بسا اوقات چھوٹی نیکی رضائے الٰہی کا سبب بن جاتی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: ”بے شک! بندہ بعض اوقات ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جو اس کی نظر میں اہم نہیں ہوتا لیکن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرمادیتا ہے۔“ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا بھی نیکی ہے، کیونکہ اس میں مسلمان بھائی کے لیے اُنْسِیَّت اور خَوف و وَحْشَت سے دُوری ہے اور

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ۔۔۔ الخ، ص ۱۴۱۳، حدیث: ۲۶۲۶۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء، ۸/۱۰۶، تحت الحدیث: ۲۶۲۶۔

اِس سے آپس میں وہ اُلفت حاصل ہوتی ہے جو (شریعت کو) مطلوب ہے۔[1]

عَلّامہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”مسلمانوں سے خوشی و مَسَرَّت کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے کیونکہ یہ سامنے والے کے دل میں خوشی پیدا کرتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان کے دل کو خوشی پہنچانا نیکی ہے۔“[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھُونک دیتی ہے۔ اِن کا ماخذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا، اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔“[3]

مُسکرا کر مِلنا صَدَقہ ہے:

حضرتِ سَیِّدُنَا حَسَن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تمہارا لوگوں کو گرم جوشی سے سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔“[4]

آقائے دو جہاں، سرورِ کَون ومَکاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا تمہارے لیے صَدَقہ ہے اور نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا صَدَقہ ہے۔“[5]

بات کرتے ہوئے مُسکرانا سنت ہے:

شیخِ طریقت، اَمیرِ اَہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی، حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمْ

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/۳۵۶، تحت الحدیث: ۱۲۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/۳۹۶، تحت الحدیث: ۱۸۹۴۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۹۶۔

4 . . . جامع العلوم والحکم، ص۲۹۶، تحت الحدیث الخامس والعشرون۔

5 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی صنائع المعروف، ۳/۳۸۴، حدیث: ۱۹۶۳۔

الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: ”بیان کردہ حدیثِ مبارکہ میں مُسکرا کر ملنے، نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کو صَدَقہ کہا گیا۔ سُبْحٰنَ اللہ ! مُسکرا کر ملنے کی تو کیا بات ہے ! مُسکرا کر ملنا، مُسکرا کر کسی کو سمجھانا عُمُوماً نیکی کی دعوت کے مدنی کام کو نہایت سَہل و آسان بنا دیتا اور حیرت انگیز نتائج کا سبب بنتا ہے۔ جی ہاں ! آپ کی معمولی سی مُسکراہٹ کسی کا دل جیت کر اُس کی گناہوں بھری زندگی میں مدنی انقلاب برپا کر سکتی ہے اور ملتے وَقت بے رُخی اور لاپرواہی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ہاتھ ملانا کسی کا دل توڑ کر اُس کو مَعَاذَاللہ گمراہی کے گہرے گڑھے میں گرا سکتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کسی سے ملیں، گفتگو کریں اُس وَقت حَتَّی الْاِمْکَان مُسکراتے رہیے۔ اگر خُشک مزاجی یا بے توجُّہی سے ملنے کی خَصلت ہے تو مِلنساری اور مُسکرا کر ملنے کی عادت بنانے کے لیے خوب کوشش کیجئے، بلکہ مُسکرانے کی عادت پکی کرنے کے لیے ضَرورتاً کسی کی ذِمّے داری بھی لگائیے کہ وہ دوسروں سے بات کرتے ہوئے آپ کا منہ پُھولا ہوا یا سَپاٹ مَحسوس کرے تو گاہے بہ گاہے یاد دِہانی کرواتے ہوئے کہتا رہے یا آپ کو اِس طرح کی تحریر دکھا دیا کرے: ”**بات کرتے ہوئے مُسکرانا سُنَّت ہے۔**“ جی ہاں واقعی یہ سنَّت ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، حضرتِ سَیِّدُنا ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مُتَعَلِّق فرماتی ہیں کہ وہ ہر بات مُسکرا کر کیا کرتے، جب میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا: ”میں نے حُسنِ اَخلاق کے پَیکر، مِلنساروں کے رَہبر، غمزدوں کے یاوَر، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دورانِ گفتگو مُسکراتے رہتے تھے۔“[1]

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اُس تبسُّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مکارم الاخلاق للطبرانی، ص ۳۱۹، حدیث: ۲۱، نیکی کی دعوت، ص ۲۴۵۔

مدنی گلدستہ

”حبیب“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مسلمانوں کا آپس میں خندہ پیشانی سے مِلنا شریعت کو محبوب ہے، اس پر اَجر دیا جاتا ہے اور یہ آپس میں اُنْسِیَّت، محبت اور اُخوَّت کا پیش خیمہ ہے۔

(2) کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے کہ ہو سکتا ہے وہ نیکی رضائے الٰہی کا سبب بن جائے اور کل بروزِ قیامت اس کی وجہ سے مغفرت کا پروانہ جاری ہو جائے۔

(3) ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنا چاہیے کہ ہو سکتا ہے وہی چھوٹا گناہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سبب بن جائے اور کل بروزِ قیامت اسی پر پکڑ ہو جائے۔

(4) رضائے الٰہی کے طلب گار نیکیوں کے ثواب سے زیادہ رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہیں چھوڑتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے محبوب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل اَعمالِ صالحہ بجالانے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:122

انسان کے تین سو ساٹھ 360 جوڑ

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ، تَعْدِلُ بَیْنَ الِاثْنَیْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهُ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَیْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِکُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَتُمِیْطُ الْاَذٰی

عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ.[1]

رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَیْضًا مِنْ رِوَایَةِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللهَ وَحَمِدَ اللهَ وَهَلَّلَ اللهَ وَسَبَّحَ اللهَ وَاسْتَغْفَرَ اللهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْكَةً اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰی عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ، فَاِنَّهُ یُمْسِیْ یَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”انسان کے ہر جوڑ کے عِوض ہر دن جس میں سورج چمکے اس پر صدقہ ہے، دو شخصوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا صدقہ ہے، کسی کو اس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کرنا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کے لیے جانے والا ہر قدم صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا صدقہ ہے۔“

امام مسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس حدیثِ پاک کو اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت سے بھی بیان کیا ہے کہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بنی آدم کو تین سو ساٹھ 360 ہڈیوں پر بنایا گیا۔ پس جس نے اَللّٰہُ اَکْبَر کہا، یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کی، یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا، یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کی، یا اِسْتِغْفَار پڑھا، یا راستے سے پتھر ہٹایا، یا کسی کانٹے یا ہڈی کو راستے سے ہٹایا، یا نیکی کی دعوت دی یا بُرائی سے منع کیا اور یہ تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچ گئی تو اس دن ایسا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو دوزخ سے بچا لیا۔“

ہر نِعمت کے بدلے شکر:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ انسان کے جوڑ اس

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع ۔۔۔ الخ، ص ۵۰۴، حدیث: ۱۰۰۹ ۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع ۔۔۔ الخ، ص ۵۰۳، حدیث: ۱۰۰۷ ۔

کے وجود کی اصل ہیں اور ان سے منافع حاصل ہوتے ہیں کیونکہ انہیں کے ذریعے انسان حرکت کرتا ہے۔ یہ انسان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت عظیم نعمتیں ہیں۔ پس جسے نعمت ملے اس پر لازم ہے کہ ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرے اور صدقہ دے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر لطف وکرم فرمایا کہ لوگوں کے درمیان عدل کرنے کو صدقہ قرار دیا۔"[1]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: "انسان پر صدقہ کرنا واجب یا لازم نہیں بلکہ مُسْتَحَب ہے اور یہ فرمانِ عالی ترغیب کے لیے ہے۔"[2]

روزانہ 360 نفلی نیکیاں ضرور کریں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "(انسان کے ہر جوڑ کے عوض اس پر صدقہ ہے) انسان کی اس لیے قید لگائی تاکہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام۔ ہمارے یہ جوڑ، انگلی کے پوروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے تو زندگی دشوار ہو جائے۔ قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی، ہلتی ہے اس کے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے۔ **سُلَامی** سین کے پیش سے ہے، جس کے لُغوی معنیٰ ہیں: عُضو، ہڈی اور جوڑ۔ یہاں تیسرے معنیٰ مراد ہیں۔ انسان کے بدن میں 360 جوڑ ہیں۔ اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نِعمتوں کا مَظْہر ہے۔ اس لیے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا۔ صدقہ سے مُراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اَخلاقاً دیانۃً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے۔ اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ 360 نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو۔ سورج چمکنے کا

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصلح، باب فضل الاصلاح بین الناس والعدل بینھم، ۹/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۲۷۰۷۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع، ۴/ ۹۵، الجزء السابع۔

ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے۔ تہذیبِ اَخلاق، تدبیرِ مَنزِل، سِیاسَتِ مدنی، لوگوں سے اچھے برتاؤ صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں۔ ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا، کیونکہ مَنسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر مَنسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے (یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم) صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہ تو بڑے ہیں۔ (نماز کے لیے جانے والا ہر قدم صدقہ ہے) نماز کا ذکر مثالاً ہے ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علمِ دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے قدم ڈالنا صدقہ ہے۔ رستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حُسنِ نِیَّت اور اِخلاص کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے جو بھی نیک عمل کیا جائے وہ عبادت ہے ان میں سے بعض فرض و واجب ہیں جن کو ادا کرنا انسان پر لازم ہے جیسے نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کہ ان کی ادائیگی پر بندے کو اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے اور ان کے تَرک کرنے پر عذاب وعِتاب کی وعید ہے۔ اور بعض عبادتیں نفل و مُستَحَب ہیں کہ ان کی ادائیگی پر ثواب ہے لیکن ان کے تَرک پر عذاب نہیں۔ جیسا کہ دو مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کرنا، کسی کو سُواری پر سُوار کرنا، اچھی بات کہنا اور مسجد کی طرف قدم اُٹھانا وغیرہ۔ ان تمام کے ذریعہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا عقل مند کو چاہیے کہ فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات بھی بجالائے۔

مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بظاہر معمولی سے معمولی کام بھی جب اَدائے سنت کی نیت سے کیا جائے تو اس پر اَجر دیا جاتا ہے۔

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۷ ملتقطاً۔

(2) انسان کے اپنے جسم میں اس پر اتنے اِنعاماتِ الٰہیہ ہیں کہ جن کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ سر سے لے کر پاؤں تک ہر آن، ہر گھڑی وہ اپنے ربّ کی نعمتوں کے حِصار میں رہتا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہم پر یہ بہت کرم واِحسان اور اس کا فضلِ عظیم ہے کہ وہ بظاہر چھوٹے چھوٹے اُمور پر بھی صدقے کا عظیم اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔

(4) نماز، طواف، بیمار پُرسی، جنازہ میں شرکت، طَلَبِ عِلْمِ دِین، مسلمانوں کی خیر خواہی، الغرض ہر نیکی کی طرف اٹھنے والا قدم صدقہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 123

صُبح وشام جنت کی مِہمانی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُ فِی الْجَنَّۃِ نُزُلًا کُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ ”جو شخص صبح یا شام کے وقت مسجد گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں اس کے لیے ہر صبح وشام مہمانی تیار فرمائے گا۔“

مَسجد میں بَغرضِ عِبادت آنے کی فضیلت:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی بھی وقت مسجد آئے تو مُطلقاً اسے فضیلت حاصل ہو گی لیکن یہ فضیلت اسی

[1] ...مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب المشی الی الصلوۃ...الخ، ص ۳۳٦، حدیث: ۲٦۹۔

کے ساتھ خاص ہے کہ جو عبادت کی غرض سے مسجد میں آئے۔"[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: "صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نُزُلٌ اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے چونکہ وہ پُر تکلُّف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق، اس لیے جنتی کھانے کو نُزُلٌ فرمایا گیا، ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے، مالک ہوں گے۔"[2]

مسجد سے متعلق 4 فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "مسجد ہر پرہیز گار کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رحمت، رضا اور پل صراط سے باحفاظت گزار کر اپنی رضا والے گھر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔"[3] (2) "جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مسجد کی خدمت کرتا اور اسے آباد کرتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (پ ۱۰، التوبۃ: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: "اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔"[4] (3) "جب کوئی بندہ ذکر و نماز کے لیے مسجد کو ٹھکانا بنالیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے ہاں اپنے ہی گمشدہ شخص کی آمد پر خوش ہوتے ہیں۔"[5] (4) "رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف آمد و رفت رکھنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت میں غوطے لگاتے ہیں۔"[6]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... فتح الباری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد، ۳/ ۱۲۹، تحت الحدیث: ۶۶۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۳۔

3 ... مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب لزوم المسجد، ۲/ ۱۳۴، تحت الحدیث: ۲۰۲۶۔

4 ... ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلوۃ، ۴/ ۲۸۰، تحت الحدیث: ۲۶۲۶۔

5 ... ابن ماجۃ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، ۱/ ۴۳۸، تحت الحدیث: ۸۰۰۔

6 ... ابن ماجۃ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلوۃ، ۱/ ۴۲۹، تحت الحدیث: ۷۷۹۔

جنت کی اَبَدی نِعمتیں:

زمانے کے مشہور ولی حضرت سَیِّدُنَا وَالان بن عیسیٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں تہجد کے لیے مسجد میں گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جتنی توفیق دی اتنی دیر میں نے نماز پڑھی، پھر میں سو گیا۔ میں نے خواب دیکھا کہ نہایت حسین و جمیل اور نورانی چہروں والے بزرگوں کا ایک قافلہ مسجد میں آیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ انسان نہیں بلکہ کوئی اور مخلوق ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں تھال تھے جن میں عمدہ آٹے کی برف کی طرح سفید روٹیاں تھیں، ہر روٹی پر انگوروں کی طرح چھوٹے چھوٹے قیمتی موتی تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: ”یہ روٹیاں کھالو۔“ میں نے کہا: ”میرا تو روزہ ہے۔“ کہنے لگے: ”مسجد جس کا گھر ہے اس نے حکم دیا ہے کہ تم یہ کھانا کھالو۔“ پس میں کھانے لگا۔ کھانے کے بعد میں نے وہ موتی اٹھانا چاہے تو کہا گیا کہ ”یہ چھوڑ دو، ہم تمہارے لیے اِن کے بدلے ایسے درخت لگائیں گے جن کے پھل اِن موتیوں سے بہتر ہوں گے۔“

میں نے کہا: ”وہ درخت کہاں ہوں گے؟“ جواب ملا: ”ایسے گھر میں جو کبھی برباد نہ ہو گا اور وہاں ہمیشہ پھل اُگتے رہیں گے، نہ کبھی ختم ہوں گے نہ خراب۔ وہ ایسی سلطنت ہے جو کبھی مُنْقَطَع نہ ہو گی۔ وہاں ایسے کپڑے ہوں گے جو کبھی پُرانے نہ ہوں گے۔ اس گھر (یعنی جنت) میں خوشی ہی خوشی ہے، میٹھے پانی کے چشمے ہیں، سکون و آرام ہے اور ایسی پاکباز بیویاں ہیں جو فرمانبردار، ہمیشہ خوش رہنے والی اور دل کو بھانے والی ہیں۔ وہ نہ تو کبھی ناراض ہوں گی اور نہ ہی ناراض کریں گی۔ لہٰذا دنیا میں جتنا ہو سکے نیک اَعمال کی کثرت کرو۔ یہ دنیا تو نیند کی مانند ہے کہ آنکھ کھلتے ہی رخصت ہو جائے گی۔ لہٰذا اس میں جتنا ہو سکے عمل کرو اور جلدی سے جنت کی طرف آ جاؤ جہاں دائمی نعمتیں ہیں۔“ پھر میری آنکھ کھل گئی لیکن ابھی تک میرے ذہن میں وہ خواب سمایا ہوا تھا اور میں جلد اَز جلد اس گھر (یعنی جنت) میں پہنچنا چاہتا تھا جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس واقعے کے تقریباً پندرہ دن بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے بعد میں نے اسی رات اُنہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا: ”آپ کے لیے کیسے درخت لگائے گئے ہیں؟“ فرمایا: ”وہ تو ایسے ہیں کہ جن کی تعریف بیان نہیں کی جاسکتی۔ خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مہمان بنتا ہے تو وہ پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ اُسے ایسی ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے جن کے اَوصاف بیان نہیں ہو سکتے، اس کے کرم کی کوئی

انتہا نہیں، وہ اپنے بندوں پر بے انتہا کرم فرماتا ہے۔“[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

”مسجد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جنت میں دی جانے والی نعمتوں کے اَوصاف بیان کرنا ممکن نہیں۔

(2) اپنا اکثر وقت مسجد میں گزارنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب اور اُس کی رحمت میں غوطہ زن رہنے والے ہیں۔

(3) بسا اوقات انسان کو ایسے نیک خواب دکھائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے عبادت وریاضت میں رغبت اور جنت کی طلب مزید بڑھ جاتی ہے۔ مؤمن کے لیے ایسے خواب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا انعام ہیں۔

(4) ہم سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اس نے ہمیں انسان بنایا، ایمان دیا، حضور نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دامنِ کرم دیا، یہ ہم پر اس کا بہت بڑا کرم واِحسان ہے۔ اِن تمام نعمتوں کے باوجود وہ ہمیں جنت کی طرف راغب کرنے کے لیے طرح طرح کی نعمتیں بیان فرما کر ہم پر مزید اِحسان فرماتا ہے۔ یقیناً اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خوب خوب نیکیاں کرنے اور کثرت سے مسجد کی طرف جانے، نماز ادا کرنے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ پیارے آقا مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جنتُ الفردوس میں بے حساب داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عیون الحکایات، الحکایۃ التاسعۃ والثمانون، ص ۱۰۷۔

کسی شے کو حقیر نہ جانو

حدیث نمبر:124

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ.[1]

قَالَ الْجَوْهَرِیُّ: اَلْفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِیْرِ: كَالْحَافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ، قَالَ: وَرُبَّمَا اُسْتُعِیْرَ فِی الشَّاةِ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب **مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوْب** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے مسلمان عورتو! کوئی عورت اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے، اگرچہ وہ بکری کا کُھر ہی کیوں نہ ہو۔“

عَلَّامہ جوہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”**فِرْسِن** اُونٹ کے کُھر کو کہتے ہیں جیسے **حَافِر** دوسرے جانوروں کے کُھر کو کہا جاتا ہے۔ البتہ بسا اوقات بطورِ استعارہ بکری کے کُھر کو بھی **فِرسِن** کہا جاتا ہے۔

بکری کے کُھر سے کیا مُراد ہے؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”بکری کے کُھر سے حقیقتاً بکری کا کُھر مراد نہیں کیونکہ عام طور پر بکری کا کُھر ایک دوسرے کو تحفے میں نہیں دیا جاتا بلکہ اس سے معمولی سی شے مراد ہے۔ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ پڑوسی کو ہدیہ دینے کے لیے اگر عورت کے پاس معمولی شے کے علاوہ کچھ نہ ہو تو ہدیہ سے نہ رُکے بلکہ حسبِ حال جو میسر ہو دے دیا کرے کیونکہ ہدیہ اپنے پاس موجود شے کے اعتبار سے دیا جاتا ہے اور کسی شے کا پاس ہونا یہ اس شے کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔ حدیث کی ایک توجیہہ یہ ہے کہ اگر تمہیں کم قیمت معمولی سی شے بھی تحفے میں دی جائے تو اسے حقیر سمجھ کر قبول کرنے سے انکار نہ کرو۔“[2]

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اس لیے انہی سے خطاب کیا گیا۔ یہ حدیث ہم

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب لا تحقرن جارة لجارتها، ۴/۱۰۴، حدیث: ۶۰۱۷۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب الهبة، باب الهبة وفضلها۔۔۔الخ، ۹/۳۷۸، تحت الحدیث: ۲۵۶۶۔

غریبوں کے لیے بڑی ہِمّت اَفزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رَد نہیں فرماتے۔“[1]

تُحفہ دینے والے کے آداب:

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابُو حامِد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”جسے تُحفہ دے رہا ہے اس کی فضیلت کو مدِ نظر رکھے، وہ تُحفہ قبول کرلے تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے۔ اس سے ملاقات ہو تو اس کا شکریہ ادا کرے اور اسے کُلّی اختیارات دے اگرچہ تحفہ بڑا ہو۔“[2]

تحفہ لینے والے کے آداب:

”تحفہ ملنے پر خوشی کا اِظہار کرے اگرچہ کم قیمت ہو، تحفہ بھیجنے والے کی غیر موجودگی میں اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ ملاقات ہو تو خَندہ پیشانی کا مظاہرہ کرے۔ جب موقع ملے تو اسے بھی تحفہ دے۔ حسبِ موقع اس کی جائز تعریف کرے۔ دوبارہ تحفہ وغیرہ لینے کی حرص و طمع نہ کرے۔“[3]

تحفہ دینے کی حکمتیں:

(1) تحفہ دینے سے محبت بڑھتی اور بُغض وکِینہ دُور ہوتا ہے۔ (2) تحفہ دینے میں ایک دوسرے کی مالی مُعاوَنت ہے۔ (3) جب تحفہ معمولی ہو تو یہ محبت پر زیادہ دلالت کرتا اور باہم تَکَلُّف و تنگی کو دور کرتا ہے۔ (4) قیمتی تحائف کا تبادلہ ہر وقت ممکن بھی نہیں جبکہ معمولی تحائف کا باہم تبادلہ قیمتی تحفہ دینے کی طرح ہی ہے۔“[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۹۵۔

2 ... مجموعۃ رسائل امام غزالی، الادب فی الدین، ص ۴۱۰۔

3 ... مجموعۃ رسائل امام غزالی، الادب فی الدین، ص ۴۱۰۔

4 ... عمدۃ القاری، کتاب الھبۃ، باب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، ۹/۳۷۹، تحت الحدیث: ۲۵۶۶۔

تحائف سے متعلق 4 فرامینِ مُصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) ”ایک دوسرے کو تحفہ دو کیونکہ یہ سینہ کے کینہ کو دور کرتا ہے۔“[1] (2) ”ایک دوسرے کو تحفہ دو اس سے محبت پیدا ہوگی۔“[2] (3) ”ایک دوسرے سے مُصافحہ کرو اس سے کینہ ختم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو ہدیہ دو اس سے محبت بڑھتی ہے اور بُغض ختم ہوتا ہے۔“[3] (4) ”اگر مجھے بکری کے ایک پائے کا ہدیہ دیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اور اگر مجھے بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں اس دعوت میں جاؤں گا۔“[4]

مدنی گلدستہ

”بقیع“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کم قیمت والی شے کا تحفہ دینا تحفہ نہ دینے سے بہتر ہے۔

(2) تحفہ دینے سے محبت بڑھتی، بُغض و کینہ دور ہوتا اور مالی مُعاوَنت بھی ہوتی ہے۔

(3) احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکینوں کے ہدیہ، ثواب کو بھی رَد نہیں فرماتے۔

(4) تحفہ لینے کے آداب میں سے ہے کہ تحفہ ملنے پر خوشی و مَسَرَّت کا اِظہار کرے اگرچہ تحفہ کم قیمت ہو نیز تحفہ دینے والے کا شکریہ بھی ادا کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں خصوصاً تحفہ دینے کی سنتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب الولاء والهبة، باب فی حث النبی علی التهادی، ۴/۴۹، حدیث: ۲۱۳۷۔

2 . . . الادب المفرد، باب قبول الهدية، ص ۱۶۸، تحت الحدیث: ۶۰۷۔

3 . . . موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی المهاجرة، ۲/۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱۔

4 . . . ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی قبول الهدية، ۳/۶۶، حدیث: ۱۳۴۳۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:125

اِیمان کی شاخیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَۃً، فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ، وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْاِیْمَانِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کی ستّر سے کچھ زائد شاخیں ہیں یا ایمان کی ساٹھ سے کچھ زائد شاخیں ہیں اور اُن میں سب سے افضل ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہنا ہے اور ان میں سب سے کم تر راستے سے تکلیف دِہ چیز دُور کرنا ہے۔ اور حیا (بھی) اِیمان کی ایک شاخ ہے۔''

ایمان کی ستّر (70) شاخیں:

حدیثِ مذکور میں فرمایا گیا کہ ایمان کی 70 یا اس سے کچھ زائد شاخیں ہیں۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے 77 شاخوں کو بالتفصیل ذکر فرمایا ہے، آپ بھی ملاحظہ کیجئے: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر، اس کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا کہ اس کی مِثل کوئی نہیں ہے۔ (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ سب کو حادِث ماننا (3) اس کے فرشتوں پر ایمان لانا (4) اس کی کتابوں پر ایمان لانا (5) اس کے رسولوں پر ایمان لانا (6) اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لانا (7) قیامت، قبر کے سوال وعذاب، میزانِ عدل قائم ہونے اور پُلِ صراط سے گُزرنے پر ایمان لانا (8) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جنت کے وعدے اور اس میں ہمیشہ رہنے پر یقین رکھنا (9) دوزخ کی وعید وعذاب اور اس کی ہمیشگی پر ایمان لانا (10) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنا (11) رضائے الٰہی کے لیے محبت وعَداوت رکھنا اسی طرح تمام مہاجرین وانصار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور آلِ رسول صَلَّی

[1] ...مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان...الخ، ص ۳۹، حدیث: ۳۵۔

اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت رکھنا رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن (12) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنا اور آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنا اور آپ کی سنت کی پیروی کرنا (13) اخلاص اختیار کرنا، ریاکاری و مُنافقت ترک کردینا (14) توبہ وندامت (15) خوفِ خُدا (16) امید (17) مایوس نہ ہونا (18) شکر ادا کرنا (19) وعدہ پورا کرنا (20) صبر کرنا (21) تواضُع واِنکساری کرنا، بڑوں کی تعظیم کرنا (22) چھوٹوں پر شفقت کرنا (23) تقدیر پر راضی رہنا (24) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل وبَھروسہ کرنا (25) فخر وغرور ترک کرنا، اپنی تعریف کرنے سے بچنا، اپنے آپ کو گناہوں سے پاک وصاف نہ سمجھنا (26) حسد نہ کرنا (27) بِلا وجہ کسی سے دشمنی نہ کرنا (28) غصہ ترک کرنا (29) خیانت اور کسی کے متعلق بدگمانی ومکر وفریب سے بچنا (30) دنیا کی محبت ترک کرنا، مال ودولت جاہ ومرتبہ کی محبت دل سے نکال دینا (31) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کا زبان سے اقرار کرنا (32) قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا (33) علم سیکھنا (34) علم سِکھانا (35) دعا کرنا (36) ذکر واستغفار کرنا (37) فضول گوئی سے بچنا (38) پاکیزگی یعنی بدن کو حَدَث وجَنابَت اور حَیض ونِفاس سے وُضو اور غُسل کے ذریعے پاک رکھنا، کپڑے اور مکان پاک رکھنا (39) نماز قائم کرنا، اس میں فرائض ونوافل اور قضا نمازیں بھی داخل ہیں۔ (40) زکوۃ وصدقۂ فطر ادا کرنا، سخاوت کرنا، کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا (41) فرض ونفل روزے رکھنا (42) حج وعمرہ کرنا (43) اعتکاف کرنا اور **لیلۃُ القدر** کی جُستجُو کرنا (44) دین کی حفاظت کے لیے بُرے اُمور سے دُور بھاگنا اور مُشرِکوں کے علاقے سے ہجرت کرنا (45) مانی ہوئی نذر پوری کرنا (46) قَسَم پوری کرنا (47) کَفّارہ ادا کرنا (48) نماز اور بیرونِ نماز سِتر چھپانا (49) قربانی کرنا (50) مسلمانوں کے جنازوں کے ساتھ جانا (51) قرض ادا کرنا (52) معاملات میں سچّائی بَرتنا اور ریاکاری سے بچنا (53) سچی گواہی دینا اور سچ نہ چھپانا (54) نکاح کے ذریعے پاک دامنی حاصل کرنا (55) اہل وعیال کے حقوق پورے کرنا اور خادِموں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا (56) والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی نافرمانی سے بچنا (57) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (58) صلۂ رحمی کرنا (59) بڑوں کی اطاعت کرنا (60) عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا (61) جماعت کی پیروی کرنا

(62) حکمرانوں کی اطاعت کرنا (63) لوگوں کی اِصلاح کرنا اور خوارِج و باغیوں سے جنگ کرنا (64) نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا (65) نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا (66) حُدُود قائم کرنا (67) جہاد کرنا اور اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا (68) اَمانت اور مالِ غنیمت کا خُمس ادا کرنا (69) وعدے کے مطابق قرضہ ادا کرنا (70) پڑوسیوں کا احترام کرنا (71) مُعاملات میں اچھائی بَرتنا اور حلال روزی کمانا (72) اچھی جگہ مال خرچ کرنا فُضُول خرچی اور اِسراف سے بچنا (73) سلام کا جواب دینا (74) چھینکنے والے کو جواب دینا (75) لوگوں سے نُقصان کو دور کرنا (76) لہو ولعب سے بچنا (77) راستے سے تکلیف دہ شے ہٹانا۔"[1]

حیا اِیمان کا حِصّہ ہے:

عَلّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حیا کو ایمان کا حصہ اس لیے کہا گیا ہے کہ حیا اچھے اعمال کی طرف اُبھارتی اور بُرائیوں سے روکتی ہے۔ حیا اگرچہ فِطرت میں شامل ہوتی ہے۔ مگر بسا اوقات تَکَلُّفاً جِدّ و جُہد سے حیا اختیار کی جاتی ہے لیکن اسے شریعت کے مطابق استعمال کرنے کے لیے جِدّ وجُہد اور نیّت کی حاجت ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ ایمان کا حصہ ہے۔ ایمان کی شاخوں کو اجمالاً ذکر کرنے کے بعد حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خصوصی طور پر حیا کو ذکر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حیا ایمان کے تمام شُعبوں کی طرف بلاتی ہے کہ حیادار بندہ دنیا کی رُسوائی اور آخرت کے خوف سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا اور اَحکامِ الٰہی بجالاتا ہے۔"[2]

حیا کی تعریف:

حیا اُن اخلاق کا نام ہے جو بُرے کاموں سے بچنے پر اُبھاریں اور حقدار کے حق میں کمی کرنے سے روکیں۔ سب سے بہترین حیا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے وہاں نہ دیکھے جہاں

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ١ / ٢٠٠، تحت الحدیث: ٩ ملتقطاً۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ١ / ٢٠٢، تحت الحدیث: ٩ ملتقطاً۔

سے اس نے تجھے منع کیا ہے۔ اور یہ مَعْرِفَت و مُراقَبَہ ہی کی بدولت ممکن ہے۔ اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درج ذیل فرمان سے یہی مراد ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اُسے نہ دیکھ سکے تو وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔'' اسی طرح امام ترمذی نے روایت کیا کہ سرکار مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔'' حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں، ہم نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم حیا کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتے ہیں۔'' فرمایا: ''یہ حیا نہیں ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کا حق یہ ہے کہ سر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی حفاظت کرو، پیٹ اور جو کچھ پیٹ میں ہے اس کی حفاظت کرو، موت اور موت کے بعد گلنے سڑنے کو یاد کرو۔ پس جس نے یہ کر لیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنے کا حق ادا کر دیا۔'' حضرت سَیِّدُنا جُنَید بَغدادِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں کی طرف نظر کرنے سے دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے حیا کہتے ہیں۔''[1]

حیا کے معنٰی ہیں: ''عیب لگائے جانے کے خوف سے بُرے اعمال ترک کر دینا۔'' حضرتِ سَیِّدُنا شِہابُ الدِّین سُہروردی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و جلال کی تعظیم کے لیے روح کو جھکانا حیا ہے اور اِسی قَبِیل سے حضرتِ سَیِّدُنا اِسرافیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حیا ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کی وجہ سے اپنے پَروں سے خود کو چُھپائے ہوئے ہیں۔'' عُلَمَاءِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''حیا ایک ایسا خُلق ہے جو بُرے کام چھوڑنے پر اُبھارتا اور حق دار کے حق میں کمی کرنے سے روکتا ہے۔''[2]

حیا اِیمان کا رُکنِ اَعلیٰ ہے:

شرم و حیا اِیمان کا رُکنِ اعلیٰ ہے۔ دنیا والوں سے حیا دُنیاوی بُرائیوں سے روک دیتی ہے، دین والوں

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ۱/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۹۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، ۸/ ۸۰۰-۸۰۲، تحت الحدیث: ۵۰۷۱، ۵۰۷۰ ملتقطا۔

سے حیادینی بُرائیوں سے روک دیتی ہے۔ اللہ رسول سے شرم وحیاتمام بدعقیدگیوں، بدعملیوں سے بچالیتی ہے۔ ایمان کی عمارت اسی شرم وحیاپر قائم ہے۔ درختِ ایمان کی جڑ مؤمن کے دل میں رہتی ہے اس کی شاخیں جنت میں ہیں۔ جو شخص زبان کا بے باک ہو کہ ہر بُری بھلی بات بے دھڑک منہ سے نکال دے تو سمجھ لو کہ اس کا دل سخت ہے اور اس میں حیانہیں۔ سختی وہ درخت ہے جس کی جڑ انسان کے دل میں ہے اور اس کی شاخ دوزخ میں۔ جو حیاگناہوں سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت وحیا اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رُکنِ اعلیٰ ہے اور جو حیانیک اَعمال سے روک دے وہ بُری ہے۔"[1]

حیاکی اقسام:

سَیِّدُنَا فقیہ اَبُو اللَّیث سَمَرقَندی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: حیا کی دو قسمیں ہیں: (1) لوگوں کے مُعاملے میں حیا (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعاملے میں حیا۔ لوگوں کے مُعاملے میں حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تُو اپنی نظر کو حرام اشیاء سے بچائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعاملے میں حیا کرنے سے مُراد یہ ہے کہ تو اُس کی نعمت کو پہچانے اور اُس کی نافرمانی کرنے سے حیا کرے۔"[2]

حیاکے متعلق شَرعی اَحکام:

حیا کبھی فرض وواجِب ہوتی ہے جیسے کسی حرام و ناجائز کام سے حَیا کرنا۔ کبھی مُستَحَب جیسے مکروہِ تنزیہی سے بچنے میں حیا کرنا اور کبھی مُباح جیسے کسی مُباحِ شَرعی کے کرنے سے حیا۔[3]

حیاسے متعلق 3 فرامینِ مُصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "حیااور کم گوئی ایمان کی دو شاخیں ہیں اور بدکلامی اور فضول گوئی نفاق کی دو شاخیں ہیں۔"[4]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۳۷۔ ۶۴۱ ملتقطا۔

2 . . . تنبیہ الغافلین، باب الحیاء، ص ۲۵۸۔

3 . . . نزہۃ القاری، ۱/ ۳۳۴ ملخصا۔

4 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی العی، ۳/ ۴۱۴، حدیث: ۲۰۳۴۔

(2) ”بے شک! ہر دین کا ایک خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق حیا ہے۔“[1] یعنی ہر اُمَّت کی کوئی نہ کوئی خاص خَصلت ہوتی ہے جو دیگر خصلتوں پر غالِب ہوتی ہے اور اسلام کی وہ خصلت حیا ہے۔ اس لیے کہ حیا ایسا خُلق ہے جو اَخلاقی اچھائیوں کی تکمیل، ایمان کی مضبوطی کا باعث اور اس کی عَلامات میں سے ہے۔ (3) ”بے شک! حیا اور ایمان آپس میں ملے ہوئے ہیں، جب ایک اُٹھ جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”سَیِّدِ عَالَم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) ایمان کی ستر 70 سے زائد شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(2) حیا اَعمالِ خیر کی طرف لے جاتی اور گناہوں سے بچاتی ہے۔

(3) حیا ایک ایسا خُلق ہے کہ جس پر اسلام کا مدار ہے۔

(4) ایمان وہ درخت ہے کہ جس کی جڑ مؤمن کے دل میں ہے اور اس کی شاخیں جنت میں۔

(5) سختی وہ درخت ہے کہ جس کی جڑ انسان کے دل میں اور شاخیں دوزخ میں ہیں۔

(6) بدکلامی اور فضول گوئی نفاق کی دو شاخیں ہیں۔

(7) حیا اسلام کا خُلق، اِس اُمَّت کی خَصلت، اَخلاقی اچھائیوں کی تکمیل اور اِیمان کی مضبوطی کا باعث ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ہمیشہ شرم وحیا جیسی دولت سے مالامال رکھے، ہمارے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے اور بلاحساب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ابن ماجة، کتاب الزھد، باب الحیاء، ۴/۴۶۰، حدیث: ۴۱۸۲۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب الایمان، اذازنی العبد خرج منه الایمان، ۱/۱۷۶، حدیث: ۶۶۔

حدیث نمبر:126

ہر تر جگر میں اَجر ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِیْ كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّیْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ اَمْسَكَهُ بِفِيْهِ، حَتّٰى رَقِیَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللہُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللہِ! وَاِنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ: فِیْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ.[1] وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیِّ: فَشَكَرَ اللہُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.[2] وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَاَتْهُ بَغِیٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهِ فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دفعہ ایک آدمی کہیں جارہا تھا کہ اسے شدید پیاس لگی، اسے ایک کنواں ملا، اس نے کنویں میں اتر کر پانی پیا، جب باہر آیا تو ایک کتا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے کھڑا تھا اور کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے کہا: اس کتے کو بھی اُسی طرح پیاس لگی ہے جس طرح مجھے لگی تھی۔ پس وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اسے منہ میں پکڑ کر کنویں سے باہر آگیا اور کتے کو پانی پلایا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے عمل کا اسے صلہ دیا اور اسے بخش دیا۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا جانوروں (کے ساتھ اچھا سلوک کرنے) میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”ہر تر جگر میں اجر ہے۔“ اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

---

1 . . . مسلم، کتاب السلام، باب فضل ساقی البھائم۔۔۔الخ، ص ۱۲۳۲، حدیث: ۲۲۴۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ۴/۱۰۳، حدیث: ۶۰۰۹۔

بخاری، کتاب الوضوء، باب اذا شرب الکلب۔۔۔الخ، ۱/۸۳، حدیث: ۱۷۳۔

3 . . . بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۵۶، ۲/۶۶۴، حدیث: ۳۴۶۷۔

مسلم، کتاب السلام، باب فضل ساقی البھائم۔۔۔الخ، ص ۱۲۳۲، حدیث: ۲۲۴۵، ماخوذاً۔

اسے ثواب دیا اور اس کی مغفرت فرماکر جنت میں داخل کر دیا۔" بخاری و مسلم کی ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ "ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا، قریب تھا کہ پیاس کی شِدَّت اسے ہلاک کر دیتی اسی اثنا میں بنی اسرائیل کی ایک فاحِشہ عورت نے اسے دیکھ لیا اس نے اپنا موزہ اُتارا اور اس سے پانی کھینچ کر اس کتے کو پلا دیا پس اسی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی گئی۔"

مخلوق پر رَحم کرو:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں تمام مخلوق، مؤمن، کافر، جانوروں اور پرندوں پر رحم و نرمی کرنے پر ابھارا گیا ہے اور یہ اُن اَعمال میں سے ہے جن کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے گناہوں کو معاف کرتا اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ پس ہر عقل مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ انسانوں اور تمام حیوانات کے ساتھ رحم دلی و نرمی سے پیش آئے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کوئی چیز بے کار نہیں بنائی اور ہر شخص سے اس کی مِلکِیَّت اور رَعِیَّت (ماتحتوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا خواہ وہ انسان ہو یا جانور، اگرچہ اپنا نہ ہو کیونکہ وہ اپنی تکلیف بیان نہیں کر سکتے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جس کتے کو اس شخص نے جنگل میں پانی پلایا تھا وہ اس کا اپنا نہیں تھا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی مغفرت فرما دی۔"[1]

ہر تَر جِگر سے کیا مُراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہر جاندار کے ساتھ بھلائی کرنے پر ثواب ہے خواہ پانی پلا کر ہو یا کسی اور طرح۔ حدیث میں زندہ جانور کو تَر جِگر والا کہا گیا ہے کیونکہ مُردار کا جِسم اور جِگر خُشک ہو جاتا ہے۔ پس اس حدیث میں ہر اس جانور کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اُبھارا گیا ہے جسے مارنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہاں! جن کے قتل کا حکم دیا گیا ہے انہیں قتل کرنا ہی شریعت کی پیروی ہے۔ حربی کافر، مرتد اور فاسق جانور (یعنی، چوہا، کوا، بچھو، چیل، کاٹنے والا کتا) اُنہیں قتل

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم، ٩/٢١٩۔

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"[1]

مُوذِی جانور مار دینا ثواب ہے:

مُفَسِّر شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "تر کلیجے والے سے مراد ہر جاندار ہے مگر اِس سے مُوذی جانور مُستَثْنٰی ہیں۔ لہٰذا سانپ، بچھو، شیر وغیرہ کو مار دینا ثواب ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (1) ایک یہ کہ (کبھی) گناہ کبیرہ بغیر توبہ (بھی) معاف ہو سکتے ہیں۔ (2) دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے سے بڑے گناہوں کے بخشے جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ (3) تیسرے یہ کہ بعض صُوفیاء اپنے ہاں انسانوں کے لنگر کے ساتھ جانوروں کے دانے پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں، اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے۔"[2]

"غوث پاک" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مخلوق پر رحم کرنے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

(2) ہر جاندار سے بھلائی کرنے پر ثواب ہے۔

(3) رحمتِ خُدَاوندی کی برکت سے بڑے بڑے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(4) بسا اوقات کوئی چھوٹی سی نیکی بھی بڑے گناہوں کو بَخشْوَا دیتی ہے۔

(5) ہر انسان سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(6) رضائے الٰہی کے لیے جو بھی نیک کام کیا جائے وہ کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں پر خوب شفقت کرنے اور ان کے ساتھ نرمی

---

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب قتل الحیات ونحوھا، باب فضل ساقی البھائم، ۷/۲۴۱، الجزء الرابع عشر۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۰۰۔

سے پیش آنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے، نیز ہمیں جانوروں پر بھی رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:127 — **راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی فضیلت**

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ رَجُلًا یَتَقَلَّبُ فِی الْجَنَّۃِ فِیْ شَجَرَۃٍ قَطَعَھَا مِنْ ظَھْرِ الطَّرِیْقِ کَانَتْ تُؤْذِی الْمُسْلِمِیْنَ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَۃٍ عَلٰی ظَھْرِ طَرِیْقٍ فَقَالَ: وَاللّٰہِ لَاُنَحِّیَنَّ ھٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ لَا یُؤْذِیْھِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَھُمَا: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ عَلَی الطَّرِیْقِ، فَاَخَّرَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! میں نے ایک ایسے آدمی کو جنت میں سیر کرتے دیکھا جس نے اس درخت کو کاٹا تھا جو کہ راستے میں تھا اور مسلمانوں کی تکلیف کا باعث تھا۔“ اور ایک روایت میں یوں ہے: ”ایک آدمی ایسے راستے سے گزرا جس پر ایک خار دار شاخ تھی۔ وہ کہنے لگا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم میں اسے مسلمانوں کے راستے سے ہٹا دوں گا تاکہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے۔ پس (اسی وجہ سے) اسے جنت میں داخل کر دیا گیا۔“ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے: ”ایک آدمی کہیں جارہا تھا، راستے میں اسے ایک کانٹے دار شاخ ملی تو اس نے اس شاخ کو راستے سے ہٹا دیا، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اس کا اجر عطا فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی۔“

لوگوں سے تکلیف کو دُور کرنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یعنی اس شخص کو جنت میں بڑے ناز سے چلتے

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، ص ۱۴۱۰، حدیث: ۱۹۱۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب فضل التھجیر الی الظھر، ۱/ ۲۳۴، حدیث: ۶۵۲۔

ہوئے اور جنت کی نعمتوں سے لُطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھا کیونکہ اس نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث تھا۔ اس حدیث میں مُوذِی جانوروں کے قتل کرنے اور تکلیف دِہ اشیاء کو دور کرنے کی بھرپور ترغیب ہے خواہ وہ تکلیف کسی بھی وجہ سے ہو۔"[1]

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ الله طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "وہ درخت بیچ راستے میں تھا کنارے پر نہیں تھا۔ ممکن ہے کہ اس شخص کو اچھی نیت کی وجہ سے ہی جنت میں داخل کر دیا گیا ہو اور اس نے درخت کاٹا نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کاٹ دیا ہو۔ اس درخت کو تکلیف دہ ہونے کی وجہ سے کاٹا گیا جیسا کہ لَا یُؤْذِیْھِمْ سے معلوم ہو رہا ہے۔"[2]

مُوذِی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث میں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی فضیلت ہے اور یہ ایمان کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ اور اس حدیث میں ہر اس کام کی فضیلت ہے جو مسلمانوں کو نفع پہنچائے اور ان سے تکلیف دور کرے۔"[3]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی وہ درخت خاردار تھا یا بے خار۔ اس کی جڑ راستہ کے کنارہ پر تھی مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں، اس نے تکلیف دور کرنے کے لیے اسے جڑ سے ہی اُکھیڑ دیا تاکہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں اگر یہ درخت اس کی اپنی ملکیت تھا یا خود رو تھا تب تو اس کے کاٹ دینے اور اس کی لکڑی گھر لے جانے پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس نے فقط دفعِ اِیذاء کے لیے کاٹ دیا ہوگا اس کی لکڑی پر قبضہ نہ کیا ہوگا۔ اس صورت میں اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوگا کہ مُوذی (ایذاء دینے والی) چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ دوسرے کی ملکیت ہو۔ دیوانہ کتا جو کسی کا پالتو تھا، سرکس والوں کا بھاگا ہوا شیر، سپیروں کا چھوٹا ہوا

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/ ۴۰۳، تحت الحدیث: ۱۹۰۵۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/ ۱۲۵، تحت الحدیث: ۱۹۰۵۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۶۸، تحت الحدیث: ۱۲۷۔

سانپ مار دیئے جائیں۔ راستے میں کھودا ہوا کنواں پاٹ دیا جائے، اس میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اسے جنت میں یا شب معراج میں دیکھا یا نمازِ کسوف میں جب آپ پر جنت پیش کی گئی یا عام حالت میں۔“[1]

جنت میں لے جانے والے اعمال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً سمجھدار وہی ہے جو اپنی مختصر سی زندگی میں جنت میں لے جانے والے اعمال کو بجالائے اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچے۔ جنت میں لے جانے والے اعمال اور جہنم میں لے جانے والے اعمال کی تفصیلی معلومات کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ان دو کتب ”**جنت میں لے جانے والے اعمال**“ اور ”**جہنم میں لے جانے والے اعمال**“ کا مطالعہ فرمائیے۔

اللہ کی رحمت سے تو جنت ہی ملے گی
اے کاش محلے میں جگہ اُن کے ملی ہو

”علم غیب“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اچھی نیت جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

(2) کامل مسلمان تکلیف دِہ اشیاء کو دور کرنے کی بھرکوشش کرتا ہے۔

(3) راستے سے تکلیف دِہ چیز ہٹانا بھی ایمان کا حصہ ہے۔

(4) راستے کی مُوذِی چیز کو ہٹا دینا جائز ہے اگرچہ کسی اور کی ملکیت ہو۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے جنتی اَحوال بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۰۱۔

(6) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ صِرف جنتیوں کے اَحوال کو ملاحظہ فرماتے ہیں بلکہ بعطائے الٰہی جنتیوں کے جنت میں جانے کے اَسباب کو بھی جانتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جنت میں لے جانے والے اَعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جہنمیوں والے اَعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:128

نمازِ جُمُعَہ کی فَضِیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ، فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ، غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ وَزِیَادَۃُ ثَلَاثَۃِ اَیَّام، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو وضو کرے اور خوب اچھی طرح کرے، پھر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے آئے اور خُطبہ سنے اور خاموش رہے تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے گناہ بھی اور جو کنکریوں کو چُھوئے تو اس نے لَغْو کام کیا۔“

جُمُعَہ کی وَجہِ تَسْمِیَہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”چونکہ اس (جمعہ کے) دن میں تمام مخلوقات وجود میں مُجْتَمَع ہوئی کہ تکمیلِ خَلْق اِسی دن ہوئی۔ نیز حضرت آدم (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کی مٹی اسی دن جمع ہوئی، نیز اس دن میں لوگ نمازِ جمعہ جمع ہو کر ادا کرتے ہیں اِن وجوہ سے اسے جُمُعہ کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے اہل عرب اسے عَرُوْبَہ کہتے تھے۔ نمازِ جمعہ فرض ہے۔ شعارِ اسلام میں سے ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے مگر اس کی فرضیت

---

[1] . . . مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل من استمع ۔۔۔ الخ، ص ۴۲۷، حدیث: ۸۵۷۔

کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ چنانچہ یہ نماز مسلمان، مرد، عاقل، بالغ، آزاد، تندرست، شہری پر فرض ہے، اس کی ادا کے لیے جماعت، آزاد، جگہ، شہر اور خُطبہ شرط ہیں۔ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔‘‘[1]

مرقاۃُ المفاتیح میں ہے: ’’حدیثِ مذکور میں اشارہ ہے کہ (جمعہ) کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں اور وضو کرنے سے مراد سُنَن ومُستحبّات کا لحاظ رکھتے ہوئے کامل وضو کرنا ہے۔‘‘[2]

دورانِ خُطبہ کنکریوں سے کھیلنا:

شرح مسلم میں ہے: ’’جس نے کسی کنکری کو چھوا تو اس نے لَغْو کام کیا۔‘‘ اس فرمانِ عالی میں خطبہ سننے کی حالت میں کنکریاں اور ہر بیکار و بے فائدہ چیز کو چھونے سے منع کیا گیا ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ دل اور تمام اَعضاء کی توجہ خُطبہ کی طرف ہونی چاہیے۔ یہاں لَغْو سے مراد باطِل مذموم اور مَردُود چیزیں ہیں۔‘‘[3]

شیخ عبدُ الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’دورانِ خطبہ کنکریوں سے کھیلنا لَغْو و باطل ہے کیونکہ ان کی وجہ سے بندہ خطبہ سننے سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ گفتگو غفلت کا باعث بنتی ہے۔ کنکریاں چھونے سے مراد ان سے کھیلنا یا بلا ضرورت انہیں زمین پر ہموار کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد کنکریوں کو گھمانا اور بطورِ تسبیح استعمال کرنا ہے۔‘‘[4]

غُسلِ جُمُعَہ کا وقت:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ’’(ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گُذشتہ۔ دوسرے معنٰی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابنِ خُزَیْمَہ بلکہ ابو داؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کَفَّارَہ بَن جاتی ہیں۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ بعض

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۳۱۷ملخصاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب التنظیف والتکبیر، ۳/۴۷۵، تحت الحدیث: ۱۳۸۳۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجمعۃ، باب فضل من استمع وانصت للخطبۃ، ۳/۱۴۷، الجزء السادس۔

4 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب التنظیف والتکبیر، ۱/۶۲۰۔

علماء فرماتے ہیں کہ غسلِ جمعہ نماز کے لیے مسنون ہے نہ کہ دنِ جمعہ کے لیے۔ لہٰذا جس پر جمعہ کی نماز نہیں ان کے لیے غسل سنت نہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل نمازِ جمعہ سے قریب کرو حتی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو۔ مگر حق یہ ہے کہ غسلِ جمعہ کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ (اور مزید تین دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) یعنی دس دن کے گناہ کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔ جتنا خُشُوع زیادہ، اِتنا ثواب زیادہ یا اَوَّلًا آٹھ دن کی بخشش کا وعدہ تھا پھر دس دن کا وعدہ ہوا۔‘‘[1]

جمعہ کی فضیلت پر 8 فرامینِ مُصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) ’’جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے بڑا ہے۔ اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عِیدُ الاَضْحٰی و عِیدُ الفِطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں: ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسی میں حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا۔ ❁ اور اسی میں زمین پر انہیں اتارا۔ ❁ اور اسی میں انہیں وفات دی۔ ❁ اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے وہ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔ ❁ اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی مُقَرَّب فِرِشتہ، آسمان و زمین اور ہوا اور پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے نہ ڈرتا ہو۔‘‘[2] (2) ’’جمعہ کے دن جس ساعت کی خواہش کی جاتی ہے اسے عصر کے بعد سے غُرُوبِ آفتاب تک تلاش کرو۔‘‘[3] (3) ’’اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی مسلمان کو جمعہ کے دن بے مغفرت کیے نہ چھوڑے گا۔‘‘[4] (4) ’’جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مُہر ہوگی۔‘‘[5] (5) ’’جو مسلمان مرد یا مسلمان عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے، عذابِ قبر اور فتنۂ

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۳۳۴ ملخصاً۔

2 . . . ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات والسنة فيها، باب في فضل الجمعة، ۲/۸، حديث: ۱۰۸۴۔

3 . . . جامع الترمذي، كتاب الجمعة، باب ماجاء في الساعة۔۔۔الخ، ۲/۳۰، حديث: ۴۸۹۔

4 . . . المعجم الاوسط، باب العين، من اسمه عبد الملك، ۳/۲۵۱، حديث: ۴۸۱۷۔

5 . . . حلية الاولياء، محمد بن منكدر، ۳/۱۸۱، حديث: ۳۶۲۹۔

قبر سے بچا لیا جائے گا اور خُدا عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر کچھ حساب نہ ہو گا اور اس کے ساتھ گواہ ہوں گے یا مُہر ہو گی۔''[1] (6) ''جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن۔''[2] (7) ''جو جمعہ کے دن نہائے اور جلدی آئے اور شروع خطبہ میں شریک ہو اور پیدل آئے، سواری پر نہ آئے اور امام سے قریب ہو اور کان لگا کر خطبہ سُنے اور لَغْو کام نہ کرے، اس کے لیے ہر قدم کے بدلے سال بھر کا عمل اور ایک سال کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام کا اجر ہے۔''[3] (8) ''جو جمعہ کے دن نہائے اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور جب چلنا شروع کرے تو ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' اور دوسری روایت میں ہے: ''ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دو سو برس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔''[4]

مدنی گلدستہ

''نمازِ جمعہ'' کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) نمازِ جمعہ فرض ہے، شِعارِ اسلام میں سے ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

(2) دورانِ خطبہ بات چیت کرنا حرام ہے۔

(3) غسلِ جمعہ نمازِ جمعہ کے لیے مسنون ہے، نہ کہ جمعہ کے دن کے لیے۔

(4) جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اس کے گناہ اور خَطائیں مِٹا دی جاتی ہیں۔

(5) جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔

(6) جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو انتقال کرے گا اسے عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا۔

---

1 . . . شرح الصدور للسیوطی، باب من لا یسئل فی القبر، ص ۱۵۱۔

2 . . . مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ۱/ ۲۶۶، حدیث: ۱۳۶۹۔

3 . . . مسند امام احمد، حدیث اوس بن ابی اوس الثقفی، ۵/ ۴۶۵، حدیث: ۱۶۱۷۳۔

4 . . . معجم کبیر، ابو نصرۃ عن ابی رجاء عن عمران، ۱۸/ ۱۳۹، حدیث: ۲۹۲، المعجم الاوسط، باب الجیم، ۲/ ۳۱۴، حدیث: ۳۳۹۷۔

(7) جمعہ کے روز مرنے والا بغیر حساب جنت میں داخل ہو گا۔

(8) جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت بھی ہے کہ بندہ اس ساعت میں جو مانگے اسے عطا کیا جاتا ہے بشرطیکہ حرام کا سوال نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خُشُوع وخُضُوع کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 129

جسم سے گناہوں کا جھڑنا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، اَوْمَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، اَوْمَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی مسلمان یا مؤمن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ جو اس نے آنکھوں سے کیے تھے، پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے وہ تمام گناہ جو کسی (ناجائز چیز) کو پکڑنے کے ذریعے کیے تھے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں سے جن گناہوں کی طرف چل کر گیا وہ تمام گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔“

1 . . . مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء، ص ۱۴۹، حديث: ۲۴۴۔

صغیرہ گناہ مِٹا دیے جاتے ہیں:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہاں خَطاء سے مراد صغیرہ گناہ ہیں نہ کہ کبیرہ، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ (اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں) جب تک وہ کبیرہ گناہ کا مُرتکِب نہ ہو۔“ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”گناہ جھڑنے سے مراد گناہوں کا معاف ہونا ہے کہ گناہ کوئی جسم نہیں رکھتے کہ جن کا نکلنا مُتصوَّر ہو، یہاں مَجازاً کلام کیا گیا ہے نہ کہ حقیقتاً۔“[1]

گناہ جھڑنے کی کیفیت:

اس حدیث کو موطا امام مالک میں مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ”کُلّی کرتے وقت منہ سے گناہ نکلیں گے، ناک صاف کرتے وقت ناک سے گناہ نکلیں گے اور چہرہ دھوتے وقت چہرے کے وہ تمام گناہ نکل جائیں گے جن کی طرف آنکھ سے دیکھا تھا، یہاں تک کہ پلکوں کے نیچے سے بھی، ہاتھ دھوتے وقت ہاتھ کے ساتھ ناخُنوں کے نیچے کے گناہ بھی نکل جائیں گے اور سر کا مسح کرتے وقت سر کے گناہ نکل جائیں گے، یہاں تک کے کانوں سے بھی اور پاؤں دھوتے وقت پاؤں کے ساتھ پاؤں کے ناخُنوں کے گناہ بھی نکل جائیں گے۔“[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”ابنِ مَلَک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: وضو کرنے والا وضو کرتے ہی ان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جو اعضائے وضو کے ذریعے کیے تھے۔“[3]

دو اَحادیث میں تطبیق کی صورت:

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ وضو کرنے والے کے صرف اَعضائے وضو کے گناہ معاف ہوتے ہیں جبکہ حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ والی حدیث میں سارے گناہوں کی معافی کا بیان ہے جس کے

---

1. . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ۲/ ۱۳۳، الجزء الثالث۔
2. . . . اکمال المعلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ۲/ ۴۱، تحت الحدیث: ۲۴۴۔
3. . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۱۳، تحت الحدیث: ۲۸۵۔

الفاظ کچھ یوں ہیں: "جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اس کے سارے جسم کے گناہ نکل جاتے ہیں، حتّٰی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔"[1] ان دونوں میں مُطَابَقت کچھ اس طرح ہو گی کہ جب **بسم اللّٰہ** پڑھ کر وضو کیا جائے تو سارا بدن پاک ہو جاتا ہے اور بغیر **بسم اللّٰہ** کے وضو کیا جائے تو صرف وہ ہی اعضاء پاک ہوں گے جو وضو میں دھلے ہوں گے۔[2]

بَطورِ خاص آنکھ کا ذکر کرنے کی وجہ:

حدیثِ پاک میں چہرے کے ساتھ بطورِ خاص فقط آنکھ کا ذکر فرمایا گیا دیگر اعضاء کا ذکر نہیں کیا گیا، شارِحینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے اس کی چند وُجُوہات بیان فرمائی ہیں: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ چونکہ آنکھ دل کی جاسوس اور رَہنُما ہے، جب اس کا ذکر کر دیا تو اب کسی اور عضو کے ذکر کرنے کی حاجت نہ رہی۔ **(۲)** دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ وہم ہو سکتا تھا کہ وضو سے آنکھ کے گناہ معاف نہیں ہوں گے کیونکہ وضو میں آنکھ کا اندرونی حصہ نہیں دھویا جاتا، لہٰذا آنکھ کے گناہ معاف ہونے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ **(۳)** تیسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ دیگر تمام اعضاء کی اپنی اپنی طہارت ہے جیسے ناک کی طہارت اس میں پانی ڈالنا، منہ کی طہارت کُلّی و غَرغَرہ کرنا، کانوں کی طہارت ان کا مسح کرنا وغیرہ لیکن آنکھوں کی علیحدہ سے کوئی طہارت نہیں اس لیے انہیں چہرے کے ساتھ ذکر کر دیا۔[3]

وُضو سے گناہوں کی سیاہی دُور ہوتی ہے:

دلیلُ الفالحین میں ہے: وضو کی وجہ سے اعضائے وضو کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یعنی وہ صغیرہ گناہ نکل جاتے ہیں جن کا تعلق **حُقُوقُ اللّٰہ** سے ہے۔ عَلَّامَہ قُرطُبی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ عبارت بَطورِ اِستعارہ استعمال کی گئی ہے اور گناہ نکلنے سے مقصود گناہوں کو مٹانے اور ختم کرنے کا اعلان کرنا ہے ورنہ گناہ

---

1 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ص ۱۴۹، حدیث: ۲۴۵۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۱۳، تحت الحدیث: ۲۸۵۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۱۳، تحت الحدیث: ۲۸۵۔

کوئی جسم نہیں رکھتے کہ ان کا جسم سے نکلنا درست ہو۔"

علامہ ابنِ عَرَبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں: "ظاہر یہ ہے کہ اس عبارت کو حقیقی معنٰی پر رکھا جائے کیونکہ گناہ ظاہر وباطن کو سیاہ کرنے میں اثر رکھتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اَصحابِ کشف واَحوال اِس پر مُطَّلع بھی ہو جاتے ہیں اور وضو اس اثر (گناہوں کی سیاہی) کو زائل کر دیتا ہے۔" پھر عَلَّامہ اِبنِ عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حجرِ اَسود والی حدیث بطورِ دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا: "مشرکین کے گناہوں کے اثر سے حجرِ اَسود کا رنگ سیاہ ہو گیا، تو جب گناہوں کا اثر حجرِ اسود پر ہو رہا ہے تو گناہ کرنے والے پر ان کا اثر بدرجہ اولیٰ ہو گا۔ یا پھر گناہ نکلنے سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کی سیاہی نکل جاتی ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ عالَمِ مِثال کے اعتبار سے گناہ بذاتِ خود جسم ہے عرض[1] نہیں کیونکہ جو چیز اس عالَم میں عرض ہے اس کے لیے عالَمِ مِثال میں جسم وصورت ہے۔"[2]

گناہ جھڑنے کی حکایت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے وضو کے ذریعے جھڑنے والے گناہوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک ایمان افروز حکایت ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سَیِّدُنا عَلَّامہ عبدُ الوَہَّاب شَعْرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ سَیِّدُنا اِمامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جامع مسجد کُوفہ کے وضو خانہ میں ایک نوجوان کو وضو کرتے دیکھا۔ تو فرمایا: اے بیٹے! ماں باپ کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اس نے فوراً عرض کی: میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو (میں استعمال ہونے والے پانی) کے قطرے ٹپکتے دیکھے تو اس سے فرمایا: اے میرے بھائی! تو بدکاری سے توبہ کرلے۔ اس نے عرض کی: میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کے قطرات ٹپکتے دیکھے تو فرمایا: شراب نوشی اور گانے باجے سننے سے توبہ کرلے۔ اس نے عرض کی: میں نے توبہ کی۔ چونکہ کشف کے باعث آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر لوگوں کے عُیُوب ظاہر ہو جاتے تھے لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

---

1 . . . وہ چیز جو کسی دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو جیسے سیاہی، سفیدی اور دیگر رنگ وغیرہ۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۶۹، تحت الحدیث: ۱۲۹۔

عَنْہ نے بارگاہِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ میں اس کشف کے ختم ہو جانے کی دعا مانگی جو قبول ہوئی اور پھر آپ کو وضو کرنے والوں کے گناہ جھڑتے نظر آنا بند ہو گئے۔"[1]

دل و دماغ کے گناہوں کی معافی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا، اس لیے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا۔ ورنہ اِنْ شَآءَ الله (عَزَّوَجَلَّ) چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں۔ چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے خیال رہے کہ یہاں صرف ان اَعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتی کہ دل و دماغ کے بھی گناہ، اِن اَعضاء کا ذکر اس لیے ہے کہ زیادہ گناہ اِنہیں سے صادر ہوتے ہیں۔"[2]

وضو کی فضیلت سے متعلق 5 فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "قیامت کے دن میری اُمَّت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے منہ اور ہاتھ، پاؤں آثارِ وُضو سے چمکتے ہوں گے تو جو چمک زیادہ کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔"[3] (2) "جو مسلمان وُضو کرے اور اچھا وُضو کرے پھر کھڑا ہو اور باطن و ظاہر سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"[4] (3) "تم میں سے جو کوئی وُضو کرے اور کامل وُضو کرے پھر پڑھے: **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔"[5] (4) "جو شخص وُضو پر وُضو کرے

---

1 ... المیزان الکبری، الجزء الاول، ص ١٣٠۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ١/ ٢٣٤۔

3 ... بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء۔۔۔الخ، ١ / ٧١، حدیث: ١٣٦۔

4 ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ص ١٤٤، حدیث: ٢٣٤۔

5 ... مسلم، کتاب الطھارۃ باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ص ١٤٤، حدیث: ٢٣٤۔

اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔“[1] (5) ”جس نے بسم اللہ کہہ کر وُضو کیا، سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا اور جس نے بغیر بسم اللہ وُضو کیا اس کا اتنا ہی بدن پاک ہو گا جتنے پر پانی گزرا۔“[2]

مدنی گلدستہ

”کامل وضو“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) وضو سے ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

(2) بسم اللہ پڑھ کر وضو کرنے سے سارے بدن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں پر عام لوگوں کے مختلف اَحوال مُنکَشِف ہوتے ہیں۔

(4) وضو کے استعمال شدہ پانی سے مسجد اور کپڑوں کو بچانا چاہیے کیونکہ وہ گناہ لے کر نکلتے ہیں۔

(5) لوگوں کے عَیبُوں پر مُطَّلع ہونے کی خواہش سے بچنا چاہیے۔

(6) کل بروزِ قیامت اَعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔

(7) کامل وضو کے بعد جو شخص مکمل کلمہ شہادت پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی طرح وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں وضو کی برکات سے مالا مال فرمائے اور ہمارے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء انہ یصلی الصلوات بوضوء واحد، ۱/ ۱۲۴، حدیث: ۶۱۔

2 . . . دارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب التسمیۃ علی الوضوء، ۱/ ۱۰۸، حدیث: ۲۲۸۔

حدیث نمبر:130

نماز و رمضان کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ رسولُ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک یہ اپنے درمیان میں ہونے والے گناہوں کو مٹانے والے ہیں جب تک کبائر سے اِجتناب کیا جائے۔“

نیکیاں گناہوں کا کفّارہ ہیں:

شیخ عبدُالحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اَشِعَّةُ اللَّمعات میں فرماتے ہیں: ”یعنی مذکورہ نیک اَعمال درمیانی عرصے میں واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کَفّارہ بن جاتے ہیں، انہیں چھپالیتے ہیں اور مٹادیتے ہیں۔ جبکہ کبیرہ گناہ نہ تو ان نیکیوں سے چُھپتے ہیں، نہ معاف ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے توبہ درکار ہے۔ ہاں صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں جب کہ ان سے حقوقُ العباد متعلق نہ ہوں۔ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا: ان نیکیوں پر استقامت اور بار بار دُہرانے سے صغیرہ گناہوں کی بخشش کے بعد کبیرہ گناہوں میں بھی تخفیف ہوجاتی ہے اور اگر بندہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بالکل محفوظ ہو تو یہ نیک اعمال اس کے لیے بلندیِ درجات کا سبب بن جاتے ہیں۔“[2]

فضلِ ربّ سے گناہوں کی معافی:

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”جمہور علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں: اَعمالِ صالحہ کبیرہ گناہوں کو نہیں مِٹاتے کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ یا فضلِ الٰہی سے معاف ہوتے ہیں جبکہ صغیرہ گناہ اِجتنابِ کبائر سے معاف

---

1 . . . مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة۔۔۔الخ، ص ۱۴۴، حدیث: ۲۳۳۔

2 . . . اشعة اللمعات، کتاب الصلوۃ، الفصل الاول، ۱/ ۲۹۸۔

ہو جاتے ہیں تو نمازوں اور دیگر نیک اعمال کے سبب کیا چیز معاف ہو گی ؟اس کا جواب دیتے ہوئے امام بُلْقِیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: لوگوں کی چند اقسام ہیں:(1) بعض وہ خوش نصیب ہیں جن کے گناہ ہی نہیں ہوتے تو مذکورہ نیک اعمال ان کے لیے بلندیٔ درجات کا سبب ہیں۔(2) بعض وہ ہیں جن کے صغیرہ گناہ ہیں لیکن وہ ان پر اصرار نہیں کرتے تو ایسوں کے صغیرہ گناہ مَحض اجتنابِ کَبائر ہی سے معاف ہو جاتے ہیں بشر طیکہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہو۔(3) بعض وہ ہیں جو صغیرہ گناہوں پر اِصرار کرتے ہیں تو ایسوں کے گناہ اعمالِ صالحہ کے سبب معاف ہو جاتے ہیں۔(4) بعض وہ ہیں جن کے صغیرہ گناہ بھی ہیں اور کبیرہ بھی تو اَعمالِ صالحہ کی بَدَولت ایسوں کے صغیرہ گناہ ہی معاف ہو جاتے ہیں۔(5) بعض وہ ہیں جن کے پاس فقط کبیرہ گناہ ہوتے ہیں تو اَعمالِ صالحہ کی بَدَولت صغیرہ گناہوں کی مِقدار کے مطابق کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"[1]

مُفَسِّر شہیر حکیمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "یعنی نمازِ پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نمازِ جمعہ ہفتہ بھر کے گناہِ صغیرہ کا کفارہ۔ اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اُسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہِ کبیرہ جیسے کُفر و شِرک، زِنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوقُ العباد بغیر توبہ و اَدائے حُقُوق معاف نہیں ہوتے۔ خیال رہے کہ جو اَعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہیں۔ چنانچہ، مَعصُومین اور مَحفُوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لیے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب !　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۷۰، تحت الحدیث: ۱۳۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۶۰۔

”توبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کبیرہ گناہ توبہ سے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں۔

(2) اَعمالِ صالحہ کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(3) گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے نیک اَعمال بجالانا بلندیٔ درجات کا سبب ہے۔

(4) نیکیوں کی برکت سے گناہوں کے معاف ہونے کا تعلق ایمان پر خاتمے کے ساتھ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 131

نماز کے اِنْتِظَار کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ خطاؤں کو مٹاتا اور درجات بلند فرماتا ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”جی ہاں! کیوں نہیں یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مَشَقَّت کے وقت کامل وضو کرنا، مساجد کی

---

1 ... مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ص ۱۵۱، حدیث: ۲۵۱۔

طرف قدموں کی کثرت کرنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور تمہارے لیے یہی رِباط ہے۔“

نامۂ اَعمال سے خطاؤں کا مِٹنا:

حضرتِ سَیِّدُنا قاضی عِیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ”گناہوں کا مٹنا مغفرت سے کِنَایہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد نامۂ اَعمال سے خطاؤں کا مٹانا ہو۔“[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، نہ (کہ) کبیرہ، نہ (ہی) حقوقُ العباد، مَحْو سے مراد ہے بخش دینا یا نامۂ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔ درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے۔ (مَشَقَّت کے وقت کامل وضو کرنا) اس سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گِرانی کا زمانہ ہے یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۔ (مساجد کی طرف قدموں کی کثرت) اس لیے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا، نماز کہ علاوہ وعظ وغیرہ کے لیے بھی مسجد میں حاضری دینا مُوجِبِ ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دُور جا کر نماز پڑھے۔“[2]

مسجد میں حاضری:

مرقاۃُ المفاتیح میں ہے: ”کثرت سے چلنا عام ہے۔ چاہے مسجد سے گھر کی دوری کے سبب ہو یا پھر چھوٹے چھوٹے قدم چلنے کی وجہ سے ہو اور مسجد کی طرف جانا، چاہے نماز کے لیے ہو یا پھر دیگر عبادات کے لیے۔“[3] (دونوں صورتوں میں ثواب پائے گا۔)

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”(نماز کا انتظار کرنا) باجماعت یا مُنْفَرِد نماز ادا کرنے کے بعد اگلی نماز کے وقت کا یا جماعت کا انتظار کرتا رہے۔ چاہے مسجد میں بیٹھ کر یا گھر میں یا بازار میں یا کسی اور کام کاج میں

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ، ۲/ ۱۴۱، الجزء الثالث۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۳۳۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطھارۃ، الفصل الاول، ۲/ ۱۱، تحت الحدیث: ۲۸۲۔

مشغول رہے اور اس کا دل مسجد میں لگا ہو اور اسے نماز کی فکر ہو یہی دائمی حضورِ قلبی ہے۔“[1]

رِباط سے کیا مراد ہے؟

اَشِعَّۃُ اللَّمعات میں ہے: ”اصل میں دشمنانِ دین کو اسلامی سرحدوں میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے اسلامی سرحدوں کی حفاظت و نگہداشت کرنا رِباط کہلاتا ہے۔ یونہی مسلمانوں کا اسلامی سرحدات پر پہرہ دینے کی غرض سے بیٹھنا، اپنے گھوڑوں اور اپنے دلوں کو چوکس رکھنا بھی رِباط کہلاتا ہے۔ تو نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا سرحدِ شیطان پر اور اس کے لشکر کے مقابل بیٹھنے کے مُشابہ ہے تاکہ وہ دَخَل نہ دے سکیں اور (رِباط) کا ایک معنٰی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان مذکورہ تینوں اَعمال کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ یہ تینوں اَعمال، شیطان کی راہ میں رُکاوٹ بنتے اور خواہشاتِ نفسانی کو مغلوب کر دیتے ہیں۔“[2] (اسی لیے انہیں رِباط کہا گیا ہو۔)

4 فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عشاء کی نماز کو آدھی رات تک مُؤَخَّر فرمایا، پھر نمازِ عشاء اَدا کرنے کے بعد صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی طرف رُخِ اَنور پھیر کر فرمایا: ”لوگ نماز پڑھ کر سو گئے لیکن تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے تھے نماز ہی میں تھے۔“[3] (2) حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَروَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی، نماز کے بعد جانے والے چلے گئے اور جسے وہیں بیٹھنا تھا وہ دوسری نماز کا انتظار کرنے لگا۔ پھر **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جلدی سے تشریف لائے اور فرمایا: ”تمہیں خوشخبری ہو! تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا ہے

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۷۲، تحت الحدیث: ۱۳۱۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الطهارت، الفصل الاول، ۱/ ۱۹۶۔

3 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوة، ۱/ ۲۳۶، حدیث: ۶۶۱۔

اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو جنہوں نے ایک فرض ادا کرلیا اور دوسرے کے انتظار میں ہیں۔"[1] (3) "ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والا اس شَہْسُوار کی طرح ہے جس نے اپنا گھوڑا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں باندھا اور یہ شخص اس گھوڑے کے پہلو سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرشتے اس پر سلامتی بھیجتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ کلام نہ کرے یا اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔"[2] (4) تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک نماز میں ہی ہوتا ہے جب تک نماز اُسے روکے رکھتی ہے (یعنی وہ نماز کے انتظار میں ہوتا ہے) اور اس کے اپنی جگہ سے اٹھنے یا گفتگو کرنے تک ملائکہ عرض کرتے رہتے ہیں: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما اور اس کی توبہ قبول فرما۔"[3]

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنَا "عثمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس نیک کام میں مَشَقَّت زیادہ ہوتی ہے اس کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔

(2) نیک اَعمال سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں۔

(3) نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا گناہوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(4) اپنے بندوں کے نیک اعمال پر ربّ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے۔

(5) نماز کے انتظار میں بیٹھنے والوں کے لیے فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نماز کے انتظار جیسی عظیم سعادت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، ۱/۴۳۸، حدیث: ۸۰۱۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۶۷، حدیث: ۸۶۳۳۔

3 . . . مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلوۃ الجماعۃ وانتظار الصلاۃ، ص ۳۳۳، حدیث: ۶۴۹، ملخصاً۔

حدیث نمبر:132

جَنَّت میں داخِلہ

عَنْ اَبِیْ مُوسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ. [1]

(قَالَ النَّوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی) اَلْبَرْدَانِ: اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو موسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔“

علامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے۔“

ٹھنڈی نمازوں سے کیا مراد ہے؟

دلیل الفالحین میں ہے: ”دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد فجر و عصر کی نمازیں ہیں۔ جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں فجر و عصر کے الفاظ موجود ہیں۔“ امام خَطَّابِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”چونکہ یہ دونوں نمازیں دن کے ٹھنڈے اوقات میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان اوقات میں ہوا خوشگوار ہوتی ہے اور گرمی کی شِدَّت ختم ہو جاتی ہے اس لیے ان نمازوں کو ٹھنڈی نمازوں سے تعبیر کیا گیا۔“

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ان دو نمازوں کو بطور خاص ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا وقت میٹھی نیند کا وقت ہے اور عصر کا وقت کام کاج و تجارت کے اختتام اور رات کے کھانے کی تیاری کا وقت ہوتا ہے۔ ان تمام مَشْغُولیت کے باوجود اس کا نماز ادا کرنا سستی سے دوری اور عبادت سے محبت پر دلیل ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ دوسری نمازیں بھی پابندی سے ادا کرے گا کیونکہ جب وہ اتنی مَشْغُولیت کے باوجود یہ نمازیں ادا کر رہا ہے تو بقیہ نمازوں کی ان سے بھی زیادہ حفاظت کرے گا۔“ ایک قول یہ ہے کہ ”دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد **فجر و عشاء** کی نماز ہے۔ چونکہ عشاء کے وقت

---

[1] . . . بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، ۱/۲۱۰، حدیث: ۵۷۴۔

بندے پر اُونگھ طاری ہوتی ہے، کھانا کھالینے کی وجہ سے بدن بوجھل ہوجاتا ہے اوراس حالت میں نماز پڑھنا نفس پر بہت گراں ہوتا ہے لہٰذا اس حالت میں نماز پڑھنا بِلا عذاب جنت میں داخلے کا سبب ہے۔''(1)

دو نمازوں کے بطورِ خاص ذکر کی وجہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر ان دو نمازوں کو بطورِ خاص ذکر کیوں کیا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''ان دو نمازوں کو خاص طور پر ذکر کرنے کا مقصود ان کی عظمت کو بیان کرنا اوران کی مُحَافَظَت پر ترغیب دلانا ہے کیونکہ ان نمازوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''(2)

نزہۃُ القاری میں ہے: ''(دو ٹھنڈی نمازوں) سے مراد نمازِ عصر و فجر ہے اور مراد پابندی کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ان دونوں نمازوں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ فجر کا وقت سونے کا اور عصر کے بعد لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں یا دوسرے کاموں میں۔ نیز ملائکہ ان دونوں اوقات میں بدلتے ہیں جو ان نمازوں کا پابند ہوگا اس کا آخری عمل جو خُدا کی بارگاہ میں پیش ہوگا وہ نماز ہوگی۔ علاوہ ازیں حضرت عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر موقوف ایک حدیث میں ہے: نمازِ صبح کے وقت مُنادِی ندا دیتا ہے: اے بنی آدم! اٹھو اوراپنے اوپر جو جَلا رہے ہو بُجھاؤ، اسی طرح نمازِ عصر کے بعد بھی یہ ندا دیتا ہے اس پر جو لوگ طہارت کرکے نماز پڑھ لیتے ہیں تو جب سوتے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔''(3)

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت
ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۷۳، تحت الحدیث: ۱۳۲ ملتقطاً۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلاۃ الفجر، ۴/ ۱۰۰، تحت الحدیث: ۵۷۴۔

3 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۲۵۷۔

اِمامِ "حَسَن" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) بندے کے اَعمال صبح وشام بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(2) اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر عبادتِ الٰہی بجالانا رضائے الٰہی اور جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

(3) ہر نماز ہی عظمت وشرف والی ہے بالخُصُوص فجر وعصر کی بہت زیادہ ترغیب وفضیلت ہے۔

اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری بارگاہ میں دست بستہ عرض گزار ہیں کہ تو ہمیں اپنے اُن بندوں میں شامل فرمادے جو مال ودولت اور نرم وآرام دہ بستر چھوڑ کر اپنے نفس کو تیری بندگی پر آمادہ کرکے تیری بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ! اپنے مُخْلِص عِبادت گُزاروں کے صدقے ہمیں بھی اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما، ہماری حتمی مغفرت فرما اور بے حساب جنت میں داخلہ نصیب فرما۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 133

سفر ومرض میں نیک اَعمال

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ کُتِبَ لَہُ مِثْلُ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب بندہ بیماری یا سفر میں ہوتا ہے تو اُس کے لیے اُسی طرح ثواب لکھا جاتا ہے جس طرح تندرستی اور حالتِ اِقامت میں عمل کرتا تھا۔"

---

1 . . . بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب یکتب للمسافر مثل۔۔۔ الخ، ۲/۳۰۸، حدیث: ۲۹۹۶۔

نیک اَعمال پرہمیشگی:

عمدۃُ القاری میں ہے: ”یہ فضیلت اس شخص کے بارے میں ہے جو ہمیشہ نیک اَعمال بجالاتا ہو اور یہ نیت ہو کہ کوئی مانع نہ ہوا تو پابندی کے ساتھ عمل کرتا رہوں گا۔ پھر سفر یا بیماری کی وجہ سے اگر نیک اعمال ادا کرنے سے قاصر رہے تو اُس کے لیے اُن اَعمال کی مِثل اَجر لکھا جائے گا جو وہ تندرستی واِقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا اور یہی بات حدیث میں صَراحتًا وارِد ہوئی ہے کہ جب بندہ عبادات میں سے کسی اچھے طریقے کا عادی ہو پھر اسے کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس پر مُقرَّر فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اُس کے لیے اُسی عمل کی مِثل اَجر لکھو جو یہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے تندرست فرمادے یا موت آجائے۔“[1]

ختم نہ ہونے والا اجر:

عَلّامہ اَبُوالحَسَن اِبنِ بَطّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”علامہ **مُھَلَّب** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اس حدیثِ پاک کی اصل قرآنِ کریم میں موجود ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۟ۙ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۟ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۟ؕ (پ ۳۰، التین: ۴تا ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا، پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا، مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

یعنی ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ بندے کو بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں اسی عمل کی مثل ثواب ملتا رہے گا جو وہ حالتِ صحت میں کیا کرتا تھا۔ اسی طرح بیماری اور سفر وغیرہ میں آنے والی آفات سے چھوٹنے والے اُن اَعمال پر بھی اُسے اجر ملے گا جن کا وہ عادی تھا۔“[2]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجھاد والسیر، باب یکتب للمسافر مثل۔۔۔الخ، ۱۰/ ۳۰۹، تحت الحدیث: ۲۹۹۶۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجھاد، باب یکتب للمسافر ما کان یعمل، ۵/ ۱۵۴۔

یہ حدیث عُمُوم پر نہیں:

عَلَّامَہ اَبُوالْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”یہ حدیث عُمُوم پر نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو نفلی عبادت کے عادی ہوں اور مرض یا سفر کی وجہ سے وہ نفلی عبادات نہ کر سکیں بشرطیکہ ان کی یہ نیت ہو کہ اگر وہ مُقیم یا تندرست ہوتے تو یہ اَعمال ضرور بجالاتے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں پر فضل فرماتا ہے کہ ان کے لیے اس وقت سے اَجر عطا فرماتا ہے جب سے وہ بیماری کی وجہ سے یہ اَعمال بجا لانے سے قاصر رہے۔ بہر حال وہ شخص جو نوافل اور دیگر اَعمالِ صالحہ کا عادی نہ ہو وہ اِس حدیث کے تحت داخل نہیں۔ کیونکہ اُس کے مرض نے اُسے کسی چیز سے نہیں روکا تو اُس کے لیے اُس عمل کا ثواب کیسے لکھا جائے گا جو اس نے کیا ہی نہیں۔ اور حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی حدیثِ پاک بھی اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حدیثِ مذکور نوافل کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اُن سے مروی حدیثِ پاک کے یہ الفاظ ”**اِذَا كَانَ عَلَى طَرِيقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ**“ نوافل کے بارے میں بولے جاتے ہیں فرائض کے بارے میں نہیں، کیونکہ مریض اور مسافر سے فرض نماز ساقط نہیں ہوتی بلکہ مریض بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور مسافر قَصر۔ تو اب مریض اور مسافر کے لیے نوافل کا اجر ہی لکھا جائے گا۔ (بشرطیکہ وہ حالتِ اِقامت و تندرستی میں نوافل کے عادی بھی ہوں) جیسا کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو رات میں نماز پڑھنے کا عادی ہو اور کسی رات اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے نماز کا ثواب لکھتا ہے اور نیند اُس کے لیے صدقہ ہو جاتی ہے اور اُس میں کوئی اِشکال نہیں۔“[1]

بیماری اور سفر میں فرائض معاف نہیں:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ تہجد وغیرہ نوافل نہ پڑھ سکے یا جماعت میں حاضر نہ ہوسکے تو اُس کو اُن کا ثواب مل جائے گا بشرطیکہ

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجہاد، باب یکتب للمسافر ما کان یعمل، ۵/ ۱۵۲۔

تندرستی میں اُن چیزوں کا پابند ہو، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری یا سفر میں فرائض معاف ہو جاتے ہیں، وہ تو ادا کرنے ہی پڑیں گے اور اگر رہ گئے ہوں تو اُن کی قضاء واجب ہو گی۔"[1]

مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو نیک اَعمال کا عادی ہو اور پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے اُس سے نیک اعمال چھوٹ جائیں تو اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے اُن اَعمال کا ثواب دیا جائے گا۔

(2) جماعت سے نماز پڑھنے والا اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہو سکے مگر اس کی یہ نیت ہو کہ اگر عُذرِ شرعی لاحق نہ ہوتا تو جماعت میں ضرور شامل ہوتا تو رحمتِ الٰہی سے امید ہے کہ اسے بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔

(3) مریض اور مسافر سے فرض نماز ساقط نہیں ہوتی۔ اگر فرض چھوٹ جائیں تو قضاء لازم ہے۔

(4) جو رات کو نفلی عبادت کرنے کا عادی ہو اور کبھی نیند کے غلبے کی وجہ سے عبادت نہ کر سکے تو اسے اس رات بھی عبادت کا ثواب دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں استقامت کے ساتھ نیک اَعمال پر کاربند رہنے کی توفیق فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 134

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ۔[2]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۱۳۔

[2] ... بخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، ۴/ ۱۰۵، حدیث: ۶۰۲۱۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے سرکارِ مکہ مکرمہ سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر نیکی صدقہ ہے۔''

معروف (نیکی) سے کیا مُراد ہے؟

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ اللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''معروف کا معنیٰ بہت وسیع ہے، اس میں وہ تمام کام شامل ہیں جو اچھے سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنا، اس کا قُرب حاصل کرنا، لوگوں سے اچھا سُلُوک کرنا، لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا جبکہ جانتا ہو کہ لوگ اس سے منع نہیں کریں گے، انصاف کرنا، اپنے اہل وعیال اور دیگر لوگوں سے اچھے تعلقات رکھنا اور لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا وغیرہ۔''[1]

صدقہ کیا ہے؟

عَلَّامَہ سَیِّد شریف جُرجانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''جس عَطِیَّہ کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ثواب حاصل کرنا مقصود ہو وہ صدقہ ہے۔''[2]

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ''حدیثِ مذکور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بندے کا ہر نیک عمل اور اچھی بات صدقہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مؤمن کو اس عملِ خیر پر ثواب دے گا۔''[3]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''معروف سے مراد ہر قسم کی بھلائی ہے، چاہے وہ مال سے عطیہ کرنا ہو یا حُسنِ اخلاق کا مُظاہرہ کرنا ہو یا ہر قسم کے ایسے اَقوال واَفعال جو عُرفاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کیے جائیں وہ صدقہ ہیں یعنی اُن کا ثواب صدقے کے ثواب کی طرح ہے۔''[4]

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/۱۱۷، تحت الحدیث: ۱۸۹۳۔

2 . . . التعریفات للجرجانی، ص ۹۵۔

3 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، ۹/ ۲۲۳۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/ ۳۹۶، تحت الحدیث: ۱۸۹۳۔

مال خرچ کیے بغیر صدقے کا ثواب:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''**سُبحانَ الله**! کیا ہِمَّت اَفزا حدیث ہے، یعنی صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا بلکہ ہر معمولی نیکی اگر اخلاص سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حَتّٰی کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے۔ اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں۔''[1]

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: ''**الله** عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت اور اُس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوئے مالی طور پر کمزور لوگوں کی ضرورتوں کو اپنے زائد مال سے پورا کرنا صدقہ ہے۔ اور صحیحین کی حدیث میں ہے کہ سات لوگ قیامت میں عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے جس دن عرشِ الٰہی کے سائے کے سِوا کوئی سایہ نہ ہو گا، اُن سات میں ایک صدقہ کرنے والا بھی ہے اور چُھپا کر صدقہ کرنا بہتر ہے کہ حدیثِ پاک میں ہے: ''دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے۔'' ایک اور حدیث میں ہے: ''صدقہ خطاؤں کو اس طرح مِٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے۔''[2]

صدقے سے متعلق تین اَحادیثِ مبارکہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صدقہ کا مفہوم بہت وسیع ہے اور یہ صرف مال خرچ کرنے کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ اِس کا اطلاق دیگر نیک اَعمال پر بھی کیا جاتا ہے۔ اِس ضمن میں تین اِیمان اَفروز اَحادیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے:

(1) ''دو مسلمانوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا صدقہ ہے، سواری پر بٹھانے میں دوسرے کی مدد کرنا یا اُس کے سامان کو اُس کی سواری پر رکھوانا بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۵۔

2 ... تفسیر ابن کثیر، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۵، ۶/ ۳۷۳۔

جو مسجد کی طرف چلتے ہوئے اُٹھائے صدقہ ہے، نیز راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا صدقہ ہے۔''[1]

(2)''تیرا اپنے بھائی سے مُسکرا کر ملنا صدقہ ہے، تیرا نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے۔ پیچیدہ راستوں میں کسی کو راہ دکھانا صدقہ ہے، نابینا کی مدد کرنا صدقہ ہے، راستے سے پتھر، کانٹے اور ہڈی دور کرنا صدقہ ہے۔ اپنی پانی کی بالٹی اپنے بھائی کو دے دینا صدقہ ہے۔''[2]

(3)''ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''اگر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو؟'' فرمایا: ''وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے، اپنے آپ کو نفع دے اور صدقہ کرے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اس طرح نہ کرے؟'' فرمایا: ''تو حاجت مند اور مظلوم کی مدد کرے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''اگر وہ یہ کام نہ کرے؟'' ارشاد فرمایا: ''بھلائی کا حکم دے۔'' عرض کی: ''اگر یہ بھی نہ کرے؟'' فرمایا: ''تو پھر شر پھیلانے سے رُکا رہے، اُس کے لیے وہی صدقہ ہے۔''[3]

مدنی گلدستہ

مولا ''علی'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) نیکی کرنے والوں کے لیے نیکیوں کے بے شمار مواقع ہیں حَتّٰی کہ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے عمل بھی بڑی بڑی نیکیوں کا سبب بن جاتے ہیں۔

(2) معمولی نیکی بھی اگر اخلاص کے ساتھ کی جائے تو صدقے کا ثواب ملتا ہے۔

(3) بروزِ قیامت صرف عرشِ الٰہی کا سایہ ہوگا اور صدقہ کرنے والے اس سائے کے نیچے ہوں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیک اَعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من اخذ بالرکاب ونحوه، ۲/ ۳۰۶، حدیث: ۲۹۸۹۔

2 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی صنائع المعروف، ۳/ ۳۸۴، حدیث: ۱۹۶۳۔

3 . . . بخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقة، ۴/ ۱۰۵، حدیث: ۶۰۲۲۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 135

درخت لگانا صدقہ ھے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اِلَّا کَانَ مَا اُکِلَ مِنْہُ لَہُ صَدَقَۃً، وَمَاسُرِقَ مِنْہُ لَہُ صَدَقَۃً، وَلَا یَرْزَؤُہُ اَحَدٌ اِلَّا کَانَ لَہُ صَدَقَۃً. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہُ: فَلَا یَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا، فَیَاْکُلُ مِنْہُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّۃٌ وَلَا طَیْرٌ اِلَّا کَانَ لَہُ صَدَقَۃً اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہُ: لَا یَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا، وَلَا یَزْرَعُ زَرْعًا، فَیَاْکُلُ مِنْہُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّۃٌ وَلَا شَیْءٌ اِلَّا کَانَتْ لَہُ صَدَقَۃٌ. وَرَوَیَاہُ جَمِیْعًا مِنْ رِوَایَۃِ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو بھی مسلمان کوئی درخت لگائے تو اس سے جو کھایا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور جو چوری ہو جائے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے بلکہ اگر کوئی اس میں نقصان کرے تو بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔“ مُسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ”مسلمان جو درخت لگائے پھر اس سے انسان، چوپائے اور پرندے کھائیں تو وہ قیامت تک اس کے لیے صدقہ ہے۔“ مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ”کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے اور کاشت کاری کرتا ہے تو اس سے انسان، چوپائے یا کوئی اور چیز کھائے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔“ امام بخاری و مسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا دونوں ہی نے اسے حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کیا ہے۔

اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے:

عَلّامہ بَدْرُ الدِّین عَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں درخت لگانے اور

[1] ... مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل الغرس والزرع، ص ۸۳۹، حدیث: ۱۵۵۲ ماخوذاً۔

کاشت کاری کی فضیلت کا بیان ہے۔ بعض نے اِس سے استدلال کیا ہے کہ کاشت کاری روزی کمانے کا افضل ذریعہ ہے۔ عُلَمَائے کِرام کا اِس میں اختلاف ہے کہ کَمائی کا کونسا ذریعہ افضل ہے۔ امام نَوَوِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ کاشت کاری افضل ہے۔ بعض نے کہا کہ ہاتھ کے ہنر سے روزی کَمانا افضل ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تجارت افضل ہے۔ اور اکثر احادیث ہاتھ سے کَمانے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنَا ابوبُردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا گیا کہ کونسی کَمائی زیادہ پاکیزہ ہے؟ فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر جائز بیع۔ اور اس افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ حلال ہونے کے اعتبار سے یہ زیادہ پاکیزہ ہے اور فائدہ عام ہونے کے اعتبار سے زیادہ افضل کیونکہ اس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ لیکن درست یہ ہے کہ لوگوں کی حاجات مختلف ہونے کے اعتبار سے سب کے اَحکام مختلف ہیں۔ مثلاً جب لوگوں کو غذا کی زیادہ محتاجی ہو تو اس وقت زراعت افضل ہے تاکہ لوگوں پر وُسْعَت ہو جائے۔ اور جب تجارتی راستے مُنْقَطَع ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اَشیاء کی زیادہ محتاجی ہو تو تجارت افضل، جب صَنْعَت کی زیادہ محتاجی ہو تو صَنْعَت افضل ہے۔ نیز نیکی کرنے پر آخرت میں ثواب مسلمانوں ہی کو ملے گا کفار کو نہیں کیونکہ قُربِ الٰہی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہو گا۔ کافر اگر صدقہ کرے یا راہ گیروں کے لیے مسافر خانہ بنوائے یا کوئی نیکی کا کام کرے تو آخرت میں اس کے لیے کچھ ثواب نہیں۔ جیسا کہ منقول ہے: "(کافر کوئی اچھا کام کرتا ہے) تو اس کے بدلے اسے دنیا ہی میں رزق دے دیا جاتا ہے اور اس کی دُنیوی تکالیف دُور کر دی جاتی ہیں، آخرت میں اُس کے لیے کچھ اَجر نہیں۔ نیز حدیث مذکور سب مسلمانوں کو شامل ہے چاہے وہ آزاد ہوں یا غلام، فرمانبردار ہوں یا گناہ گار، الغرض جو بھی مسلمان اِس حدیث پر عمل کرے گا فضیلت پائے گا۔"[1]

شَیْخُ الحدیث علامہ غلام رسول رَضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "افضلیت لوگوں کے حال کے اِعتبار سے ہے، جہاں لوگ خوراک کے زیادہ محتاج ہوں وہاں زَراعت اَفضل ہے تاکہ لوگ قَحط زَدہ نہ ہوں

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب المزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، ۹/ ۵، تحت الحدیث: ۲۳۲۰۔

اور جہاں کاروبار کی زیادہ ضرورت ہو وہاں تجارت افضل ہے اور جہاں دَسْتکاری کی احتیاجی زیادہ ہو وہاں صَنْعَت کاری افضل ہے، اس زمانہ میں حالات کا مُقتضٰی یہ ہے کہ سب افضل ہیں۔‘‘[1]

آخرت کا اَجر:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مرتبہ اَخروٹ کا درخت لگا رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: ’’آپ تو بزرگی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں، آپ کا وصال بہت قریب ہے، اس درخت کے پھل آپ نہیں بلکہ دوسرے کھائیں گے۔‘‘ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ’’پھل اور لوگ کھائیں گے اَجر مجھے ملے گا۔‘‘[2]

بہت جلد پھل مل گیا:

منقول ہے کہ ایک بوڑھا شخص زیتون کا درخت لگا رہا تھا۔ بادشاہ کا وہاں سے گزر ہوا تو کہا: ’’زیتون کا پھل تو دیر سے آتا ہے اور تم بُڑھاپے کی اِنتہا کو پہنچ چکے ہو؟‘‘ بوڑھے نے کہا: ’’ہم سے پہلے لوگوں نے درخت لگائے اور ہم نے ان کے پھل کھائے اور اب ہم لگا رہے ہیں تاکہ ہمارے بعد والے کھائیں۔‘‘ بادشاہ نے کہا: ’’تم نے کتنی اچھی بات کہی ہے تمہیں چار ہزار درہم انعام دیے جاتے ہیں۔‘‘ بوڑھے شخص نے کہا: ’’اے بادشاہ! میرے درخت لگانے اور اس کے دیر سے پھل آنے کی وجہ سے آپ کو تعجُّب ہوا حالانکہ مجھے اس درخت کا بدلہ (چار ہزار درہم کی صورت میں) بہت جلد مل گیا۔‘‘ بادشاہ نے پھر اسے چار ہزار درہم دے دیئے۔ بوڑھے نے کہا: ’’اے بادشاہ! ہر درخت سال میں ایک مرتبہ پھل دیتا ہے، میرے درخت نے تھوڑی ہی دیر میں دو مرتبہ پھل دے دیا۔‘‘ بادشاہ نے اسے مزید چار ہزار درہم دیئے اور یہ کہتے ہوئے چل دیا کہ اگر ہم یہاں کچھ دیر اور ٹھہر گئے تو ہمارا خزانہ خالی ہو جائے گا۔[3]

---

1 ... تفہیم البخاری، ۳/۵۵۶۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/۱۲۲، تحت الحدیث: ۱۹۰۰۔

3 ... شرح الطیبی، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/۱۲۲، تحت الحدیث: ۱۹۰۰۔

ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا:

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”حضرت سَیِّدُنا عَلّامہ اِبنِ عَرَبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ جس پر اپنے کرم کی وُسعت فرماتا ہے اسے موت کے بعد بھی اُسی طرح ثواب عطا فرماتا ہے جس طرح اس کی زندگی میں عطا فرماتا ہے۔ اور چھ چیزوں کا ثواب قیامت تک ملتا رہے گا: (1) صدقۂ جاریہ (2) ایسا علم جس سے نفع اُٹھایا جائے۔ (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (4) درخت لگانا (5) کاشتکاری (6) سرحد کی حفاظت کرنا۔“ عَلّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور کی فضیلت صرف درخت لگانے یا کاشت کاری کرنے والے کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس شخص کو بھی شامل ہے جو اُجرت دے کر درخت لگوائے یا کاشت کاری کروائے، یہاں تک کہ گندم کی جن بالیوں کو وہ جمع کرنے سے عاجز آگیا جو گندم کاٹتے وقت گر گئیں اور انہیں انسانوں یا جانوروں نے کھالیا تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہیں۔“[1]

کانٹا لگنے پر بھی ثواب:

مُفَسِّر شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”(انسان، جانور یا کوئی اور چیز کھائے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے) عرب میں دَستُور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے۔ مسافر بھی اس دَستُور سے واقف تھے، وہ بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عُرفی اِجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے۔ نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں۔ سرکار (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اِن سب کو مالک کے لیے صدقہ قرار دیا۔ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔ (اور جو پھل چوری ہو جائیں تو وہ مالک کے لیے صدقہ ہیں) صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/۳۷۵، تحت الحدیث: ۱۳۵۔

ثواب ملے گا، جیسے کانٹا لگ جانے پر ثواب ملتا ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”یا اللہ“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) دستکار کی روزی حلال ہونے کے اعتبار سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

(2) فی زمانہ کسبِ حلال کی تمام جائز انواع کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ اس دور میں لوگوں کو ہر شے کی حاجت پڑتی ہے۔

(3) آخرت کے اجر و ثواب کا دار و مدار ایمان پر ہے اور کافر ایمان سے خالی ہے۔لہٰذا آخرت میں کافر کے لیے کوئی اجر نہیں۔

(4) ایسا عمل کرنا بھی کارِ ثواب ہے جس کا فائدہ بعد میں آنے والے لوگوں کو ہو۔

(5) اگر کسی شخص کا مال چوری ہو جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔

(6) شرعی اَحکام میں عُرف کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا عُرف کے احکام سے بھی واقفیت ہونی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رزقِ حلال کمانے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کی محتاجی سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:136 مسجد کی طرف اُٹھنے والے ہر قدم پر نیکی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَۃَ اَنْ یَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَھُمْ: اِنَّہُ قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ! یَا رَسُوْلَ

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۳/۹۹۔

اللہِ! قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ. فَقَالَ: بَنِی سَلِمَةَ! دِیَارَکُمْ، تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ، دِیَارَکُمْ، تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ بِکُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً.[1] رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ اَیْضًا بِمَعْنَاهُ مِنْ رِوَایَةِ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ قبیلہ **بَنُو سَلِمَہ** نے مسجدِ نبوی کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ رسولِ اکرم شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' عرض کی: ''جی ہاں! **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم نے اس بات کا ارادہ کیا ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں رہو! تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ بنو سلمہ تم اپنے گھروں میں رہو! تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''ہر قدم پر ایک نیکی ہے۔'' امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے اور امام بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے بھی اسی مفہوم کو حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کیا ہے۔

جتنی مَشَقَّت زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''مسجد تک جانے میں قدموں کی کثرت ثواب کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔'' حضرت سَیِّدُنا ابُو **عبداللہ** بن لُبابہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ ''ایک شخص اپنی مسجد چھوڑ کر بڑی جماعت پانے کے لیے جامع مسجد جاتا ہے تو اس کا یہ عمل کیسا؟'' فرمایا: ''وہ اپنی مسجد کو نہ چھوڑے کیونکہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت صرف جمعہ کے لیے ہے۔''

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ نئی مساجد چھوڑ کر پرانی مساجد کی طرف جاتے تھے۔ سَیِّدُنا اِمام حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ کوئی اپنی قریبی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جائے۔ امام قُرطُبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا بھی یہی مَوقِف ہے۔

جس کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے مسجد جائے حَتّٰی کہ اس کے قدم اس

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص ٣٣٥، حدیث: ٦٦٥، ٦٦٤ ماخوذا۔

شخص کے قدموں کے برابر ہو جائیں جس کا گھر مسجد سے دور ہے۔ تو کیا یہ دونوں فضیلت میں برابر ہوں گے؟ امام طَبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''یہ دونوں فضیلت میں برابر ہیں۔'' اور حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''میں حضرت سَیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مسجد گیا تو انہوں نے چھوٹے چھوٹے قدم رکھے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ ہمارے قدم مسجد کی طرف زیادہ ہوں۔''

عَلَّامَہ بدرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الغنی فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں، اگرچہ یہ حدیث زیادہ قدموں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس سے فضیلت میں برابری لازم نہیں آتی کیونکہ آسانی سے اُٹھائے جانے والے قدموں کا ثواب، مَشَقَّت سے اُٹھائے جانے والے قدموں کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اپنی قریبی مسجد کو آباد رکھنا زیادہ اَولیٰ ہے اور جب قریبی مسجد کا امام بدعتی ہو، قراءت میں غلطی کرتا ہو یا قوم اسے ناپسند کرتی ہو تو قریبی مسجد کو چھوڑ کر دُور والی میں جانا چاہیے۔ حدیثِ مذکور میں یہ بھی بیان ہوا کہ جب اَعمال میں اِخلاص ہو تو اُس کے اَثرات نیکیوں کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ جو کثرتِ ثواب کا اِرادا رکھتا ہو تو اس کے لیے مسجد سے دُور سکونت اختیار کرنا بہتر ہے۔''[1]

مسجد کی طرف کثرت سے جانا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ البَارِی فرماتے ہیں: ''بنو سَلِمہ انصار کا ایک قبیلہ تھا۔ ان کے گھر مسجد سے دور تھے۔ یہ رات کے اندھیرے میں، بارش کے وقت اور سخت سردی میں بھی باجماعت نماز کی کوشش فرماتے۔ انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہو جانے کا ارادہ کیا تو سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کو ناپسند فرمایا تاکہ مدینہ کے اردگرد کی جگہ خالی نہ ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ہر قدم پر جو اجر ہے اس کی آپ نے انہیں رَغبت دلائی، یعنی قدموں کی کثرت ثواب میں زیادتی کا سبب ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ تمہارا عبادت میں کوشش کرنا کتابوں میں لکھا جائے گا اور لوگوں کے لیے باعثِ

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب احتساب الآثار، ۴/ ۲۴۳، تحت الحدیث: ۶۵۶ ماخوذا۔

ترغیب وتَحْرِیص ہو گا۔''[1]

تفہیمُ البخاری میں ہے: ''سَرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خبر ملی کہ مسجدِ نبوی کے ارد گرد جگہ خالی ہوگئی ہے اور بَنُوسَلِمہ اپنے مکان چھوڑ کر مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، **یارسولَ اللّٰہ!** (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہمارا یہی اِرادہ ہے۔ فرمایا: اے بنی سلمہ! **دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُم**، تین بار یہ فرمایا۔ یعنی اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدموں کا ثواب لکھا جائے گا۔ اس پر وہ لوگ اپنے گھر میں ٹھہر گئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دُور سے چل کر مسجد میں آکر نماز پڑھنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے اور یہ کہ مسجد کے قریب مکان بنانا اچھا ہے کیونکہ سید عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بَنُوسَلِمہ کو منع نہیں فرمایا تھا صرف زیادہ ثواب کی ترغیب دلائی تھی اور یہ پسند نہ فرمایا کہ مدینہ منورہ کا ایک حصہ خالی ہو جائے۔''[2]

گھر مسجد سے دور:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''(حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ یعنی) تمہارے نامۂ اعمال میں ثواب کے لیے۔ کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مَشَقَّت کا تذکرہ حدیث کی کُتُب میں اور عُلَماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا۔ واعظین اس پر وعظ کریں گے جو تمہارے واقعے سن کر دُور سے مسجد میں آیا کریں گے، ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دُور ہونا مُتَّقِی کے لیے باعثِ ثواب ہے کہ وہ دُور سے جماعت کے لیے آئے گا۔ مگر غافلوں کے لیے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے یعنی غافلوں کے لیے

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۲/ ۴۰۴، تحت الحدیث: ۷۰۰۔

2 ... تفہیم البخاری ۱/ ۱۰۰۵۔

دُوریٔ گھر نحُوست ہے۔"[1]

"مدینہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دُور کی مسجد میں جانے سے اگر قریبی مسجد خالی ہوتی ہو تو قریبی مسجد کو آباد کرنا ضروری ہے۔

(2) اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کو سرحد کے قریب اپنے مکانات بنانے چاہییں تاکہ کفار کی نقل وحرکت پر نظر رکھی جاسکے۔

(3) رات کے اندھیرے، سخت سردی اور شدید بارش کے وقت بھی مسجد میں آکر نماز پڑھنا نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔

(4) بزرگوں کے نیک اَعمال کتابوں میں اس نیت سے لکھنا تاکہ بعد میں آنے والے اُس پر عمل کریں کارِ ثواب ہے۔

(5) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کے لیے اپنا محلہ چھوڑنا باعث سعادت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مساجد کو عبادات کے ذریعے آباد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:137

عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَجُلٌ لَا اَعْلَمُ رَجُلًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْہُ، وَکَانَ لَا تُخْطِئُہُ صَلَاۃٌ فَقِیْلَ لَہُ، اَوْ فَقُلْتُ لَہُ: لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُہُ فِی الظَّلْمَاءِ؟ وَفِی الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۴۳۴۔

يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ. وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ.[1]

(قَالَ النَّوَوِي عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِي) اَلرَّمْضَاءُ: اَلْاَرْضُ الَّتِي اَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِيْدُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو مُنْذِر اُبَیّ بِن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک آدمی تھا، میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ کوئی مسجد سے دُور رہتا ہو۔ اس کی کوئی نماز خطا نہ ہوتی تھی۔ اسے کہا گیا یا میں نے اسے کہا کہ ”تم ایک گدھا کیوں نہیں خرید لیتے کہ اندھیرے اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو۔“ اس نے کہا: ”مجھے یہ پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو، میں چاہتا ہوں کہ مسجد کی طرف آتے ہوئے اور اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے میرے لیے ثواب لکھا جائے۔“ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سب تیرے لیے جمع فرمادیا ہے۔“ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ”تجھے تیری نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔“

(امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اَلرَّمْضَاءُ سے مراد وہ زمین ہے جہاں سخت گرمی پڑتی ہو۔

مسجد کی طرف چلنے کا ثواب:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی مسجد کی طرف چل کر نماز کے لیے جانے اور اس کے ثواب کا ذکر ہے، نیز اس حدیثِ پاک میں ایک ایسے خوش نصیب شخص کا تذکرہ ہے جس کا گھر مسجد سے بہت دور تھا مگر اس کی کوئی نماز خطا نہ ہوئی تھی، نیز جب اسے مسجد آنے جانے کے لیے سواری کا مشورہ دیا گیا تو اس نے حصولِ ثواب کی خاطر اس مشورے کو قبول نہ کیا۔ یقیناً بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھر مسجد سے دور ہوتے ہیں لیکن وہ پھر بھی پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے کی بھرپور سعی کرتے ہیں اور یقیناً بہت بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھر مساجد کے بہت قریب ہوتے ہیں لیکن پھر بھی بِلاوجہِ شرعی اُن کی جماعت بلکہ نماز تک قضا ہو جاتی ہے مَعَاذَ اللہ۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[1] ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص ٣٣٤، حدیث: ٦٦٣ بتغیر۔

مسجد کی طرف جانے سے متعلق چند ایمان افروز روایات:

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں میں نماز کا زیادہ ثواب پانے والا وہ ہے جس کا راستہ دراز ہو، پھر وہ جس کا راستہ دراز ہو اور جو نماز کا انتظار کرے حتّٰی کہ امام کے ساتھ پڑھے اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھے پھر سو جائے۔“[1]

(2) تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَشَقَّت کے وقت کامل وضو کرنا اور مسجد کی طرف کثرت سے آمد ورفت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔“[2]

(3) پیکرِ حُسن وجَمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحِبِ جُود و نَوال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو مسجد کی طرف چلا یا مسجد سے واپس لَوٹا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر آمد ورفت پر اس کے لیے جنت میں ایک مہمان خانہ بنائے گا۔“[3]

(4) رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہاری ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ گناہ مٹاتا اور درجات بلند فرماتا ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”ضرور ارشاد فرمائیے۔“ فرمایا: ”دُشواری کے وقت کامل وضو کرنا، مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نَماز کے بعد دوسری نَماز کا انتظار کرنا، پس یہ گناہوں سے حفاظت کے لیے قلعہ ہے۔“[4]

(5) شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی کامل وضو کرے پھر وہ نَماز کی طرف چلے تو اس کا دایاں قدم اٹھنے سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد، ص ٣٣٤، حدیث: ٦٦٢۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب الطہارۃ، باب فضیلۃ تحیۃ الوضوء، ١/ ٣٤٢، حدیث: ٤٦٨۔

3 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب المشی الی الصلوۃ۔۔۔الخ، ص ٣٣٦، حدیث: ٦٦٩۔

4 . . . مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل اسباغ الوضوء علی مکارہ، ص ١٥١، حدیث: ٢٥١۔

کے لیے نیکی لکھتا ہے اور بایاں قدم رکھنے سے پہلے اُس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب چاہے تم میں سے کوئی مسجد کے قریب رہے یا دُور۔ پھر اگر وہ مسجد میں حاضر ہو اور باجماعت نَماز ادا کرے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اگر وہ مسجد میں حاضر ہو اور کچھ رکعتیں نکل چکی ہوں اور بقیہ نماز مکمل کر لی تو اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر وہ مسجد میں جماعت کی نیت سے حاضر ہوا لیکن جماعت ہو چکی تھی (پھر اس نے تنہا نَماز ادا کرلی) تو اس کی بھی مغفرت کر دی جاتی ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

سَیِّدہ "فاطمہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نمازی کے لیے مسجد کی طرف پیدل جانے میں ثواب زیادہ ہے۔

(2) نیکی کرتے ہوئے جتنی زیادہ نیّتیں ہوں گی اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

(3) مسجد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے اور اس میں حاضر ہونے کے آداب ہیں ہر مسلمان کو اُن آداب کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

(4) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بہت زیادہ تکلیف کے باوجود باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔

(5) نماز کے لیے مسجد آنے پر بھی ثواب ہے اور نماز پڑھ کر واپس جانے پر بھی ثواب۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پانچوں نمازیں باجماعت پہلی صف میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے، جنت میں بلا حساب داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . ابوداود، كتاب الصلوة، باب ماجاء في الهدى في المشى الى الصلوة، ١/ ٢٣٣، حديث: ٥٦٣۔

حدیث نمبر:138

کسی کو اپنی نفع بخش چیز دینے کی فضیلت

عَنْ اَبِی مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً اَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ، مَامِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ.(1)

(قَالَ النَّوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی:) اَلْمَنِيْحَةُ، اَنْ يُّعْطِيَهُ اِيَّاهَا لِيَاْكُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ يَرُدَّهَا اِلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو محمد **عبد اللہ** بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''40 خصلتیں ہیں اور ان میں سے سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ کسی کو عاریۃً دودھ والی بکری دینا، جو کوئی ان خصلتوں میں سے کسی خصلت پر ثواب کی امید کرتے ہوئے اور جو اس پر وعدہ ہے اس کی تصدیق کرتے ہوئے عمل کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔''

(علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:) **اَلْمَنِیْحَۃُ** کسی کو جانور دینا تاکہ وہ اس کا دودھ پی کر لوٹا دے۔

جنت میں داخل کرانے والی خصلتیں:

عَلَّامہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ''بے شک مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ہمارے زمانے کے بعض عُلَمَائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام نے احادیث مبارکہ میں غور کیا تو چالیس سے زائد خصلتیں پائیں۔ ان میں سے چند خصلتیں بیان کی جاتی ہیں: (1) غلام آزاد کرنا (2) دودھ والا جانور کسی مسلمان کو عاریتاً دینا (3) بُھوکے کو کھانا کھلانا (4) پیاسے کو پانی پلانا (5) کسی مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کرنا (6) چھینکنے والے کو جواب دینا (7) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا (8) کاریگر کی مدد کرنا (9) کسی کو رسی کا ٹکڑا دینا (10) کسی کو جوتے کا تَسمہ دینا (11) وَحشت زَدہ کی وَحشت دُور کرنا۔ یعنی جو وَحشت کے مقام پر ہو اسے مقامِ اُنس تک پہنچانا یا اچھی بات کے ذریعے کسی کی وَحشت دُور کرنا (12) کسی کی مصیبت کو

1 . . . بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا التحریض، باب فضل المنیحۃ، ۲/ ۱۸۴، حدیث: ۲۶۳۱۔

دور کرنا (13) اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرنا (14) مسلمان کی پردہ پوشی کرنا (15) اپنے مسلمان بھائی کے لیے مجلس میں کشادگی کرنا (16) کسی مسلمان کے دل میں خوشی داخل کرنا (17) مظلوم کی مدد کرنا (18) تعلق توڑنے والے رشتہ دار سے تعلق جوڑنا (19) ظالم کو ظلم سے روکنا (20) کسی کو بھلائی کی راہ بتانا (21) نیکی کی دعوت دینا (22) لوگوں کے درمیان صلح کروانا (23) مسکین سے اچھے طریقے سے بات کرنا (24) پانی کی بالٹی کسی دوسرے مسلمان کو دے دینا (25) پڑوسی کو تحفہ دینا (26) کسی مسلمان کی (جائز) سفارش کرنا (27) اُس عِزّت دار پر رحم کرنا جو رُسوا ہو گیا ہو (28) اُس غنی پر رحم کرنا جو مُفْلِس ہو گیا ہو (29) اُس عالم پر رحم کرنا جو جاہلوں کے درمیان گِھر گیا ہو (30) مریض کی عیادت کرنا (31) جو کسی مسلمان کی غیبت کرے اسے روکنا (32) مسلمان سے مصافحہ کرنا (33) رضائے الٰہی کے لیے آپس میں محبت کرنا (34) رضائے الٰہی کے لیے آپس میں مل بیٹھنا (35) رضائے الٰہی کے لیے آپس میں ملاقات کرنا (36) رضائے الٰہی کے لیے لین دین کرنا (37) کسی مسلمان کو اس کی سواری پر سوار کرا دینا (38) یا اس کا سامان اُٹھا کر سواری پر رکھوا دینا (39) مسلمانوں کو نصیحت کرنا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) کسی مسلمان کو عاریتًا کوئی چیز دینا بھی کارِ ثواب ہے۔

(2) وَحشت زَدہ کی وَحشت دُور کرنا جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

(3) مسلمانوں کی آپس کی محبت، میل جول، لین دین اور دیگر معاملات اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہوں تو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا باعِث ہیں۔

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الھبۃ وفضلھا التحریض، باب فضل المنیحۃ، ۷/ ۱۵۲۔ ۱۵۴ ملتقطاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خیر و بھلائی کے کاموں کو کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:139

جَہَنَّم کی آگ سے بچو

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ لَھُمَا عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہُ رَبُّہُ لَیْسَ بَیْنَہُ وَبَیْنَہُ تَرْجُمَانٌ، فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَیَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ، وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلَا یَرٰی اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْھِہٖ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِکَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عَدی بن حاتِم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہو۔“ صحیحین کی ایک روایت میں انہیں سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ تم میں سے ہر ایک سے بغیر تَرجُمان کلام فرمائے گا۔ آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے اَعمال نظر آئیں گے۔ بائیں طرف دیکھے گا تو بھی اَعمال نظر آئیں گے۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی۔ پس جہنم سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی ہو اور جسے یہ بھی مُیَسَّر نہ ہو تو اچھی گفتگو کے ذریعے (جہنم سے بچے)۔“

اعمالِ صالحہ کے ذریعے جہنم سے چھٹکارا:

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”اَعمالِ صالحہ اور صدقات کے ذریعے اپنے آپ کو عذاب سے بچاؤ۔ صدقہ

1 . . . بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۴۷۸، حدیث: ۱۴۱۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ۔۔۔الخ، ص ۵۰۷، حدیث: ۱۰۱۶ بتغیر۔

کرو اگرچہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ بِذَاتِ خُود بغیر کسی واسطے کے لوگوں سے کلام فرمائے گا۔ بندہ دائیں جانب اپنے وہی نیک اَعمال دیکھے گا جو دنیا میں کر چکا ہے اور بائیں جانب اپنے وہ تمام بُرے اعمال دیکھے گا جو دنیا میں کر چکا ہے۔ (پس اے لوگو!) اعمالِ صالحہ کو جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بناؤ، اگر صدقہ کرنے کے لیے کوئی چیز نہ پاؤ تو اچھی بات کہہ کر کسی مسلمان کا دل خوش کرو اور آگ سے نجات پاؤ۔"[1]

مرقاۃُ المفاتیح میں ہے: "اچھی بات کے ذریعے جہنم کی آگ سے بچو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر و دعا کرو یا سائل سے اچھی بات کہو، وعدہ پورا کرو، یا اچھی اُمید کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرو۔"[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام فرمانا:

مُفَسِّرِ شہِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضرت عدی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) صحابی ہیں۔ یہ حاتم کے بیٹے ہیں۔ یہ حاتم وہ ہے جو مشہور سخی گزرا ہے۔ آپ اپنے والد حاتم ابن عبد ابن سعد کی وفات کے بعد شعبان ۷ھ میں ایمان لائے، بعد میں کوفہ میں رہے۔ حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔ جَمَل کے دن آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ۶۷ھ میں وفات پائی، مقام فرقلیہ میں قبر ہے۔ (عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ تم میں سے ہر ایک سے بِلَا تَرجُمان کلام فرمائے گا۔) یعنی تم لوگ قیامت میں براہِ راست بِلاواسطہ اپنے ربّ سے کلام کروگے۔ یہ کلام عربی زبان میں ہوگا۔ قیامت کا سارا کاروبار بلکہ آج نامۂ اعمال کی تحریر، قبر میں منکر نکیر کے سوالات سب عربی زبان میں ہیں۔ مرتے ہی انسان کی زبان عربی ہو جاتی ہے۔ ربّ تعالیٰ کے ہاں سرکاری زبان عربی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ لوگ اپنی دنیاوی بولیاں نہ بولیں گے تاکہ ربّ کا عربی کلام انہیں سمجھانے کے لیے کوئی ترجمہ کرنے والا درمیان میں ہو۔ خیال رہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود تو عربی بولتے تھے مگر ساری زبانیں سمجھتے تھے حتی کہ جانوروں کی بولیاں بھی سمجھ لیتے تھے اس لیے اونٹوں چڑیوں نے حضور صَلَّی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۸۰۔ ۳۸۱، تحت الحدیث: ۱۳۹ ملتقطاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب علامۃ النبوۃ، ۱۰/ ۱۳۴، تحت الحدیث: ۵۸۵۷۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آستانہ پر فریاد کی اور داد پائی۔ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے کیا خوب فرمایا: شعر

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہَرنی داد

اِسی دَر پر شُتَرانِ ناشاد گلۂ رَنج وعَنا کرتے ہیں

(کَلِمَۃٌ طَیِّبَۃٌ) یہاں کلمۂ طیبہ سے مراد یا تو کلمۂ شہادت ہے یا اللّٰہ کا ہر ذکر ہے یا فقیر سے اچھی بات کہہ دینا، معذرت کر دینا، آئندہ کے لیے وعدہ کرلینا کہ ابھی کچھ نہیں جب کچھ ہوگا تب اِنْ شَآءَ اللّٰہ تم کو دیں گے۔ اسی کو قرانِ مجید نے قولِ معروف فرمایا ہے۔"[1]

اچھی بات سے متعلق 4 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھو اس طرح تم شیطان پر غالب آجاؤ گے۔"[2]

(2) "جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔"[3]

(3) "اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرماتا ہے جس نے اچھی بات کہی اور بھلائی کو پالیا یا پھر بُری بات کہنے سے خاموش رہا اور سلامتی کو پالیا۔"[4] (4) "آدمی سے اکثر خطائیں اس کی زبان کی وجہ سے ہوتی ہیں۔"[5]

زبان کا قفلِ مدینہ لگائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی جو شخص اپنی زبان کو فضول اور لغو باتوں سے بچانے میں کامیاب ہو گیا یقیناً اس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی، اس نے سلامتی اور بھلائی کو پالیا۔ اپنی زبان کو فضول اور لایعنی باتوں سے روکنا شیطان کے خلاف بہت بڑا ہتھیار ہے، جو اس ہتھیار کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے وہ شیطان پر غالب آجاتا ہے۔ مگر افسوس! آج ہماری اکثریت فضول باتوں میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنے

1 ... مرآۃ المناجیح، ٨/ ١٢٠، ١٨ ملتقطاً۔

2 ... الترغیب والترھیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الترغیب فی الصمت۔۔۔الخ، ٣/ ٣٤١، حدیث: ٢٩۔

3 ... مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار۔۔۔الخ، ص ٤٤، حدیث: ٤٨۔

4 ... کشف الخفاء، ١/ ٣٧٧، حدیث: ١٣٧٢۔

5 ... شعب الایمان، باب فی حافظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنیه، ٤/ ٢٤٠، حدیث: ٤٩٣٣۔

میں مصروفِ عمل نظر آتی ہے، زبان کی سلامتی سے پورا جسم سلامت رہتا ہے، بندہ جب صبح کو اٹھتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر آج کے دن تو صحیح رہی تو ہم سب بھی صحیح رہیں گے۔ کاش! ہم سب بھی زبان کا قفلِ مدینہ لگانے والے بن جائیں یعنی اپنی زبان سے فضول اور لغو کلام کرنے کی بجائے، اچھی بات اور ذکر اللہ کرنے والے بن جائیں، یقیناً اس میں دنیا و آخرت دونوں کی بے شمار بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔

ہر ایک مسلماں لے لگا قفلِ مدینہ .... اللہ ہمیں کر دے عطا قفلِ مدینہ
اللہ زباں کا ہو عطا قفلِ مدینہ .... یاربّ نہ ضرورت کے سوا کچھ کبھی بولوں
آنکھوں کا زباں کا دے خدا قفلِ مدینہ .... بولوں نہ فضول اور رہیں نیچی نگاہیں
ہر عضو کا دے مجھ کو خدا قفلِ مدینہ .... رفتار کا گفتار کا کردار کا دے دے
ہر عضو کا عطار لگا قفلِ مدینہ .... دوزخ کی کہاں تاب ہے کمزور بدن میں

مدنی گلدستہ

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اَعمالِ صالحہ اور صدقات و خیرات کی برکت سے اِنسان جہنم کی آگ سے آزادی حاصل کر لیتا ہے۔

(2) اگر کوئی صدقہ و خیرات کے لیے کوئی چیز نہ پائے تو چاہیے کہ اچھی گفتگو کرے کہ یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

(3) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

(4) آدمی کو اپنی زبان احتیاط سے استعمال کرنی چاہیے کیونکہ اکثر خطائیں زبان کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے وہ ہمیں صدقہ و خیرات کرنے، نیک اعمال خود بھی کرنے اور دوسروں کو بھی

نیک اعمال کی ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:140

کھانے پینے کے بعد حَمدِ الٰہی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا اَوْیَشْرَبَ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اس کی حمد کرے یا پانی پی کر اس کی حمد کرے۔“

کھانا کھا کر شکر بجالانا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے پسند فرماتا ہے جو کھانا کھا کر یا پانی پی کر اس کی حمد کرے۔ ”اَکْلَۃٌ“ اگر ہمزہ پر زبر پڑھیں تو معنٰی ہوگا: کھانا مکمل کر کے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا۔ اور اگر ہمزہ پر پیش ہو ”اُکْلَۃٌ“ تو پھر معنٰی ہوگا: ہر لقمے پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا اور یہ ادائے شکر کا بہت اعلیٰ درجہ ہے۔ لیکن پہلا معنٰی زیادہ موافق ہے۔“(2)

اپنے ساتھیوں کی رعایت:

حضرت سَیِّدُنَا ابنِ مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق فرماتے ہیں: ”سنت یہ ہے کہ کھانے کے بعد جب تک اس کے ساتھ کھانے والے فارغ نہ ہو جائیں، بلند آواز سے حمد نہ کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کی حمد سن کر وہ

---

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ، باب استحباب حمد اللہ تعالی بعد الاکل والشرب، ص ۱۴۶۳، حدیث: ۲۷۳۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/ ۳۵، تحت الحدیث: ۴۲۰۰۔

کھانے سے ہاتھ روک لیں۔“[1]

پچھلے گناہ مُعاف:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کھانے کے بعد یہ کلمات کہے تو اس کے تمام پچھلے گناہ مُعاف کر دیے جاتے ہیں۔(وہ کلِمات یہ ہیں:) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کِھلایا اور میری کسی مَہارت و قُوّت کے بِغیر مجھے یہ رِزق عطا فرمایا۔“[2]

ہر لقمے پر حمدِ الٰہی:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: (اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اس کی حمد کرے یا پانی پی کر اس کی حمد کرے) اس فرمانِ عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: **ایک** یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے، ایک آدھ لقمہ، تب بھی خدا کی حمد کرے۔ **دوسرے** یہ کہ کھاتے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے۔ ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔“[3]

کھانا کھانے کی سنتیں اور آداب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کھانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت لذیذ نعمت ہے۔ اگر سنتِ احمدِ مُجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مطابق کھانا کھایا جائے تو ہمیں پیٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ ثواب بھی حاصل ہو گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ سنت کے مطابق کھانا کھانے کی عادت ڈالیں۔ دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۲۲ صفحات پر مشتمل کتاب ”سنتیں اور آداب“ صفحہ ۸۹ سے کھانا کھانے کی کچھ

---

1. ... دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۸۱، تحت الحدیث: ۱۴۰۔
2. ... ترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعاما، ۵/ ۲۸۴، حدیث: ۳۴۶۹۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۷۔

سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں: (1) ہر کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ پہنچوں تک دھو لیں۔ (2) جب بھی کھانا کھائیں تو الٹا پاؤں بچھا دیں اور سیدھا کھڑا رکھیں یا سُرین پر بیٹھ جائیں اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھیں۔ (3) کھانے سے پہلے جوتے اتار لیں۔ (4) کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ لیں۔ (5) اگر کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰه پڑھنا بھول جائیں تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیں۔ (6) کھانے سے پہلے یہ دعا پڑھ لی جائے تو اگر کھانے میں زہر بھی ہو گا تو اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اثر نہیں کرے گا: "بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ" یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اے ہمیشہ سے زندہ و قائم رہنے والے۔ (7) سیدھے ہاتھ سے کھائیں۔ (8) اپنے سامنے سے کھائیں۔ (9) کھانے میں کسی قسم کا عیب نہ لگائیں مثلاً یہ نہ کہیں کہ مزیدار نہیں، کچا رہ گیا ہے، پھیکا رہ گیا کیونکہ کھانے میں عیب نکالنا مکروہ و خلافِ سنت ہے بلکہ جی چاہے تو کھائیں ورنہ ہاتھ روک لیں۔

کھانے کی "40" نیتیں:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: "مسلمان کی نیّت اس کے عَمَل سے بہتر ہے۔"[1] شیخ طریقت امیرِ اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی بیان کردہ کھانے کی چالیس 40 نیتیں پیش خدمت ہیں: (١،٢) کھانے سے قبل اور بعد کا وُضو کروں گا (یعنی ہاتھ، مُنہ کا اگلا حصّہ دھوؤں گا اور کُلّیاں کروں گا) (٣) عبادت (٤) تلاوت (٥) والدین کی خدمت (٦) تحصیلِ علمِ دِین (٧) سنّتوں کی تربیّت کی خاطر مَدَنی قافلے میں سفر (٨) عَلاقائی دَورہ برائے نیکی کی دعوت میں شرکت (٩) اُمورِ آخرت اور (١٠) حسبِ ضَرورت کسبِ حلال کے لیے بھاگ دوڑ پر قوّت حاصِل کروں گا (یہ نیّتیں اُسی صورت میں مُفید ہوں گی جبکہ بھوک سے کم کھائے، خوب ڈٹ کر کھانے سے اُلٹا عبادت میں سُستی پیدا ہوتی، گناہوں کی طرف رُجحان بڑھتا اور پیٹ کی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔) (١١) زمین پر (١٢) دستر

1 . . . معجم کبیر، یحیی بن قیس، ٦/ ١٨٥، حدیث: ٥٩٤٢۔

خوان بچھانے کی سنّت ادا کرکے (۱۳) سنّت کے مطابِق بیٹھ کر (۱۴) کھانے سے قبل **بسم اللّٰہ** اور (۱۵) دیگر دُعائیں پڑھ کر (۱۶) تین انگلیوں سے (۱۷) چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر (۱۸) اچھی طرح چبا کر کھاؤں گا (۱۹) ہر دو ایک لقمہ پر یاوَاجِدُ پڑھوں گا (۲۰) جو دانہ وغیرہ گر گیا اٹھا کر کھالوں گا (۲۱) روٹی کا ہر نوالہ سالن کے برتن کے اوپر کرکے توڑوں گا تاکہ روٹی کے ذرّات برتن ہی میں گریں (۲۲) ہڈّی اور گرم مصالحہ اچھی طرح صاف کرنے اور چاٹنے کے بعد پھینکوں گا (۲۳) بھوک سے کم کھاؤں گا (۲۴) آخِر میں سنّت کی ادائیگی کی نیّت سے برتن اور (۲۵) تین بار انگلیاں چاٹوں گا (۲۶) کھانے کے برتن دھو کر پی کر ایک غلام آزاد کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا۔ (۲۷) جب تک دستر خوان نہ اُٹھالیا جائے اُس وقت تک بِلاضَرورت نہیں اُٹھوں گا (۲۸) کھانے کے بعد مسنون دعائیں پڑھوں گا (۲۹) خِلال کروں گا۔

مِل کر کھانے کی مزید نیّتیں:

(۳۰) دستر خوان پر اگر کوئی عالم یا بزرگ موجود ہوئے تو اُن سے پہلے کھانا شروع نہیں کروں گا (۳۱) مسلمانوں کے قُرب کی بَرَکتیں حاصِل کروں گا (۳۲) اُن کو بوٹی، کدّو شریف، کُھرچن اور پانی وغیرہ پیش کرکے اُن کا دل خوش کروں گا (۳۳) اُن کے سامنے مسکرا کر صدقہ کا ثواب کماؤں گا (۳۴) کھانے کی نیّتیں اور (۳۵) سنّتیں بتاؤں گا (۳۶) موقع ملا تو کھانے سے قبل اور (۳۷) بعد کی دعائیں پڑھاؤں گا (۳۸) غذا کا عُمدہ حصّہ مَثَلاً بوٹی وغیرہ حرص سے بچتے ہوئے دوسروں کی خاطر اِیثار کروں گا (۳۹) اُن کو خِلال کا تحفہ پیش کروں گا (۴۰) کھانے کے ہر ایک دو لقمہ پر ہو سکا تو اس نیّت کے ساتھ بلند آواز سے **یَاوَاجِدُ** کہوں گا کہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنت کے مطابق کھانا کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تیری سنتوں پہ چل کر میری روح جب نکل کر
چلے تم گلے لگانا مدنی مدینے والے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

”شکر کرو“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) ہر لقمے اور ہر گھونٹ پر حمد الٰہی بجالانا شکر کا بہترین طریقہ ہے۔

(2) کھانے کے بعد شکرِ الٰہی بجالانا رزق میں اضافے کا سبب ہے۔

(3) کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی سنتوں اور آداب پر عمل کرنے میں بہت فوائد ہیں۔ سنت پر عمل کی برکت سے پیٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ ثواب کا خزانہ بھی ہاتھ آئے گا۔

(4) کھانا کھاتے وقت محفل کے آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں، ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب تک دوسرے ساتھی کھانا نہ کھالیں بلند آواز سے حمد نہیں کرنی چاہیے۔

(5) بزرگوں کی صُحبت اختیار کرنی چاہیے کہ ان کی صحبت میں بہت ساری دُنیوی واُخروی بھلائیاں ملتی ہیں، بہت سی سنتیں اور آداب سیکھنے کو ملتے ہیں۔

(6) کھانے سے قبل اچھی اچھی نیتیں کرلیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب کا خزانہ ہاتھ آئے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں زوالِ نعمت سے بچائے اور ہر نعمت پر اپنی حمد وثنا بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، سنت کے مطابق کھانا کھانے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 141

بُرائی سے رُکنا بھی صدقہ ہے

عَنْ اَبِی مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ. قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ: یَعْمَلُ بِیَدَیْہِ فَیَنْفَعُ نَفْسَہُ وَیَتَصَدَّقُ. قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفَ. قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ: یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَیْرِ. قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ؟

قَالَ: يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔“ عرض کی: ”آپ کیا فرماتے ہیں، اگر اسے (صدقہ کے لیے کوئی شے) مُیَسَّر نہ آئے؟“ فرمایا: ”اپنے ہاتھ سے کام کرے پھر خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔“ عرض کی: ”اگر اس کی طاقت نہ ہو تو؟“ فرمایا: ”ضرورت مند، مصیبت زدہ کی مدد کرے۔“ عرض کی: ”آپ کی کیا رائے ہے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟“ فرمایا: ”نیکی یا بھلائی کا حکم دے۔“ عرض کیا: ”اگر وہ یہ بھی نہ کرسکے تو؟“ فرمایا: ”بُرائی سے بچے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔“

کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہیے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں تنگدست مسلمان کے لیے اس بات پر تنبیہ ہے کہ کسی پر بوجھ نہ بنے، بلکہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کرکے اپنے آپ پر خرچ کرے اور اسے صدقہ سمجھے۔ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن خَطَّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے قاریوں کی جماعت! اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر چلو، اپنے سروں کو بلند رکھو اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔“[2]

نیکی پر قُدرت نہ ہو تو۔۔۔!

حدیثِ مذکور میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ ”مؤمن جب کسی نیکی پر قدرت نہ پائے تو کوئی ایسی نیکی کرلے جس پر اُسے قدرت ہو کیونکہ نیکیوں اور بھلائیوں کے دَروازے بہت زیادہ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے راستے بھی بے شمار ہیں۔“[3]

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”تنگدست و محتاج کو چاہیے کہ محنت مزدوری کرے، اس سے جو اُجرت

---

1 ۔ ۔ ۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع۔۔۔الخ، ص ۵۰۴، حدیث: ۱۰۰۸ ماخوذا۔

2 ۔ ۔ ۔ عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب کل معروف صدقۃ، ۱۵/ ۱۸۵، تحت الحدیث: ۶۰۲۲۔

3 ۔ ۔ ۔ عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب کل معروف صدقۃ، ۱۵/ ۱۸۵، تحت الحدیث: ۶۰۲۲۔

حاصل ہو اپنی ضروریات کھانے، پینے، اُوڑھنے، پہننے وغیرہ میں استعمال کرے تاکہ کسی سے مانگنے کی حاجت نہ رہے اور اپنے اوپر خرچ کرکے صدقے کا ثواب پائے۔"(1)

بُرائی سے رُک جانا صدقہ ہے:

عَلَّامَه اَبُو زَكَرِيَّا يَحْيٰى بِنْ شَرَف نَوَوِى عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِى فرماتے ہیں: "بُرائی سے رُک جانا صدقہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر بُرائی سے بچے تو اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا مال صدقہ کرنے والے کے لیے ہوتا ہے۔"(2)

حلال وجائز کاموں میں مصروفیت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: "(اگر صدقے کے لیے کوئی چیز میسر نہ آئے تو؟) صحابۂ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے، اس لیے اُنہیں یہ اِشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مَفلوکُ الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں؟ (فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے پھر خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے) سرکار (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزارہا گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جیسے بِھیک، چوری وغیرہ۔ نیز نِکمّا آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے۔ نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں نہ پھنسادے۔ (بُرائی سے بچے یہ بھی صدقہ ہے) بُرائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے کہ نماز کے اوقات مسجد میں باقی گھر یا جنگل میں گزارے۔ دوسرے یہ کہ بُری مجلسوں میں جائے مگر بُرائی کرنے کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کو بُرائی سے روکنے کے لیے کہ یہ بڑا جہاد ہے۔ اس جملے سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے، ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب۔ نہ کرنے سے

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱/ ۳۸۲، تحت الحدیث: ۱۴۱۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ۴/ ۹۴، الجزء السابع۔

مراد بچنا ہے یعنی سَلبِ عُدُولی نہ کہ سَلبِ مَحض۔ لہٰذا حدیث پر یہ اِعتراض نہیں کہ ہم ہر وقت خصوصاً سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے رہتے ہیں، تو چاہیے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴾ (پ ٣٠، النزعٰت: ٤٠) (ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔) یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔"(1)

مصیبت زدہ کی مدد کرنا:

عَلّامہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے میں رنجیدہ و پریشان ہو، یا کمزور و مظلوم مدد مانگ رہا ہو تو چاہیے کہ اپنے عمل، مال یا منصب کے ذریعے اس کی مدد کرے یا اسے مددگار تک پہنچا دے یا نصیحت کر دے یا دعا کے ذریعے مدد کرے اور اگر یہ نہ کر سکے تو بھلائی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کرے یا کسی کو علمی فائدہ پہنچا دے اور علمی نصیحت کر دے۔"(2)

صَدَقہ کی بَرَکت سے جان بچ گئی:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا صالح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا ایک جھگڑالو شخص لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے تنگ آ کر حضرت سیِّدُنا صالح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اس کی شکایت کی اور چھٹکارے کی درخواست کی۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "جاؤ! اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس کے شَر سے خَلاصی مل جائے گی۔" چنانچہ لوگ واپس چلے گئے۔ وہ جھگڑالو شخص جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کیا کرتا تھا۔ حسبِ معمول وہ جنگل گیا، اس کے پاس دو روٹیاں تھیں ایک خود کھالی اور دوسری صدقہ کر دی۔ پھر لکڑیاں کاٹ کر واپس گھر چلا آیا۔ لوگوں نے جب اسے صحیح و سلامت دیکھا تو حضرتِ سیِّدُنا صالح عَلَیْہِ

(1) ... مرآۃ المناجیح، ٣/٩٦۔

(2) ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، ٤/٣٩٧، تحت الحدیث: ١٨٩٥۔

السَّلَام کی خدمت میں عرض کی کہ ابھی تک ہمیں اس سے چھٹکارا نہیں ملا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے بلا کر فرمایا: ''اے نوجوان! آج تو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟'' عرض کی: ''میں نے ایک روٹی صدقہ کی ہے اس کے علاوہ تو کوئی اور نیک کام مجھے یاد نہیں۔'' آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''اپنا لکڑیوں کا گٹھا کھولو۔'' جب گٹھا کھولا تو اس میں کھجور کے تنے جتنا موٹا اور بہت ہی زہریلا سیاہ اژدہا تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس شخص سے فرمایا: ''صدقہ کی ہوئی روٹی نے تجھے اس خطرناک زہریلے اژدھے سے بچالیا۔''[1]

مدنی گلدستہ

''نیک عمل'' کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) مُخَیَّر حضرات کو چاہیے کہ وہ مجبور و بے روزگار مسلمانوں کی دستگیری کریں تاکہ ان کے مسائل حل ہوں اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو۔

(2) انسان پر اتنا مال کمانا ضروری ہے جس سے وہ اور اس کے اہل و عیال محتاجی سے بچے رہیں اور انہیں دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

(3) بعض نیکیاں آسانی سے ہو جاتی ہیں اور بعض میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ پس جب انسان مشکل اَعمال کرنے سے عاجز آ جائے تو نیکیوں سے بالکل دُور ہونے کے بجائے آسان نیکیوں کی طرف منتقل ہو جائے۔

(4) اسلام دینِ کامل ہے جو ہمیں خودداری اور خود کَفالت کا درس دیتا ہے۔

(5) کسی کی مدد کرنے کے لیے صرف مال ہی ضروری نہیں بلکہ اور بھی کئی طریقوں سے مدد کی جا سکتی ہے۔ جیسے کسی کو اچھا مشورہ دینا، اچھی نصیحت کرنا، جائز سفارش کرنا، کسی کا کوئی کام کر دینا وغیرہ۔

(6) بقدرِ ضرورت حلال مال مل جانا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ بسا اوقات آدمی تنگ

[1] ... عیون الحکایات، الحکایۃ الثالثۃ والخمسون بعد الثلاثمائۃ، ص ٣١٢۔

دستی ومحتاجی کی وجہ سے مختلف گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غیروں کی محتاجی سے بچائے، تنگ دَستی و مُفلِسی سے ہماری حفاظت فرمائے، بقدرِ ضرورت حلال رزق اتنا عطا فرمائے کہ ہم اپنے نادار مسلمان بھائیوں کی بھی مدد کرسکیں۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ثواب بڑھانے کے نسخے:

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! ریاضُ الصالحین کے مذکورہ بالا باب میں بھلائی کے طریقوں کو بیان فرمایا گیا، نیز مختلف اَعمال اور اُن پر ملنے والے مخصوص ثواب کو بھی بیان فرمایا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** اور بانی دعوتِ اسلامی، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اس عظیم مدنی مقصد کے تحت کہ **مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔** اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سنتوں کی تربیت کی مدنی راہ پر تیزی سے گامزن ہیں۔ آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی یہ کوشش ہے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے، حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِس دُکھیاری اُمَّت کو نیکی کی دعوت پیش کرکے نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نَفرت دلائی جائے، یہی وجہ ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنے آڈیو، ویڈیو بیانات، مدنی مذاکروں، کُتُب ورسائل وتحریری بیانات کے ذریعے اُمَّتِ مُسلِمہ کی ثواب بڑھانے کے مختلف طریقوں اور نسخوں کی طرف رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ **"ثواب بڑھانے کے نسخے"** یہ رسالہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس رسالے میں آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے مختلف کاموں میں کی جانے والی اچھی اچھی نیتوں کو تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ یقیناً مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اچھی نیت بندے کو جنت میں داخل کرے گی۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر اسے نہ کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ بغیر اچھی نیت کے کسی بھی نیک کام کا ثواب نہیں ملتا۔ جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔ شیخِ طریقت، امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اپنے اس رسالے میں تقریباً 72 نیک

کاموں کی مختلف نیتیں بیان فرمائی ہیں، اُن کاموں کی تفصیل یہ ہے:

(1) صبح سویرے کی نیتیں (2) جوتے پہننے کی نیتیں (3) جوتے اتارنے کی نیتیں (4) بیت الخلاء جانے کی نیتیں (5) وضو کی نیتیں (6) مسجد میں جانے کی نیتیں (7) دعا مانگنے کی نیتیں (8) مُؤَذِّن کے لیے نیتیں (9) امام کے لیے نیتیں (10) خطبے کی نیتیں (11) پانی پینے کی نیتیں (12) کھانے کی نیتیں (13) مل کر کھانے کی مزید نیتیں (14) خلال کی نیتیں (15) مہمان نوازی کی نیتیں (16) دعوتِ طعام پر جانے کی نیتیں (17) چائے / دودھ پینے کی نیتیں (18) لباس پہننے / اتارنے کی نیتیں (19) تیل ڈالنے / کنگھی کرنے کی نیتیں (20) عمامہ شریف باندھنے کی نیتیں (21) خوشبو لگانے کی نیتیں (22) گھر سے نکلتے وقت کی نیتیں (23) راہ چلنے / سیڑھی چڑھنے اترنے کی نیتیں (24) بیٹھنے کی نیتیں (25) ماں باپ کی خدمت اور اپنے بچوں کو پیار کرنے کی نیتیں (26) اولاد ملنے کی نیتیں (27) بچے کا نام رکھنے کی نیتیں (28) عقیقے کی نیتیں (29) صلہ رحمی کی نیتیں (30) تجارت کی نیتیں (31) ملازمت کی نیتیں (32) قرض لینے کی نیتیں (33) قرض دینے کی نیتیں (34) فون کرنے یا وصول کرنے کی نیتیں (35) اپنے پاس فون رکھنے کی نیتیں (36) بجلی استعمال کرنے کی نیتیں (37) پنکھا یا A.C یا واشنگ مشین چلانے کی نیتیں (38) کمپیوٹر کے متعلق نیتیں (39) مدنی چینل دیکھنے کی نیتیں (40) دینی کتاب پڑھنے کی نیتیں (41) دینی مدرسے میں پڑھنے کی نیتیں (42) علمِ دین / قرآنِ مُبین پڑھنے کی نیتیں (43) تلاوت کرنے کی نیتیں (44) تلاوت سننے کی نیتیں (45) درود شریف پڑھنے کی نیتیں (46) نعت شریف پڑھنے کی نیتیں (47) عالِم دین کی خدمت میں حاضری کی نیتیں (48) مزارات پر حاضری کی نیتیں (49) نیکی کی دعوت اور انفرادی کوشش کی نیتیں (50) بُرائی سے منع کرنے کی نیتیں (51) بیان کرنے کی نیتیں (52) بیان سننے کی کی نیتیں (53) ملاقات کی نیتیں (54) مدنی انعامات کا رسالہ پر کرنے کی نیتیں (55) قفلِ مدینہ لگانے کی نیتیں (56) مدنی قافلے میں سفر کی نیتیں (57) لنگرِ رسائل کی نیتیں (58) مدنی مشورہ کرنے اور دینے کی نیتیں (59) مدنی کاموں کی کارکردگی جمع کروانے میں نیتیں (60) دعوتِ اسلامی کے اِجتماعی اِعتکاف کی نیتیں (61) ناخن کاٹنے کی نیتیں (62) زلفیں کاٹنے کی نیتیں (63) سر اور داڑھی کے بالوں میں مہندی لگانے کی نیتیں (64) اسلامی

بہنوں کے لیے مہندی لگانے کی نیتیں(65) پردے کی نیتیں (اِسلامی بہنوں کے لیے)(66)سُرمہ لگانے کی نیتیں (67) سونے کی نیتیں(68)علاج کروانے کی نیتیں(69)مریض کی عیادت کی نیتیں(70)تعزیت کی نیتیں (71) جنازے میں شرکت کی نیتیں(72)قبرستان جانے کی نیتیں۔

مذکورہ بالا نیک کاموں میں اچھی اچھی نیتوں کی تفصیلی معلومات کے لیے **"ثواب بڑھانے کے نسخے"** رسالے کا خود بھی مطالعہ فرمایئے اور دوست اَحباب کو بھی اِس کی ترغیب دلایئے۔

اچھی اچھی نیتوں کا، ہو خدا جذبہ عطا
بندۂ مخلص بنا، کر عفو میری ہر خطا

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعاہے کہ وہ ہمیں ہر نیک اور جائز کام سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیکیاں کرنے، دوسروں کو نیکیوں کی ترغیب دلانے، گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عمل کا ہو جذبہ عطا یاالٰہی .... گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی
میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت .... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
میں پڑھتا رہوں سنّتیں وقت ہی پر .... ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی
دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت .... رہوں باوضو میں سدا یاالٰہی
ہمیشہ نگاہوں کو اپنی جھکا کر .... کروں خاشعانہ دعا یاالٰہی
نہ نیکی کی دعوت میں سستی ہو مجھ سے .... بنا شائقِ قافلہ یاالٰہی
میں نیچی نگاہیں رکھوں کاش اکثر .... عطا کر دے شرم وحیا یاالٰہی
ہو اَخلاق اچھا ہو کردار ستھرا .... مجھے متقی تو بنا یاالٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر: 14

عِبادَت میں مِیانَہ رَوِی کا بیان

تمام خوبیاں اُس خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اِنسان بنایااور سب سے بہترین اُمَّت میں پیدا فرمایا۔بے شمار درود وسلام ہوں نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جنہوں نے عبادات پر ہماری رہنمائی فرمائی، عبادات میں زیادتی کے مختلف طریقے بتائے، ساتھ ہی عبادات میں میانہ روی کا بھی درس عظیم دیا۔ اسلام میں دنیا سے اس طرح قطع تعلّق کرلینا یا رَہبانِیَّت اِختیار کرلینا ممنوع ہے جس سے دیگر فرائض وواجبات و حقوقُ العباد کی ادائیگی میں دشواری ہو۔ عبادات میں میانہ روی میں فائدے ہی فائدے اور ڈھیروں بھلائیاں پوشیدہ ہیں، میانہ روی سے کی جانے والی عبادات میں دل جمعی اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔ اپنے اور متعلقین کے حقوق کی ادائیگی میں سہولت رہتی ہے اور بندہ آسانی سے کامیابی کی منزلوں تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ کیونکہ عبادات میں میانہ روی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کا طریقہ اور اُن کی سنت ہے، اس کی پیروی میں عافیت وآسانی ہے۔ اور میانہ روی کے بارے میں ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خوب ترغیب دلائی ہے۔ ریاضُ الصالحین کا یہ باب **"عبادت میں میانہ روی"** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ مُقَدَّسہ اور 11 احادیثِ مبارکہ بیان کی ہیں۔ اس باب میں ان آیات و احادیثِ مبارکہ کی تفسیر وتوضیح نیز میانہ روی کی اہمیت و فضیلت اور اس سے متعلق روایات وحکایات بیان کی جائیں گی۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

(1) نزولِ قرآن باعث مشقت نہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

طٰهٰ ۚ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۙ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اُتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۔۲)

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جب مشرکین نے رحمتِ

عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عبادت میں بہت زیادہ کوشش کرتے دیکھا تو کہا: اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تم پر قرآن اس لیے اُتارا گیا ہے کہ تم مَشَقَّت میں پڑو۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔"[1]

تفسیرِ کبیر میں امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: "رسولِ کریم، رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری ساری رات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتے یہاں تک کہ آپ کے قَدَمَین شریفَین میں وَرَم آجاتا۔ اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رات میں عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے سینہ مبارکہ پر رسّی باندھ لیتے اور سوتے نہ تھے۔ **بعض** نے کہا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ہی پاؤں مبارکہ پر کھڑے ہوکر عبادت کرتے تھے۔ **بعض** نے کہا کہ ساری ساری رات جاگتے تھے۔ تو جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام حکمِ اِلٰہی لے کر حاضر ہوئے کہ اپنی جان پر رحم فرمائیے! آپ پر آپ کی جان کا بھی حق ہے یعنی ہم نے آپ پر یہ قرآن اِس لیے نہیں اتارا کہ بہت زیادہ عبادت کے ذریعے اپنی جان کو تکلیف اور مَشَقَّت میں ڈالیں بلکہ ہم نے آپ کو نرمی اور آسانی کے لیے بھیجا ہے۔"[2]

صَدرُ الاَفاضِل مولانا مُفتی نعیمُ الدِّین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی "تفسیرِ خزائنُ العرفان" میں فرماتے ہیں: "سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عبادت میں بہت جُہد (یعنی کوشش) فرماتے تھے اور تمام شب قیام میں گزارتے یہاں تک کہ قدم مبارک وَرَم کر آتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی اور جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضر ہوکر بحکمِ الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفسِ پاک کو کچھ راحت دیجیے اس کا بھی حق ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کے کُفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ **مُتَاَسِّف و مُتَحَسِّر** (افسردہ) رہتے تھے اور خاطرِ مبارک پر اس سبب سے رَنج و ملال رہا کرتا تھا، اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ رنج و ملال کی کوفت نہ اٹھائیں، قرآنِ پاک آپ کی مشقت کے لیے نازِل نہیں کیا گیا ہے۔"[3]

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ١٦، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ١، ٣/ ٢٤٨۔

2 . . . تفسیر کبیر، پ ١٦، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ٢، ٨/ ٦۔

3 . . . خزائن العرفان، پ ١٦، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ٢۔

(2) ربّ تعالیٰ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

تفسیرِ خازن میں ہے: ”اس کا معنٰی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عبادت (یعنی روزے) میں تم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ آسانی مسافر و مریض کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دین کے معاملے میں تم سے تنگی و پریشانی کو دُور کردیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ جب کسی شخص کو دو چیزوں کا اختیار دیا جائے اور وہ ان میں سے آسان چیز کو اِختیار کرے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یُسر کے معنٰی ہیں سہولت یا آسانی، اسی لیے مالداری کو یَسار کہتے ہیں کہ اس میں آسانی ہوتی ہے، بائیں ہاتھ کو یُسریٰ کہا جاتا ہے کہ داہنا ہاتھ مدد کرکے کام کو آسان کرتا ہے۔ جنت کا نام بھی یُسر ہے کہ وہاں ہر طرح کی آسانی ہے یعنی ربّ تم پر آسانی چاہتا ہے اس لیے اس نے بچوں، دیوانوں پر روزہ معاف کردیا اور بیمار و مسافر کو مُہلَت دے دی اور اسی لیے روزوں کے واسطے ماہِ رمضان مُقرّر کیا تاکہ تمہیں حساب اور قضا میں آسانی ہو۔ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، عُسر، یُسر کا مقابل ہے بمعنٰی دشواری اور سختی۔ یعنی تم پر سختی نہیں چاہتا، ورنہ روزے کسی اور مہینے میں فرض فرماتا۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 142

سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا اِمْرَاَةٌ قَالَ: مَنْ

[1] ... تفسیر خازن، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۱ / ۱۲۲۔
[2] ... تفسیر نعیمی، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۲ / ۲۰۶۔

هٰذِهٖ؟ قَالَتْ: هٰذِهٖ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا، قَالَ: مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ، فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ.[1]

(قَالَ النَّوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی:) وَ"مَهْ" كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ، وَمَعْنَى: لَا يَمَلُّ اللهُ، اَیْ لَا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَجَزَاءَ اَعْمَالِكُمْ، وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتّٰى تَمَلُّوْا فَتَتْرُكُوْا، فَيَنْبَغِيْ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مَا تُطِيْقُوْنَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُوْمَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَفَضْلُهُ عَلَيْكُمْ.

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے پاس تشریف لائے، (اُس وقت) وہاں ایک عورت بھی موجود تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' اُمّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ''یہ فلاں عورت ہے۔'' اور پھر اُس کی نماز کا ذکر کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''رُک جاؤ! تم پر لازم ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق عبادت کرو۔ بخدا! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہیں اُکتاتا، تم اُکتا جاؤ گے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو وہ عمل سب سے زیادہ پسند ہے جسے کرنے والا ہمیشہ کرے۔''

عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی الفاظِ حدیث کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مَہْ'' یہ نہی اور زجر کے لیے آتا ہے۔ ''لَا یَمَلُّ اللہ: یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہیں اُکتاتا۔'' اس کا مطلب ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم سے تمہارے اَعمال کا ثواب ختم نہیں کرتا اور نہ ہی تمہارے اَعمال کی جزا منقطع کرتا ہے اور وہ تم سے اُکتاہٹ والا معاملہ نہیں فرمائے گا، تم اُکتا کر عمل چھوڑ دو گے۔ لہٰذا تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ عمل کرو جسے ہمیشہ کر سکو تاکہ اُس کا ثواب اور فضیلت تمہارے لیے ہمیشہ رہے۔''

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُمَّت پر شفقت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق فرماتے ہیں: ''جب سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بتایا گیا کہ یہ عورت ساری ساری رات عبادت کرتی ہے

---

[1] . . . بخاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہ، ۱/ ۲۸، حدیث: ۴۳۔

سوتی نہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا یہاں تک چہرۂ انور پر اس کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ان خاتون کا نام حضرت سَیِّدَتُنَا حولاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا تھا۔ یہ بہت عبادت گزار اور مُہاجرہ صحابیہ تھیں۔"[1]

اُکتاہٹ کا اِطلاق ذات باری تعالیٰ پر جائز نہیں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "مَلال (اُکتاہٹ) کا اطلاق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر جائز نہیں اور نہ ہی یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات میں داخل ہے کیونکہ مَلال کا معنیٰ ہے: کسی چیز کی چاہت اور حرص کے باوجود اس کے مشکل ہونے کی وجہ سے اسے نہ چاہتے ہوئے چھوڑ دینا اور یہ مخلوق کی صفت ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نہیں۔ حدیثِ مذکور میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر مَلال کا اطلاق مجازًا ہے۔"[2]

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "اس سے مراد یہ ہے کہ تم لوگ نیک اَعمال کر کے اُکتا جاؤ گے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اجر عطا فرماتے ہوئے نہیں اُکتائے گا۔" حضرت سَیِّدُنَا ابن فُورک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ اُکتانا تمہاری صفت ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نہیں، کیونکہ اُکتاہٹ، طبیعت کی تبدیلی کا نام ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک ہے۔" حضرت سَیِّدُنَا علامہ خَطَّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: "اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُس وقت تک ثواب دینا ترک نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنا نہ چھوڑ دو۔"[3]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مَسائل:

شارِحِینِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس حدیث سے کئی اہم مسائل بھی اَخذ فرمائے ہیں، چند مسائل یہ ہیں: (1) بغیر طلب قسم کھانا بلا کراہت جائز ہے جبکہ معاملے کو پُختہ کرنے، کسی کو نیکی پر اُبھارنے یا ممنوعہ

---

1. . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہ، ١/ ٣٧٧، تحت الحدیث: ٤٣ ملتقطاً۔
2. . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہ، ١/ ٣٧٨، تحت الحدیث: ٤٣۔
3. . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہ، ١/ ١٠٠۔

چیزوں سے نفرت دلانے کے لیے ہو۔ (2) قلیل دائمی عمل کثیر عارضی عمل سے بہتر ہے۔ (3) حدیثِ مذکور میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اپنی اُمَّت پر شفقت و نرمی کا بیان ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت کی اس چیز کی طرف رہنمائی فرماتے تھے جو ان کے لیے زیادہ بہتر ہوتی تھی۔[1]

نیک اَعمال میں مِیانہ روی کی ترغیب:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں عبادت میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور تنگی میں پڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ حدیث نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام نیک اَعمال کو شامل ہے۔ مُحَقِّقِین عُلَمَائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: معنٰی یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے اُکتانے والے شخص جیسا معاملہ نہیں کرتا کہ تم سے عمل کا ثواب و جزا ختم کر دے، یہاں تک کہ تم عمل کرنا چھوڑ دو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل اور اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔“[2]

حضرت سَیِّدُنا جابِر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو مکہ مکرمہ میں ایک چٹان پر نماز پڑھ رہا تھا۔ واپسی پر بھی اسے اسی حالت میں پایا تو ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! تم پر میانہ روی لازم ہے، اے لوگو! تم پر میانہ رَوِی لازم ہے، اے لوگو! تم پر میانہ روی لازم ہے۔ بے شک! اللہ عَزَّوَجَلَّ (اجر عطا فرمانے سے) نہیں اُکتاتا بلکہ تم (عبادت سے) اُکتا جاتے ہو۔“[3]

ربّ تعالٰی مَلال سے پاک ہے:

فَقِیہِ اَعْظَم حضرت عَلَّامَہ مُفْتی شَرِیفُ الحق اَمجدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ یہ بات پسندیدہ نہیں کہ نوافل بکثرت پڑھنا شروع کر دیا جائے پھر چھوڑ دیا جائے۔ بہت زیادہ پسندیدہ وہ کام

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ ادومہ، ۱/۳۸۰، تحت الحدیث: ۴۳۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب فضیلۃ العمل الدائم۔۔۔ الخ، ۳/۷۱، الجزء السادس۔

3 . . . ابن ماجۃ، کتاب الزھد، باب المداومۃ علی العمل، ۴/۴۸۷، حدیث: ۴۲۴۱۔

ہے جو آدمی پابندی کے ساتھ بلاناغہ ہمیشہ کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ یہ مت وَہم کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے میں کوئی کمی ہے یا وہ اعمال کا ثواب دیتے دیتے تھک سکتا ہے، یا گھبرا سکتا ہے وہ ملال سے **مُنَزَّہ** (یعنی پاک) ہے۔ تم جتنا زیادہ عمل کروگے اللہ (عَزَّوَجَلَّ) اس کا تم کو ثواب دے گا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نوافل و مُستحبّات پر بھی پابندی اور مُداوَمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے، اس لیے مِیلاد مع قیام، فاتحہ، عُرس وغیرہ اُمورِ خیر اگر کوئی بِلا ناغہ پابندی سے کرتا ہے تو یہ پابندی اسے ناجائز وحرام نہیں کردے گی بلکہ یہ مزید پسندیدگی کی باعث ہوگی۔"[1]

آسانی اور استقامت کی ترغیب:

شارِحِ بُخاری عَلاَّمہ سیِّد محمود احمد رَضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مطلبِ حدیث یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنی ہی نیکیاں کرے، رَبُّ العِزَّت جَلَّ مَجْدُہٗ کو اس کی ان نیکیوں کے ثواب عطا فرمانے میں کوئی دِقّت نہ ہوگی مگر اپنی طاقت سے زیادہ عمل کرنے والا بالآخر خود ہی گھبرا جائے گا اور اس کو جاری نہ رکھ سکے گا۔ مفہومِ حدیث یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ عبادت میں مِیانہ روی اختیار کرے اور اتنا ہی عمل کرے جس کو آسانی کے ساتھ ہمیشہ کرسکے کیونکہ تھوڑا عمل جو ہمیشہ کیا جائے وہ اس عمل سے بہتر ہے جو انسان ہمیشہ نہ کرسکے کیونکہ زیادہ کے لالچ میں تھوڑے کو بھی چھوڑنے پر مجبور ہوجائے گا۔ اسی کو امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مثال دے کر یوں سمجھایا ہے کہ جب پتھر پر پانی قطرہ قطرہ ٹپکتا ہے تو سوراخ کردیتا ہے برخلاف یکدم اگر پانی گرجائے تو اثر تک بھی نہیں ہوتا۔"[2]

اپنے اوپر مَشَقَّت ڈالنے سے بچو:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ یہ تمام کلام نفلی عبادات کے لیے ہے کہ بَقَدرِ طاقت شروع کرو جو نِبھا سکو، فرائض تو پورے

---

1. ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۵۵۔
2. ... فیوض الباری، ۱/ ۲۴۲۔

ہی پڑھنے ہوں گے۔ لہٰذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر دو وقت کی نماز ہی پڑھ سکو تو اتنی ہی پڑھ لیا کرو۔ لہٰذا حدیث صاف ہے۔ واجِبات و سُنَن، فرائِض کے تابع ہیں اُن کی پابندی لازم ہے۔ یعنی اگر تم خود ملال و مَشَقَّت والے کاموں کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ روزانہ سو رکعت پڑھنے یا ہمیشہ روزہ رکھنے کی نَذر مان لو تو تم پر یہ چیزیں واجب ہو جائیں گی پھر تم مَشَقَّت میں پڑ جاؤ گے، مگر یہ مَشَقَّت ربّ نے نہ ڈالی تم نے خود اپنے پر ڈالی۔ یہ معنٰی نہیں کہ اللہ مَلال میں نہیں پڑتا حتی کہ تم مَلال میں پڑو، ربّ تعالٰی مَلال کرنے سے پاک ہے۔ یہ حدیث دِین و دُنیا کے مَشاغِل کو شامل ہے، درمیانی محنت کرنے والے ہمیشہ کامیاب ہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"غوث پاک" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) دائمی قلیل عمل عارضی کثیر عمل سے افضل ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر طرح کے عجز و قباحت سے پاک ہے۔

(3) بندہ چاہے کتنا ہی عمل کرلے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی جزا دینے پر قادر ہے، کیونکہ ربّ تعالٰی کے خزانے لامحدود ہیں۔

(4) عبادت کے ساتھ اپنے اہل وعیال کے حقوق کی پاسداری بھی ضروری ہے کہ یہ بھی عبادت ہے۔

(5) جن عبادتوں میں غُلُو کرنے سے منع کیا گیا ہے ان سے مراد نوافِل و مُستَحَبّات ہیں جبکہ فرائِض و واجِبات تو مَشَقَّت کی حالت میں بھی ادا کرنے ضروری ہیں۔

(6) بلاوجہ اپنے اوپر کسی سخت عمل کو لازم نہیں کرنا چاہیے کہ بسا اوقات اس کی وجہ سے دیگر معاملات میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں دین و دنیا کی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٢/ ٢٦٣ ملخصًا۔

بے شمار بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:143

اَعمالِ نَبوی کی جُستُجو

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَاءَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا وَقَالُوْا: اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالَ اَحَدُھُمْ: اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا، وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّھْرَ وَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا؟ اَمَا وَاللّٰہِ! اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہُ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لیے ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے گھر کی طرف آئے۔ جب انہیں اس بارے میں بتایا گیا تو گویا کہ انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کو تھوڑا سمجھا۔ کہنے لگے: ”ہم کہاں اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مرتبہ کہاں؟ آپ کے سبب تو آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے۔“ پھر اُن میں سے ایک نے کہا: ”میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔“ دوسرے نے کہا: ”میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی نہیں چھوڑوں گا۔“ تیسرے نے کہا: ”میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی شادی نہیں کروں گا۔“ حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ”کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ سن لو! خدا کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ لیکن پھر بھی میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا

[1] ... بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۳/۴۲۱، حدیث: ۵۰۶۳۔

بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔‘‘

وہ تین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کون تھے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ’’ان تین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (1) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم (2) حضرت سَیِّدُنا عُثمان بِن مَظْعُون رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ اور (3) حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن رَوَاحہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت سَیِّدُنا مِقداد بن اَسْوَد رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ۔‘‘[1]

سب سے زیادہ خوفِ خدا:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ’’حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک! میں تم سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والا اور تم سب سے زیادہ مُتَّقِی ہوں۔ یعنی جو عبادت میں بہت زیادہ شدت کرتے ہیں میں ان سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والا اور سب سے زیادہ مُتَّقِی ہوں کیونکہ بسا اوقات شدت کے ساتھ عبادت کرنے کی وجہ سے انسان اُکتاہٹ وتھکاوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے برخلاف اس کے جو میانہ روی سے عبادت کرے کیونکہ اس طرح وہ ہمیشہ عبادت کر سکتا ہے اور بہترین عمل بھی وہی ہے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے۔‘‘[2]

جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں:

حدیثِ مذکور میں ہے کہ جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے میرے طریقے کو چھوڑ کر میرے غیر کے طریقے کو اختیار کیا تو وہ مجھ سے نہیں۔ اس ارشاد میں آپ نے رَہبانِیَّت کے رد کی طرف اشارہ فرمایا ہے، کیونکہ عیسائی راہبوں نے اپنی طرف سے دِین میں شِدَّت ایجاد کی، جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں ان کی مَذَمَّت بیان کی کہ جس چیز کو انہوں نے اپنے اوپر لازم کیا تھا

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/ ۳۷۲، تحت الحدیث: ۱۴۵۔

2 . . . فتح الباری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۱۰/ ۹۱، تحت الحدیث: ۵۰۶۳ ملخصا۔

اُسے پورا نہ کر سکے اور حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا طریقہ مُعتدِل ہونے کے ساتھ نرمی و آسانی والا بھی ہے۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (نفلی) روزے مسلسل نہ رکھتے، بلکہ کبھی رکھتے کبھی چھوڑ دیتے تاکہ آئندہ روزے رکھنے پر طاقت حاصل ہو۔ رات کو کچھ دیر آرام بھی فرماتے تاکہ رات کے قیام پر قُوَّت حاصل ہو اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کئی حِکمتوں کے پیشِ نظر نکاح بھی فرمایا۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی تاویل سے میرے طریقے کو چھوڑا تو وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے اور اگر اس بنا پر چھوڑا کہ وہ اپنے عمل کو زیادہ راجح سمجھتا ہے تو وہ میری مِلَّت پر نہیں ہے کیونکہ اُس کا یہ اِعتقاد کفر ہے۔''[1]

حدیثِ پاک سے ثابت ہونے والے اَحکام:

(1) حدیثِ مذکور میں نکاح کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان ہے۔ (2) اپنے اکابرین کے احوال کی خبر رکھنی چاہیے تاکہ اُن کی اِتباع کی جاسکے۔ اگر خود اُن سے معلوم نہ ہو سکے تو اُن کے متعلقین سے پوچھ لینا چاہیے۔ (3) اگر ریاکاری کا اندیشہ نہ ہو تو اپنے اچھے اعمال بیان کرنا جائز ہے۔ (4) لوگوں کو مسائل کی تعلیم دینے، مُکَلَّفِین کے اَحکام بیان کرنے اور لوگوں کے شُبہات زائل کرنے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے۔ (5) مُباح کام حُسنِ نیت سے مُستحب ہو جاتا ہے اور کبھی حُسنِ نیت کے بغیر مکروہ ہو جاتا ہے۔ (6) امام طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اُن زاہدین کا رَد ہے جو اچھے کھانوں اور اچھے لباس سے منع کرتے ہوئے موٹے کپڑے پہنتے اور سخت غذا کھاتے ہیں۔ (7) حضرت سَیِّدُنا قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: اس میں سلف و صالحین کے احوال مختلف ہیں، اِن میں سے بعض کا وہی نظریہ ہے جس کی طرف امام طبری (رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے اشارہ کیا ہے اور بعض نے اس کے برخلاف کہا ہے، ان کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے: ﴿اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا﴾ (پ ۲۶، الاحقاف: ۲۰) (ترجمۂ کنز الایمان: تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے۔) لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں

1 . . . فتح الباری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۱۰/ ۹۱، تحت الحدیث: ۵۰۶۳ ملخصاً۔

نازل ہوئی ہے اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دونوں اُمور (نرمی اور سختی) پر عمل کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ دُنیاوی لَذّتوں پر ہمیشگی اختیار کرنا عیش و عِشرت اور تکبُّر کی طرف لے جاتا ہے اور ایسا شخص شُبہات میں پڑنے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ جو عیش و عِشرت کا عادی ہو اگر اسے کبھی مطلوبہ اشیاء مُیَسَّر نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اُن کے بغیر نہ رہ سکے اور کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور اسی طرح کبھی دنیاوی مُباح لَذّتوں سے روکنا غُلُو کی طرف لے جاتا ہے اور اس کی مُمانَعت ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (پ٨، الاعراف: ٣٢) (ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ (اے نبی!) کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔) اسی طرح عبادت میں شِدَّت اختیار کرنا ایسے ملال کی طرف لے جاتا ہے جو اصل عبادت اور فرائض میں مِیانہ روی کو ختم کرنے کا سبب ہے۔ اور نفلی عبادت کو چھوڑنے سے عبادت میں نِشاط ختم ہو جاتا ہے۔ الغرض بہترین اُمور وہ ہیں جن میں میانہ روی اختیار کی جائے۔''[1]

خوفِ الٰہی کثیر عبادت سے افضل:

عَلَّامہ شِہاب الدین احمد قسطلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام مخلوق سے زیادہ عبادت کرنے کی طاقت دی گئی تھی لیکن آپ کا مقصد شریعت سازی اور اُمَّت کو ایسے طریقے کی تعلیم دینا تھا جس سے عبادت کرنے والا ملال اور اکتاہٹ کا شکار نہ ہو۔ حضرت سَیِّدُنا علامہ ابنِ مُنیر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان یہ سمجھے کہ خوف ہی عبادت پر اُبھارتا ہے اور عبادت عذابِ آخرت کے خوف پر مُنْحَصِر ہے اور انہیں معلوم تھا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَغْفِرت یافتہ ہیں، تو انہوں نے آپ کی عبادت کی کم مِقدار کو اس پر محمول کیا کہ آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں۔ پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے اِس خیال کا رَد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جلال کا خوف، اُس کثیر عبادت سے افضل و عظیم ہے جو منقطع ہونے والی ہے کیونکہ

---

[1] ... فتح الباری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ١٠/ ٩١، تحت الحدیث: ٥٠٦٣ ملخصا۔

دائمی عمل اگرچہ تھوڑا ہو اُس کثیر عمل سے بہتر ہے جو منقطع ہو جائے۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مقام یہ ہے کہ آپ عباداتِ الٰہی بطورِ شکر کرتے ہیں، عاقبت کے خوف سے نہیں کیونکہ آپ گناہوں سے محفوظ ہیں۔"[1]

نیک لوگوں کی پیروی:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں عبادت میں اَئِمَّۂ کرام کی اِقتداء کرنے، اُن کے احوال اور اُن کے شب و روز گزارنے کے طریقے میں غور و فکر کرنے کا ذکر ہے کہ جن اَئِمَّۂ کرام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دِین اور عبادات کے معاملے میں مُقتدا بنایا ہے ان کے طریقے سے تجاوُز نہیں کرنا چاہیے۔ جو اُن کے طریقے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے تو وہ حد سے بڑھنے والا ہے اور عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے تاکہ عمل سے عاجز نہ آئے اور عبادت بھی منقطع نہ ہو۔ حضور اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عافیت نشان ہے کہ بہترین عمل وہ ہے جسے کرنے والا ہمیشہ کرے اگرچہ تھوڑا ہو۔"[2]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا بارگاہِ الٰہی میں قُربِ خاص:

عارِف بِاللّٰہ حضرت علامہ عَبْدُ الْغَنِی نابُلُسِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَزْوَاجِ مُطَهَّرَات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس زائد عبادت کی کیفیت کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر پر دن یارات میں بجالاتے تھے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اس کا علم نہ تھا کیونکہ غالب طور پر انسان کے پوشیدہ معاملات پر اس کی زوجہ سے زیادہ کوئی اور مُطَّلع نہیں ہوتا۔ اسی لیے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اَزْوَاجِ مُطَهَّرَات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جب

---

1 ۔۔۔ ارشاد الساری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ١١ / ٣٨٤، تحت الحدیث: ٥٠٦٣ ملخصاً۔

2 ۔۔۔ شرح بخاری لابن بطال، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ٧ / ١٦٠۔

انہیں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو گویا وہ اُسے کم سمجھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اعتقاد تھا کہ سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت کثرت سے عبادت کرتے ہیں اور صحابۂ کرام اپنی رائے میں عبادت میں کثرت اور اپنی جانوں پر سختی کرنے ہی کو کامل عبادت گُمان کیا کرتے تھے۔ لیکن جب انہیں حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کے بارے میں کمی کا گُمان ہوا تو اس کی وجہ خود ہی بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم اپنے آپ کو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی معصوم ہستی پر قیاس نہیں کرسکتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے ربّ کے ساتھ قُربتِ خاص کا جو معاملہ ہے ہم اس سے خالی ہیں۔اس لیے بارگاہِ الٰہی میں ہماری اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کا مُعاملہ جُدا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ عظمت تو یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں، پچھلوں کے گناہ بخش دیے ہیں۔"[1]

عِلم ومعرِفت والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے پاس تشریف لائے اور استفسار فرمایا: "کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟" پھر ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر بیانِ حق میں جلدی کرتے ہوئے فوراً قسم کے ساتھ ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہوں۔ کیونکہ خوف عِلم کے تابع ہے (یعنی جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ)۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (پ۲۲، فاطر: ۲۸) (ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کا عِلم و مَعرِفت رکھنے والے ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں اور رحمتِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری مخلوق سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعرِفت رکھتے ہیں لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری مخلوق سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ تقوے والا ہوں۔ یعنی گویا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ

---

1 ... الحدیقۃ الندیۃ، ۱/ ۱۹۴۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے فرمایا: ''جب میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں اور سب سے بڑا مُتَّقِی ہوں تو پھر تم یہ کیسے سمجھ سکتے ہو کہ میں اطاعت وعبادت میں کم ہوں؟''[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے نفلی روزے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں (نفلی) روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔'' یعنی جب میرے لیے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ بغیر کسی تکلف کے روزہ رکھ لوں تو رکھ لیتا ہوں۔ جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اہل میں سے کسی کے پاس تشریف لے جاتے اور استفسار فرماتے: ''کیا آج تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟'' اگر وہ کہتے: ''نہیں۔'' تو ارشاد فرماتے: ''میں روزہ سے ہوں۔'' نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم دیا کہ آپ یوں فرمائیں: ﴿وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ۝۸۶﴾ (پ٢٣، ص:٨٦) (ترجمۂ کنز الایمان: اور میں بناوٹ والوں میں نہیں) اور سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں روزے چھوڑتا بھی ہوں۔'' آپ کے روزہ چھوڑنے کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔[2] (یعنی نفلی روزہ رکھنے میں تکلُّف ظاہر ہوتا تو روزہ نہ رکھتے۔)

مُرید کے لیے اِحتیاط:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیث پاک کے الفاظ: ''گویا صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کو کم جانا'' کی شرح میں فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کا گمان تھا کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت زیادہ وظائف و عِبادَت کرتے ہوں گے۔ لیکن جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عبادت کے بارے میں سنا تو وہ اُن کے اندازے سے کم تھی تو انہوں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُس کی نسبت کمی کی طرف نہ کی بلکہ اسے حضور کا کمال سمجھا اور حضور کے مقابلے میں اپنے آپ کو ملامت کی۔ اس حدیث میں مُرید کے لیے سبق ہے

---

1 ... الحديقة الندية، ١/١٩٥۔

2 ... الحديقة الندية، ١/١٩٥۔

کہ وہ اپنے شیخ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اگر اُن کی عبادت میں کمی پائے تو اپنی طرف سے کوئی عُذر بیان کرے اور اگر اپنے نفس کو شیخ پر اِنکار کرتا ہوا پائے تو اسے سمجھائے کیونکہ جو اپنے شیخ پر اعتراض کرے وہ کبھی فلاح نہیں پاتا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کم عبادت کرنا اُمَّت پر رحم اور شفقت کرنے کے سبب تھا تاکہ وہ مَشَقَّت میں نہ پڑیں کیونکہ انسان کے اپنی جان پر حقوق ہیں اور اہل وعیال کے حقوق ہیں۔ اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو کھانے کا محتاج بنایا ہے تاکہ عبادت پر قُوَّت حاصل ہو اور مَردوں کے لیے عورتوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ نَسلِ اِنسانی باقی رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں اضافہ ہو اور اپنے دِین کو محفوظ کرے، ان (بیویوں) پر خرچ کرے تاکہ اس پر اسے اجر دیا جائے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"فَیْضَانِ عَطَّار" کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) میانہ روی اِستقامت کی کنجی ہے۔

(2) قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کے ساتھ بزرگانِ دِین کے اَحوال سے بھی واقف ہونا چاہیے کیونکہ اُن کی سیرت کی روشنی میں قرآن وحدیث پر عمل کرنا کامیابی کی علامت ہے۔

(3) کثرت سے نعمتوں کا اِستعمال بھی غفلت کا سبب ہے اِس لیے اعتدال سے کام لینا چاہیے۔

(4) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی عاقبت کے خوف سے نہیں اَحکامِ اِلٰہی کی بجا آوری اور شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ گناہوں سے پاک ہیں اور ان کی عاقبت اچھی ہی اچھی ہے بلکہ انہی کے صدقے دوسروں کا انجام اچھا ہو گا۔

(5) اگر بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے اعمال میں بظاہر کمی محسوس ہو تو اس کمی کی نِسبت ان کی طرف نہ

[1] ... شرح الطیبی، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ١/ ٣٣١، تحت الحدیث: ١٤٥۔

کی جائے بلکہ اچھا گمان رکھا جائے۔

(6) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اُس کے شکر میں کی جانے والی عبادت، عاقبت کے خوف سے کی جانے والی عبادت سے افضل ہے۔

(7) قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ اُس کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے جنت تک پہنچ جائیں۔

(8) اپنی غذا اور آرام کا بھی خیال رکھنا چاہیے تاکہ عبادتِ الٰہی پر قُوّت حاصل ہو۔

(9) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ حَتَّی الْاِمْکَان لوگوں کے شُبہات دُور کیے جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر معاملے میں اِعتدال اور میانہ روی سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی سعادت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 144

غُلُوّ کی مذمّت

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ھَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَھَا ثَلَاثًا.[1]

(قَالَ النَّوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی:) اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ: اَلْمُتَعَمِّقُوْنَ الْمُشَدِّدُوْنَ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِ التَّشْدِیْدِ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ”غُلُوّ وتَکَلُّف کرنے والے ہلاک ہوگئے۔“

(امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں:) اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاملے کی گہرائی میں پڑتے ہیں اور جہاں شِدّت کی حاجت نہ ہو وہاں شِدّت کرتے ہیں۔

---

1 . . . مسلم، کتاب العلم، باب ھلک المتنطعون، ص ۱۴۳۴، حدیث: ۲۶۷۰۔

حدیثِ پاک کی باب سے مُناسبَت:

اس حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ ہر چیز کی گہرائی میں جانے اور اور کسی معاملے میں حد سے زیادہ بحث کرنا منع ہے یعنی میانہ روی کا درس دیا گیا ہے، یہ باب بھی چونکہ عبادات میں میانہ روی کا ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

تین بار ارشاد فرمانے کی وجہ:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”غُلُوّ و تَکَلُّف کرنے والے ہلاک ہو گئے ہیں۔“ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غُلُوّ و تَکَلُّف سے روکنے کے لیے یہ جملہ تین بار تاکیداً ارشاد فرمایا اور آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جب کوئی بات کہتے تو اسے تین بار ارشاد فرماتے تاکہ سامنے والا سمجھ جائے۔“ **مُتَنَطِّعُوْن، مُتَنَطِّعٌ** کی جمع ہے۔ حضرت سَیِّدُنَا عَلَّامہ خَطّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”ہر چیز کی گہرائی میں جانے والے اور کسی بارے میں حد سے زیادہ بحث کرنے والے کو **مُتَنَطِّع** کہتے ہیں۔ اہلِ کلام کے نزدیک **مُتَنَطِّع** سے مراد وہ لوگ ہیں جو بے فائدہ کام میں دخل اندازی کریں اور ایسی چیز میں غور وخوض کریں جس تک اُن کی عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔“[1]

گُفتگو میں تَکَلُّف کرنے کی مُمانَعت:

اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات میں ہے: ”یہاں گفتگو میں تَکَلُّف کرنا اور عَمداً فصیح بننا مُراد ہے یعنی عبارت والفاظ میں بَناوَٹ، تَصَنُّع اور ریا سے کام لینا اور بناوٹی گفتگو سے لوگوں کو جال میں پھانسنا اور گفتگو میں اس بات کا خیال نہ رکھنا کہ معنٰی حق ہے یا نہیں، بات درست ہے یا نہیں۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الاقتصاد فی العبادۃ، ۱/۳۸۸، تحت الحدیث: ۱۴۴۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، ۴/۶۰۔

اِمام ''حسن'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) کسی آسان معاملے کی انتہائی گہرائی تک پہنچنا، خواہ مخواہ بحث و تکرار کرنا اور بلاوجہ سختی کرنا شریعت کو پسند نہیں ہے۔

(2) بے مقصد گفتگو دنیا اور آخرت میں نقصان کا باعث ہے۔

(3) گفتگو کرتے ہوئے سامعین (سننے والوں) کا لحاظ رکھنا چاہیے اور معتدل انداز اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گفتگو میں غُلُوّ و تکلُّف کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:145

دین آسان ہے

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ.[1]

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَهُ: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَیْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ، اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُوْا.[2]

(قَالَ النَّوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی:) قَوْلُهُ: اَلدِّيْنُ هُوَ مَرْفُوْعٌ عَلٰى مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ. وَرُوِیَ مَنْصُوْبًا، وَرُوِیَ: لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ. وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِلَّا غَلَبَهُ: اَیْ غَلَبَهُ الدِّيْنُ وَعَجَزَ ذٰلِكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّيْنِ لِكَثْرَةِ طُرُقِهِ. وَالْغَدْوَةُ: سَيْرُ اَوَّلِ النَّهَارِ. وَالرَّوْحَةُ: آخِرُ النَّهَارِ. وَالدُّلْجَةُ: آخِرُ اللَّيْلِ. وَهٰذَا اِسْتِعَارَةٌ وَتَمْثِيْلٌ. وَمَعْنَاهُ: اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِالْاَعْمَالِ فِیْ وَقْتِ نَشَاطِكُمْ، وَفَرَاغِ

---

1 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ١/٢٦، حدیث: ٣٩۔

2 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، ٤/٢٣٧، حدیث: ٦٤٦٣۔

قُلُوبِكُمْ بِحَيْثُ تَسْتَلِذُّوْنَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسْأَمُوْنَ، وَتَبْلُغُوْنَ مَقْصُوْدَكُمْ، كَمَا اَنَّ الْمُسَافِرَ الْحَاذِقَ يَسِيْرُ فِي هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ وَيَسْتَرِيْحُ هُوَ وَدَابَّتُهُ فِيْ غَيْرِهَا، فَيَصِلُ الْمَقْصُوْدَ بِغَيْرِ تَعَبٍ، وَاللهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دین آسان ہے اور جو دین میں سختی اختیار کرتا ہے دین اُس پر غالب آجاتا ہے۔ پس سیدھی راہ چلو، میانہ روی اختیار کرو، خوش رہو، صبح وشام اور رات کے کچھ حصے میں (عبادت کے ذریعے) مدد چاہو۔'' بخاری شریف ہی کی ایک اور روایت میں ہے: ''سیدھی راہ چلو، میانہ روی اختیار کرو صبح وشام اور رات کے کچھ حصے میں (عبادت کے ذریعے) مدد طلب کرو، میانہ روی اختیار کرو تم اپنے مقصد کو پالو گے۔''

(امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:) اَلدِّیْنُ نائبُ الفاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور منصوب بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ بھی آیا ہے اورآپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ''اِلَّا غَلَبَهٗ'' سے مراد یہ ہے کہ دین اس پر غالب ہو جاتا ہے اور یہ شدت اختیار کرنے والا اس کے مقابلے سے عاجز آجاتا ہے، کیونکہ دین کے راستے بہت زیادہ ہیں۔ اَلْغَدْوَةُ صبح کی سیر، اَلرَّوْحَةُ دن کے آخری حصے اور اَلدُّلْجَةُ رات کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔ یہ اِستعارہ اور تمثیل ہے، مطلب یہ ہے کہ جب تم نِشاط محسوس کرو اور تمہارے دل فارغ ہوں تو ایسے اَوقات میں نیک اَعمال کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت پر مدد طلب کرو تاکہ تمہیں عبادت کی لَذَّت حاصل ہو اور اُکتاہٹ کے بغیر تم اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ۔ جیسا کہ تجربہ کار مسافر انہی اوقات میں سفر کرتا ہے اور دیگر اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور اپنی سواری کو بھی آرام پہنچاتا ہے اور یوں وہ بغیر تھکاوٹ کے مَنْزِلِ مَقصُود تک پہنچ جاتا ہے۔ وَاللهُ اَعْلَمُ[1]

اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ کے لیے آسانیاں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''دین آسان ہے۔ یعنی دینِ اسلام پچھلے تمام

[1] ... ریاض الصالحین، باب فی الاقتصاد فی الطاعۃ، ص ۵۱، تحت الحدیث: ۱۴۵۔

اَدیان سے آسان ہے۔ اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس اُمَّت سے ان تمام تنگیوں کو دور کر دیا جو پہلی اُمَّتوں پر تھیں۔ جیسا کہ وہ مٹی سے (تیمم کے ذریعے) طہارت حاصل نہیں کر سکتے تھے، کپڑے پر جس جگہ نجاست لگ جاتی اسے کاٹنا پڑتا تھا، توبہ کے قبول ہونے کے لیے اپنے آپ کو قتل کرنا پڑتا تھا اور اس جیسی دیگر سختیاں بھی تھیں۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے لطف و کرم سے اس اُمَّت پر رحم فرماتے ہوئے اُن تمام سختیوں کو دُور فرما دیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (پ ١٧، الحج: ٧٨) (ترجمۂ کنز الایمان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی)۔"[1]

مِیانہ روی مَنزِلِ مقصود تک پہنچاتی ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "عَلَّامَہ کِرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی الفاظِ حدیث کے مَطالِب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سیدھی راہ چلو۔ یعنی قول و فعل میں سیدھی راہ پر رہو، میانہ روی اختیار کرو۔ یعنی تم نفلی عبادات میں (اپنی جانوں پر) اتنی سختی نہ کرو کہ اکتاہٹ کا شکار ہو کر نیک اعمال سے دور ہو جاؤ اور حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ خبر دار! حد سے نہ بڑھو، درمیانی راہ اختیار کرو، تم منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔ اپنے تمام اوقات عمل میں نہ گزارو بلکہ نِشاط کے اوقات کو غنیمت جانو اور وہ دن کا پہلا اور آخری حصہ اور رات کا کچھ حصہ ہے اور اپنی جانوں پر رحم کرو اور اِن اوقات کے علاوہ آرام کرو تاکہ ہمیشگی سے عبادت کر سکو۔"[2]

دین میں مِلنے والی نرمی اختیار کرو:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "جو دین میں سختی اختیار کرتا ہے دین اس پر غالب آجاتا ہے۔ یعنی جو شخص اعمالِ دینیہ میں نرمی کو چھوڑ کر ان کی گہرائی میں جانے کی کوشش کرتا ہے وہ عاجز آکر عمل چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنَا اِبنِ مُنِیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "یہ فرمانِ عالی نبوت

---

[1] ۔۔۔ عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ١/ ٣٤٨، تحت الباب۔

[2] ۔۔۔ عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ۔۔۔ الخ، ١٥/ ٥٤١، تحت الحدیث: ٦٤٦٣ ملتقطاً۔

کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ کیونکہ ہمارا اور ہم سے پہلے لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ جو بھی دین میں سختی کرتے ہیں اُن کے اَعمال اُن سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حدیثِ مذکور میں عبادات کو کامل طریقوں سے اَدا کرنے کی مُمانَعَت نہیں کیونکہ یہ تو قابلِ تعریف ہے۔ منع تو ایسے عمل سے کیا گیا ہے جو اُکتاہٹ یا فرائض وواجبات کے ترک کی طرف لے جائے یا اس کی وجہ سے فرض نماز کا وقت نکل جائے۔ جیسے کوئی شخص پوری رات نوافل پڑھتا رہے اور رات کے آخری حصے میں نیند کا غلبہ ہو جائے اور فجر کی جماعت نکل جائے یا وقت ہی نکل جائے۔ اور خوش رہو یعنی اس عمل پر ثواب کی خوشخبری ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ خوشخبری سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کامل طور پر نیک عمل کرنے سے عاجز ہو اور وہ عجز اس کی اپنی طرف سے نہ ہو تو اس سے ثواب میں کمی نہیں آتی۔"[1]

مِیانہ رَوی مَقصود تک پہنچاتی ہے:

میانہ روی اختیار کرو تم اپنے مقصد کو پالو گے۔ یعنی تم اپنے مقصود تک یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا والے اَعمال تک میانہ روی ہی کے ذریعے پہنچو گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے چاہتا ہے کہ وہ تمہارے اَعمال قبول فرمائے، تم سے راضی ہو جائے اور تمہیں جَنَّۃُ الْفِردَوس میں داخل فرمادے۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ میانہ روی اختیار کرو۔"[2]

دِینِ اِسلام میں سختی نہیں:

مُفَسِّر شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اسلام آسان دین ہے۔ اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ اُن کے ہاں ترکِ دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیاداری بھی عبادت ہے کہ سنتِ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے۔ ربّ فرماتا ہے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۸۵) (ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے۔) جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لیے ضروری بنالے وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جاوے گا اور پھر گناہگار ہو گا۔ مثلاً کوئی عُمر بھر روزے رکھنے کی

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الایمان، باب الدین یسر۔۔۔الخ، ۲/۸۸، تحت الحدیث: ۳۹۔

2 . . . الحدیقة الندیة، ۱/۲۰۳۔

نذر مان لے تو نہ کر سکے گا پھر اپنی نذر کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔(خوش رہو) یعنی نیک اعمال کیے جاؤ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) سے قُرب اختیار کرو اور لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوشخبریاں دے کر اُدھر مائل کرو یا خود خوش و خرم رہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا، ہمیں اپنے فضل سے بخش دے گا یعنی دوسروں کو خوشخبریاں دو یا خود خوشخبریاں لو۔‘‘[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

”اسلام“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دینِ اسلام سب مذاہب سے آسان ہے۔ اس میں اِفراط و تفریط بالکل نہیں۔

(2) اِسلام ہمیں قول و فعل میں سیدھی اور سُتھری راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(3) جو کسی غیر لازم کام کو ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے، اسے پریشانیوں اور اُکتاہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اکثر اوقات وہ اُس عمل سے دُور ہو جاتا ہے۔

(4) لوگوں کو جنت و رحمت الٰہی کی خوشخبری سنا کر اَعمالِ صالحہ کی طرف راغب کرنا چاہیے۔

(5) میانہ روی اختیار کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دین کے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۴۔

حدیث نمبر:146

نماز میں خُشُوع وخُضُوع

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ فَقَالَ: مَا ھٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا: ھٰذَا حَبْلٌ لِزَیْنَبَ، فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِہٖ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: حُلُّوْہُ، لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَہُ، فَاِذَا فَتَرَ فَلْیَرْقُدْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں داخل ہوئے تو دو۲ ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھ کر استفسار فرمایا: ”یہ رسی کیسی ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”یہ حضرت سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی رسی ہے جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ سہارا لیتی ہیں۔“ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”اِسے کھول دو! جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو خُشُوع خُضُوع کے ساتھ پڑھے اور جب تھک جائے تو آرام کرے۔“

عبادت میں شِدَّت کب مکروہ ہے؟

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”عبادت میں شِدَّت اِختیار کرنا تھکاوٹ اور اُکتاہٹ کے خوف کی وجہ سے مکروہ ہے۔ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بہترین عمل وہ ہے جسے ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔“ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اِرشاد فرماتا ہے: ﴿لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۸۶) (ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُس کی طاقت بھر) ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (پ ۱۷، الحج: ۷۸) (ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عبادت میں اِفراط (زیادتی) کو ناپسند فرمایا ہے تاکہ اُکتاہٹ نہ ہو۔“[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب التھجد، باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ، ۱/ ۳۹۰، حدیث: ۱۱۵۰ بتغیر۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستسقاء، باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ، ۳/ ۱۴۴۔

نمازی اپنے ربّ سے مُناجات کرتا ہے:

عَلّامَه شِهَابُ الدِّيْن اَحْمَد قَسْطَلَانِى قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو خُشُوع خُضُوع کے ساتھ پڑھے اور جب تھک جائے تو آرام کرے۔ مُراد یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے نِشاط کے وقت نماز پڑھے یا اُس وقت نماز پڑھے جو اُس نماز کے لیے نِشاط کا وقت ہے اور بعض نے فرمایا: نمازی کو چاہیے کہ کامل اِرادے اور کامل ذوق سے نماز ادا کرے کیونکہ حالتِ نماز میں بندہ اپنے ربّ کے حُضُور مُناجات کرتا ہے۔ پس اُس وقت اُکتاہٹ میں مبتلا ہونا درست نہیں۔“[1]

کثرتِ عِبادت کی مُمانَعت کن کے لیے ہے؟

شارحِ بخاری حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”واضح رہے کہ وہ تمام حدیثیں جن میں کثرتِ عبادت کی مُمانَعت آئی ہے تو یہ نہی (ممانعت) صرف ایسے افراد کے لیے ہے جو عبادت ورِیاضت میں ایسے مشغول ومعروف ہو جائیں کہ حقوقُ العباد تک تلف ہو جائیں اور عبادت اُن کے لیے بار ہو جائے۔ لیکن وہ لوگ جنہیں کثرتِ عبادت میں دِقّت نہ ہو بلکہ عبادت اُن کی غذا بن جائے تو ایسے اَفراد کے لیے کثرتِ عبادت ممنوع نہیں ہے بلکہ محمود ومَطلوب ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۱۷) (ترجمۂ کنز الایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے۔) نیز حضور عَلَيْهِ السَّلَام کی عبادت ایسی ہوتی تھی کہ آپ کے قدم مبارک مُتَوَرَّم ہو جاتے تھے۔ رمضان کے آخری عشرے میں حضور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ حضرت عثمان غنی و حضرت عُمر فاروق (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا) ساری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ غرضیکہ مُطلقاً کثرتِ عِبادت ممنوع نہیں ہے، بلکہ عبادت میں ایسی کثرت جس کی طاقت نہ ہو اور طبع پر گِراں ہو اس کی ممانعت آئی ہے۔ حضور عَلَيْهِ السَّلَام کا ارشاد لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ یعنی جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو خُشُوع خُضُوع کے ساتھ پڑھے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ساری رات قیام کر سکے اور ساری رات کی عبادت

1 . . . ارشاد الساری، کتاب التهجد، باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ، ۳/ ۲۳۱، تحت الحدیث: ۱۱۵۰۔

گزاری اس کو دشوار نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔"(1)

بعض صورتوں میں نیند بھی عبادت ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اگر کھڑے کھڑے نوافل پڑھتے تھک گیا ہے تو بیٹھ کر پڑھے۔ اس بیٹھنے میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ قیام کا ثواب ملے گا۔ یا اگر نماز نفل سے تھک گیا ہے تو کچھ دیر آرام کے لیے بیٹھ جائے۔ اس آرام میں نفل کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ آرام آئندہ نفل کی تیاری کے لیے ہے۔ جو عادت عبادت کی تیاری کے لیے ہو وہ عبادت ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عالِم کی نیند عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ بہت سے کام کرے گا۔"(2)

مدنی گلدستہ

"سُنَّت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جب تک دِل جَمعی باقی رہے، نفلی عبادت کی جائے، جب اکتاہٹ محسوس ہو تو کچھ دیر آرام کر لیا جائے اور پھر دوبارہ نفلی عبادت کی جائے تاکہ رغبت باقی رہے۔

(2) اگر کوئی کھڑے کھڑے نوافل پڑھتے تھک گیا ہے تو بیٹھ کر پڑھے، اس بیٹھنے میں قیام کا ثواب ملے گا، اور اگر نماز ہی سے تھک گیا ہے تو کچھ دیر آرام کے لیے بیٹھ جائے، اس آرام میں بھی نفل کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ آرام آئندہ نوافل کی تیاری کے لیے ہے۔

(3) کثرتِ عبادت سے انہیں منع کیا گیا ہے جو اکتاہٹ کا شکار ہو جائیں اور جن کے لیے کثرتِ عبادت سکون اور دِل جَمعی کا باعث ہو اُن کے لیے کثرتِ عبادت کی مُمانَعت نہیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خُشُوع و خُضُوع سے عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا دل

---

(1) ... فیوض الباری، ۵/ ۲۸ ملتقطا۔

(2) ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۴۔

اپنی عبادات میں لگادے، ہمیں تنگی اور غفلت اور عبادات میں اکتاہٹ سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:147

اُونگھ کی حالت میں نماز پڑھنے کی مُمانَعَت

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ یُصَلِّیْ، فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْھَبَ عَنْہُ النَّوْمُ، فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَھُوَ نَاعِسٌ لَایَدْرِیْ لَعَلَّہٗ یَذْھَبُ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبَّ نَفْسَہٗ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے، رسولِ اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں اُونگھ آئے تو اُسے چاہیے کہ سوجائے یہاں تک کہ اُس کی نیند چلی جائے کیونکہ جب تم میں سے کوئی اُونگھتے ہوئے نماز پڑھے تو وہ نہیں جانتا کہ شاید بخشش مانگتے مانگتے وہ اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔“

نمازی کی کیفیت کیسی ہونی چاہیے؟

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں ترغیب ہے کہ نماز کے لیے خُشُوع وخُضُوع، فراغتِ قلب اور نِشاط و سُرور کے ساتھ آنا چاہیے اور جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اسے سونے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کی نیند چلی جائے اور یہ حکم فرض نماز اور دن و رات کے نوافل میں عام ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے لیکن اگر فرض نماز کا وقت جارہا ہو اور اسے نیند کا غلبہ ہو تو وہ ہر گز نہ سوئے بلکہ فرض نماز وقت میں ادا کرے۔“ حضرت سَیِّدُنا قاضی عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا امام مالِک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق اور ایک جماعت نے اس حکم کو رات کی نفلی عبادت پر محمول کیا

---

[1] ... بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسۃ...الخ، ۱/ ۹۴، حدیث: ۲۱۲۔

ہے کیونکہ نیند کا غلبہ رات ہی میں ہوتا ہے۔"[1]

اُونگھتے ہوئے نماز پڑھنا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں سونے کا حکم اِستحبابی ہے اور اس حکم پر عمل کرنے والے کو ثواب بھی ملے گا اور اُونگھ کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ نیند چلی جائے۔"[2]

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّیْن اَحْمَد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں سونے کا حکم احتیاطاً دیا گیا ہے اور یہ حکم ایک اِحتمالی عِلَّت کی بنا پر ہے۔ امام نَسائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ایک روایت میں ہے کہ نماز مکمل کرنے کے بعد نیند پوری کرے۔ نہ یہ کہ صرف اُونگھ آنے کی بنا پر ہی نماز توڑ دے۔"[3]

اُونگھ اور نیند کا مفہوم:

مُحَقِّق عَلَی الاِطْلَاق شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اُونگھ، نیند کی گرانی اور اس کی ابتدائی حالت ہے۔ اُونگھ دراصل ایک لطیف ہوا ہوتی ہے جو دماغ کی طرف سے آتی ہے اور آنکھوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور دل تک نہیں پہنچتی۔ جب یہ ہوا دل تک پہنچ جاتی ہے تو اسے نیند کہتے ہیں۔ اُونگھ کی صورت میں اگر اُٹھ کھڑا ہو اور کام کاج کرنے لگے جس سے اُونگھ دُور ہو جائے تو ایسا ہو جاتا ہے۔ مگر جب نیند غالب آجائے اور اسے ہٹانا دماغ کو نقصان دے اور بدن کے بوجھل ہونے کا باعث بنے تو یہ حالت اختلافِ حالات واَوقات سے معلوم ہو جاتی ہے۔ حدیثِ پاک کے الفاظ لَا یَدْرِیْ (یعنی وہ نہیں جانتا) سے مراد یہ ہے کہ نیند کی وجہ سے اسے معلوم نہ ہو گا کہ وہ نماز کا کونسا فعل اور نماز کے کون سے کلمات کہہ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دعا واستغفار کرے مگر اس سے غلطی واقع ہو جائے اور اپنے آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اسی طرح بجائے

---

1. ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرها، باب امر من نعس فی صلاتہ۔۔۔الخ، ۳/۷۴، الجزالسادس۔
2. ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب القصد فی العمل، ۳/۳۱۷، تحت الحدیث: ۱۲۴۵۔
3. ۔۔۔ ارشاد الساری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم، ۱/۵۱۰، تحت الحدیث: ۲۱۲۔

”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ یا اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ“ کہنے کے یوں کہہ دے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے عذاب دے اور مجھ پر لعنت کر۔“[1]

نماز ودعا میں احتیاط ضروری ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ اُونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ وممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آرہی ہے۔ مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اِغْفِرْ لِیْ کے اِعْفِرْ لِیْ کہہ جائے غَفَرَ (غین کے ساتھ) کے معنٰی ہیں بخشنا، عَفَرَ (عین کے ساتھ) کے معنٰی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل وخوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے بہت احتیاط چاہیے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اُونگھ جاتے ہیں، انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اُونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیے۔“[2]

نیند و اُونگھ سے متعلق چند ضروری مسائل:

(1) بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وُضو جاتا رہا۔ (2) اُونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وُضو نہیں جاتا۔ (3) جُھوم کر گر پڑا اور فوراً آنکھ کھل گئی وُضو نہ گیا۔ (4) نماز وغیرہ کے انتظار میں بعض مرتبہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو باتیں ہوئیں اُن کی اِسے بالکل خبر نہیں بلکہ دو تین آواز میں آنکھ کھلی اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ سویا نہ تھا، اس کے اِس خیال کا اعتبار نہیں اگر معتبر شخص کہے کہ تُو غافل تھا، پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے تو اس پر وُضو لازم ہے۔ فائدہ: انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا سونا ناقِضِ وُضو نہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتے ہیں۔ علاوہ نیند کے اور نَواقِض سے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا وُضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ اُن کی عظمتِ شان کے، نہ بَسببِ نَجاست کے کہ ان کے فُضُلاتِ شریفہ طَیِّب وطاہر ہیں

---

[1] ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب القصد فی العمل، ۱/ ۵۶۴۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۴۔

جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعِثِ برکت۔"[1]

"احمد" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر عبادت احتیاط وتَوَجُّہ سے کرنی چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بے خیالی میں کی جانے والی عبادت سَعادت مَندی کے بجائے شَقاوَت وبدبختی کا سبب بن جائے۔

(2) نمازادا کرنے والے کو چاہیے کہ وہ حضورِ قلبی اور نِشاط کے ساتھ نماز ادا کرے۔

(3) جس شخص کو نماز میں اُونگھ آئے اسے چاہیے کہ نماز کو طول نہ دے۔ بلکہ جلدی نماز مکمل کر کے سُستی واُونگھ دُور کرے۔

(4) انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا سونا ناقِضِ وضو نہیں، کیونکہ اُن کی آنکھیں سوتی ہیں، دل جاگتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دل جمعی اور حضورِ قلبی کے ساتھ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:148 حُضُور عَلَیْہِ السَّلَام کی نماز اور خُطبہ کی کیفیّت

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ السُّوَائِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ، فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو عبدُاللہ جابِر بن سَمُرہ سُوائی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "میں حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی

1 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۳۰۸، حصہ ۲۔

2 . . . مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ، ص ۴۳۰، حدیث: ۸۶۶۔

نماز بھی درمیانی ہوتی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا۔"

رسولُ اللہ جَوَامِعُ الْکَلِم تھے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنَا جابِر بِن سَمُرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی کنیت اَبُوعبداللہ اورایک قول کے مطابق اَبُوخالد ہے۔ سُوائی آپ کا لقب ہے۔ آپ اورآپ کے والدِ محترم کو شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے 146 احادیث مَروی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے 66 سن ہجری میں اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھیں، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نماز کو اس کے تمام کمالات اور سنتوں کے ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ آپ کی نماز نہ تو بہت طویل ہوتی اور نہ ہی بہت مختصر۔ اسی طرح جمعہ وغیرہ کا خطبہ بھی مُعْتَدِل ہوتا۔ کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جَوَامِعُ الْکَلِم تھے، بہت ساری باتوں کو آسان اور کم الفاظ میں بیان فرمادیتے۔"[1]

خطبہ کے آداب:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ❁ "جمعہ کے لیے خطبے دو2 پڑھے جائیں۔ ❁ دوسرے یہ کہ خطبہ میں قرآنِ کریم کی آیت بھی تلاوت کی جائے۔ ❁ تیسرے یہ کہ خطبے میں وعظ و نصیحت کے الفاظ بھی ہوں۔ ❁ چوتھے یہ کہ خطبہ نہ بہت دراز ہو نہ بہت مختصر۔ ❁ پانچویں یہ کہ دو خطبوں کے درمیان منبر پر بیٹھ کر فاصلہ کرے۔ خیال رہے کہ خلفاء اور صحابہ و اہل بیت رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ کا ذکر نہ سنت رسولُ اللہ ہے نہ سنتِ صحابہ، بلکہ بدعَتِ حَسَنَہ ہے۔ جس کی وجہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہ ضرور کی جائے، جو لوگ ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں وہ اس کو کیا کہیں گے؟"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الاقتصاد فی العبادۃ، ۱/ ۳۹۳، تحت الحدیث: ۱۴۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۴۳۔

مدنی گلدستہ

”جَنَّت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) خطیب کو چاہیے کہ وعظ و نصیحت کا دورانیہ نہ تو بہت طویل رکھے اور نہ ہی بہت مختصر بلکہ مُتَوسِّط رکھے اور حالاتِ حاضِرہ کے مطابق لوگوں کی اِصلاح کرے۔

(2) بِدعَتِ سَیِّئَہ یعنی بُری بدعت سے بچنا چاہیے جبکہ بِدعَتِ حَسَنَہ کو دین میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور یہ بدعت ممنوع نہیں ہے بلکہ اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ اگر کی جائے تو اس پر بڑے اجر و ثواب کی امید ہے، جیسا کہ خطبے میں خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور اہلِ بیعت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا تذکرہ کرنا، یہ بھی بِدعَتِ حَسَنَہ ہے اور باعِثِ اجر و ثواب ہے۔

(3) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَداؤں پر نظر رکھتے اور اُنہیں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی نمازوں میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:149

حق دار کو اس کا حق دو

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ: مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ: اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا. فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ لَهُ: كُلْ! فَاِنِّیْ صَائِمٌ. قَالَ: مَا اَنَا بِآكِلٍ حَتّٰی تَاْكُلَ. فَاَكَلَ. فَلَمَّا كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهُ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ

فَقَالَ لَهُ: نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْآنَ، فَصَلَّيَا جَمِيْعًا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ، فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **ابو جُحَیْفَہ وَہب بِن عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سَیِّدُنا ابودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ ایک دن حضرت سَیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت سَیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ دَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو پُرانے عام سے کپڑوں میں دیکھ کر فرمایا: ”یہ کیا حالت ہے؟“ کہا: ”آپ کے بھائی اَبُو دَرْدَاء کو دنیا کی کچھ حاجت نہیں۔ پس جب حضرت سَیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو انہوں نے حضرت سَیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے کھانا تیار کیا اور فرمایا: ”کھایئے! میں روزے سے ہوں۔“ حضرت سَیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔“ چنانچہ انہوں نے بھی کھایا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سَیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عِبادت کے لیے جانے لگے۔ فرمایا: ”ابھی سو جاؤ۔“ تو وہ سو گئے۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ نماز کے لیے جانے لگے تو فرمایا: ”سو جاؤ۔“

پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو فرمایا: ”اب اٹھو۔“ چنانچہ دونوں نے اکٹھے نماز ادا کی۔ حضرت سَیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”بے شک تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ لہٰذا ہر حقدار کو اس کا حق دو۔ پھر جب حضرت سَیِّدُنا ابُودَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سلمان (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے سچ کہا۔“

---

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ ۔۔۔ الخ، ۱/ ٦٤٧، حدیث: ١٩٦٨۔

مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ:

دوعالَم کے مالک و مُختار، مکی مدنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنَا سلمان اور حضرت سَیِّدُنَا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ اَہلِ سِیَرت اور مَغازی ذکر کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے درمیان دومَرتبہ مُوَاخَات (یعنی بھائی چارہ) قائم ہوا۔ پہلا خاص طور پر مہاجرین کے درمیان ہجرت سے قبل ہوا یہ ایک دوسرے کی مدداوردِین کے حقوق قائم کرنے پر تھا۔ اوردوسری مرتبہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔[1]

عبادت میں حد سے زیادہ نہ بڑھنے کی حکمت:

عَلَّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنَا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سَیِّدُنَا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عِزَّت و احترام کی بناپر آپ کے لیے کھانے کا اہتمام کیا خود چونکہ روزے سے تھے، اس لیے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت سَیِّدُنَا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں ساتھ کھلانے پر اِصرار کیا، غرض یہ تھی کہ حضرت سَیِّدُنَا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عبادت میں اپنے نفس کو بہت زیادہ مَشَقَّت میں ڈالنے کی رائے بدل دیں اور یہی شکایت ان کی زوجہ کو بھی تھی۔ حضرت سَیِّدُنَا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سَیِّدُنَا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تعظیم کرتے ہوئے نفلی روزہ توڑدیا اور آپ کا یہ روزہ توڑنا عذر کی وجہ سے تھا لہٰذا آپ کو اس پر ثواب دیا جائے گا۔

حضرت سَیِّدُنَا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سَیِّدُنَا اَبُودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو میانہ روی اختیار کرنے کی حکمت کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: ”تم پر تمہارے ربّ کا حق ہے اور وہ حق عبادت ہے اور تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور وہ کھانا پینا ہے جس کے ذریعے قُوَّت حاصل ہوتی ہے اور نیند ہے جس کے ذریعے صحت ملتی ہے اور تم پر تمہارے گھر والوں یعنی تمہاری زوجہ کا حق ہے اور وہ حق یہ ہے کہ تم

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ۔۔۔الخ، ۸/۱۸۲، تحت الحدیث: ۱۹۶۸ ملتقطاً۔

ان کے پاس آؤ اور ان کی خواہش پوری کرو۔“[1]

نفلی روزہ توڑنے کے اَحکام:

ضِیافت مِہمان اور میزبان دونوں کے لیے نفلی روزہ توڑنے کا عُذر ہے۔ شَرِیعَتِ مُطَہَّرہ نے اس کی اجازت دی ہے بلکہ اپنے مسلمان بھائی کی دِل جوئی پر ثواب بھی رکھا ہے جیسا کہ ”**مَرَاقِی الفَلاح شرح نُورِ الاِیضاح**“ میں ہے: ”کوئی شخص نفلی روزہ رکھے اور اپنے بھائی کے گھر جائے، وہ اسے کھانے کی دعوت دے تو اسے روزہ توڑنا جائز ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمان کی بنا پر کہ ”جس نے اپنے مسلمان بھائی کے حق کے لیے اپنا (نفلی) روزہ توڑ دیا تو اس کے لیے ایک ہزار روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور پھر جب وہ اس روزے کی قضا کرتا ہے تو اس کے لیے دو ہزار روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔“[2]

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نفل روزہ بلا عُذر توڑ دینا ناجائز ہے، مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اسے ناگوار ہو گا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے تو میزبان کو اَذِیَّت ہو گی تو نفل روزہ توڑ دینے کے لیے یہ عُذر ہے، بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا اور بشرطیکہ ضَحْوَۂ کُبریٰ سے پہلے توڑے بعد کو نہیں۔ زوال کے بعد ماں باپ کی ناراضی کے سبب توڑ سکتا ہے اور اس میں بھی عصر کے قبل تک توڑ سکتا ہے بعدِ عصر نہیں۔“[3]

ماہِ ”رمضان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مسلمانوں کا آپس میں بھائی چارہ قائم کرنا اُمَّتِ مُسلِمہ کی دِینی و دُنیاوی مَصلحتوں کا پیش خیمہ ہے۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الاقتصاد فی العبادۃ، ۱/ ۳۹۴، ۳۹۵، تحت الحدیث: ۱۴۹ ملخصا۔

2 . . . نور الایضاح مع مراقی الفلاح، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ص ۳۴۹۔

3 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۱۰۰۷، حصہ ۵۔

(2) اپنے دوستوں کی تعظیم وتوقیر کرنا اور ان کی جائز خواہشات کو پوری کرنا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا طرزِ عمل ہے، نیز اس میں اپنے مسلمان بھائی کی دلجوئی بھی ہے جو کہ کارِ ثواب ہے۔

(3) جب مہمان اپنے ساتھ کھانے کی خواہش کرے تو میزبان کے لیے نفلی روزہ توڑ دینا جائز بلکہ کارِ ثواب ہے کیونکہ یہ حکمِ شرعی پر عمل ہے نیز بعد میں روزہ کی قضاء لازم ہے۔

(4) نفل روزہ بلا عُذر توڑ دینا ناجائز ہے، میزبان کے ساتھ کھانا نہ کھانا مہمان کو ناگوار گزرے گا، یا میزبان کو اَذِیَّت ہوگی تو اس عذر کی وجہ سے نفلی روزہ توڑنا جائز ہے جبکہ یہ بھروسہ ہو کہ بعد میں اس کی قضا رکھ لے گا اور یہ توڑنا ضحوۂ کُبریٰ سے پہلے ہو۔

(5) بندے پر **حقوق اللہ** کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی لازم ہیں لہٰذا تمام حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عطا کردہ احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا وآخرت میں کامیابیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

صومِ داؤدی کی فضیلت

حدیث نمبر:150

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: اُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَقُوْلُ: وَاللہِ لَاَصُوْمَنَّ النَّہَارَ، وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ لَہٗ: قَدْ قُلْتُہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ. قَالَ: فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ، فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَۃَ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا، وَذٰلِكَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّھْرِ قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ، قُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ. قَالَ: فَصُمْ یَوْمًا وَاَفْطِرْ یَوْمًا، فَذٰلِكَ صِیَامُ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، وَھُوَ اَعْدَلُ الصِّیَامِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: ھُوَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ. فَقُلْتُ: فَاِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ. وَلَاَنْ

اَکُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَۃَ الْاَیَّامَ الَّتِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ۔[1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّھَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ ؟ قُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ: صُمْ وَاَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِعَیْنِكَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ، فَاِنَّ لَکَ بِکُلِّ حَسَنَۃٍ عَشْرَ اَمْثَالِھَا، فَاِنَّ ذٰلِكَ صِیَامُ الدَّھْرِ. فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَیَّ، قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ اَجِدُ قُوَّۃً، قَالَ: صُمْ صِیَامَ نَبِیِّ اللّٰہِ دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَیْہِ. قُلْتُ: وَمَا کَانَ صِیَامُ دَاوُدَ؟ قَالَ: نِصْفُ الدَّھْرِ. فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَقُوْلُ بَعْدَ مَا کَبِرَ: یَا لَیْتَنِیْ قَبِلْتُ رُخْصَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.[2]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ الدَّھْرَ، وَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ کُلَّ لَیْلَۃٍ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی! یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا الْخَیْرَ قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ نَبِیِّ اللّٰہِ دَاوُدَ، فَاِنَّہٗ کَانَ اَعْبَدَ النَّاسِ، وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ قُلْتُ: یَانَبِیَّ اللّٰہِ! اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ. قَالَ: فَاقْرَاْہُ فِیْ کُلِّ عِشْرِیْنَ. قُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَاقْرَاْہُ فِیْ کُلِّ عَشْرٍ. قُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: فَاقْرَاْہُ فِیْ کُلِّ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ. فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَیَّ، وَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّکَ یَطُوْلُ بِكَ عُمُرٌ. قَالَ: فَصِرْتُ اِلَی الَّذِیْ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا کَبِرْتُ وَدِدْتُ اَنِّیْ کُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَۃَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.[3]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: وَاِنَّ لِوَلَدِكَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَفِیْ رِوَایَۃٍ: لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ، ثَلَاثًا. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَحَبُّ الصِّیَامِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی صِیَامُ دَاوُدَ، وَاَحَبُّ الصَّلَاۃِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی صَلَاۃُ دَاوُدَ، کَانَ یَنَامُ نِصْفَ اللَّیْلِ، وَیَقُوْمُ ثُلُثَہٗ، وَیَنَامُ سُدُسَہٗ، وَکَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا وَیُفْطِرُ یَوْمًا، وَلَا یَفِرُّ اِذَا لَاقٰی.[4] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: قَالَ: اَنْکَحَنِیْ

1. . . مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔الخ، ص ۵۸۴، حدیث: ۱۱۵۹ مفھوما۔
2. . . بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، ۱/ ۶۴۹، حدیث: ۱۹۷۵۔
3. . . مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر۔۔۔الخ، ص ۵۸۵، حدیث: ۱۱۵۹ بتغیر۔
4. . . مسلم، کتاب الصیام، باب نھی عن صوم الدھر۔۔۔الخ، ص ۵۸۶، ۵۸۷، حدیث: ۱۱۵۹۔

اَبِی امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ ، فَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ. اَیْ: اِمْرَاَةَ وَلَدِهٖ. فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا، فَتَقُوْلُ لَهُ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَاْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: اَلْقِنِيْ بِهٖ، فَلَقِيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ: كَيْفَ تَصُوْمُ؟ قُلْتُ: كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: وَكَيْفَ تَخْتِمُ؟ قُلْتُ: كُلَّ لَيْلَةٍ، وَذَكَرَ نَحْوَ مَاسَبَقَ، وَكَانَ يَقْرَاُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبُعَ الَّذِیْ يَقْرَؤُهُ، يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا وَاَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

(قَالَ النَّوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی:) كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيْحَةٌ مُعْظَمُهَا فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَقَلِيْلٌ مِنْهَا فِیْ اَحَدِهِمَا.

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبدالله** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں یہ کہتا ہوں: "**الله** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا، دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام (یعنی نوافل کی ادائیگی) کروں گا۔" حضور رحمت عالَم نُورِ مُجسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے یہ بات کہی ہے؟" میں نے عرض کی: "جی ہاں! **یارسولَ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! میں نے یہ بات کہی ہے۔" فرمایا: "تم اس کی طاقت نہ رکھو گے، پس کبھی (نفلی) روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو، نیند بھی کرو اور قیام (رات کی نفلی عبادت) بھی کرو اور ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو، کیونکہ بے شک ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے اور یہ زندگی بھر کے روزے رکھنے کی طرح ہے۔" میں نے عرض کی: "میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔" فرمایا: "ایک دن روزہ رکھو، دو ۲ دن چھوڑ دو۔" میں نے عرض کی: "میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔" فرمایا: "ایک دن روزہ رکھو ایک دن چھوڑ دو، یہ داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے ہیں اور یہ مُعْتَدِل ترین روزے ہیں۔" ایک روایت میں ہے کہ "یہ (نفلی) روزوں کا بہترین طریقہ ہے۔" میں نے عرض کی: "میں

[1] . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن، ۳/ ۴۱۷، حدیث: ۵۰۵۲ بتغیر۔

اس سے اَفضل کی طاقت رکھتا ہوں۔'' فرمایا:''اس سے اَفضل کچھ نہیں۔'' حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا (جب بڑی عُمر کو پہنچے تو) فرمایا کرتے:'' کاش! میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کو قبول کرلیتا کہ ''مہینے میں تین روزے رکھو۔''تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور اپنے مال سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔''

ایک روایت میں ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں ارشاد فرمایا:'' مجھے اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟''میں نے عرض کی:''جی ہاں! **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!'' فرمایا:'' ایسا نہ کرو، روزہ رکھو بھی اور چھوڑو بھی، نیند بھی کرو اور قیام بھی، بے شک! تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہاری زوجہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے لیے کافی ہے کہ تم ہر ماہ تین روزے رکھو کیونکہ تمہارے لیے ہر نیکی کا بدلہ دس گُنا ہے یہ عُمر بھر کے روزے (شمار) ہوں گے۔''حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں:''میں نے خود پر سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی۔''میں نے عرض کی:''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنے اندر زیادہ قوت پاتا ہوں۔'' فرمایا:''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح روزے رکھو، اس پر اضافہ نہ کرو۔'' میں نے عرض کی:''حضرت سَیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے کیسے تھے؟'' فرمایا:''نصف زمانہ۔''حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بڑھاپے میں فرمایا کرتے تھے:'' کاش میں نے حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رُخصت قبول کرلی ہوتی۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:'' مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قرآن پڑھتے ہو؟''میں نے عرض کی:''جی ہاں! **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لیکن میں اس سے خیر ہی کا ارادہ رکھتا ہوں۔''فرمایا:''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح روزے رکھو، کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر ماہ ایک قرآن مکمل کرو۔''میں نے عرض کی:''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔''

فرمایا: ”پھر بیس دنوں میں پورا پڑھ لیا کرو۔“ میں نے عرض کی: ”مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔“ فرمایا: ”دس دنوں میں ختم کر لیا کرو۔“ میں نے عرض کی: ”مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔“ فرمایا: ”سات دنوں میں ختم کرو اور اس پر اضافہ نہ کرو۔“ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”میں نے خود پر سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی اور مجھ سے حضور نبی اکرم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ ”تم نہیں جانتے، شاید تمہاری عُمر طویل ہو جائے۔“ فرماتے ہیں: ”پس میں اس عمر کو پہنچ گیا جس کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تھا۔ جب مجھے بڑھاپا آیا تو میں نے چاہا کہ کاش میں نے حضور نبی رحمت شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔“

ایک روایت میں یوں ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔“ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: ”جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔“ ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کا روزہ ہے اور سب سے پسندیدہ نماز حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نماز ہے۔ وہ آدھی رات آرام کرتے، دو تہائی رات نماز پڑھتے پھر چھٹا حصہ آرام فرماتے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور جب جنگ میں دشمن کا سامنا ہوتا تو پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔“ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کیا اور اس کا بہت خیال رکھتے، اس سے میرے بارے میں پوچھتے، تو وہ جواب دیتیں: ”وہ بہت اچھے آدمی ہیں، جب سے میں ان کے پاس آئی ہوں، کبھی میرے بستر پر نہیں آئے اور نہ ہی کبھی مجھ سے قُربت کی۔“ جب اس بات کو کافی عرصہ گزر گیا تو انہوں تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بات کا ذکر کیا۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ چنانچہ جب میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملا تو آپ نے استفسار فرمایا: ”تم (نفلی) روزے کس طرح رکھتے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”ہر روز رکھتا ہوں۔“ فرمایا: ”قرآن کیسے ختم کرتے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”ہر رات قرآن ختم کرتا ہوں۔“ پھر سابقہ روایت بیان

کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرآن کا وہ ساتواں حصہ جو رات کو پڑھنا ہوتا، دن میں اہل خانہ میں سے کسی کو سنا دیتے تاکہ رات کو پڑھنا آسان ہو جائے اور جب قُوَّت حاصل کرنا چاہتے تو کئی کئی دن روزہ نہ رکھتے لیکن ان دنوں کو شُمار کرتے اور پھر اتنے دن روزے رکھتے۔ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اس عمل کو چھوڑ دیں جس عمل کے ساتھ انہوں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملاقات کی تھی۔

(امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:) یہ تمام روایات صحیح ہیں، اکثر روایات بخاری و مسلم میں ہیں جب کہ کچھ روایات ان میں سے صرف ایک میں ہیں۔

عبادات میں میانہ روی کی ترغیب:

مذکورہ تمام روایات میں حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بِن عَمرو بِن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی عبادت میں اپنے اوپر سختی کا بیان ہے، نیز ان روایات میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جب ان کی عبادت میں سختی کے بارے میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خبر دی گئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نفلی عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب دلائی۔ یہ باب بھی چونکہ عبادات میں میانہ روی کے بارے میں ہے اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ تمام روایات اس باب میں بیان فرمائیں۔

کونسی قَسَم توڑ دینی چاہیے؟

مذکورہ روایات میں اس بات کا بیان ہے کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بِن عَمرو بِن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس بات پر قَسَم کھائی کہ جب تک میں زندہ رہوں گا، دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام (یعنی نوافل کی ادائیگی) کروں گا۔ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”ایسے کام کی قَسَم ممنوع ہے جس کی طاقت نہ ہو اور قَسَم توڑے بغیر دوسری راہ اختیار کرنا بھی ممکن نہ ہو جیسا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ساری زندگی کے روزے رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے کی قَسَم سے منع فرمایا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے قَسَم کھائی کہ وہ شادی نہیں کرے گا اور نہ کچھ کھائے گا، نہ پیے گا تو اَہلِ علم حضرات کے نزدیک یہ قَسَم پوری کرنا لازم نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی وجہ سے:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (پ٢٨، التحریم:١) ترجمۂ کنزالایمان: ”اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔“ اور اسی طرح جس نے قسم کھائی کہ وہ نکاح نہیں کرے گا اس پر لازم ہے کہ وہ نکاح کرے، اسی طرح وہ تمام جائز کام جن کے نہ کرنے کی قسم کھالی ہو، ان کاموں کو بجالائے اور قسم کا کفّارہ دے۔ اس حدیث میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ عبادت میں غُلُوّ کرنا اور نفس کو مَشَقَّت میں ڈالنا مکروہ ہے کیونکہ عبادت میں غُلُوّ اور جہاد بِالنَّفْس کو اپنے اوپر لازم کرنے سے بُرائی سے بچنا مُشکِل ہوتا ہے۔ خاص طور پر روزے جیسی عبادت کہ یہ جسم کو کمزور کرتا ہے اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رُخصت عنایت فرمائی ہے کیونکہ سفر کی مَشَقَّت کی وجہ سے کمزوری آجاتی ہے۔“[1]

بعض قسموں کا پُورا کرنا ضروری ہے:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 616 صفحات پر مشتمل کتاب ”نیکی کی دعوت“ صفحہ ١٧٦ پر ہے: ”❁ بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اُن کا پورا کرنا ضَروری ہے، مَثَلاً کسی ایسے کام کے کرنے کی قَسَم کھائی جس کا بِغیر قسم (بھی) کرنا ضَروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی (کہ گناہ سے بچنے کی قسم نہ بھی کھائیں، تب بھی گناہ سے بچنا ضَروری ہی ہے) تو اس صورت میں قَسَم سچّی کرنا ضَرور ہے۔ مَثَلاً (کہا) خُدا کی قسم ظُہر پڑھوں گا یا چوری یازِنا نہ کروں گا۔ ❁ (قَسَم کی) دوسری (قِسم) وہ کہ اُس کا توڑنا ضَروری ہے مَثَلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجِبات (پورے) نہ کرنے کی قَسَم کھائی، جیسے قَسَم کھائی کہ نَماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام (یعنی بات چیت) نہ کروں گا تو قَسَم توڑ دے۔ ❁ تیسری وہ کہ اُس کا توڑنا مُستحب ہے مَثَلاً ایسے اَمر (یعنی مُعاملے یا کام) کی قَسَم کھائی کہ اُس کے غیر (یعنی علاوہ) میں بہتری ہے تو ایسی قَسَم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ ❁ چوتھی وہ کہ مُباح کی قَسَم کھائی یعنی (جس کا) کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہے اس میں قَسَم کا باقی رکھنا افضل ہے۔“[2]

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصیام، باب صوم الدھر، ٤/١٢١۔

2 . . . المبسوط للسرخسی، ٤/١٣٣، الجزء الثامن۔

ناپسندیدہ عمل:

عَلّامہ حافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے۔ ممکن ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی موجوہ حالت دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا ہو، کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جانتے تھے کہ وہ اس طرح مشکل میں پڑ جائیں گے اور اپنے آپ کو مَشَقَّت میں ڈالیں گے اور اُن سے اِس سے زیادہ اہم چیزیں چھوٹ جائیں گی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے بُڑھاپے کے بعد کی زندگی کا اعتبار کیا ہو کہ جب بڑھاپے کو پہنچیں گے تو اس عبادت سے عاجز آجائیں گے اور یہ ناپسندیدہ عمل ہے کہ کوئی شخص کسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کرے پھر عاجز آکر اسے چھوڑ دے۔“[1]

سَیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلام کی جُرأت مندی:

حافِظ قاضی اَبُو الْفَضْل عِیَاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلام دشمن سے مقابلے کے وقت پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ یہ فرمان اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلام کی طرح روزہ رکھنے والا دشمن کے مدِّ مُقابِل آنے میں ضُعف محسوس نہیں کرتا کیونکہ وہ ایک دن کا روزہ نہ رکھ کر دوسرے دن کے روزے پر قُوَّت حاصل کرتا ہے، اسی وجہ سے فرمایا کہ حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام لوگوں میں زیادہ عبادت گُزار تھے کہ آپ اپنی طاقت و قُوَّت کی بنا پر جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتے تھے۔“[2]

صومِ داوٗدی صومِ دَہر سے افضل ہے:

عَلّامہ اَبُو الْعَبَّاس شِہَابُ الدِّین اَحْمَد اَلْقَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”صومِ داوٗدی روزوں میں افضل ہے۔ یہ صومِ داوٗدی کے مُطلقاً افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس کا مُقتَضٰی یہ ہے کہ صومِ

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، ٥/١٩٢، تحت الحدیث: ١٩٧٦۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر، ٤/١٣٦، تحت الحدیث: ١١٥٩۔

داوٗدی سے زیادہ روزے رکھنا ضرورت سے زائد ہے۔ جب سَیِّدُنَا عبد اللّٰہ بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا کہ میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں تو حضور نبی مکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔“ پس صومِ داوٗدی (ایک دن چھوڑ کر ایک دن نفلی روزہ رکھنا) صومِ دہر (یعنی مسلسل روزے رکھنے) سے افضل ہے۔ اور صومِ داوٗدی کو اس اعتبار سے بھی ترجیح حاصل ہے کہ مسلسل روزے رکھنے سے بعض حقوق فوت ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ جو اس کا عادی ہو اسے روزہ رکھنے میں مَشَقَّت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی کھانے کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور دن بھر کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی اور وہ رات میں کھانا پسند کرتا ہے گویا کہ یہ چیز اس کی طبیعت میں شامل ہو جاتی ہے بَر خِلاف اس کے جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن چھوڑتا ہے کیونکہ اس کی طبیعت بدلتی رہتی ہے کہ ایک دن وہ روزے سے ہوتا ہے اور دوسرے دن بغیر روزے کے۔“[1]

صومِ دَھر کے جائز ہونے کی شرط:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”صومِ داوٗدی سے افضل کوئی نفلی روزہ نہیں۔ صومِ دہر کے بارے میں اِختلاف ہے، اَہلِ ظَوَاہِر کے نزدیک ممنوع ہے کیونکہ وہ اَحادیث کے ظاہر سے دلیل پکڑتے ہیں۔ جبکہ جمہور کے نزدیک صومِ دہر جائز ہے بشرطیکہ جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے ان میں روزہ نہ رکھے جیسا کہ عِیدَین اور اَیَّامِ تشریق کے روزے۔ امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے نزدیک صومِ دہر مُستَحَب ہے۔“[2]

صومِ داوٗدی کی وُجُوہِ ترجیح:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں (حدیثِ پاک میں) نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزے سے نفلی روزے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) بھی تہجد اور نفلی روزے ادا

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، ۴/ ۶۱۷، تحت الحدیث: ۱۹۷۶۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، ۸/ ۱۹۶، تحت الحدیث: ۱۹۷۶۔

کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے یعنی دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے، اب بھی یہی چاہیے۔ اسی طرح نوافل تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چند وجوہ ہیں: (1) ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی، تمام رات سونے، ہمیشہ افطار کرنے سے روح کا حق رہ گیا اور رات بھر جاگنے ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا۔ (2) دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد و روزے نفس پر بھاری ہیں۔ لہٰذا ربّ کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لَذَّت محسوس ہوتی ہے۔ (3) تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بَحال رہتی ہے، گھٹتی نہیں۔ طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھے۔ کبھی یہ بھی کیا کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے، کچھ میں مسلسل اِفطار تاکہ اُمَّت پر آسانی ہو۔ نیز حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَبُوالْوَقْت ہیں، جو عمل کریں وہ افضل ہے۔ رات کی ہر ساعت کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روزے سے عِزَّت ملی۔"[1]

ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی "اَشِعَّۃُ اللَّمعَات" میں فرماتے ہیں: "یہاں ایک اشکال ہے کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اس فعل پر دائماً عمل پیرا نہ تھے تو پھر یہ عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کیسے بن گیا؟ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبوب ترین عمل کو کیسے ترک کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فِعلِ مذکور کا محبوب تر ہونا بعض اعتبارات سے ہے، ہر لحاظ سے نہیں۔ وہ بعض اعتبارات یہ ہیں: ❁ یہ عمل اِعتدال کے زیادہ قریب اور حِفظِ صِحَّت کے لحاظ سے زیادہ مفید ہے۔ ❁ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں سونا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۵۷۔

تھکاوٹ و مَشَقَّت دور کرتا ہے اور رنگ کی زردی و شِکَسْتگی کی صورت میں عبادت کا اثر ظاہر نہیں ہونے دیتا اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فعل احوال واوقات کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہوتا تھا اور بے شمار حکمتوں اور مَصْلِحَتوں پر مبنی ہوتا جو آپ کی ذات کریم اور آپ کی اُمَّتِ مَرحُومہ سے تعلق رکھتی ہیں کیونکہ آپ کی اُمَّت میں کمزور اور طاقتور ہر قسم کے لوگ ہیں۔"[1]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکیمانہ انداز:

شارحِ بخاری حضرت علامہ مولانا سیِّد محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مطلب یہ کہ نفلی عبادت انسان کی اپنی مرضی پر مُنْحَصِر ہے، **اللّٰہ تعالٰی** نے لازم وواجب نہیں فرمائی۔ مذکورہ بالا احادیث میں نفلی روزوں کے متعلق حضور سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمل و کردار اور آپ کی ہدایت کا خلاصہ یہ ہے، عباداتِ نفلی میں حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اُمَّت کو میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ نفلی روزوں اور نمازوں میں ایسے اِنہماک سے منع فرمایا جس کی وجہ سے بندوں کے حقوق اور خود اپنی ذات کے حق مجروح ہوں یا فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہو۔ حضرت **عبد اللّٰہ** بن عَمرو بن العاص (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ سال بھر مسلسل روزے رکھتے تھے اور رات میں عبادت وریاضت میں مشغول ہو جاتے نہ دن میں افطار کرتے اور نہ رات میں سوتے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور نہایت حکیمانہ انداز میں انہیں بتایا کہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے۔ جب مسلسل روزے رکھو گے تو کمزوری ہو گی اور اس اِنہماک سے خطرہ ہو گا کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں خَلَل پیدا ہو۔ (فرمایا: تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے) جب ساری رات شب بیداری میں گزار دو گے تو نگاہ کمزور ہو گی، جوانی میں نہ سہی آخری عمر میں اس ریاضتِ شدیدہ سے تکلیف ہو گی۔ (فرمایا: تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے) جب ساری رات عبادت میں اور دن روزے سے گزرے گا تو بیوی کے حقوق تلف ہوں گے، بچے تمہاری شفقت ومحبت اور تعلیم وتربیت سے محروم رہ جائیں گے۔ (فرمایا: تم پر تمہارے مہمان کا بھی حق ہے) جب رات دن عبادت وریاضت، صوم وصلوٰۃ وتلاوت قرآن وذکر واَذکار میں گزارو گے تو دوست

---

[1] ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، باب التحریض علی قیام اللیل، ۱/ ۵۵۹۔

واَحباب کے حقوق متأثر ہوں گے۔اس لیے عبادت وریاضت میں ایسااِنْہِماک جس سے **حقوقُ اللہ** وحقوقُ العباد تَلَف ہوں بہت ہی غیر مناسب ہے۔اسی لیے حضور صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا:** جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں۔ صحیح طریقہ اورحضور صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عام تعلیم یہ ہی ہے کہ عبادتِ نَفلیہ میں اِعتِدال وتَوازُن ضروری ولازمی ہےاوراس کی صورت یہ ہے کہ ہر مہینہ تین روزے رکھے جائیں ساری عمر کے روزے رکھنے کاثواب ملے گا۔ایک نیکی کاثواب دس گنا ملتا ہے توہر مہینہ تین روزوں کاثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا۔ واضح ہوصحابۂ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کی ایک جماعت (جن میں امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمر فاروق اعظم و ابنِ عُمَر وطَلحہ وابواُمامہ وجنابِ سَیِّدہ عائشہ صِدِّیقہ رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی ہیں ان تمام) نے مسلسل روزے رکھے ہیں مگر ان حضرات کی بات دوسری ہے،ان کاعبادت وریاضت میں اِنْہِماک انہیں حقوقُ العبادات سے نہیں روکتاتھا لہٰذاممانعت عام لوگوں کے لیے قرار پائے گی خواص کے لیے نہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

جَنَّتِ "فردوس" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نفلی عبادات میں میانہ روی کو اختیار کرنا چاہیے، ایسا اِنْہِماک کہ جس سے دیگر **حقوقُ اللہ** وحقوقُ العباد کی تلفی ہو ممنوع ہے۔

(2) ایسی قسم کھانا منع ہے جسے توڑے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

(3) صومِ داؤدی صومِ دہر سے افضل ہے۔

(4) مؤمن کفار سے مقابلہ کے وقت سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جَم جاتا ہے پیٹھ پھیر کر بھاگنا مؤمن کی شان نہیں۔

---

1 . . . فیوض الباری، ٨/ ٧٣، ٧٤۔

(5) رات میں کچھ دیر آرام کرنا بہت فائدہ مند ہے کیونکہ اس سے بدن کو تقویت ملتی ہے اور عبادت میں دِل جمعی نصیب ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفلی عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے دلوں کو عبادت کی روشنی سے منور فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 151

کاتِبِ وحی کا تقوٰی

عَنْ اَبِیْ رِبْعِیٍّ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیِّدِیِّ الْکَاتِبِ اَحَدِ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقِیَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ: کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ، فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ ھٰذَا، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاکَ؟ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰی کَاَنَّا رَاْیَ الْعَیْنِ، فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ، وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا حَنْظَلَہ بن ربیع اُسَیِّدِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاتبوں میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے میری ملاقات

---

1 ...مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرة...الخ، ص ١٤٧٠، حدیث: ٢٧٥٠۔

ہوئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اے حنظلہ! کیسے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”حنظلہ منافق ہو گیا۔“ فرمایا: ”سُبْحَانَ اللّٰہ! یہ کیا کہہ رہے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”ہم حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سے جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو اس وقت ہماری کیفیت ایسی ہوتی ہے گویا ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں، پھر جب ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیویوں، اولاد اور جائیداد میں مشغول ہوتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔“ سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہماری بھی یہی حالت ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حنظلہ منافق ہو گیا۔“ فرمایا: ”وہ کیسے؟“ میں نے عرض کی: ”جب ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت اور دوزخ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں تو ہماری کیفیت ایسی ہوتی ہے گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، پھر جب ہم آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو اپنی بیویوں، اولاد اور جائیداد میں مشغول ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔“ فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم ذکر و فکر کی جس کیفیت میں میرے پاس ہوتے ہو، اگر ہمیشہ اسی حالت پر رہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں پر تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! ایک ایک گھڑی۔“ یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

مَحْفِلِ نَبَوِی کی بَرَکتیں:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حنظلہ منافق ہو گیا۔ یعنی انہیں یہ خوف ہوا کہ وہ منافق ہو گئے ہیں کیونکہ سرکارِ دوعالم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں ان پر خوفِ خُدا کا غلبہ ہوتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ان پر مُراقَبہ، تَفَکُّر اور آخرت کی طرف تَوَجُّہ کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس سے جاتے تو گھر والوں، بچوں اور مَعاش وغیرہ میں مشغول ہو جاتے تھے تو انہیں خوف ہوا کہ کہیں یہ نفاق تو نہیں۔ پس حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انھیں بتایا کہ یہ نفاق نہیں ہے اور انہیں ہمیشہ اس کیفیت پر رہنے کا مکلف

نہیں بنایا گیا۔‘‘[1]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا انوکھا اندازِ بیان:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ’’حضرت سَیِّدُنَا حَنْظَلَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سَیِّدُنَا صِدِّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنی حالت بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہمارے درمیان وَعظ فرماتے ہیں، جہنم اور اس کے عذابات کا تذکرہ کرتے ہیں اور کبھی ہماری ترغیب کے لیے جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہیں یا ہمارے سامنے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ یا اس کے قُرب کا یا اس کی صِفتِ جمالی وجلالی کے آثار کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہوتی ہے گویا کہ ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار کر رہے ہیں یا جنت ودوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دُور ہوتے ہیں تو ہماری اس حالت میں فرق آجاتا ہے اور ہم اپنی اَزواج میں مَشغول ہو جاتے ہیں اور اپنی اولاد سے کھیلتے ہیں اور اپنے مَعاشی مُعاملات کی تگ ودَو میں لگ جاتے ہیں۔ پھر جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر یہ ساری کیفیت بیان کی تو سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’اے حنظلہ! اگر تمہاری حالت ہر وقت وہی رہے جو میری بارگاہ میں ہوتی ہے یعنی مَوَانِعِ بَشَرِیَّہ اور نَفْسی تقاضے تمہارے آڑے نہ آئیں اور تم حاضر وغائب ہونے کی حالت میں دائمی طور پر اسی کیفیتِ کاملہ پر رہو جو تم نے بیان کی تو فرشتے تمہاری آرام گاہوں اور تمہارے راستوں میں، تمہاری مَشغولیت وفَراغی کے اَوقات میں، تمہارے دن ورات میں تم سے اِعلانیہ طور پر مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت چند ساعتوں کی ہوتی ہے اس طرح کہ بندہ ایک ساعت میں کیفیتِ حُضُوری میں ہوتا ہے اور ایک ساعت میں اس کے اندر کمی آجاتی ہے تو جب تم کیفیتِ حُضُوری میں ہوتے ہو تو اپنے ربّ کے حُقُوق ادا کرتے ہو اور جب وہ کیفیت نہیں رہتی تو تم اپنے نفس کو خوش کرتے ہو اور ایسی حالت میں بندہ منافق نہیں ہوتا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اے حنظلہ! جو کیفیت تم نے بیان کی اس پر دوام حاصل کرنا مَشَقَّت

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب التوبۃ، باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الآخرۃ، ۹/۶۶، الجزالسابع عشر۔

ہے اور ہر ایک اس کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی لوگوں کو اس کا مُکَلَّف کیا گیا ہے اکثر لوگ چند ہی ساعتیں اس کیفیت میں گزارنے کی طاقت رکھتے ہیں اور تمہاری حالت بھی یہی ہے۔ لہٰذا تم صراطِ مستقیم پر ہو اور تمہیں جو اپنے منافق ہونے کا وَہم ہوا ہے وہ غلط ہے کیونکہ شیطان راہِ سُلوک پر چلنے والوں کو اس قسم کے تَوَہُّمات میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اُن کے اِعتقادات میں تَغَیُّر پیدا کر دیتا ہے پھر اس طرح وہ لوگ نیک اَعمال کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔" حدیثِ پاک میں **ثَلَاثَ مَرَّاتٍ** کے الفاظ ہیں یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں تین احتمالات ہیں: (۱) پہلا یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا پورا قول تین بار ارشاد فرمایا۔ (۲) دوسرا یہ کہ لٰکِنْ سے آخر تک کی جو گفتگو ہے وہ تین بار ارشاد فرمائی۔ (۳) تیسرا یہ کہ **سَاعَةً وَّسَاعَةً** کے الفاظ تین بار ارشاد فرمائے۔"[1]

ایک بات تین بار کیوں ارشاد فرمائی؟

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُاللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "**ثَلَاثَ مَرَّاتٍ** یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بطورِ تاکید تین مرتبہ ارشاد فرمایا تاکہ اس کا اثر زیادہ ہو اور حضرت سَیِّدُنا حَنظَلَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وہم زائل ہو جائے اور **سَاعَةً وَّسَاعَةً** کے الفاظ میں احتمال ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ رُخصت دینے کے لیے ارشاد فرمائے ہوں (یعنی ایک ساعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور ایک ساعت میں اپنے نفس کے حقوق ادا کرو۔) یہی احتمال زیادہ ظاہر ہے اور یہ معنٰی بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عبادت کی مُحَافَظَت پر اُبھارنے کے لیے ارشاد فرمایا ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ اپنے اوپر مَشَقَّت لازم کرنے کی وجہ سے تم تھک جاؤ اور عبادت بالکل ہی چھوڑ دو۔"[2]

اپنے اَوقات کی تقسیم کاری:

دلیلُ الفالحین میں ہے: "انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اوقات کو تقسیم کرلے۔ ایک وقت

---

1 . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه، ۵/ ۵۰ - ۵۱، تحت الحديث: ۲۲۶۸ ملتقطاً۔

2 . . . شرح الطيبي، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل والتقرب اليه، ۴/ ۴۰۴، تحت الحديث: ۲۲۶۸۔

یادِ الٰہی کے لیے، اسی طرح مُحَاسَبۂ نفس مُحَاسَبۂ مخلوق میں غور و فکر، کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے لیے اَوقات مُقرَّر کرلے۔ کمالات حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اِس کے علاوہ بقیہ خیالات ہیں۔"[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی صُحبت کا اَثر:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ حنظلہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) غَسِیلُ المَلَائِکَہ نہیں ہیں، بلکہ دوسرے صحابی ہیں جو کاتبِ وحی تھے۔ اُسید ابن عَمرو ابن تمیم کی اولاد سے ہیں۔ بڑی عمر پائی، حضرت امیرِ مُعاویہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (حنظلہ منافق ہوگیا) یعنی میری حالت مُنافقوں کی سی ہوئی کہ اس میں یکسانیت نہیں۔ یہاں نِفاق سے اِعتقادی نفاق مُراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام میں اپنے کُفر یا نفاق کا اقرار ہے (بلکہ) آپ کا یہ قول انتہائی خوفِ خُدا پر مبنی ہے، اقرارِ کُفر تو کُفر ہے، مگر اقرارِ گناہ جو خوفِ خُدا سے ہو عین تقویٰ ہے۔ حضرت یُونُس عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا تھا: **اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ**، حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: **رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا**، جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جاسکتا ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر عاصی یا منافق نہیں کہا جاسکتا۔ لہٰذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں بن سکتی۔ (حضرت سَیِّدُنَا حنظلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بات سن کر سَیِّدُنَا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **سُبْحَانَ اللہ**! یہ کیا کہہ رہے ہو؟) تم سے نفاق کو کیا نسبت؟ تم صحابیٔ رسول ہو، کاتبِ وحی ہو، اپنے کلام کا مطلب خود بیان کرو۔ (بارگاہِ رسالت میں ہوتے ہوئے گویا ہم جنت و دوزخ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں) یعنی اس وقت ہم کو خوف و اُمید اس درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اسے چاہ رہے ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ کو حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلس میں عَیْنُ الْیَقِیْن نصیب ہوجاتا تھا نہ معلوم حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے اُن کی نمازیں کیسی ہوتی ہوں گی۔ **اللہ تعالٰی** ان کی تجلی کچھ ہم کو بھی نصیب کرے۔ **ضَیْعَاتٌ**، **ضَیْعَۃٌ** کی جمع ہے **ضَیْعَۃٌ** وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات کھیتی باڑی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الاقتصاد فی العبادة، ١ / ٤٠٤، تحت الحدیث: ١٥١ ۔

کو ضَیْعَۃٌ کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھر پہنچ کر کچھ غفلت طاری ہو جاتی ہے، دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلسِ پاک میں ہوتا ہے، دل کا یکساں حال نہ رہنا ہی حال کی منافقت ہے۔ (حضرت سَیِّدُنا حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات سن کر حضرت سَیِّدُنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ہماری بھی یہی حالت ہے) یعنی یہ اختلافِ حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہو گئے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چلو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھیں۔ یہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیان کا معجزہ تھا کہ آپ کے بیان سے عَالَمِ غَیب گویا عَالَمِ شَہادت بن جاتا تھا۔ بعض عُلَماء کی تقریر میں سامِعین کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے واقعہ سامنے ہو رہا ہے، بارہا ذِکرِ معراج، ذِکرِ ہجرت وغیرہ میں ایسا دیکھا گیا ہے، یہ بیان و اِخلاص کا کمال ہے۔ (حضرت سَیِّدُنا حنظلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: آپ کے پاس سے جانے کے بعد ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں) بُھول جانے سے مُراد ہے تَوَجُّہ تام نہ رہنا نہ کہ حِفظ کا مقابل، لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب صحابہ کا حافظہ اتنا کمزور تھا کہ فوراً حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان بھول جاتے تھے تو اُن سے روایتِ حدیث کیونکر درست ہوئی۔ (حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تمہاری جو کیفیت ہماری موجودگی میں ہوتی ہے اگر ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مُصافحہ و مُلاقات کریں) یعنی تمہارے قلب کا جو حال میری مجلس میں ہوتا ہے اور جو کشف و مُشاہَدہ تَیَقُّظ و بیداری یہاں ہوتی ہے، اگر ایسی ہی ہر وقت رہے تو فرشتے تم سے علانیہ طور پر ملاقاتیں مُصافحے کیا کریں ورنہ صحابۂ کرام سے فرشتے مُصافحے بھی کرتے تھے اور ملاقاتیں بھی مگر دوسری شکلوں میں۔ (حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: لیکن اے حنظلہ! ایک ایک گھڑی) یعنی زندگی کی بعض گھڑیاں دِینی اِنْہِماک کے لیے رہیں اور بعض گھڑیاں دُنیاوی کاروبار کے لیے تاکہ دونوں جہاں آباد و قائم رہیں۔ ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا، شعر:

تو دنیا میں ایسا ہو رہ جُوں مُرغابی ساگر میں
ڈگر پہ اپنے ایسے جانا جُوں چِت ناری گاگر میں

مُرغابی دریا میں آکر تیرنے والا جانور بن جاتی ہے اور ہوا میں پہنچ کر پرندہ، پہاڑی عورت دو گھڑے

سر پر ایک گھڑا بغل میں دوسرا ہاتھ میں لٹکائے اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی راستہ طے کر لیتی ہے، بیک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی، ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت بن جائے، بازار میں جا کر اعلیٰ درجہ کا تاجر، دنیا و دین دونوں کو سنبھالے، خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتا ہوا زندگی کا راستہ طے کرے۔ **سُبْحَانَ الله!** کیا نفیس تعلیم ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت **الله** کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں **ذکر الله** سے غافل نہیں کرتے اور بعض لوگوں کے ہاں تقسیم ہوتی ہے کہ بعض گھڑیاں ربّ تعالیٰ کے ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مَشغلہ میں، صحابۂ کرام (عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان) میں بھی انہیں دو قسم کے حضرات تھے۔ حضرتِ حنظلہ (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) دوسری جماعت سے تھے اس لیے ان سے یہ فرمایا گیا، اسی لیے حضرت حنظلہ (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) سے خطاب فرمایا، صدیقِ اکبر (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) پہلی جماعت سے تھے۔"(1)

مدنی گلدستہ

"یَا غَفَّارُ" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی پاک صاحبِ لَولَاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اصحاب میں کوئی بھی منافق نہیں تھا، نہ ہی اعتقادی اور نہ ہی عملی، اسی لیے بعض صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا اپنے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا ان کے اعلیٰ درجے کے تقویٰ و پرہیز گاری، اخلاص و فکرِ آخرت پر دلالت کرتا ہے۔

(2) صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اپنی دینی اور دنیاوی حاجات لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ان کی حاجتیں پوری فرمایا کرتے تھے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۳۱۴ ملتقطاً۔

(3) عُلَمَائے کرام کو چاہیے کہ اپنی صُحبت میں رہنے والوں کو مختلف اصلاحی موضوعات پر درس دیں، کبھی دوزخ سے ڈرائیں تو کبھی جنت کی نعمتوں کی رغبت دلائیں، کبھی خُوفِ خدا کا درس دیں تو کبھی محبتِ الٰہی سے ان کے دلوں کو جگمگائیں۔

(4) دل کی کیفیت کا بدلتے رہنا بَشری اور فِطری تقاضہ ہے۔

(5) بہت کامیاب ہے وہ شخص جو اپنے تمام امور کو ان کے اوقات میں انجام دے۔

(6) اگر کسی کو کوئی بات سمجھانی ہو یا ذہن نشین کروانی ہو تو اس کی حِکمتیں بیان کرنا نہایت مفید ہے اور اسے تین مرتبہ دُہرائے اس طرح سننے والا صحیح طریقے سے سمجھ سکے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے قُربِ خاص کی دولت سے مالامال فرمائے، اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عشق سے معمور فرمائے، فکرِ آخرت نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:152

ابو اِسرائیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی انوکھی نذر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ: بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ، فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا: اَبُوْ اِسْرَائِیْلَ نَذَرَ اَنْ یَّقُوْمَ فِی الشَّمْسِ وَلَا یَقْعُدَ، وَلَا یَسْتَظِلَّ وَلَا یَتَکَلَّمَ، وَیَصُوْمَ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوْهُ فَلْیَتَکَلَّمْ وَلْیَسْتَظِلَّ وَلْیَقْعُدْ وَلْیُتِمَّ صَوْمَهُ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور ایک آدمی کھڑا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں استفسار فرمایا تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بتایا یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، سایے میں نہ جائے گا اور نہ ہی کسی سے گفتگو کرے گا اور (ہمیشہ) روزہ رکھے گا۔“

---

1 . . . بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیة، ۴/۳۰۳، حدیث: ۶۷۰۴ بتغیر۔

حضور نبی اکرم رسولِ مُحتَشَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس سے کہو! گفتگو کرے، سائے سے لُطف اندوز ہو، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔“

کون سا عمل عبادت ہے؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنَا ابُو اِسرائیل اَنصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صحابی تھے۔ اِس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ مباح کاموں یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو چھوڑنا عبادت نہیں۔ اسی طرح دھوپ میں بیٹھنا اور ہر وہ کام جس سے انسان کو تکلیف ہو اور قرآن و حدیث میں اس پر ثواب نہ ہو تو وہ عبادت نہیں۔ عبادت تو وہی عمل ہے جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم دیا ہے۔“[1]

جائز کام کی مَنَّت پوری کرنا ضروری ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اسے چاہیے کہ اپنا روزہ مکمل کرے۔ کیونکہ نیک کام کی مَنَّت پوری کرنا واجب ہے اور صِیامِ دہر مُستَحسَن ہے اس شخص کے لیے جو اس کی قُدرت رکھتا ہو اور اس سے وہ پانچ دن مُستَثنٰی ہوں گے جن میں شرعًا اور عُرفًا روزے رکھنا منع ہے، اگر ان ایام کے روزوں کی بھی مَنَّت مانی تھی تو اَحناف کے نزدیک اس پر واجب ہے کہ ان ایام کے روزے نہ رکھے اور کَفَّارہ دے۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ کلام کرے کیونکہ کبھی کبھی بولنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ سلام کا جواب دینا اور نماز میں قراءت کرنا اور اِن کو ترک کرنا گناہ ہے۔ بہرحال ہمیشہ نہ بیٹھنا اور سائے میں نہ جانا یہ ایسے کام ہیں جن کی انسان طاقت نہیں رکھتا تو سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنَا ابُو اِسرائیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قسم پوری کرنے سے پہلے ہی اسے توڑنے کا حکم دیا تاکہ وہ نذر پوری کر کے نقصان نہ اُٹھائیں۔ اَصحابِ ابُو حَنِیفَہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ اگر کسی نے عید کے دن کے روزے کی مَنَّت مانی تو عید کے علاوہ کسی اور دن

---

[1] ... عمدة القاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فیما لا یملک وفی معصیة، ١٥/ ٧٤٦، تحت الحدیث: ٦٧٠٤۔

کا روزہ رکھنا واجب ہے۔“[1]

خُطبہ بیٹھ کر سُننا سُنَّت ہے:

مُفَسِّرشہیرحَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(دورانِ خطبہ ایک شخص کھڑا تھا) اس طرح کہ سب لوگ بیٹھ کر خُطبہ سن رہے تھے مگر یہ صاحب حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے کھڑے ہو کر سُن رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ خُطبہ پڑھنا کھڑے ہو کر سنت ہے اور سننا بیٹھ کر سنت، اسی لیے تو حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے کھڑے ہونے پر تَعَجُّب فرمایا۔ یہ حضرت (ابواسرائیل) بنی عامر ابنِ لوی کی اولاد سے تھے، قریش کے ایک خاندان سے۔ ان کا نام ابواسرائیل ہی تھا۔ انہوں نے نذر مانی یعنی نماز کے علاوہ کسی وقت نہ بیٹھے گا اور کسی انسان سے کلام نہ کرے گا، یہ مطلب نہیں کہ اَلتَّحِیَّات میں بھی نہ بیٹھے گا اور نماز میں تلاوت وغیرہ بھی نہ کرے گا، عادات کی نفی ہے عبادات کی نفی نہیں۔ یعنی خاموش رہنا، سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قراءت فرض ہے اور اَلتَّحِیَّات میں بیٹھنا واجب بھی ہے فرض بھی، اسی طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقتِ انسانی سے باہر ہے، یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لیے اسے پورا کرے۔ خیال رہے کہ ابواسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے، ہمیشہ خاموش رہنے، سایہ میں نہ بیٹھنے، ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پہلی نذریں توڑنے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سوا تمام دن روزے رکھے اور ان پانچ دنوں میں روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے کَفَّارہ دے، نذر کا کَفَّارہ وہی ہے جو قسم کا کَفَّارہ ہے، امام شافعی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی) کے ہاں ان دنوں کی نذر درست ہی نہیں۔“[2]

قَسَم کا کَفَّارہ:

قَسَم کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دس مِسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا ہے۔ یعنی یہ اختیار ہے کہ

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان والنذور، باب فی النذر، ٦ / ٦٠٢، تحت الحدیث: ٣٤٣٠ ملتقطا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٥ / ٢٠٤۔

ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔ مَساکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلانا ہوگا اور جن مَساکین کو صبح کے وقت کھلایا انہیں کو شام کے وقت بھی کھلائے، دوسرے دس مَساکین کو کھلانے سے ادانہ ہوگا۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ دسوں کو ایک ہی دن کھلادے یا ہر روز ایک ایک کو یا ایک ہی کو دس دن تک دونوں وقت کھلائے اور مَساکین جن کو کھلایا ان میں کوئی بچہ نہ ہو اور کھلانے میں اِباحت و تملیک دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھلانے کے عِوض ہر مِسکین کو نِصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ان کی قیمت کا مالک کردے یا دس روز تک ایک ہی مِسکین کو ہر روز بقدرِ صدقۂ فطر دے دیا کرے یا بعض کو کھلائے اور بعض کو دے دے۔"[1]

مدنی گلدستہ

امام "حُسَین" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مُباح کاموں کو عبادت سمجھ کر ترک کرنا عبادت نہیں ہے۔ عبادت صرف وہی کام کہلائے گا جس کو شَریعتِ مُطَہَّرہ نے عبادت کہا ہو۔

(2) جس نذر کو پورا کرنے میں کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو اسے پورا نہ کرے بلکہ کفارہ ادا کردے۔

(3) نذر سوچ سمجھ کر ماننی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں مشکل میں پڑ جائے اور نذر پوری نہ کرسکے۔

(4) خُطبہ کھڑے ہو کر دینا اور بیٹھ کر سننا سُنَّتِ مُبارَکہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عبادات میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے، جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... بہار شریعت، ۲/ ۳۰۵، حصہ ۹ ملتقطاً۔

باب نمبر:15

اَعمال پر مُحافَظَت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی بھی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس پر ہمیشگی اختیار کرنا ضروری ہے، جو کام اِستقامت و تَسَلْسُل کے ساتھ کیا جائے وہ ایک نہ ایک دن پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے ہمیشگی اور پابندی کے ساتھ اس کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری ہے۔ مُسلسل سفر کرنے والا طویل راستے کو بھی ایک نہ ایک دن آسانی اور سہولت کے ساتھ طے کر لیتا ہے۔ اِسی طرح اَعمالِ صالحہ پر مُحافَظَت و ہمیشگی اختیار کرنے والوں کے لیے جنت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

ریاضُ الصالحین کا یہ باب **"اَعمال پر محافظت"** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 چار آیاتِ کریمہ اور 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ اس باب میں آیات کی تفسیر، اَحادیث کی تشریح، نیز اَعمالِ صالحہ پر استقامت کی اہمیت وفضیلت اور باب سے متعلق دیگر رِوایات وحکایات بیان کی جائیں گی، پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مؤمنوں کے دِل یادِ الٰہی میں جھک جاتے ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (پ ۲۷، الحدید: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اُترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

تفسیرِ رُوحُ البَیان میں ہے: "کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کی طرف جھک جائیں اور اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کریں اور بغیر کسی سُستی اور کمی کے اس کے اَحکامات پر عمل کر کے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو روک کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی

طرف جھک جائیں۔“[1]

تفسیرِ خازِن میں ہے: ”اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح ہونے سے منع فرمایا ہے کہ جب یہود و نصاریٰ کی طرف عرصہ دراز تک کوئی نبی نہیں آئے تو ان کے دل سخت ہوگئے یعنی وہ دنیا کی طرف مائل ہوگئے۔“[2]

(2) رہبانیت کی ابتدا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ١بْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ (پ ۲۷، الحدید: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیرووں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا۔

تفسیرِ خازن میں ہے: ”حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیروکاروں کے دل میں نرمی رکھی یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت و شفقت رکھتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے اوپر رَہبانِیَّت لازم کرلی۔ یعنی وہ لوگ پہاڑوں، غاروں، تنہا مکانوں اور خانقاہوں میں خلوت نشین ہوگئے، انہوں نے اپنے اوپر عبادت میں زائد مَشَقَّت کو لازم کرلیا اور نکاح نہ کیا، سادہ غذا اور موٹے کپڑے استعمال کرنے لگے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی بلکہ انہوں نے رضائے الٰہی کے حُصول کے لیے اسے خود اپنے اوپر لازم کیا، لیکن اسے نبھا نہ سکے بلکہ اس کو ضائع کردیا اور شرک میں مبتلا ہوئے۔ حضرت

[1] ... تفسیر روح البیان، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۶، ۹/ ۳۶۳۔

[2] ... تفسیر خازن، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۶، ۴/ ۲۲۹۔

سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے دِین کا انکار کیا اور اپنے بادشاہوں کے دِین میں داخل ہوگئے، ان میں سے بعض لوگ دِینِ عیسٰی پر قائم رہے یہاں تک کہ انہوں نے حضور نبی اکرم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دَور کو پایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائے۔“[1]

(3) بے وقوف عورت

اِرشادِ باری تعالٰی ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (پ ۱۴، النحل: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا۔

عَلَّامَہ اِسماعیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یعنی اے مؤمنو! وعدہ توڑنے میں اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ کہ جو اپنا سُوت مضبوطی سے کاتتی ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ کَلبِی اور مُقَاتِل کہتے ہیں کہ یہ عورت رَیْطَه بِنْتِ سَعْد تھی، مکہ کی رہنے والی تھی اور انتہائی بے وقوف اور وسوسے کے مرض میں مبتلا تھی، یہ اور اس کی باندیاں صبح سے دوپہر تک (بہت محنت کرکے) سُوت کاتتی رہتیں، پھر تمام سُوت کاتنے کے بعد یہ انہیں حکم دیتی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔“[2]

(4) مرتے دم تک عبادتِ الٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ﴿۹۹﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت میں رہو۔

امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی اپنی زندگی کے زمانے

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۷، ۴/ ۲۳۲۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۲، ۵/ ۷۴۔

میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور زندگی کے لمحات سے کسی بھی لمحہ کو عبادت سے خالی نہ جانے دو۔“[1]

عَلَّامَہ بَیْضَاوِی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت میں رہو کیونکہ موت کا آنا یقینی ہے اور مخلوق میں سے ہر زندہ کو موت آئے گی۔ چنانچہ جب تک زندہ رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتے رہو اور زندگی کا کوئی لمحہ عبادت سے خالی نہ جانے دو۔“[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:153

وَظَائِف پورے کرنے کی ترغیب

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَاَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عُمر بن خَطَّاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنارات کا وظیفہ یا اس کا کچھ حصہ پڑھے بغیر سو جائے، پھر فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لیے رات کو پڑھنے کی طرح اَجر لکھا جاتا ہے۔“

فَضلِ خُداوندی:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ”یہ محض فَضلِ خُداوندی ہے کہ وہ اسے پورا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رات کے نوافل و وَظائف دن کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ رات کے وقت نیند کی قربانی دینی پڑتی ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا اِمام مالِک عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْخَالِق فرماتے ہیں: رسولِ کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص رات میں نماز پڑھنے کا عادی ہو پھر اس پر نیند کا غلبہ ہو اور وہ اپنی رات کی نماز پڑھے بغیر سو جائے تو اس کے لیے اس کی

1 ... تفسیر کبیر، پ ١٤، الحجر، تحت الآیۃ: ٩٩، ٧/١٦٦۔

2 ... تفسیر بیضاوی، پ ١٤، الحجر، تحت الآیۃ: ٩٩، ٣/٣٨٣۔

3 ... مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام عنه اومرض، ص٣٧٦، حدیث: ٧٤٧۔

نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کے لیے صدقہ ہے۔ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کمال درجے کا فضل ہے اور بندے کی نیت کا صِلہ ہے اور یہ فضیلت اس کے لیے ہے جس کی رات میں عبادت کرنے کی عادت ہو۔ حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے پورا ثواب ملے گا جیسا کہ نماز پڑھنے پر ملتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اس فعل سے روکا ہے۔“[1]

نفلی روزے کی نیت کا وقت:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ اللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں ظہر سے پہلے اس حکم کو اس وجہ سے خاص کیا کہ ظہر کا وقت بغیر کسی فاصلے کے رات کے آخری حصے سے ملا ہوا ہے سوائے فجر کی نماز کے۔ اسی لیے اگر نفلی روزہ رکھنے والے نے زوال سے پہلے نفلی روزے کی نیت کرلی تو اس کا روزہ صحیح ہے، اس کے بعد اِس کی نیت درست نہیں۔ جس کا رات کا کوئی وظیفہ چھوٹ جائے اور وہ اسے ظہر سے پہلے پڑھ لے تو اس کے نامۂ اعمال میں اسی طرح اجر لکھا جائے گا جس طرح رات میں پڑھنے والے کے لیے لکھا جاتا ہے۔“[2]

دن اور رات ایک دوسرے کے خلیفہ ہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بعض علماء نے فرمایا کہ اگر تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو اِنْ شَآءَ اللہ تہجد کا ثواب مل جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً﴾ (پ ١٩، الفرقان: ٦٢) (ترجمۂ کنز الایمان: جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی) لہٰذا رات کے اعمال دن میں ہوسکتے ہیں، نیز دن کے اَوّل حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں، اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضَحوہ کبریٰ سے پہلے ہوسکتی ہے، گویا اس نے رات سے ہی نیت کی۔ اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل ۔۔۔ الخ، ٣/٩٨، تحت الحدیث: ٧٤٧۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الصلاۃ، باب القصد فی العمل، ٣/١٤١، تحت الحدیث: ١٢٤٧۔

کرلے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے۔"[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"صوم" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو ان کے عمل سے زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔

(2) ممکن ہو تو رات کے وقت عبادت کی کثرت کرنی چاہیے کیونکہ یہ دن کے مقابلے میں زیادہ فضیلت والی ہے۔

(3) پابندی سے تہجد پڑھنے والا اگر کسی روز تہجد ادا نہ کرسکے تو دوپہر ہونے سے پہلے اتنی تعداد میں نوافل پڑھ لے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تہجد کا ثواب پائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پابندی کے ساتھ ذِکر واَذکار کرنے، فرائض وواجِبات وسُنَن کے ساتھ ساتھ کثرت سے نوافل کی ادائیگی کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

میری زبان تر رہے ذکرودرود سے
بے جا ہنسوں کبھی نہ کروں گفتگو فضول
ذکر و درود ہر گھڑی وِردِ زباں رہے
میری فضول گوئی کی عادت نکال دو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۲۶۵۔

حدیث نمبر:154 تَہَجُّد پابندی سے اَدا کرنی چاہیے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا عَبْدَ اللهِ! لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، کَانَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمْرو بن عَاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: ''اے **عبد اللہ**! اس شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات کو قیام کیا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔''

نیک کام پر ہمیشگی اِختیار کرنا مُستحب ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''رات میں قیام کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قیامِ لیل چھوڑنے والے کے لیے اتنی ہی بات پر اِکتفانہ فرماتے بلکہ اس کی مَذَمَّت بھی فرماتے۔ اِفْرَاط وتَفْرِیط کے بغیر کسی نیک کام پر ہمیشگی اختیار کرنا مُستَحَب ہے۔ حدیثِ مذکور میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو نفلی عبادت کا عادی ہو پھر (بِلاعُذر) اسے ترک کر دے تو یہ مکروہ ہے۔''[2]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یعنی اس خصلت میں فلاں کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات کے بعض حصے میں نمازِ تہجد پڑھتا تھا، پھر بغیر کسی عُذر کے اسے چھوڑ دیا۔ پس جس چیز کو اس نے اپنے ذمے لیا تھا وہ اس پر ثابت قدم نہ رہا۔ حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کو چھوڑنا اور اپنی عادت کی طرف لوٹنا ایسا ہی ہے جیسے سفر سے اُلٹے پاؤں واپس لوٹنا اور زیادہ کے بجائے کمی کی طرف آنا۔''[3]

---

1 . . . بخاری، کتاب التهجد، باب مایکره من ترک قیام اللیل لمن کان یقومه، ۱/۳۹۰، حدیث: ۱۱۵۲۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب التهجد، باب مایکره من ترک قیام اللیل، ۵/۵۰۴، تحت الحدیث: ۱۱۵۲۔

3 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوة، باب التحریض علی قیام اللیل، ۳/۳۱۰، تحت الحدیث: ۱۲۳۴۔

تہجد گزار کا تہجد چھوڑنا بُرا ہے:

مُفَسِّرشہیرمُحَدِّثِ کَبِیْرحَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی اَحمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو (بلاعُذر محض سُستی کی وجہ سے) تہجد چھوڑنا بہت بُرا ہے۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعات میں ہے کہ **عبد اللّٰہ اِبنِ عَمرو** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام رات عبادت کرتے تھے، ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے چنانچہ ان کے والد نے بارگاہِ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ اِبنِ حَجَر (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔“[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اِفراط و تفریط کے بغیر نیک کام پر ہمیشگی اختیار کرنا مُستَحَب ہے۔ نیز عبادت اگر واجب نہ ہو تب بھی اس عبادت کو ترک کرنا مکروہ ہے۔

(2) دِکھاوے کے لیے کوئی نیک عمل کرنا قابلِ مَذَمَّت ہے۔

(3) کسی شخص کو مُعَیَّن کیے بغیر اس کا عیب بیان کرنا جائز ہے جبکہ مقصود کسی کی اصلاح ہو۔

(4) چند روز عبادت کر کے پھر چھوڑ دینا قابلِ مَذَمَّت ہے۔

(5) کسی عُذر کی وجہ سے اگر کبھی نفلی عبادت ترک ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عبادت میں خُشُوع و خُضُوع عطا فرمائے اور ہماری تمام خطاؤں کو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۶۰۔

اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے معاف فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:155

تہجُّد کے بدلے بارہ 12 رکعتیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ اَوْ غَيْرِهٖ، صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہا سے مروی ہے جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رات کی نماز (یعنی تہجد) کسی بیماری وغیرہ کے سبب رہ جاتی تو آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دن میں بارہ 12 رکعت نماز پڑھتے۔

اَوْراد و وَظائف پر مُحافَظَت:

عَلّامہ اَبُوزَکَرِیّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اَوْراد و وَظائف پر مُحافَظَت کرنا مُستَحَب ہے اور اگر وظیفہ رہ جائے تو اس کی قضاء کی جائے۔“[2]

رات کی نماز سے کونسی نماز مُراد ہے؟

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”رات کی نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے، نیند کے غلبے یا کسی اور اہم کام کی وجہ سے جب آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ تہجد نہ پڑھ پاتے تو دن میں بارہ 12 رکعتیں پڑھ لیتے۔ عَلّامہ اِبنِ حَجَر عَسْقَلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بارہ رکعتیں نمازِ تہجد کی فضیلت پانے کے لیے پڑھتے نہ کہ قضاء کے طور پر، کیونکہ تہجد کی نماز کی رکعت

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلوۃ اللیل ومن نام عنہ او مرض، ص ۳۷۶، حدیث: ۷۴۶۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل ومن نام عنہ، ۳/۲۷، الجزء السادس۔

کی تعداد اتنی نہیں ہوتی اور قضاء کبھی بھی ادا سے زائد نہیں ہوتی۔"[1]

زوال سے پہلے بارہ 12 رکعتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دن میں بارہ رکعتیں ادا فرماتے) یعنی زوال سے پہلے پہلے یا اس لیے پڑھتے کہ آپ پر نمازِ تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خُصُوصیت ہے یہ اس لیے کہ جس کی تہجد رہ جائے اور وہ زَوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پائے گا۔"[2]

رات میں کثرتِ نوافل کی پانچ حکایات:

(1) حضرتِ سَیِّدُنا عبد العزیز بن رَوَّاد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْجَوَّاد رات کو سونے کے لیے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے: "تو نرم ہے لیکن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جنّت میں تجھ سے زیادہ نرم بستر ملے گا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔"

(2) حضرتِ سَیِّدُنا صِلَہ بن اَشْیَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم ساری رات نَماز پڑھتے۔ جب سحری کا وقت ہوتا تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کرتے: الٰہی! میرے جیسا آدمی جنّت نہیں مانگ سکتا لیکن تو اپنی رَحمت سے مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما۔"

(3) حضرتِ سَیِّدُنا ربیع بن خُثَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بیٹی نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی: "ابّا جان! کیا وجہ ہے کہ لوگ سو جاتے ہیں اور آپ نہیں سوتے؟" ارشاد فرمایا: "بیٹی! تمہارا باپ ناگہانی عذاب سے ڈرتا ہے جو اچانک رات کو آجائے۔"

(4) حضرتِ سَیِّدُنا صَفْوَان بن سُلَیم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی پنڈلیاں نماز میں زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے سُوج گئی تھیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس قدر کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے کہ بالفرض آپ

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی المحافظة علی الاعمال، ۱/۴۱۲، تحت الحدیث: ۱۵۶۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۲/۲۷۱۔

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کہہ دیا جاتا کہ کل قیامت ہے تو بھی اپنی عبادت میں کچھ اضافہ نہ کر سکتے (یعنی ان کے پاس عبادت میں اضافہ کرنے کے لیے وقت کی گنجائش ہی نہ تھی) جب سردی کا موسم آتا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مکان کی چھت پر سویا کرتے تاکہ سردی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو جگائے رکھے اور جب گرمیوں کا موسم آتا تو کمرے کے اندر آرام فرماتے تاکہ گرمی اور تکلیف کے سبب سو نہ سکیں۔ سجدہ کی حالت میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں تو بھی میری ملاقات کو پسند فرما۔''

(5) حضرتِ سَیِّدُنا قاسِم بن راشِد شَیبانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کہتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا زَمْعَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مُحَصَّب میں ٹھہرے ہوئے تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی زوجہ اور بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ رات کو اٹھے اور دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو بلند آواز سے پکارنے لگے: ''اے رات میں پڑاؤ کرنے والے قافِلے کے مسافِرو! کیا ساری رات سوتے رہو گے؟ کیا اُٹھ کر سفر نہیں کرو گے؟'' یہ سُن کر وہ لوگ جلدی سے اٹھ گئے (اور عبادات میں مَشغول ہو گئے) اور کہیں سے رونے کی آواز آنے لگی اور کہیں سے دعا مانگنے کی، ایک جانب سے قرآنِ پاک پڑھنے کی آواز سنائی دی تو دوسری جانب کوئی وُضو کر رہا تھا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بلند آواز سے پکارا: ''لوگ صبح کے وقت چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔''[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان سب پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مِرے غوث کا وسیلہ رہے شاد سب قبیلہ
اِنہیں خُلد میں بسانا مدنی مدینے والے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... اِسلامی بہنوں کی نماز، ص۱۷۳۔

”مؤمن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اَورادووظائف پر مُحافَظَت اِختیار کرنا مُستَحَب ہے اور اگر کسی کے اَورادووظائف رہ جائیں تو اسے چاہیے کہ انہیں بعد میں مکمل کرلے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے ساری ساری رات عبادت کرنے کے باوجود اپنے آپ کو گناہ گار تَصَوُّر کیا کرتے تھے۔

(3) فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔

(4) بعض بزرگانِ دین اس قدر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کیا کرتے کہ ان کی پِنڈلیاں نماز میں زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے سُوج جایا کرتی تھیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خُوب خُوب عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بھی ان بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کی عبادتوں میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عمل کا ہو جذبہ عطا یاالٰہی .... گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت .... ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی

دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت .... رہوں باوضو میں سَدا یاالٰہی

ہمیشہ نگاہوں کو اپنی جُھکا کر .... کروں خاشِعانہ دعا یاالٰہی

ہو اَخلاق اچھا ہو کِردار ستھرا .... مجھے مُتَّقِی تو بنا یاالٰہی

میں نیچی نِگاہیں رکھوں کاش اکثر .... عطا کردے شرم وحَیا یاالٰہی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:16

سُنَّت اور اُس کے آداب کی مُحَافَظَت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی آخر الزمان، سَرورِ ذِیشان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رُشد وہدایت کا سَر چشمہ بنا کر دنیا میں بھیجا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کا تعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جوڑا، دنیاو آخرت کی بھلائی اور جنت کی طرف رہنمائی فرمائی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکامات کو اپنی مبارک سنتوں کے ذریعے مخلوق تک پہنچایا۔ جس نے آپ کی سنتوں کی پیروی کی وہ دارَین کی سعادتیں پا گیا اور جس نے اُن سے مُنہ موڑا وہ خائب وخاسر ہوا۔ کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اِطاعت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت ہے۔ فرمانِ خُداوندی ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ﴿۸۰﴾ (پ۵، النساء: ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

ریاضُ الصالحین کا یہ باب **"سنت اور اس کے آداب کی محافظت"** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 10 آیات اور 12 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ اس باب میں سنت کی اہمیت وفضیلت اور اس سے متعلق دیگر اہم روایات وحکایات بھی بیان کی جائیں گی۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) رسولِ خدا جو عطا فرمائیں وہ لے لو!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (پ۲۸، الحشر: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

تفسیرِ رُوحُ البَیَان میں ہے: "بہتر یہ ہے کہ اس آیت کو عُمُوم پر محمُول کیا جائے۔ اور اس صورت میں معنٰی یہ ہوگا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں چاہے وہ مُطلق حکم ہو، مالِ فَئے ہو، اُصُولِ اِعتِقادِیہ ہوں یا فُرُوعِ عَمَلِیہ، انہیں لینا اور مضبوطی سے تھامنا تم پر لازم ہے۔ نیز آیتِ مذکورہ میں

اس بات پر بھی دلیل ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا حکم ہے۔ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: فَرائِضِ عَینِیَہ میں حضور صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتّباع فرضِ عَین ہے، فرائِض کفایہ میں فرض کفایہ، واجبات میں واجب اور سنن میں سنت اور جن اَفعال کا سنت ہونا معلوم ہوا نہیں اپنایا جائے اور جن افعال کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ یہ کس درجے کے ہیں (فرض ہیں، واجب یا سنت؟) تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انہیں مُباح سمجھا جائے۔"[1]

(2) رسولِ خدا کی ہر بات حق ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ﴿۴﴾ (پ۲۷، النجم: ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

تفسیر رُوحُ البَیان میں ہے: "لفظِ "هَوٰی" کا استعمال اکثر نفسانی خواہشات اور مَمْنُوعہ لَذّات میں ہوتا ہے۔ اسی لیے نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کو بدعتی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دِین کے معاملے میں اپنی خواہش کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پس هَوٰی ایک مَخْصُوص و مَذْمُوم مَیلان ہے۔ اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکم ہوا: ﴿وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى﴾ (پ۲۳، ص: ۲۶) (ترجمۂ کنز الایمان: اور خواہش کے پیچھے نہ جانا) اور ہمارے پیارے نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی خواہشوں پر نہ چل) اور کسی بھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے کبھی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کی۔ جیسا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کبھی نفسانی خواہش کی طرف مائل نہ ہوا۔"[2]

---

1. . . تفسیر روح البیان، پ۲۸، الحشر، تحت الآیۃ: ۷، ۹/ ۴۲۹۔
2. . . تفسیر روح البیان، پ۲۷، النجم، تحت الآیۃ: ۳، ۹/ ۲۱۲۔

اِمَام جَلَالُ الدِّین سیُوطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرماتا ہے اور جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک پہنچاتے ہیں۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حُضُور نبی رَحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں جو خبر دیتا ہوں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہوتا۔“ حضرتِ سَیِّدُنا ابُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی سے مروی ہے کہ رَحمتِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں حق بات ہی کہتا ہوں۔“ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ تو ہمارے ساتھ خوش طَبعی بھی فرماتے ہیں۔ فرمایا: ”بے شک! میں اس وقت بھی حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔“[1]

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوستی کا راز

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ (پ ۳، آل عمران: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اِمَام ابوجَعْفَر مُحَمَّد بن جَرِیر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت عہدِ نبوی میں ایک قوم کے بارے میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا: ”آپ اُن سے کہہ دیجئے اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو میری اتباع کرو، کیونکہ (میری اتباع کرنا) تمہارے سچے ہونے کی دلیل ہے۔“[2]

---

1 . . . تفسیر درمنثور، پ ۲۷، النجم، تحت الآیۃ: ۳، ۷/ ۶۴۲ ملتقطاً۔

2 . . . تفسیر طبری، پ ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/ ۲۳۱۔

عَلَّامہ اِسْمَاعِیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کَعْب بِنْ اَشْرَف اور اُس کے مُتَّبِعِین کو اِسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: ”ہم اللّٰہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔“ پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا: ”اے محبوب (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)! ان سے فرمادیجئے کہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں اور میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں، اگر تم اس سے محبت کرتے ہو تو دین کے معاملے میں میری اتباع و فرمانبرداری کرو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تم سے محبت کرے گا اور تم سے راضی ہوگا، تمہارے دلوں کے پردے دور کردے گا اور تمہاری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا، جس سے تم اس کی جنتوں کے قریب ہوجاؤ گے اور وہ تمہیں اپنا قُرب عطا فرمائے گا۔“[1]

(4) کامیابی کا راز

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ (پ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہیں رسولُ اللّٰہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللّٰہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔

عَلَّامہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حُضُور پُرنُور، شافعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ پس تم ان کی اچھے طریقے سے پیروی کرو اور پیروی یہ ہے کہ تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی مدد کرو، دین پر مضبوطی سے قائم رہو، اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت نہ کرو اور مصیبت پہنچنے پر صبر کرو جیسے تمہارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبر کیا جب ان کے سامنے کا ایک دندانِ مبارک (کا کچھ حصہ)[2] شہید کیا گیا، چہرہ مبارک زخمی ہوگیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کو شہید کیا گیا اور اس کے علاوہ طرح طرح کی تکالیف دی گئیں لیکن آپ صَلَّی

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۲/ ۲۲۔

2 . . . فتح الباری، کتاب المغازی، باب ۲۲، ۷/ ۳۱۲، تحت الحدیث: ۴۰۷۵۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبر و تحمُّل سے کام لیا۔"[1]

(5) حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو حاکم نہ ماننے والا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾ (پ۵، النساء: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب! تمہارے ربّ کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اِمَام جَلَالُ الدِّین سُیُوطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا زُبیر بن عَوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میرا ایک بدری انصاری کے ساتھ پانی کے چشمے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ انصاری نے کہا: "پانی کو گزرنے دو۔" میں نے انکار کیا، پس سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے زُبیر! اپنے باغ کو سیراب کرنے کے بعد پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دیا کرو۔" یہ بات انصاری پر گراں گزری اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا: "**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ فیصلہ اس لیے ہے کہ زُبیر آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟" یہ سن چہرۂ مبارک کا رنگ مُتَغَیَّر ہو گیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے زُبیر! پہلے اپنے باغ کو اچھی طرح سیراب کرو اور پھر پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑدو۔" اس بار آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق کی رعایت فرمائی جبکہ اس سے پہلے اپنی رائے کا اظہار فرمایا تھا جس میں دونوں کی رعایت تھی۔ حضرت سَیِّدُنا زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میرا گمان ہے کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔"[2]

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی مذکورہ آیت کے

1 . . . تفسیر خازن، پ۲۱، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/ ۴۹۲۔

2 . . . تفسیر درمنثور، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۶۵، ۲/ ۵۸۴۔

تحت فرماتے ہیں: ''معنٰی یہ ہیں کہ جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صِدقِ دِل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہو سکتے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! اس سے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان معلوم ہوتی ہے۔''[1]

(6) اللہ و رسول کی طرف رُجوع کا حکم

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللّٰہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ (پ ۵، النساء: ۵۹)

اِمَام اَبُوجَعْفَر مُحَمَّد بِن جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''یعنی اے ایمان والو! اگر دِین کے کسی معاملے میں تمہارا آپس میں یا تمہارے اور حاکم و والی کے درمیان اِختلاف ہو جائے تو اس کے حل کے لیے قرآنِ پاک کی طرف رُجوع کرو، جو حکم ملے اس کی اتباع کرو۔ اگر قرآنِ پاک میں اس سے متعلق کوئی حکم نہ پاؤ تو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف رُجوع کرو اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں یعنی احادیث مبارکہ کی طرف رُجوع کرو۔''[2]

(7) رسول کا حکم ماننا اللہ کا حکم ماننا ہے

فرمانِ خداوندی ہے:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللّٰہ کا حکم مانا۔ (پ ۵، النساء: ۸۰)

تفسیرِ خازن میں ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے

1 . . . خزائن العرفان، پ ۵، النساء، تحت الآیۃ: ٦۵۔

2 . . . تفسیر طبری، پ ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۵۹، ۴/ ۱۵۳۔

محبت کی۔'' یہ سن کر بعض منافقین نے کہا: ''یہ صاحب چاہتے ہیں کہ ہم انہیں خدا مان لیں (مَعاذَ الله) جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا مان لیا تھا۔'' اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جس نے اَمر و نَہی میں رسول کی اطاعت کی تو اس نے الله عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت کی۔ کیونکہ الله عَزَّوَجَلَّ نے ہی اس کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''الله عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور اس سے مسلمانوں پر حجت قائم ہوگئی ہے۔''

حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ''ہر فرض عبادت جسے الله عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں فرض کیا ہے جیسے حج، نماز، زکوٰۃ وغیرہ اگر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے بارے میں بیان نہ فرماتے تو ہم کبھی بھی یہ بات نہ جان پاتے کہ ان عبادات کو کس طرح ادا کرنا ہے اور ہمارے لیے ان کی ادائیگی کبھی ممکن نہ ہوتی۔ پس رسولُ الله صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت درحقیقت الله عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت ہے۔''[1]

اِمام فَخْرُ الدِّین رَازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ جس نے رسولُ الله صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت اس لیے کی کہ وہ الله عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور اُمَّت کی طرف الله عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام پہنچانے والے ہیں تو درحقیقت اس نے الله عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت کی اور یہ توفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ آیت اس بات کی قوی ترین دلیل ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام الله عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو اَحکام مخلوق تک پہنچاتے ہیں، آپ اُن میں غَلطی و خَطَا سے مَعصُوم ہیں کیونکہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی چیز میں خطا کرتے تو آپ کی اطاعت الله عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت نہ ہوتی۔ اسی طرح اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے تمام اَفعال میں مَعصُوم ہیں، اس لیے کہ الله عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی پیروی کا حکم دیا۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . تفسیر خازن، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۴۰۵۔

2 . . . تفسیر کبیر، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۸۰، ۴/۱۴۹ ملتقطاً۔

(8) ہادیٔ کونین

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ (پ۲۵، الشوریٰ: ۵۲)

تفسیرِ طبری میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمارہا ہے: اے محبوب! تم میرے بندوں کو سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو کیونکہ تم انہیں میری طرف بلاتے ہو اور سیدھی راہ کی پہچان کراتے ہو۔ امام سُدّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے فرماتے ہیں: یعنی تم لوگوں کو دِینِ مُستقیم کی طرف بلاتے ہو اور وہ دِینِ اِسلام ہے، اور یہ وہ دین ہے جس کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو بلایا ہے۔“[1]

(9) منافقین کے لیے وعید

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا اُن پر دردناک عذاب پڑے۔ (پ۱۸، النور: ۶۳)

تفسیرِ طبری میں ہے: ”جولوگ ایسا کرتے ہیں (یعنی منافقین جو جمعہ کے دن خطبہ سننے سے بچنے کے لیے چپکے سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی آڑ لے کر مسجد سے نکل جاتے تھے) وہ ڈریں کہ کہیں انہیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچے۔ یہاں فتنہ سے مراد کُفر ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ اس نازیبا حرکت اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی مخالفت پر انہیں دنیا ہی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دردناک عذاب پہنچنے سے ڈرنا چاہیے۔“[2]

---

1. ... تفسیر طبری، پ۲۵، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۵۲، ۱۱/ ۱۶۳۔
2. ... تفسیر طبری، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۶۳، ۹/ ۳۴۱۔

(10) اُمہاتُ المؤمنین پر خاص کرم

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔

تفسیرِ خازن میں ہے: ”اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے خطاب فرمایا کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمت کو یاد کرو کہ اس نے ایسے گھر کو تمہارا مَسکَن بنایا جس میں اس کی آیات تِلاوت کی جاتی ہیں اور حِکمت بیان ہوتی ہے، لہٰذا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس نِعمت پر اس کا شکر ادا کرو اور حمد بجالاؤ۔ حکمت سے مراد اَحادیثِ مبارکہ ہیں۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:156

کثرتِ سوال سے بچو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَعُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ: اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِیَائِهِمْ، فَاِذَا نَهَیْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم اس معاملے میں مجھے چھوڑ دو جس میں، مَیں تمہیں چھوڑ دوں۔ بے شک! تم سے پہلے لوگوں کو کثرتِ سوال اور اپنے نبیوں سے اختلاف نے ہلاک کر دیا۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اُس سے بچو اور جب کسی بات کا حکم دوں تو اُسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ۔“

1 . . . تفسیر طبری، پ ۲۲، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۴، ۱۰/ ۲۹۹۔

2 . . . بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/ ۵۰۲، حدیث: ۷۲۸۸۔

سَبَبِ حدیث:

عَلّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں خُطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔“ ایک شخص نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہر سال حج فرض ہے؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُکُوت فرمایا یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ یہی بات پوچھی۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اگر میں ”ہاں“ کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حدیثِ مذکور ارشاد فرمائی۔ دارِ قُطنی میں ہے کہ اسی معاملے میں یہ آیت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ (پ۷، المائدۃ: ۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں۔

تفسیرِ طبری میں بھی تقریباً اسی طرح منقول ہے۔[1]

جتنا کہا جائے اتنے پر عمل کرو:

حضرتِ سَیِّدُنا شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد ”تم اس معاملے میں مجھے چھوڑ دو جس میں، میں تمہیں چھوڑ دوں۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی مجھ سے یہ سوال نہ کرو کہ کتنا ہے اور کیوں ہے جب تک میں خود بیان نہ کروں کہ کتنا ہے اور کیوں ہے یعنی جتنا میں کہوں اتنے پر عمل کرو، اگر مُطلق حکم دوں تو اس کے مطابق عمل کرو اور تعیین کر دوں تو اس پر عمل کرو، کیونکہ مجھے شرعی اَحکام بیان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، جو حکم ہوگا وہ میں تمہارے پوچھے بغیر ہی بیان کر دوں گا۔“[2]

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۱۴/ ۲۲۳، تحت الحدیث: ۷۲۸۸۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۲/ ۳۲۰۔

کثرتِ سُوال کی وجہ سے ہلاکت:

مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”بے شک! تم سے پہلے کے لوگ کثرتِ سوال اور اپنے نبیوں سے مخالفت کے سبب ہلاک ہوئے۔ یعنی تم سے پہلے یہود و نصاریٰ کثرتِ سوال کی وجہ سے ہلاک کیے گئے۔ جیساکہ ان کا (حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے) دیدارِ الٰہی اور کلام کا سوال کرنا، گائے ذبح کرنے کے معاملے میں بِلا وجہ سوالات کرنا وغیرہ۔ ان کے سوال کے بعد اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام جب انہیں کسی چیز کا حکم دیتے تو وہ اس کی مخالفت کرتے لٰہذا وہ ہلاک کر دیے گئے۔ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب میں کسی فرض کا حکم دوں تو اسے حَسبِ طاقت ادا کرو، کیونکہ جو تمام فرائض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ انہیں کُلِّیَّۃً ترک نہ کرے۔“[1] (بلکہ جس کی طاقت ہو اسے بجالائے۔)

عُذرِ شَرعی کی بِنا پر اَحکام میں تخفیف:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔ یہ فرمانِ عالی مُطلق ہے کیونکہ مَجبوری کے وقت بعض مَمنُوع چیزیں مُباح ہو جاتی ہیں جیساکہ مجبوری و حالتِ اِضطِرار میں مُردار کھانا، شراب پینا یا کلمۂ کُفر منہ سے نکالنا (جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو) اسی طرح اور بھی کئی مسائل ہیں۔ یہ حدیث جَوَامِعُ الْکَلِم اور قَوَاعِدِ اِسلَامِیَّہ میں سے ہے اور اِس اُصول میں بے شمار اَحکام داخل ہیں۔“[2]

عَدمِ جَواز کے لیے دلیل ضروری ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیث پاک کے اس حصے: ”جب کسی بات کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی میرے اَحکام پر عمل کرنا فرض ہے اور مَمنُوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدرِ طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۵/۳۸۰، تحت الحدیث: ۲۵۰۵۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمرۃ، ۵/۱۰۲، الجزء التاسع ملتقطا۔

پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مُردار کھالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حُرمَت و مُمانَعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور مُمانَعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ﴾ (پ۲۸، الحشر: ۷) (ترجمۂ کنز الایمان: ''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔'') بعض جو کہتے ہیں کہ ''جو کام حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے۔'' غلط ہے، قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔''[1]

مدنی گلدستہ

سَیِّدَہ ''فاطمہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کثرتِ سوال اور بے جا اختلاف سے بچنا چاہیے کہ بندہ ان کی وجہ سے بسا اوقات مَصائِب میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔

(2) مَمنُوعاتِ شَرعِیَّہ سے بچنا ضروری ہے، اسی میں ہمارے لیے عافیت اور آخرت کی بہتری ہے۔

(3) عُذر کی وجہ سے احکام شرعیّہ میں تخفیف مل جانا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس نے ہماری کمزوری وضُعف کی وجہ سے آسانی عطا فرمائی۔

(4) اَحکامِ شَرعِیَّہ رحمتوں کا خزینہ ہیں، ان میں کیوں، کب اور کیسے کی گنجائش نہیں۔

(5) جیسے وجوب و فرضیت کے لیے دلیلِ شرعی ضروری ہے ایسے ہی حُرمَت و مُمانَعت کے لیے بھی دلیل لازم ہے اور جس چیز کا حکم اور مُمانَعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کثرتِ سوال سے محفوظ فرمائے اور ایسے اِختلافات سے بھی محفوظ فرمائے جو اُمَّتِ مُسلِمہ اور دنیا وآخرت کے لیے نُقصان کا باعث ہوں۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۸۷۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:157 **رسولُ اللہ کی صَحابۂ کرام کو وَصِیّت**

عَنْ اَبِی نَجِیْحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً وَجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْھَا الْعُیُوْنُ، فَقُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللہِ! کَاَنَّھَا مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا قَالَ: اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللہِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ، وَاِنَّہٗ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرَی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ، عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **ابو نَجیح** عِرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ایسا بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل خوف زدہ اور آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ ہم نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ تو اَلْوَداعی وعظ معلوم ہوتا ہے، آپ ہمیں وَصِیّت فرمائیے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، (حاکم کی) بات سننے اور اِطاعت کرنے کی وَصِیّت کرتا ہوں، اگرچہ کسی غلام کو تم پر حاکم بنادیا جائے۔ اور بے شک! تم میں سے جو زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر میری اور میرے ہِدایت یافتہ خُلَفاء کی سنت اختیار کرنا لازم ہے، اسے مَضبوطی سے تھامے رکھنا اور اپنے آپ کو نئی باتوں سے بچانا، بے شک ہر نئی بات (جو خلافِ شرع ہو) گمراہی ہے۔"

آخرت کا خوف دلانے والا وعظ:

اِمام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُاللہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور نبی

[1] ... ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع، ۴/۳۰۸، حدیث: ۲۶۸۵ بتغیر۔

کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ایسا بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل خوف زدہ ہو گئے اور آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿ وَ قُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا ﴾ (پ۵، النساء: ۶۳)(ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن کے معاملے میں اُن سے رسا بات کہو۔)حدیثِ مذکور میں بہنے کی نسبت آنکھوں کی طرف کی گئی جیسا کہ قرانِ مجید میں ہے: ﴿ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ ﴾ (پ۷، المائدۃ: ۸۳) (ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں۔) گویا کہ آنسوؤں کی جگہ ان کی آنکھیں بہہ رہی ہیں۔ یہ رونے میں مبالغہ بیان کرنے کے لیے ہے۔(صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وعظ کو الوداعی وعظ کہا) کیونکہ وَصِیَّت کرنے والا بَوَقتِ رُخصت بہت اہم اور ضروری باتیں بیان کرتا ہے۔''[1]

الوداعی نصیحت کی کیفیت:

امامِ جلیل عارِف بِاللہ حضرت سَیِّدُنَا عَلَّامَہ عبدُ الغَنِی نابُلُسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضور نبی رَحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی طرح وصیّت کی جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور اُنہیں ضروری باتوں کی وصیّت کرے تو ایسا شخص نصیحت کرتا ہے، خوف دِلاتا ہے، زَجر وتوبیخ کرتا ہے اور اپنی مُخالفت سے ڈراتا ہے اور یہ صرف اُن کی بھلائی کی اِنتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اِس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ حدیثِ مذکور میں اس طرف اشارہ ہے کہ مُبَلِّغ بیان کرتے وقت حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش کرے اور کوئی ایسی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لیے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور مُبَلِّغ کو چاہیے کہ بغیر مَشَقَّت اٹھائے حسبِ موقع حاضرین کو (عذاب سے) ڈرائے اور زجر وتوبیخ کرے۔ البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔''[2]

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱ / ۳۶۱، تحت الحدیث: ۱۶۵ ملتقطا۔

2 . . . الحدیقۃ الندیۃ، ۱ / ۹۵۔

تقویٰ کی اقسام اور اُن کے شرعی اَحکام:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمیں وصیت فرمایئے۔“یعنی اگر معاملہ ایسا ہی ہے کہ وقتِ رُخصت ہے تو ہمیں ایسا حکم ارشاد فرمایئے جس میں آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد ہماری دُنیوی اور اُخروی زندگی کے لیے کامل رُشد و ہدایت ہو۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:”میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔“ یعنی اس کی نافرمانی سے بچنے اور اُس کے عذاب سے ڈرنے کی۔ فرمانِ خُداوندی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾(پ۵، النساء: ۱۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔یعنی تقویٰ کی اِن تینوں اقسام کی تاکید کردی ہے:

(۱) تقوائے شرک یعنی شرک سے بچو۔

(۲) تقوائے معصیت یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے بچو۔

(۳) تقوائے ماسِوَی اللہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ ہر چیز سے بچو۔

اور یہ کلام آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے **جَوامِعُ الْکَلِم** سے ہے کیونکہ تقویٰ نام ہے تمام اَحکامات بجالانے اور ممنوعات سے اجتناب کرنے کا۔اور تقویٰ ہی ہے جو تمہیں اَبدی عذاب سے نجات دیتا، خوشی والے گھر (جنت) تک پہنچاتا اور ربِّ ذوالجلال کے دَرِ رحمت پر لے جاتا ہے اور میں تمہیں خلیفۂ وقت کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں اور جسے تمہارا حاکم بنایا گیا اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں جب تک کہ وہ خلافِ شرع حکم نہ دے، اس کا حکم مانو، خواہ وہ عادِل ہو یا ظالم۔ ہاں! خلافِ شرع حکم دے تو نہ مانو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ لیکن اُس سے جنگ کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ حاکم جسے خلیفۂ وقت نے تم پر مُقرّر کیا ہے حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس اس کی اطاعت کرو اور اس کے نَسَب کی طرف مت دیکھو بلکہ اُس کے مقام و مرتبے کی طرف نظر کرو۔“[1]

[1]... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/ ۴۰۷، ۴۰۸، تحت الحدیث: ۱۶۵۔

کیا غلام حاکم و امیر بن سکتا ہے؟

حضرتِ سَیِّدُنا شیخ عبدُالحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”امیر کی طاعت کرو اگرچہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس ارشاد سے امیر کی اطاعت میں مُبَالَغَہ مَقصُود ہے ورنہ غلام حاکم و امیر بننے کا اہل نہیں کیونکہ حاکم و امیر کے لیے آزاد ہونا شرط ہے۔ یہ کلام بالکل اُس حدیث کی طرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ ”جس نے مسجد بنائی اگرچہ چڑیا کے گھونسلے جتنی ہو اُس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔“ ظاہر ہے چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے مَقصُود چھوٹی مسجد کی شان بطورِ مُبَالَغَہ بیان کرنا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حبشی غلام سلطانِ کبیر کا نائب ہو تو اس صورت میں سُلطان کے حکم کی وجہ سے اُس غلام کی اطاعت بھی ضروری ہو گی۔“[1]

رسُولِ خُدا کا عِلمِ غیب:

دلیلُ الفالحین میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔“ یہ فرمانِ عالی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے کہ جو کثیر اختلافات آپ کے بعد واقع ہوں گے ان کی پہلے ہی خبر دے دی۔ بے شک! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان تمام واقعات کو (جو مستقبل میں وقوع پزیر ہونے والے ہیں) اِجمالی و تفصیلی طور پہ جانتے ہیں کیونکہ یہ بات اَحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جنتیوں اور جہنمیوں کے ٹھکانے دکھا دیئے گئے، لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عُمُوماً ہر کسی کو اس بارے میں بتانے سے احتیاط فرماتے، کسی کسی کو بتاتے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا حُذَیفَہ اور حضرت سَیِّدُنا اَبُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وغیرہ۔“ ارشاد فرمایا: ”جب تم کثیر اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ اس وقت میری سنت و سیرت اور اَحکامِ اِعتِقَادِیَّہ، عَمَلِیَّہ، واجبہ، مَندُوبہ پر عمل کرنا اور (میرے بعد) میرے ہدایت یافتہ خُلَفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا اور وہ حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدّیق، سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم، سَیِّدُنا عُثمانِ غَنِی، سَیِّدُنا

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/۱۵۰۔

عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی اور سَیِّدُنَا اِمامِ حَسَن بن علی رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ہیں۔“[1]

وِصالِ ظاہری کے بعد اختلافات:

عَارِف بِاللہ عَلَّامَہ عَبْدُ الْغَنِی نَابُلُسِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”رحمتِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا۔“ یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِصالِ ظاہری کے بعد وقوع ہونے والے اُمُور کے بارے میں غیبی خبر ہے۔ چنانچہ سب سے پہلا اختلاف خلافت کے معاملے میں حضرت سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی اور حضرت سَیِّدُنَا اَمیرِ مُعَاوِیَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مابین ہوا اور اس معاملے میں حضرات صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی اِجتہادی آرائیں بھی مختلف تھیں اور بے شک! وہ اپنے اجتہاد میں ثواب کے حقدار ہیں۔ اگرچہ بعض سے اجتہادی خطا بھی ہوئی مگر اُن کا اختلاف محض اپنی ذات کے لیے نہ تھا بلکہ دین کے لیے تھا۔ نیز یہ غیبی خبر اُن جنگوں اور کثیر اختلافات کو بھی شامل ہے جو مسلمان بادشاہوں اور اُمَرا کے درمیان ہوئے اور اُس وقت سے آج تک جاری ہیں۔ نیز اُمُورِ دِین میں بھی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے مابین اختلافات ہوئے اور اُن سے مَنقول اَقوال، اَعمال اور اِعتقادات مختلف ہوگئے اور وہ اُصول وفُرُوع میں بہت سے مذاہب میں تقسیم ہوئے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مذکورہ غیبی خبر میں اِن تمام اختلافات کی طرف اشارہ موجود ہے۔“[2]

ہر سُنَّت لائقِ اِتِّبَاع ہے:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ہر سنت لائقِ اتباع ہے مگر ہر حدیث لائقِ اتباع نہیں۔ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے خُصُوصِیَّات، مَنسُوخ اَحکام و اَعمال حدیث ہیں مگر سنت نہیں، اسی لیے یہاں حدیث کو پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سُنَّت کو۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** ہم اہل سنت ہیں، دنیا میں اہلِ حدیث کوئی نہیں ہو سکتا۔ صحابۂ کرام کے اَعمال و اَفعال بھی لُغَوی معنٰی سے سنت ہیں

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمحافظة علی السنة، ۱/۴۱۷، تحت الحدیث: ۱۵۸۔

2 . . . الحدیقة الندیة، ۱/۹۷۔

یعنی دین کا اچھا طریقہ اگرچہ اُن کی اِیجادات بِدعَتِ حَسَنَہ ہیں۔ سَیِّدُنا عُمَر فاروق (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے جماعت کی باقاعدہ تراویح کو جو آپ نے جاری کی تھی بِدعت فرمایا کہ کہا: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" (یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔) آپ کا وہ کلام اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شرعاً بِدعت ہے لغۃً سنت اور مسلمانوں کے واسطے لَازِمُ الْعَمَل۔ خیال رہے کہ تمام صحابہ ہدایت کے تارے ہیں، خُصُوصاً خُلَفَائے راشِدِین۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ (یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں) تمام صحابہ کی پیروی باعث نجات ہے۔ (حدیث میں فرمایا: اپنے آپ کو نئی باتوں سے بچانا، بے شک! ہر نئی بات گمراہی ہے۔) یہاں نئی چیز سے مُراد نئے عقیدے ہیں جو اسلام میں حضور کے بعد ایجاد کیے جائیں، اس لیے کہ یہاں اسے گمراہی کہا گیا۔ گمراہی عقیدہ میں ہوتی ہے نہ کہ اَعمال میں، لہٰذا یہ حدیث اپنے عُموم پر ہے اور اگر اس سے نئے اعمال مُراد لیے جائیں۔ تو یہ حدیث عَام مَخْصُوْص مِنْهُ الْبَعْض ہے یعنی ہر بُری بِدعت گمراہی ہے۔ بِدعتِ حَسَنَہ کبھی مُباح کبھی مُستحب کبھی واجِب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے۔ حدیث کی کُتُب اور قرآن کے پارے بِدعت ہیں مگر اچھے ہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"شیرِ خدا" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) دین کی باتیں سن کر آبدیدہ ہو جانا، خوفِ آخرت دامن گیر ہونا اور دنیا سے بے رغبتی میں اضافہ ہو جانا نیک بندوں کی علامات ہیں۔

(2) مُبلِّغ کو چاہیے کہ خوفِ خُدا، عَذابِ جہنم، عذابِ قبر اور دیگر خوف دلانے والے اُمور کا بیان کرے مگر اس کی عادت نہ بنائے بلکہ کبھی کبھی حسبِ مَوقع ترکیب بنائے۔

(3) کثیر اِختلافات اور فتنوں سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ سُنَّتِ مُصطَفٰے کو مَضبُوطی سے تھام لیا جائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۶۶ ملخصاً۔

(4) تمام نیک اَعمال کی اصل خوفِ خدا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ہے۔

(5) تمام اَحکاماتِ شَرعِیَّہ بجالانے اور ممنوعاتِ شَرعِیَّہ سے بچنے کا نام تقویٰ ہے اور تقویٰ عذاب سے نجات دلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(6) دین میں ہر وہ نئی بات گمراہی ہے جو شریعت کے خلاف ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین پر کاربند رہنے، خُلَفَائے راشِدِین کی اِتباع کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:158 جَنَّت میں داخلہ کس کے لیے ممنوع؟

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى. قِيْلَ: وَمَنْ يَّاْبٰى يَا رَسُوْلَ اللہِ (صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰى.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میری ساری اُمّت جنت میں داخل ہو گی سوائے مُنکِر کے۔“ عرض کی گئی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مُنکِر کون ہے؟“ فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ مُنکِر ہوا۔“

مُنکِر سے کیا مُراد ہے؟

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین احمد بِن مُحَمَّد قَسطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت شفیع

1 . . . بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ، ۴/ ۴۹۹، حدیث: ۷۲۸۰۔

اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میری ساری اُمَّت جنت میں داخل ہو گی سوائے منکر کے۔ یہاں جنت میں جانے کی بِشارت اُمَّتِ اِجابت کے لیے ہے اور جنت سے مُمانَعت اُمَّتِ دَعوت کے لیے ہے، یعنی جنھوں نے اسلام قبول کیا وہ جنت میں جائیں گے اور جنھوں نے اسلام کا انکار کیا اور کفر و شرک کی تاریک وادیوں میں بھٹکتے رہے وہ ہر گز جنت میں داخل نہ ہوں گے۔‘‘[1]

کیا گنہگار مُسلمان جنت میں نہیں جائیں گے؟

عُمْدَۃُ الْقَارِی میں ہے: ’’گناہ گار مسلمان بھی جنت میں داخل ہو گا ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ (جبکہ حدیثِ پاک کے ظاہر سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ گنہگار جنت میں داخل ہی نہ ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ) حدیثِ مذکور سے مراد یا تو یہ ہے کہ گنہگار اَوّلاً جنت میں داخل نہ ہو گا۔ (یعنی اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد بالآخر جنت میں داخل ہو گا۔) یا پھر یہاں انکار سے مراد اسلام سے انکار ہے۔‘‘[2] (یعنی جس نے اسلام کا انکار کیا اور کفر ہی پر مَرا تو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا کیونکہ کفار پر جنت حرام ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔)

عامِلِینِ قرآن و سُنّت کا جَنّت میں داخلہ:

حضرت سَیِّدُنَا شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا منکر سے کیا مُراد ہے؟ تو فرمایا کہ جس نے میری فرمانبرداری کی یعنی قرآن و سُنَّت کو مَضبوطی سے تھاما وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اور بدعت (سَیِّئَہ) کا راستہ اختیار کیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی تو اس نے نافرمانی کی اور وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔‘‘[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ، ۱۵/ ۲۷۳، تحت الحدیث: ۷۲۸۰۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰہ، ۱۶/ ۵۰۲، تحت الحدیث: ۷۶۸۰۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/ ۱۳۶ ملخصاً۔

جنَّت کا مُستَحِق مُسلمان ہے کافِر نہیں:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''یہاں اُمّت سے مراد اُمَّتِ اِجابت ہے (یعنی) جنہوں نے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی تبلیغ کو قبول کرکے کلمہ پڑھ لیا ورنہ حضور کی اُمَّتِ دعوت تو ساری خَلقت ہے، اِنکار سے مراد عملی اِنکار ہے اور اِس میں گنہگار مسلمان داخل ہیں اور جنت میں داخلے سے مراد اوّلی (یعنی پہلا) داخلہ ہے یعنی مُتَّقِی مُؤمن اَوّلی داخلے کے مستحق ہیں، فاسق اس کے مستحق نہیں، لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اور اگر اِنکار سے اِعتقادی اِنکار مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان جنت کا مستحق ہے کافر نہیں مگر پہلے معنیٰ زیادہ صحیح ہیں۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب حضور نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو خوش نصیب حضرات نے یہ دعوت قبول کی اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر صحابیت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے جبکہ بعض بدبختوں نے اسلام کی دعوت قبول کرنے کے بجائے مذاق اڑایا اور جہنم کے حق دار ہوئے اس ضمن میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے!

دعوتِ اِسلام ٹھکرانے کا اَنجام:

حضور نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسلام کی دعوت پر مشتمل کچھ خُطُوط مختلف بادشاہوں کے پاس بھیجے۔ جب شاہِ ایران خُسرو پرویز کے پاس سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مبارک خط پہنچا تو اس نے یہ کہتے ہوئے نہایت بے ادبی سے **مَعَاذَ الله** مبارک خط پرزے پرزے کرکے زمین پر پھینک دیا کہ اس میں میرے نام سے پہلے ''محمد'' کا نام کیوں لکھا گیا ہے۔ جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خبر ملی تو فرمایا: ''**مَزَّقَ كِتَابِیْ مَزَّقَ اللّٰهُ مُلْكَه** یعنی اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا **الله** عَزَّوَجَلَّ اس کی سَلْطَنَت کو ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔'' چنانچہ کچھ ہی عرصے کے بعد اس بدبخت کو اس کے اپنے ہی بیٹے نے قتل کر دیا اور اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرتِ سَیِّدُنا امیرُ المومنین عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۴۸۔

اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں یہ حکومت صفحۂ ہستی سے ہی مٹ گئی۔[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مدنی گلدستہ

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

(2) ہر مسلمان جنت میں جائے گا، صالحین ابتداءً اور بعض گناہ گار جہنم میں سزا پانے کے بعد لیکن عذابِ جہنم اس قدر تکلیف دہ ہے کہ برداشت نہیں ہو سکتا لہٰذا اعمالِ صالحہ میں خوب کوشش کرنی چاہیے تاکہ رحمتِ الٰہی سے صالحین کے صدقے اَوّلاً ہی جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

(3) اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) اُمَّتِ دَعوت، زمانۂ اقدس سے تا قیامت جتنے لوگ آئیں گے وہ سب اُمَّتِ دعوت ہیں۔ (۲) اُمَّتِ اِجابت: وہ خوش نصیب لوگ جنھوں نے اسلام قبول کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:159 حُکمِ نبوی پر عمل نہ کرنے کی سزا

عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ، وَقِیْلَ: اَبِیْ اِیَاسٍ سَلَمَۃَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِہٖ فَقَالَ: کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ: لَا اَسْتَطِیْعُ، قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ، مَا مَنَعَہُ اِلَّا الْکِبْرُ. فَمَا رَفَعَہَا اِلٰی فِیْہِ.[2]

---

[1] ... مدارج النبوۃ، ۲/ ۲۲۴ ملخصًا۔

[2] ... مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب طعام والشراب واحکامھا، ص ۱۱۱۸، حدیث: ۲۰۲۱۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُومُسلِم یا ابُواِیاس سَلَمہ بن عَمرو بن اَکْوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔“ اس نے کہا: ”میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تو کبھی طاقت نہ رکھے۔“ (راوی فرماتے ہیں کہ) اسے (حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم ماننے سے) تکبر نے منع کیا تھا۔ پھر وہ کبھی اپنا سیدھا ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔

وہ شخص کون تھا؟

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس شخص کا نام بُسر بن راعی العیر تھا۔ کئی عُلَمائے کرام نے ان کو صحابی شمار کیا ہے۔ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات تکبر کی وجہ سے نہ ماننا اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ وہ منافق تھا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں کیونکہ محض تکبر اور حضور صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی مخالفت کرنا نفاق یا کفر کا تقاضہ نہیں کرتا لیکن یہ گناہ ضرور ہے۔ نیز اس حدیث میں اُس شخص کے لیے بددُعا کا جواز ہے جو بِلا عُذر حُکمِ شرعی کی مخالفت کرے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہر حال میں نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا چاہیے یہاں تک کہ کھانے کے دوران بھی بوَقتِ ضرورت نیکی کی دعوت دے۔ نیز کھانے والوں کو کھانے کے آداب سکھانا مُستحب ہے جبکہ وہ آداب کے خلاف کھا رہے ہوں۔“[1]

تکبُّر کا وَبال:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اب تُو اُسے اُٹھانے کی طاقت نہ رکھے گا۔“ اس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبولیتِ دُعا اور حکمِ نبی کی مخالفت کی دُنیوی سزا کا بیان ہے۔ اس شخص کو تکبر نے اطاعتِ نبوی سے روکا تھا یعنی حکمِ نبوی سن کر تابعداری اور خواہشِ نفسانی کی مخالفت کرنے میں اس نے عاجزی اور تواضُع سے کام نہیں لیا

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب آداب طعام والشراب واحکامھا، ۷/ ۱۹۲، الجزء الثالث عشر۔

(بلکہ تکبر کیا) اسی وجہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے لیے دعائے ضَرَر فرمائی۔“[1]

اُلٹے ہاتھ سے کھانا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مُعْتَمَد قول کے مطابق آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ حکم اِستحبابی تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اُس کے لیے دُعائے ضرر کرنا بِلا عُذر سُنّتِ نبوی اور حکمِ شرعی کی مخالفت کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک کے آخر میں راوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس نے تکبر کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ نیز اُلٹے ہاتھ سے کھانے کی مُمانَعت اس صورت میں ہے کہ جب سیدھا ہاتھ صحیح وسالم ہو اور اگر سیدھے ہاتھ میں کوئی تکلیف ہو تو اُلٹے ہاتھ سے کھانے میں کوئی کراہت نہیں۔“[2]

رسولُ اللہ نے دُعائے ضَرَر کیوں کی؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اس شخص کے لیے سرکارِ دو عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس لیے دُعائے ضَرَر کی کہ اُس نے اپنا جُھوٹا عُذر بیان کیا اور تکبر کی وجہ سے حق بات سے رُک گیا یعنی بغیر کسی مجبوری کے سیدھے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا۔ عَلَّامَہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”**مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ** یعنی اُسے تکبر نے روک دیا تھا۔ یہ راوی کا قول ہے اور یہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ رَحمتِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دُعائے ضَرَر کرنے کی وجہ معلوم ہو جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو **رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن** ہیں، پھر آپ کسی کے لیے دُعائے ضَرَر کیسے کرسکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ آپ نے یہ دعا اس لیے کی کہ اس نے تکبر کی بنا پر دائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھایا اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے اس حکم پر عمل نہ کرتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی اس کے لیے دُعائے ضَرَر نہ فرماتے۔“[3]

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الاشربة، باب آداب طعام والشراب واحکامها، ۶/ ۴۸۷، تحت الحدیث: ۲۰۲۱۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمحافظة علی السنة، ۱/ ۴۲۱، تحت الحدیث: ۱۶۰ ملتقطا۔

3 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات، ۱۰/ ۲۳۳، تحت الحدیث: ۵۹۰۴ ملخصاً۔

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”زمانۂ جاہلیت میں سردار لوگ اُلٹے ہاتھ سے کھاتے تھے، معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے۔ یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس متکبرانہ عادت سے اُلٹے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ اس نے شرمندگی مٹانے کے لیے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اسی پر یہ جواب ارشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آسکے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے اَعْضَاء بھی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیرِ فرمان ہیں، وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اُٹھ سکا۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں تکبر کا ذکر ہے۔ لہٰذا تکبر کی مَذَمَّت کے بارے میں کچھ مفید معلومات پیشِ خدمت ہیں:

تکبُّر کی وجہ سے پیدا ہونے والی چند بُرائیاں:

تکبر (غرور کرنا) ایسا مُہلِک مَرض ہے کہ اپنے ساتھ دیگر کئی برائیاں لاتا اور کئی اچھائیوں سے محروم کر دیتا ہے۔ چُنانچِہ **حُجَّةُ الْاِسلام** امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”متکبر جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند نہیں کر سکتا۔ وہ عاجزی اختیار نہیں کرتا حالانکہ یہ تقویٰ و پرہیز گاری کی جڑ ہے، وہ کینہ سے نہیں بچ سکتا، اپنی عزت بچانے کے لیے جُھوٹ بولتا ہے، اس جُھوٹی عزت کی وجہ سے غصہ نہیں چھوڑ سکتا، حسد سے نہیں بچ سکتا، کسی کی خیر خواہی نہیں کر سکتا، دوسروں کی نصیحت قبول کرنے سے محروم رہتا ہے، لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے، اَلغَرض مُتَکَبِّر آدمی اپنا بَھرم رکھنے کے لیے ہر بُرائی کرنے پر مجبور اور ہر اچھے کام کو کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔“[2]

اسرائیلی عبادت گزار اور گنہگار:

بنی اِسرائیل کا ایک شخص آوارہ اور بد چلَن مشہور تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک بہت بڑے عبادت گزار

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۱۲۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، ۳/ ۴۲۳ ملخصاً۔

کے پاس سے گزرا جس کے سر پر بادل سایہ فِگَن تھا۔ گنہگار نے سوچا کہ میں انتہائی گنہگار ہوں اور یہ بہت بڑا عبادت گزار ہے اگر میں اس کے پاس بیٹھ جاؤں تو امید ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر بھی رحم فرمائے گا۔ چنانچہ وہ اُس کے پاس بیٹھ گیا۔ عابد کو اُس کا بیٹھنا بہت ناگوار گزرا اُس نے دل میں کہا: ”کہاں مجھ جیسا عبادت گزار اور کہاں یہ پَرلے درجے کا گنہگار، یہ میرے پاس کیسے بیٹھ سکتا ہے؟“ چنانچہ اُس نے اسے اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس زمانے کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو وحی بھیجی کہ ان دونوں سے فرمائیے کہ وہ اپنے عمل نئے سرے سے شروع کریں، میں نے اس گنہگار کو (اس کے حُسنِ ظَن کے سبب) بخش دیا اور عبادت گُزار کے اعمال (تکبر کے باعث) ضائع کر دیے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سَیِّدُنَا ”امام حسن“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) اگر کوئی عُذر نہ ہو تو بزرگانِ دین کا حکم ماننے ہی میں عافیت اور دِین و دنیا کی بھلائی ہے۔

(3) جُھوٹے حِیلے بہانوں کی وجہ سے انسان خَسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4) لوگوں کی عِبرت کے لیے عِبرتناک واقعات بیان کرنا جائز ہے لیکن بِلا وجہ شرعی کسی مسلمان کی تعیین نہ کی جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ ”ایک شخص نے یہ بُرائی کی تو اس کا یہ انجام ہوا۔“ یا کوئی اور مناسب حِکمت بھرا انداز اختیار کیا جائے۔

(5) تکبر ایسی بُری خصلت ہے جو کئی گناہوں کی جامع اور کتنی ہی نیکیوں سے مانع ہے لہٰذا اس سے کوسوں دور بھاگنا چاہیے اور عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، ۳/ ۴۲۹ ملخصا۔

(6) جہاں جہاں موقع ملے حکمت عملی کے ساتھ اچھے انداز میں لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

(7) بزرگوں کی بے ادبی اور ان کی بد دعا سے بچنا چاہیے کہ اس میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب، ہم گناہگاروں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت و فرمانبرداری اور بزرگانِ دین کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اَحکامِ شَرعِیَّہ کی بجاآوری میں سُستی و کاہلی سے محفوظ ومامون رکھے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:160

صفیں سیدھی رکھنے کا حکم

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا حَتّٰی کَاَنَّمَا یُسَوِّیْ بِھَا الْقِدَاحَ حَتّٰی اِذَا رَاٰی اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْہُ ثُمَّ خَرَجَ یَوْمًا فَقَامَ حَتّٰی کَادَ اَنْ یُکَبِّرَ فَرَاٰی رَجُلًا بَادِیًا صَدْرُہٗ فَقَالَ عِبَادَ اللہِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابُو عبد اللہ نُعمان بن بَشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو یا پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان اِختلاف ڈال دے گا۔“ مُسلِم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے گویا ان سے تیر سیدھے کر رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یقین ہو جاتا کہ ہم آپ کی بات سمجھ چکے ہیں۔ پھر ایک دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور جماعت کے لیے کھڑے ہوئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تکبیر

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ۱/ ۲۵۶، حدیث: ۷۱۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول۔۔۔الخ، ص ۲۳۱، حدیث: ۴۳۶۔

کہنے ہی والے تھے کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا دیکھا تو فرمایا: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندو! تم اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان اختلاف پیدا فرمادے گا۔''

صفوں کی درستگی میں صحابۂ کرام کا عمل:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ''امام کو چاہیے کہ صفوں کی درستگی کے لیے لوگوں کو دیکھے اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو دیکھ کر صفیں درست کریں۔ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم اور امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا صف سیدھی کرنے کے لیے چند لوگوں کی ڈیوٹی لگاتے تھے پس جب صف سیدھی ہو جاتی تو تکبیر کہتے۔ مگر یہ ذہن میں رہے کہ اگر لوگ اپنی صفیں درست نہ کریں تو اِس سے اُن کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ حدیثِ مذکور میں صفوں کو سیدھا نہ کرنے پر وَعید اِرشاد فرمائی گئی ہے۔''[1]

اختلاف پیدا ہونے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے چہروں کو مَسخ کر دے گا اور اصل شکل بدل دے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی شکل کو گدھے کی شکل کی طرح بنا دے گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی صِفات بدل دے گا۔ یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان بُغض و عَداوت پیدا کر دے گا اور دِلوں میں اختلاف ڈال دے گا جیسا کہ ایک مَقُولَہ ہے کہ اس نے مجھ سے مُنہ پھیر لیا یعنی اس کے چہرے سے میرے لیے نفرت ظاہر ہو رہی تھی اور اس کا دل مجھ سے پھر گیا۔ کیونکہ صفوں میں مخالفت دراصل ظاہراً مخالفت ہے اور ظاہری مخالفت باطنی مخالفت کا سبب ہے۔''[2]

حضرت سَیِّدُنا مُھَلَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''صفوں میں اختلاف کے سبب دلوں میں اختلاف

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها، ۲/۳۴۴۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف۔۔۔الخ، ۲/۱۵۷، الجزء الرابع۔

کی وعید ہے یعنی جرم کی جنس سے سزا دی جائے گی جیسا کہ جو کسی ہتھیار سے خود کشی کرے تو اسے اسی ہتھیار سے عذاب دیا جائے گا۔“[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں:”دلوں کی مخالفت کنایہ ہے دشمنی سے یعنی تمہارے دلوں میں اختلاف ہو گا اور دلوں کا اختلاف چہروں کے اختلاف کی طرف لے جاتا ہے یعنی لوگ ایک دوسرے سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ بعض عُلَمَائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: ظاہری ادب باطنی ادب کی علامت ہے، پس اگر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ظاہری حکم نہ مانو گے تو تمہارے درمیان قولی اختلاف ہوں گے اور اس سے تمہارے درمیان کُدُورَتیں پیدا ہوں گی جو دشمنی کا باعِث بنیں گی اور اس طرح تم ایک دوسرے سے منہ پھیر لو گے۔“[2]

عَلَّامَہ اِبنِ جَوزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی لکھتے ہیں:”حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تم ظاہر میں مختلف ہو گے تو بطورِ سزا تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیا جائے گا۔ یہ مُراد بھی ہو سکتی ہے کہ تم اپنے ظاہر کو مختلف نہ کرو کیونکہ ظاہری اختلاف تمہارے دلوں میں اختلاف کی دلیل ہے۔“[3]

صفوں کے درمیان خالی جگہ پُر کرنا:

عَلَّامَہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی حدیثِ پاک کے الفاظ **لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ** کے تحت فرماتے ہیں:”صفوں کے سیدھا کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ نمازی صف میں ایک ہی سمت پر اس طرح کھڑے ہوں کہ کوئی ایک بھی صف سے آگے پیچھے کھڑا نہ ہو جبکہ ایک قول کے مطابق صفوں کو سیدھا کرنے سے یہ بھی مراد لی گئی ہے کہ صف میں موجود خَلَل اور خالی جگہ کو پُر کیا جائے۔“[4]

حضرت سَیِّدُنا عُثمان اور حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق منقول ہے کہ یہ حضرات صفوں

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ۲/ ۳۴۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصف، ۳/ ۱۷۰، تحت الحدیث: ۱۰۸۵۔

3 . . . کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ۲/ ۲۰۵۔

4 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ۴/ ۳۵۳، تحت الحدیث: ۷۱۷۔

کی درستی کا خاص اہتمام کرتے اور فرماتے ”اِسْتَوُوْا“ یعنی برابر ہو جاؤ اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: ”تَقَدَّمْ یَا فُلَانُ وَتَأَخَّرْ یَا فُلَانُ یعنی اے فلاں! تم آگے ہو جاؤ اور اے فلاں! تم پیچھے ہو جاؤ۔“[1]

رسولِ کریم کا اندازِ تعلیم:

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: (حضرت سَیِّدُنا نُعمان بِن بَشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) آپ انصاری ہیں اور نَو عُمر صحابی کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہجرت کے چودہ مہینے بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں **عبد اللہ** ابن زُبیر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ)، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے وقت ان کی عُمر آٹھ سال سات مہینے تھی۔ (حدیثِ پاک میں ہے: **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے گویا ان سے تیر سیدھے کر رہے ہوں۔) یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پَر اور پیکان لگنے سے پہلے **قِدْحٌ** کہتے ہیں اور اس کے لگنے کے بعد سَہْمٌ۔ قِدح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں جس کے برابر قِدح کو لیتے ہیں یعنی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قِدح سیدھی کرنے والی لکڑی۔ (یہاں تک کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھا کہ ہم آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات سمجھ چکے ہیں۔) تب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرما دیتے۔ (اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندو! تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو، ورنہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔) یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے، شِیرازہ بکھر جائے گا یا تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے کہ اُن میں سوز و گُداز، دَرد، خُشُوع خُضُوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مَسخ ہو جائیں جیسے گُزشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے، یہاں **وَجْہٌ** بمعنٰی ذات ہے یا بمعنٰی چہرہ، خیال رہے کہ عام مَسخ وغیرہ ظاہری

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ وبعدھا، ۴/۳۵۴، تحت الحدیث: ۷۱۸۔

عذاب حضور مصطفٰے صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری سے بند ہوگئے لیکن خاص مَسخ وغیرہ اب بھی ہوسکتے ہیں۔"[1]

صفوں کی درستگی وظاہری آداب:

شیخ عَبدُالحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صفوں کی درستگی سے مراد یہ ہے کہ نماز میں مِل کر کھڑے ہوں، دو شخصوں کے درمیان خالی جگہ نہ ہو، صفیں بالکل سیدھی ہوں، کوئی بھی صف سے آگے پیچھے نہ ہو بلکہ سب برابر اور سیدھے کھڑے ہوں، اگر صفیں زیادہ ہوں تو سب ایک ہی رُخ کھڑے ہوں، اگلی صفیں مکمل ہونے کے بعد ہی پچھلی صفیں بنائیں، ایک دوسرے کے پیچھے ایک ہی سَمت میں کھڑے ہوں، صفوں کا درمیانی فاصلہ برابر ہو، آگے پیچھے نہ ہوں، پھر ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے، یہ صف کے ظاہری آداب ہیں۔"[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کی درستی کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ صفوں کی بے ترتیبی اور ٹیڑھا پن حضونبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سخت ناپسند تھا جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "صَفوں کو برابر کرو، کندھے سے کندھا ملالو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ اور کُشادگیوں کو بند کردو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہوجاتا ہے۔"[3] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت
ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۸۱۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصف، ۱/ ۵۰۲۔

3 ... مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباھلی۔۔۔الخ، ۸/ ۲۹۶، حدیث: ۲۲۳۲۶۔

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نماز قُربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے لہٰذا اس کی ادائیگی کے لیے خوب اہتمام کرنا چاہیے نیز پاکیزگی و طہارت کے ساتھ ساتھ صف بندی کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔

(2) صف بندی میں غفلت سے کام لینا جہاں نماز کی ادائیگی میں خَلَل کا باعث ہے وہاں رُوحانی اعتبار سے بھی نقصان کا باعث ہے۔

(3) نماز میں صفیں ٹیڑھی رہیں تو آپس میں اختلاف اور جھگڑے ہوتے ہیں۔

(4) امام کو چاہیے کہ نماز سے پہلے لوگوں کی صفیں درست کرائے۔

(5) صف سیدھی کرتے وقت کندھے سے کندھا مِلا لینا چاہیے تاکہ درمیان میں جگہ باقی نہ رہے کہ شیطان اختلاف ڈالنے کے لیے بھیڑ کے بچے کی طرح صفوں میں گُھس جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نماز شروع کرنے سے قبل صفوں کی درستی کی توفیق عطا فرمائے، صفوں کی درستی کی برکت سے ہمارے قُلُوب کو بھی درست فرمائے، ہمیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

آگ انسانوں کی دشمن ہے

حدیث نمبر: 161

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِحْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی اَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِھِمْ قَالَ: اِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّکُمْ، فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ.[1]

---

[1] ...مسلم، کتاب الاشربۃ، باب الامر بتغطیۃ الاناء وایکاء السقاء...الخ، ص ۱۱۱۶، حدیث: ۲۰۱۶۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر رات کے وقت گھر والوں سمیت جل گیا۔ جب یہ واقعہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں ذکر کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ''یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب تم سونے لگو تو اسے بُجھا دیا کرو۔''

سنت پر عمل نہ کرنے کا نقصان:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ''عَلَّامَہ طَبَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: جو شخص گھر میں اکیلا ہو اور سونے کا ارادہ کرے اور گھر میں آگ یا چراغ جَل رہا ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس آگ یا چراغ کو بُجھائے بغیر نہ سوئے یا پھر ایسی جگہ رکھ دے جہاں اس کے ضَرَر سے محفوظ رہے۔ اسی طرح جس گھر میں بہت سارے لوگ ہوں، ان میں جو سب سے آخر میں سوئے وہ ان احتیاطی تدابیر پر عمل کرے۔ اگر اس نے اس معاملے میں کوتاہی کی اور اس کی جان یا مال کو کوئی نقصان پہنچا تو یہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وصیت کی مخالفت کرنے کا نتیجہ ہو گا اور وہ ادب کو ترک کرنے والا ہو گا۔''[1]

آگ کی دشمنی سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''حضرت سَیِّدُنا اِبنِ عربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: آگ ہماری دشمن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے بدن اور مال کو اسی طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح کوئی دشمن کرتا ہے، اگرچہ اس میں ہمارے لیے مَنفَعَت بھی ہے لیکن وہ مَنفَعَت ہمیں کسی ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس حدیث میں جو اسے دشمن کہا گیا ہے وہ اس لیے کہ اس میں دشمنی کے معنٰی (یعنی نقصان دینا) پائے جاتے ہیں۔''[2]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''آگ ہماری دشمن اس لحاظ سے ہے کہ اس

---

1. . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب لا تترک النار فی البیت عند النوم، ۹/ ۶۶۔
2. . . فتح الباری، کتاب الاستئذان، باب لا تترک النار فی البیت عند النوم، ۱۲/ ۷۱، تحت الحدیث: ۶۲۹۴۔

سے بھی نقصان کا خدشہ رہتا ہے جیسے دشمن سے ہوتا ہے۔ ہم کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ اس سے قریب ہوں گے تو یہ ہمیں جلائے گی اور ہم سے اعراض نہ کرے گی۔"[1]

رسول اللہ کا مشورہ:

دلیلُ الفالحین میں ہے: حضرت سَیِّدُنا امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "سونے سے پہلے چراغ وغیرہ بُجھانے کا حکم بَطورِ مَشورہ ہے کیونکہ اس میں بہت سی دُنیوی مَصْلِحَتیں ہیں جو دینی مَصْلِحَتوں کی طرف لے جاتی ہیں جیسے جان ومال کو نقصان دہ چیزوں سے بچانا ضروری ہے۔"[2] (چونکہ آگ سے بھی جان و مال کو خطرہ ہے اس لیے اس سے احتیاط کا مشورہ دیا گیا۔)

کیا ہر قسم کی آگ بجھا دینی چاہیے؟

حضرت سَیِّدُنا شَیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "آگ بَصورتِ چَراغ ہو یا اس کے علاوہ (موم بتی) وغیرہ، ہر قسم کی آگ بُجھا کر سوئے، تاہم لٹکانے والی لالٹین روشن رہنے میں حرج نہیں جیسا کہ بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کیونکہ اس سے آگ لگنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ حکمِ مُمانَعت میں داخل نہیں کیونکہ اس سے نقصان کا اندیشہ نہیں۔ اسی طرح اگر ضرورتاً گھر میں آگ کو کسی ایسے طریقے سے محفوظ کر دیا جائے کہ نقصان کا اندیشہ نہ رہے تو یہ ممنوع نہیں۔"[3]

عمدۃُ القاری میں ہے: "حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آگ بُجھانے کو نیند کے ساتھ اس لیے مُقَیَّد کیا کہ سوتے ہوئے انسان غفلت میں ہوتا ہے اور اس صورت میں بے احتیاطی ہونے کا اِمکان زیادہ ہے۔"[4]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب لاتترک النارفی البیت عندالنوم، ۱۵/ ۱۰۴، تحت الحدیث: ۶۲۹۴۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمحافظۃ علی السنۃ، ۱/ ۴۲۴، تحت الحدیث: ۱۶۲ ملخصاً۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب تغطیۃ الاوانی وغیرھا، ۳/ ۵۶۹ ملخصاً۔

4 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب لاتترک النارفی البیت عندالنوم، ۱۵/ ۱۰۴، تحت الحدیث: ۶۲۹۳ ملخصاً۔

سونے سے پہلے کی احتیاطی تدابیر:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(آگ تمہاری دشمن ہے) کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے بَرتی جائے تو مفید ہے ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنٰی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے بَرتی جائے تو دشمن ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے، حَد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے، حَد سے بڑھ کر مُضِر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حَد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں، **اللہ تعالٰی** حَد میں رکھے۔ (اور سونے سے پہلے آگ بجھانے کا حکم) یہ حکم بَطورِ مَشورہ ہے لہٰذا اِستحبابی ہے۔"[1] مزید فرماتے ہیں: "جلتا ہوا چراغ گُل کر دو، چولہے میں آگ ہو تو بُجھا دو، کبھی آگ جلتی چھوڑ کر نہ سوؤ، نہ کہیں جاؤ، اس میں صَدہا حکمتیں ہیں۔ آگ خطرناک چیز ہے، ذرا سی بے احتیاطی میں گھر اور سامان جَلا ڈالتی ہے، بے خبر سوتے ہوئے جل جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ! یہاں آگ سے مراد وہی آگ ہے جس سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو بجلی کی آگ میں یہ اندیشہ نہیں۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سَیِّدُنَا "طَلْحَہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رات کو سونے سے پہلے گیس کے چولہے، ہیٹر اور سوئی گیس کے ذریعے روشن ہونے والی لالٹین وغیرہ بند کر کے سوئیں کہ بے احتیاطی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔

(2) سونے سے پہلے گرد و نواح میں دیکھ لینا چاہیے کہ کوئی نقصان دہ چیز تو نہیں کہ جو سو جانے کے بعد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۸۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۸۸۔

نقصان و ہلاکت کا باعث بنے۔ نیز ہر معاملے میں احتیاطی پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ احتیاط بہتر ہے۔

(3) موم بتی اور دیا وغیرہ ہمیشہ ایسی چیزوں پر رکھیں جنہیں آگ نہیں پکڑتی جیسے فرش، دیوار یا مٹی سے بنی ہوئی دیگر اشیاء۔ موم بتی کبھی بھی لکڑی، کپڑے یا پلاسٹک سے بنی ہوئی چیزوں کے اوپر یا پاس نہ رکھیں کہ ضرر کا اندیشہ ہے۔

(4) حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے اور حد سے نکل کر نقصان دہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بے احتیاطی اور ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 162 علم سیکھنے اور سکھانے والے کی مثال

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِیَ اللہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ، وَکَانَ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْھَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَۃً مِنْھَا اُخْرٰی، اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللہِ تَعَالٰی، وَنَفَعَہُ بِمَا بَعَثَنِی اللہُ بِہٖ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا، وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس کی مثال

1 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب بیان مثل مابعث النبی من الھدو العلم، ص ۱۲۵۳، حدیث: ۲۲۸۲۔

اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی تو زمین کے ایک عمدہ حصے نے اس پانی کو چوس کر گھاس اور بہت سبزہ اُگایا اور زمین کا کچھ حصہ بنجر تھا جس نے اس پانی کو روک لیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اس طرح کہ انہوں نے خود پیا، دوسروں کو پلایا اور کاشت کاری کی اور وہ بارش زمین کے ایک ایسے حصے کو پہنچی جو چٹیل میدان تھا، اس نے نہ پانی روکا اور نہ ہی گھاس اُگائی۔ (تو پہلی) اس شخص کی مثال ہے جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین کو سمجھا اور جس چیز کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بھیجا اس نے اُسے نفع پہنچایا تو اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ (اور دوسری) اس شخص کی مثال ہے کہ جس نے اس (علم) کی طرف توجہ نہ دی (تکبر کی وجہ سے) اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وہ ہدایت جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اسے قبول نہ کیا۔“

تین قسم کے لوگ تین زمینوں کی مانند ہیں:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”زمین کی تین قسمیں ہیں، اسی طرح لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں:

۞ **زمین کی پہلی قسم** وہ ہے جو بارش سے نفع حاصل کرتے ہوئے مُردہ سے زندہ ہو جاتی ہے، اس طرح کہ اس پر سبزہ اُگ جاتا ہے تو انسان، جانور، کھیت اور اس کے علاوہ اور چیزیں اس زمین سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح **انسانوں کی پہلی قسم وہ ہے** کہ جن کے پاس ہدایت اور علم پہنچا تو انہوں نے اس کو یاد کیا اور اس سے اپنے دلوں کو زندہ کیا اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں تو انہوں نے اس علم سے خود بھی نفع حاصل کیا اور دوسروں کو بھی پہنچایا۔

۞ **زمین کی دوسری قسم** وہ ہے کہ جو خود تو نفع قبول نہیں کرتی لیکن اس میں دوسروں کے لیے فائدہ ہوتا ہے وہ اس طرح کہ وہ بارش کے پانی کو دوسروں کے لیے جمع کر لیتی ہے تو اس پانی سے انسان اور جانور فائدہ حاصل کرتے ہیں اسی طرح **انسانوں کی دوسری قسم** وہ ہے کہ جن کے حافظے قوی ہوتے ہیں (اور وہ اپنے دلوں میں علم کو محفوظ کر لیتے ہیں) لیکن اُن میں اِفہام و تفہیم (سمجھنے اور سمجھانے) کی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ ہی

اُن کی عقل میں اِس بات کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ معانی اور اَحکام کو نکال سکیں، نہ ہی وہ عبادت میں کوشش کرتے ہیں نہ ہی اپنے علم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بس وہ صرف اُس علم کو یاد کرتے ہیں، یہاں تک کہ ایک طالب علم آتا ہے اور اُس علم کا طلبگار ہوتا ہے جو علم اُن کے پاس ہے اور وہ طالبِ علم ایسا ہے جو علم سے نفع حاصل کرنے اور دوسروں کو پہنچانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے پس وہ اُن سے خود علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچاتا ہے تو یہ ہیں وہ لوگ جن کے علم سے لوگوں نے تو فائدہ اُٹھایا (لیکن وہ خود اس سے فائدہ نہ اٹھاسکے)۔

❁ **زمین کی تیسری قسم** بنجر زمین ہے جو سبزہ وغیرہ نہیں اُگاتی، وہ پانی سے نفع حاصل نہیں کرتی اور نہ ہی پانی کو دوسروں کے نفع کے لیے جمع کرتی ہے۔ اسی طرح **انسانوں کی تیسری قسم** وہ ہے جن کے حافظے کمزور ہوتے ہیں اور ان کے پاس اِفہام و تفہیم کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی، پس جب وہ علم کی بات سنتے ہیں تو اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی اسے یاد کرتے ہیں کہ دوسرے اس سے فائدہ حاصل کریں۔ حدیثِ مذکور میں علم کی کچھ صورتوں کو مثالوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے نیز تعلیم و تعلُّم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور علم حاصل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے پر سختی سے ابھارا گیا ہے اور علم سے اِعراض کرنے کی مَذمَّت بیان کی گئی ہے۔"[1]

دین سے فائدہ اٹھانے اور نہ اٹھانے والے:

شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

❁ "معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں بندوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: (1) ایک وہ جس سے دین کو فائدہ پہنچے۔ (2) دوسری وہ کہ جو نہ خود فائدہ حاصل کرے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔

❁ زمین کی بھی دو قسمیں بیان کیں: (1) ایک وہ جو پانی سے نفع یاب ہوتی ہے۔ (2) دوسری وہ جو پانی سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرے۔

---

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب مثل مابعث به النبی صلی الله علیه وسلم من الھدی والعلم، ۸/ ۴۷، الجزء الخامس عشر۔

﴾ پھر فائدہ مند زمین کی دو قسمیں ہیں: (1) ایک وہ جو فصل اگائے۔ (2) اور دوسری وہ زمین جس میں کچھ نہ اُگے۔

﴾ اسی طرح دین سے فائدہ اٹھانے والے دو قسم کے ہیں: (1) ایک عالِم، عبادت گُزار، فَقِیہ اور لوگوں کو دین سکھانے والا یہ اس زمین کی طرح ہے جو پاک اور عُمدہ ہو، پانی جَذب کرے، اس طرح خود اسے بھی فائدہ پہنچے اور گھاس چارہ اُگائے اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ (2) دوسرا وہ جو عالِم اور مُعَلِّم ہو (دوسروں کو تعلیم دینے والا) مگر نوافل اور زائد اعمال کی عبادت میں مَشغول نہ ہوتا ہو اور فِقہ کا جو علم حاصل کیا اس پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہو، یہ اس زمین کی طرح ہے جس میں پانی ٹھہر جاتا ہے اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں لیکن یہ خود فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور کچھ بھی نفع نہ اٹھانے والا وہ شخص ہے جس نے علمِ دین کی طرف کوئی تَوَجُّہ واِلتِفات نہ کیا اور علم دین کی بات سننے کے لیے بالکل تیار نہ ہوا یا سُن کر اس پر نہ عمل کیا اور نہ تعلیم حاصل کی اور دین میں آنے نہ آنے سے کوئی سروکار نہ رکھا اور منکر و کافر ہو گیا یہ اس چٹیل زمین کی مانند ہے جو نہ پانی جذب کرے اور نہ ہی پانی کا ذخیرہ کرے اور نہ اس میں کوئی چیز اُگے۔

حدیث کا مفہوم یوں بیان کرنا بھی ممکن ہے کہ قِسمِ اَوَّل سے وہ شخص مراد ہے جس نے عِلمِ دِین سیکھا، درجۂ اِجتہاد پر فائز ہوا اور اس قوّتِ اِجتہاد کی بَدَولت دِین کے باریک معانی، اسرار اور اس کی شرح کی جیسے فُقَہائے مُجتَہِدِین اور عُلَمائے کامِلِین و مُحَقِّقِین کا حال تھا جس طرح وہ گھاس جو زمین سے اُگتی ہے اور لوگ اس کے ثَمَرات ونَتائج سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ دوسری قسم سے وہ شخص مراد ہے جس نے علم حاصل کیا، اسے اپنے سینے میں جمع کیا پھر اس کی حفاظت کی اور اس امانت کو پورے اہتمام کے ساتھ آگے پہنچایا اور اس کے اہل کے حوالے کر دیا۔ جس طرح مُحَدِّثِین، حُفّاظِ اَحادِیث اور اس علم کی طرف دعوت دینے والے حضرات ہیں۔"[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ۱/ ۱۴۱۔

رحمت کا بادل:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں، حضور کا ظاہری اور باطنی فیض اور نورانی کلام بارش، انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین، چنانچہ مُؤمن کا دل قابلِ کاشت زمین ہے جہاں عمل اور تقویٰ کے پودے اُگتے ہیں، عُلَمَاء اور مَشَائِخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سیر اب ہوتی رہیں گی۔ منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں۔

خیال رہے کہ **مُشَبَّہ بِہٖ** میں زمین کے تین حصے بیان فرمائے گئے مگر **مُشَبَّہ** میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ عُلَمَاء ہدایت میں عالی ہیں اور کفار گمراہی میں عالی، درمیانی لوگ یعنی صالح مؤمن خود سمجھ میں آجاتے ہیں، اس لیے ان کا ذکر نہ ہوا۔ خیال رہے کہ تالاب بہت سی قسم کے ہیں: بڑے، چھوٹے، بہت نافع، کم نافع، بعض تالابوں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں جیسے بھوپال کا تالاب، ایسے ہی علماء کے مختلف مَراتب ہیں: بعض مُجتَہِدین ہیں جیسے چاروں امام، بعض کاملین ہیں، بعض راسخین ہیں، پھر ان میں بعض مُحَدِّثین ہیں اور بعض مُفَسِّرِین، یہ تشبیہ ان سب کو شامل ہے۔“(1)

مدنی گلدستہ

”صِدِّیق“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بہترین انسان وہ ہے جس کے پاس ہدایت اور علم پہنچا اس نے اسے یاد کیا، اس کے ذریعے اپنے دل کو زندہ کیا، اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔

(2) عُلَمَاء اور مَشَائِخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سراب ہوتی رہیں گی۔

---

(1) ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۵۵ ملخصاً۔

(3) مؤمن کا دل قابلِ کاشت زمین کی طرح ہے جہاں عمل اور تقویٰ کے پودے اُگتے ہیں۔

(4) کوئی شخص کسی بھی درجے پر پہنچ کر شہنشاہِ مدینہ قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ زمین کیسی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو اور کتنا ہی اچھا تُخم بویا جائے مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کے رشتے کو مضبوطی سے تھامے رکھنے میں ہی دارین کی بھلائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں باعمل عالمِ دین بنائے، تقویٰ وپرہیز گاری نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:163 حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی اپنی اُمّت پر شفقت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ یَقَعْنَ فِیْهَا وَهُوَ یَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ، وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ یَدَیَّ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو ٹِڈیاں اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ شخص اُنہیں آگ میں گرنے سے بچاتا ہے اور میں بھی تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر آگ (میں گرنے) سے بچاتا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جاتے ہو۔“

انسانوں اور پروانوں کے درمیان وَجہِ تشبیہ:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”**رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] ... مسلم، کتاب الفضائل، باب الشفقة علی امته... الخ، ص ۱۲۵۴، حدیث: ۲۲۸۵۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جاہِلین ومُخَالِفین جو گناہوں اور شہوت کے سبب نارِ جہنم میں گرتے ہیں، انہیں پروانوں سے تشبیہ دی جو دُنیوی آگ میں گرتے ہیں حالانکہ اُن جاہلوں کو اُس میں گرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز انسانوں کو پروانوں کے ساتھ اِس وجہ سے بھی تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ دونوں خود کو ہلاک کرنے پر حریص ہوتے ہیں اور اِس جہالت میں دونوں برابر ہیں۔“[1]

گرتے ہوئے شخص کو کمر سے پکڑنے کی وجہ:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”جب کوئی شخص کسی کے گرنے کا خوف کرتا ہے تو اُسے اُس کے (پاجامہ یاتہبند باندھنے کی) جگہ سے پکڑتا ہے۔“[2] (کیونکہ یہاں گرفت مضبوط ہوتی ہے۔)

شَیخ عبدُ الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یعنی یہ مذکورہ حال میرا اور تمہارا ہے کہ حدودِ الٰہی جو حرام اور مَمنوع اُمور پر مُشتمل ہیں اُن سے اِجتناب اور دُوری ضروری ہے۔ میں پوری وضاحت سے اُنہیں بیان کرچکا ہوں۔ جیسے کوئی شخص آگ جلائے اور تم اُس میں گرنا شروع کردو تو میں تمہیں اُس میں گرنے سے روکتا ہوں۔“[3]

دنیا کی لذّتیں آگ ہیں:

مُفَسِّر شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: ”یہ بھی تَشبِیہِ مُرکَّب ہے کہ ایک پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی نے دنیا اور یہاں کی اُلجھنوں کو دین کا ذریعہ بنانے کے لیے پیدا فرمایا مگر لوگوں نے انہیں غلط استعمال کرکے ہلاکت کا ذریعہ بنالیا جیسے کوئی جنگل میں مسافروں کی ہدایت اور روشنی کے لیے آگ جلائے مگر پتنگے اسی آگ کو اپنی

---

1. ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب الشفقة علی امته۔۔۔الخ، ۸/ ۵۰، الجزء الخامس عشر، ملخصاً۔
2. ۔۔۔ اکمال المعلم، کتاب الفضائل، باب الشفقة علی امته۔۔۔الخ، ۷/ ۲۵۳، تحت الحدیث: ۲۲۸۴۔
3. ۔۔۔ اشعة اللمعات، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ۱/ ۱۴۰ ملخصاً۔

ہلاکت کا سامان بنالیں اور ہلاکت کو اپنی نجات سمجھیں۔ چنانچہ دنیا کی لذّتیں آگ ہیں اور ہم ناسمجھ بندے پتنگے کہ اس کو غلط استعمال کرکے اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا بنانے والا ربّ ہے اور اس کے غلط استعمال سے بچانے والے حضور ہیں۔ حضور کا اپنی اُمَّت کو نرمی گرمی سے سمجھانا بجھانا گویا ان کی کمر پکڑ کر آگ سے روکنا ہے، یہ روکنا تاقیامت رہے گا۔ عُلَماء و مَشائخ کی تبلیغیں، غازیوں کے جہاد حضور ہی کی تبلیغ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عبادتوں کے ذریعہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو سادھو اور عیسائی راہب ترکِ دنیا کرکے عُمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"کعبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتا ہے اور اَحکامِ خُداوندی کی پرواہ نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو جہنم میں گراتا ہے۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی اُمَّت سے بے پناہ محبت ہے جبھی تو انہیں دینی و دُنیوی نقصانات سے بچاتے ہیں۔

(3) ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ممنوعہ اَشیاء اور ان سے بچنے کے طریقے تفصیلاً بیان کردیے ہیں، اب بھی جو ان حدود کی پاسداری نہ کرے وہ محروم ہے۔

(4) کسی کو کوئی اہم بات سمجھانی ہو تو انداز بالکل عام فہم اور سَہل رکھنا چاہیے بلکہ ضرورتاً مثال بھی دینی چاہیے تاکہ آسانی سے سمجھ آجائے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۵۴ ملتقطا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مُطیع اپنا مجھ کو بنا یاالٰہی
سدا سنتوں پر چلا یاالٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:164

آدابِ طعام

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهَا الْبَرَكَةُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى، وَلْيَاْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ. فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَاْنِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى فَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انگلیاں اور تھال چاٹنے کا حکم ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ ''تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہیے کہ اسے اٹھالے، اس پر جو مٹی وغیرہ لگ جائے، اسے صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ تولیے یا رومال سے اس وقت تک نہ پونچھے جب تک کہ انگلیوں کو چاٹ نہ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''بے شک شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس اُس کے ہر معاملے میں آتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی آتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہیے کہ اسے صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔''

---

(1) ... مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة۔۔۔الخ، ص ١١٢٢، حدیث: ٢٠٣٣ بتغیر قلیل۔

کھانے کی سنتیں:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ان احادیث میں کھانے کی سنتوں میں سے چند کا ذکر ہے: (1) انگلیاں چاٹنا تاکہ کھانے کی برکت کی حفاظت رہے اور ہاتھ بھی صاف ہوں۔ (2) تین انگلیوں سے کھانا، ان کے ساتھ چوتھی اور پانچویں انگلی نہ ملائی جائے ہاں اگر کوئی عُذر ہے مثلاً شوربا یا ایسا سالن ہے جسے تین انگلیوں سے کھانا ممکن نہیں (تو تین سے زیادہ انگلیوں سے بھی کھا سکتے ہیں)۔ (3) کھانے کے برتن کو (انگلی سے) چاٹ (کر صاف کر) لینا۔ (4) لُقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لینا، یہ اس وقت ہے جب لُقمہ ناپاک جگہ پر نہ گرا ہو، اگر ناپاک جگہ پر گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اس کو دھونا ضروری ہے پھر اگر اس کو کھایا نہ جاسکتا ہو تو کسی جانور کو کھلا دیں، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑیں۔ (5) ہاتھ کو رومال سے پُونچھنا جائز ہے لیکن سُنت یہ ہے کہ پہلے اسے اچھی طرح چاٹ لیا جائے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”شیطان تم میں سے ہر کسی کے ساتھ ہوتا ہے۔“ اس میں لوگوں کو اس بات سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ شیطان اِنسان کے ہر کام میں دَخل اندازی کرتا ہے پس انسان کو چاہیے کہ وہ ہوشیار رہے اور شیطان (کے شر) سے بچے۔“[1]

برکت کا معنٰی:

حَافِظ قَاضِی اَبُوالْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ اس کا حقیقی معنٰی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن یہاں برکت سے مراد کم کھانے کا زیادہ لوگوں کو کفایت کر جانا اور اس کھانے کے ذریعے تقویٰ حاصل ہونا ہے۔ جبکہ برکت کی اصل تو کسی چیز کا زیادہ ہو جانا اور اس میں وُسعت (یعنی کشادگی) کا پیدا ہو جانا ہے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع ۔۔۔ الخ، ۷/۲۰۳، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ ۔۔۔ الخ، ۶/۵۰۱، تحت الحدیث: ۲۰۳۲۔

متکبرین کا طریقہ:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر کھالے، شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ جو لقمہ چھوڑا جائے وہ شیطان کے لیے ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا ضِیاع اور بغیر کسی وجہ کے اس کی تحقیر ہے اور پھر یہ متکبرین کا طریقہ ہے کیونکہ غالِب طور پر اگر کسی گرے ہوئے لقمے کو چھوڑا جاتا ہے تو اس کی وجہ تکبر ہی ہوتی ہے اور تکبر شیطان کی صِفت ہے۔“[1]

کھانے کا ضِیاع:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”کھاتے پیتے وقت، پیشاب پاخانہ نماز و دعا حتی کہ اپنی بیوی سے صُحبت کرتے وقت بھی قرینی شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ ساتھ ہی کھاتا پیتا حتی کہ ساتھ ہی صُحبت کرتا ہے۔ جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے اور اولاد بے اَدب سر کَش ہوتی ہے۔ اگر ان اوقات میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے، اولاد نیک و صالح اور باادب پیدا ہوتی ہے۔ اگر پاخانہ جاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس کا سِتر نہیں دیکھ سکتا۔ اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھائے اور اگر نجاست لگ گئی ہے تو دھو کر کھالے۔ اگر دُھل نہ سکے تو کتے بلی کو کھلادے، یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ اس میں مال ضائع کرنا ہے اور ربّ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے کہ اس چھوڑے ہوئے لقمے کو یا شیطان کھا ہی لے گا یا اس کے ضائع ہونے پر خوش ہو گا۔ شیطان (کے لیے نہ چھوڑے) کے یہ دونوں معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا کچھ بھی نہ چھوڑے، سب ہی چاٹ لے، اگر فی آدمی ایک ماشہ کھانا بھی برتن میں لگا رہا جو برتن دھوتے ہوئے نالیوں میں گیا تو حساب لگالو کہ جس شہر میں آٹھ دس لاکھ آدمی رہتے ہوں تو دو 2 دفعہ کتنا کھانا نالیوں میں جاتا ہے۔ یہ فضول خرچی بھی ہے، مال ضائع کرنا بھی، کھانے کی بے ادبی بھی۔ اس لیے کچھ بھی نہ چھوڑو،

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸/۱۴۷، تحت الحدیث: ۴۱۶۷۔

برتن کو اچھی طرح صاف کرو، کھانے کا احترام وادب یہ ہی ہے یا اتنا چھوڑو کہ دوسرا آدمی کھا سکے۔"[1]

تنگیٔ رِزق کی ایک وجہ:

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "آج کل رِزْق کی بے قدری اور بے حُرمتی سے کون سا گھر خالی ہے، بنگلے میں رہنے والے اَرَبْ پتی سے لے کر جھونپڑی میں رہنے والے مزدور تک اس بے احتیاطی کا شکار نظر آتے ہیں، شادی میں قِسم قِسم کے کھانوں کے ضائع ہونے سے لے کر گھروں میں برتن دھوتے وقت جس طرح سالن کا شوربا، چاول اور ان کے اَجزاء بہا کر مَعَاذَ اللّٰه نالی کی نذر کر دیے جاتے ہیں، ان سے ہم سب واقف ہیں، کاش رِزْق میں تنگی کے اس عظیم سبب پر ہماری نظر ہوتی۔ اُمُّ المؤمنین عائِشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے مکانِ عالیشان میں تشریف لائے، روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، اس کو لے کر پونچھا پھر کھالیا اور فرمایا: "عائِشہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا) اچھی چیز کا احترام کرو کہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے بھاگی ہے، لَوٹ کر نہیں آئی۔"[2]

آدابِ طعام کا مطالعہ کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دینِ اسلام ایک ایسا مذہبِ مُہَذَّب ہے جو ہمیں بڑے بڑے اہم کاموں سے لے کر چھوٹے چھوٹے معمولی کاموں حتی کہ کھانا کھانے کے بھی آداب سکھاتا ہے، یقیناً بہت خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو اپنے ہر کام کو سنت کے مطابق سرانجام دینے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی سنتوں اور آداب کا لحاظ رکھتا ہے۔ کھانا کھانے کی سنتیں اور آداب جاننے کے لیے کم وبیش 466 صفحات پر مشتمل، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف **"آدابِ طعام"** کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۱۔

2 ... ابن ماجۃ، کتاب الاطعمۃ، باب النھی عن القاء الطعام، ۴/ ۴۹، حدیث: ۳۳۵۳، تنگ دستی کے اسباب اور اس کا حل، ص ۵۔

مدنی گلدستہ

”آداب طعام“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) دینِ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے حتّٰی کہ کھانا کھانے کے متعلق بھی ہمیں ایسا پاکیزہ طریقہ بتاتا ہے جو رُوحانی وجسمانی طور پر بے حد فائدہ مند ہے۔

(2) کسی بھی مسلمان کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ وہ اپنے تمام کام سنت کے مطابق حتّٰی کہ کھانا بھی سنت کے مطابق کھانے کی کوشش کرتا ہے۔

(3) رزق کی قدر کرنی چاہیے کہ یہ بابرکت ہے، اس کی ناقدری کی وجہ سے بے برکتی وتنگدستی آتی ہے۔

(4) جس برتن میں کھانا کھائیں اسے اچھی طرح صاف کرلیں نیز چاول اور روٹی کے جو ذرات دستر خوان پر گر جائیں اُنہیں اُٹھا کر کھالیں ہوسکتا ہے اُنہیں میں برکت ہو۔

(5) کھانے کے جو ذرات نیچے گر جائیں اگر اس پر کوئی پاک چیز جیسے مٹی وغیرہ لگ جائے تو صاف کرکے کھالیں، اگر ناپاک چیز لگ جائے تو اسے اچھی طرح دھوکر پاک کرکے کھالیں، اگر نہ کھانا چاہیں تو کسی جانور وغیرہ کو کھلادیں، شیطان کے لیے ہرگز نہ چھوڑیں۔

(6) کھاتے پیتے وقت، سوتے وقت، دعا نماز وغیرہ ہمارے تمام کاموں میں شیطان شریک ہوتا ہے جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے، اولاد بے ادب وسرکش ہوتی ہے۔ اگر ان اوقات میں **بِسْمِ اللہ** پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے، اولاد نیک وصالح اور باادب پیدا ہوتی ہے۔

(7) دستر خوان سے ٹکڑے اُٹھا کر کھالینا عاجزی وانکساری کی علامت ہے۔

(8) کھانے میں برکت ہونے کا ایک معنٰی یہ ہے کہ کم کھانا زیادہ لوگوں کو پورا ہو جاتا ہے اور ایک معنٰی یہ ہے کہ اس سے تقویٰ وپرہیزگاری نصیب ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا خدا ہے التجاء عطار کی
سنتیں اپنائیں سب سرکار کی

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:165 قیامت کے دِن اُٹھائے جانے کا حال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، قَالَ: قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِمَوْعِظَۃٍ فَقَالَ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا: ﴿کَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ﴾ (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۴) اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِبْرَاھِیْمُ اَلَا وَاِنَّہٗ سَیُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ، فَیُؤْخَذُ بِھِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَاَقُوْلُ: یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ: اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ، فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ اِلٰی قَوْلِہٖ: ﴿الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ (پ۷، المائدۃ:۱۱۷،۱۱۸) فَیُقَالُ لِیْ: اِنَّھُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں وعظ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تم اس حال میں اُٹھائے جاؤ گے کہ ننگے پاؤں، بے لباس اور بے ختنہ ہو گے: (چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:)

﴿کَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾﴾ (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم کو اس کا ضرور کرنا۔

سنو! قیامت کے دن مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو لباس پہنایا جائے گا۔ سنو! بے شک میری اُمّت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں بائیں طرف والوں میں کھڑا کر دیا

[1] ... مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ، ص ۱۵۳۰، حدیث: ۲۸۶۰ بتغیر قلیل۔

جائے گا، میں کہوں گا: یارب! یہ میرے اُمّتی ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی نئی باتیں پیدا کیں۔ پس میں اس طرح کہوں گا جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے (حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام) نے کہا تھا: (چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:)

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

پھر مجھ سے کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں تب سے یہ لوگ دین سے پھر گئے ہیں۔"

ایک اعتراض کا جواب:

عمدۃ القاری میں ہے: "اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اُمّت کے اَعمال پیش کیے جاتے تھے تو پھر اُن لوگوں کے اَعمال پوشیدہ کیسے رہیں گے؟"

جواب: "وہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُمّتی نہیں ہوں گے اور آپ پر صرف آپ کی اُمّت کے اَعمال پیش ہوتے ہیں نہ کہ مُرتدّین و مُنافقین کے۔ اِبنِ تین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ منافقین اور کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کرنے والے ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَصحاب میں سے کوئی بھی مُرتَد نہ تھا۔ ابو عُمَر نے کہا: ہر اس شخص کو حوضِ کوثر سے واپس کر دیا جائے گا جس نے دین میں کوئی نئی (خِلافِ شرع) بات ایجاد کی ہو گی، جیسا کہ خَوارِج و رَوافِض اور خواہشات کی پیروی کرنے والے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ۱۱/ ۵۶، تحت الحدیث: ۳۳۴۹۔

روزِ قیامت سب سے پہلے لباس پہننے والے:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سب سے پہلے لباس پہنائے جانے کی حکمت یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بِنا کپڑوں کے آگ میں ڈالا گیا تھا اس لیے سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لباس پہنایا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سب سے پہلے شلوار کے ذریعے سِتر پوشی کی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ زمین پر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والا کوئی نہ تھا تو قیامت کے دن آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو لباس پہنانے میں جلدی اس لیے کی جائے گی تاکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خوف سے امن میں آجائیں اور آپ کا دل مطمئن ہو جائے۔ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی تخصیص کرنے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمارے نبی، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مُطلَقًا افضل ہیں۔ مجھ پر ابھی یہ بات ظاہر ہوئی کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی قبرِ انور سے اُسی لباس میں تشریف لائیں گے جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وصال فرمایا تھا اور جو حُلّہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زیبِ تن فرمایا ہوا ہو گا وہ جنتی حُلّہ ہو گا اور وہ تعظیم و تکریم والی پوشاک ہو گی۔ پس حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پہلے لباس پہنانا یہ بقیہ مخلوق کے لحاظ سے ہے۔''[1]

ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

نزہۃُ القاری میں اس حدیث پاک کے تحت ایک اِشکال اور اُس کا جواب تحریر کیا گیا ہے، چنانچہ مفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''امام ابو داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا ابُو سَعِید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی کہ جب ان کی مَوت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگائے اور انہیں پہنا، پھر فرمایا کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا ہے، (آپ صَلَّی اللہُ

❶ . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر، ١٢ / ٣٢٨، تحت الحدیث: ٦٥٢٦۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے تھے: ”میت اپنے اُنہیں کپڑوں میں اٹھائی جائے گی جن میں وہ مرے گی۔“ نیز ترمذی میں حضرت سَیِّدُنا بَہز بن حَکِیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: ”میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا، فرماتے تھے: ”تم لوگ پیدل اور سوار قیامت کے دن جمع کیے جاؤ گے۔“ یہ دونوں حدیثیں اس (حدیثِ مذکور) کے مُعارِض ہیں۔ عُلَمَا نے اس کے دو جواب دیے ہیں:

(1) ایک یہ کہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے جسموں پر لباس ہوں گے، پھر وہ مُنْتَشِر ہو جائیں گے۔ اب زیرِ بحث حدیث کا مَطلَب یہ ہوا: مَوقِفِ حَشر میں لوگ ابتداءً ننگے حاضر ہوں گے، پھر ان کو لباس پہنایا جائے گا۔

(2) دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ شُہَدائے بدر کے بارے میں ہے کہ وہ اسی لباس میں اٹھائے جائیں گے جس لباس میں شہید ہوئے ہیں۔“[1]

شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں اس طرح کہوں گا جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا تھا۔ یعنی حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم سے چھٹکارے کے لیے بَطورِ عُذر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جو عرض کریں گے، میں بھی وہی عرض کروں گا۔ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ خُداوندی میں عرض کریں گے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تک میں ان میں رہا، ان کے حال سے واقف رہا، میں نے انہیں کفر پر نہیں چھوڑا، اس وقت یہ حق پر تھے جب تو نے ان سے مجھے اٹھالیا، تو اب ان کے حال سے تو ہی واقف ہے اور تو ہر غائب وحاضر کو جاننے والا ہے، اب اگر تو ان پر عذاب وگرفت فرمانا چاہتا ہے تو یہ تیرے بندے ہیں تو جو چاہے ان کے ساتھ معاملہ فرما، کوئی تیرے سامنے دَم نہیں مار سکتا اور اگر تُو اُنہیں معاف فرمادے تو، تُو علیم وحکیم ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے۔“[2]

---

1 . . . نزہۃ القاری، ۴/ ۳۹۰۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب الحشر، ۴/ ۳۸۹۔

قیامت کے دن انبیائے کرام کے اٹھنے کی حالت:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: ''(**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تم ننگے پاؤں، بے لباس اور بے ختنہ اٹھائے جاؤ گے۔) اِس فرمانِ عالی میں: ''اِنَّکُمْ'' فرما کر بتایا گیا کہ تم عوام لوگ اس حالت میں اٹھو گے، ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ۔ مگر تمام انبیاءِ کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتی کہ بعض اولیاء **اللہ** بھی کفن پہنے اٹھیں گے تاکہ اُن کا سِتر کسی اور پر ظاہر نہ ہو۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے فرمایا کہ میں قبرِ انور سے اُٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جاوے گا۔ لہٰذا یہاں اس فرمانِ عالی سے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بلکہ تمام انبیاء، بعض اولیاء مستثنیٰ ہیں۔ اس لیے یہاں اَنْتُمْ فرمایا نَحْنُ نہیں فرمایا۔ یہ خوب خیال رہے۔ (جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے۔) یعنی جیسے تم اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی اپنی قبروں کے پیٹ سے اٹھو گے۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ننگے نہیں پیدا ہوئے تھے حریر میں لپٹے ہوئے پیدا ہوئے۔

آنکھوں میں سرمہ بالوں میں شانہ دیا ہوا
لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا

حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں کہ ''ہم حضرت ابو بکر و عُمَر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) کے ساتھ اپنی اپنی قبروں سے اُٹھیں گے، پھر جنتُ البقیع والوں کا انتظار فرمائیں گے، پھر مکّہ مُعظّمہ والے جنّتِ مَعلٰی کے مُردوں کا۔ پھر محشر کی طرف اس برات کے ساتھ جائیں گے۔'' ایسی حالت میں حضور بغیر لباس کیسے ہو سکتے ہیں؟ (قیامت کے دن مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو لباس پہنایا جائے گا) یعنی کفن اُتار کر جنتی جوڑا پہلے حضرت **خلیلُ اللہ** کو پہنایا جاوے۔ یا تو اس حکم سے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) علیحدہ ہیں، مُتکلّم مُستثنیٰ ہوتا ہے یا یہ بدلہ ہے اس کا کہ نمرودی آگ میں جاتے وقت آپ کے کپڑے اتار لیے گئے تھے یہ خصوصی فضیلت ہے، نیز آپ ننگوں کو کپڑے پہناتے تھے۔ نیز آپ حضور انور

(صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے جدِّ اَمجد ہیں اِن وجوہ سے آپ کا یہ اکرام فرمایا گیا۔"[1]

رسول اللہ سب کچھ جانتے ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے سب کچھ جانتے ہیں، اپنی اُمَّت کے تمام اَفراد اور اُن کے تمام احوال سے بھی واقف ہیں، آپ پر اُمَّت کے تمام اَعمال پیش کیے جاتے ہیں، بلکہ سابقہ اُمَّتوں کے اَحوال سے بھی باخبر ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کل بروزِ قیامت دیگر اُمَّتوں کے انبیائے کرام عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر گواہ اور نگہبان بنا کرلائے جائیں گے۔ لیکن مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ جب کل قیامت میں اُمَّت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں بائیں طرف والوں میں کھڑا کر دیا جائے گا، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بارگاہِ رَبُّ الْعِزَّت میں عرض کریں گے: "یارب! یہ میرے اُمَّتی ہیں۔" تو کہا جائے گا کہ "آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں پیدا کیں۔" جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب جانتے ہیں تو یہ کیوں کہا جائے گا کہ "آپ نہیں جانتے۔" شارحینِ کرام نے اس کی بہت سی وُجوہات بیان کی ہیں اور کثیر جوابات دیے ہیں، چند جوابات یہ ہیں:

(1) یہ استفہامِ انکاری کے طور پر فرمایا جائے گا جس سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ استفہامِ انکاری میں علم کا اثبات ہوتا ہے، مثلاً کسی کو کہا جائے کہ "کیا آپ ان کو نہیں جانتے۔" تو مُراد یہ ہوتی ہے کہ آپ انہیں جانتے ہیں۔ بعض روایات میں تو ہمزۂ استفہام بھی مذکور ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں: "**فَیُقَالُ اَمَا شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَکَ** یعنی پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟"[2]

غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں عَلَّامَہ سَیِّد احمد سعید کاظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "احادیث میں غور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۶۶۔

2 ... مسلم، کتاب الفضائل، اثبات حوض نبینا۔۔۔الخ، ص ۱۲۵۷، حدیث: ۲۲۹۳۔

کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی اُمَّت کے تمام اچھے اور بُرے اَعمال کا علم ہے، ترمذی (و مسلم) شریف میں حدیث وارد ہے: **عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَ قَبِیْحُهَا** یعنی میری اُمَّت کے تمام اچھے اور بُرے اَعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔ اب غور فرمایئے کہ مُرتَدِّین بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمَّت میں داخل تھے اُن کا مرتد ہونا عملِ قبیح ہے۔ **اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْهُ**۔ جب اُمَّت کے تمام اعمالِ حَسَنَہ اور قَبِیحَہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا اِرتداد جو عملِ قبیح ہے وہ بھی ضرور پیش ہوا، پھر حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ حدیثِ مذکور کے یہی معنٰی صحیح ہیں کہ اے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے؟ آپ کو معلوم تو ہے پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جارہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سَخَا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی تَوَجُّہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے تَوَجُّہ دلائی جائے تو اس وقت مُتَوَجِّہ ہوتا ہے۔ یہاں بالکل یہی معاملہ ہے، ساقی کوثر حضرت **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حوضِ کوثر پر رونق افروز ہیں، اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں، مرتدین کی جماعت اُدھر سے گزرتی ہے، حضور کو اُن کے عملوں کا پُورا پُورا علم ہے مگر اس وقت دریائے جُودو سَخا مُوجزَن اور شانِ رَحمت کا ظُہورِ اَتَمّ ہے، اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیالِ مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لُطفِ عَمِیم اور کَرَمِ جَسِیم کے غَلَبَۂ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں: "**اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ**" لیکن جب تَوَجُّہ دلائی جاتی ہے کہ **اَمَا شَعَرْتَ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ** پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟ پس فوراً تَوَجُّہِ مُبارک ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہوتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں: "**سُحْقًا سُحْقًا** انہیں دُور لے جاؤ، دُور لے جاؤ۔" طالبِ حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔"[1]

---

1 ... مقالات کاظمی، ۲/۱۲۴۔

(2) زیادہ تر احادیث میں یہ الفاظ ہیں: ''اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ یعنی آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں۔'' اس حدیثِ پاک میں دِرایت کی نفی ہے اور دِرایت کے معنی ہیں کسی چیز کو اَٹکل اور حِیلے سے جاننا۔ یقیناً رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اَٹکل اور حِیلے سے عِلم نہیں ہے بلکہ آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا اور وَحیِ اِلٰہی سے سب چیزوں کا عِلم ہے۔

(3) جس حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہے خود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے قیامت کے اس مَنظَر کو بیان فرمارہے ہیں، جب آپ خود بیان فرمارہے ہیں تو یقیناً آپ جانتے ہیں کہ کل بروزِ قیامت کن لوگوں کے بارے میں آپ سے کہا جائے گا۔

(4) مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''فرشتوں کا یاربّ تعالٰی کا یہ کہنا کہ تم نہیں جانتے، ان مرتدین پر اظہارِ غضب کے لیے ہے، جیسے بِلاشُبہ باپ بیٹے کو مارنے لگے، ماں جو اس سے سخت نالاں تھی، محبتِ مادری میں بچانا چاہے، باپ کہے: تُو اس کی حیثیت کو نہیں جانتی، اسے تو میں ہی جانتا ہوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے مَت بچا، مجھے سزا دے لینے دے۔ ربّ تعالٰی منافقین کے متعلق فرماتا ہے: ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ (پ ١١، التوبۃ: ١٠١) انہیں تم نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں، حالانکہ حضور منافقین کو خوب جانتے تھے، (ربّ تعالٰی) فرماتا ہے: ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ (پ ٢٦، محمد: ٣٠) تم انہیں کلام کی رَوِش سے ہی پہچان لیتے ہو۔''[1]

قیامت میں کن لوگوں کو لایا جائے گا؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ کل بروزِ قیامت کچھ لوگوں کو لایا جائے گا؟ یہ لوگ کون ہوں گے؟ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جن لوگوں کو سرکار دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُور کریں گے اس میں کئی اقوال ہیں:

(1) وہ لوگ منافقین اور مرتدین ہوں گے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ٧/ ٤٠٩۔

(2) وہ لوگ ہوں گے جو آپ کے زمانے میں مسلمان تھے اور پھر بعد میں مرتد ہوگئے، آپ ان کو دنیا کی واقفیت کی بنا پر پکاریں گے، کیونکہ آپ کی حیات میں یہ مسلمان تھے، پھر آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔

(3) اس سے مراد گناہِ کبیرہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دینِ اسلام پر فوت ہوگئے یا وہ بدعتی لوگ مراد ہیں جو اپنی بدعات کی بنا پر اسلام سے خارج نہیں ہوئے، اس صورت میں ان کو حوضِ کوثر سے ہٹایا جانا عذابِ نار کی وجہ سے نہیں بلکہ زجر و توبیخ کے طور پر ہوگا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کردے، یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضو سے سفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ کے ہوں یا بعد کے ہوں اور آپ نے ان کو وضو کی علامت سے پہچانا ہو۔"[1]

ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں ایک اشکال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں جانتے ہوں گے تو پھر ان کو "میرے صحابہ" یا "میرے اُمّتی" کہہ کر کیوں پکاریں گے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ زُرقانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ❁ "حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پہلے ان کو صحابی یا اُمّتی فرمانا اس لیے تھا کہ ان کی امید قائم ہوجائے اور جب ان کی امید قائم ہوجائے تو انہیں اپنے سے دور کرکے ان کی امید کو توڑ دیا۔ اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا مُوجِب ہوتا ہے۔ ❁ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کرکے ان کو رُسوا کردیا، اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اٹھایا جائے گا پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کرکے ان کو رُسوا کردیا جائے گا، لہٰذا سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ان کو اپنا اُمّتی یا صحابی فرمانا ان کے مسلمان ہونے کی علامت کے اعتبار سے ہے اور بعد

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ۔۔۔الخ، ۲/۱۳۶، الجزء الثالث۔

میں ان کو دور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ نے منافقین کو مَسجدِ نبوی سے نکال دیا تھا۔ اور مرتدین کے اعتبار سے یہ توجیہ اس طرح مُنْطَبِق ہو گی کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دینِ اسلام سے مُنْحَرِف ہو گئے تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا ان کو اپنا صحابی یا اُمَّتی فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اِعتبار سے ہے اور بعد میں انہیں دور کرنا ان کے ارتداد کے اعتبار سے ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”شفاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) روزِ قیامت سوائے انبیائے کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام و بعض صالحین کے باقی سب لوگ ننگے پاؤں، بے لباس اور بے ختنہ اُٹھائے جائیں گے۔

(2) روزِ محشر ہمارے پیارے نبی صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی شانِ والا کے نظارے ہوں گے۔ قبر انور سے جنّتی حُلّہ زیب تَن کیے ہوئے صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے جُھرمَٹ میں محشر کی طرف تشریف لائیں گے۔

(3) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مؤمنوں کے اَعمال پیش کیے جاتے ہیں، کفار و منافقین کے اَعمال پیش نہیں کیے جاتے۔

(4) سِتر پوشی کے لیے جتنا زیادہ اچھا طریقہ اختیار کیا جائے شریعت میں اتنا ہی محمود ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام نے سِتر پوشی کے لیے سب سے پہلے شلوار پہنی تو آخرت میں آپ کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔

(5) دِینِ اسلام میں تحریف کرنے والا، خلافِ شرع نئی باتیں ایجاد کرنے والا کل بروزِ قیامت حمایتِ مصطفےٰ (صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) سے محروم رہے گا۔

---

[1] ... شرح الموطا للزرقانی، کتاب الطهارة، باب جامع الوضوء، ۱ / ۱۲۲، تحت الحدیث: ۵۷ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزِ محشر اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:166

بلاضرورت کنکر پھینکنا منع ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِ اللہِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: نَہٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ: اِنَّہُ لَا یَقْتُلُ الصَّیْدَ، وَلَا یَنْکَاُ الْعَدُوَّ، وَاِنَّہُ یَفْقَاُ الْعَیْنَ، وَیَکْسِرُ السِّنَّ. [1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَنَّ قَرِیْبًا لِابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ فَنَہَاہُ وَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ: اِنَّہَا لَا تَصِیْدُ صَیْدًا، ثُمَّ عَادَ فَقَالَ: اُحَدِّثُکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْہُ، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ؟ لَا اُکَلِّمُکَ اَبَدًا. [2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو سَعِید عبد اللہ بن مُغَفَّل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کنکر مارنے سے منع کیا اور فرمایا: ”نہ تو یہ شکار کو قتل کر سکتے ہیں اور نہ ہی دشمن کو مار سکتے ہیں، بلکہ یہ آنکھیں پھوڑ دیتے اور دانت توڑ دیتے ہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ مُغَفَّل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایک رشتہ دار نے کنکر مارے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا: ”بیشک سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کنکر مارنے سے منع کیا اور فرمایا: ”اس سے شکار نہیں ہو سکتا۔“ پھر اس نے دوبارہ کنکر مارے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں نے تجھے بتایا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے تُو پھر بھی کنکر مارتا

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب النھی عن الخذف، ۴/۱۶۱، حدیث: ۶۲۲۰۔

2 . . . مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اباحۃ مایستعان بہ علی الاصطیاد۔۔۔الخ، ص ۱۰۸۰، حدیث: ۱۹۵۴ بتغیر۔

ہے !اب میں تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔“

کنکر مارنے سے متعلق وضاحت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کنکر مارنے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے نہ تو دشمن مرتا ہے اور نہ ہی شکار مارا جاتا ہے بلکہ اس سے کسی کی آنکھ پھُوٹ سکتی ہے یا دانت ٹوٹ سکتا ہے۔ لہٰذا کنکر پھینکنے میں کوئی مَصْلِحت نہیں ہے، بلکہ فساد کا خوف ہے اور ہر وہ کام جو اس کے مُشابِہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اس میں تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ضرورتاً کنکر پھینکنا جائز ہے مثلاً دشمن سے لڑتے وقت یا شکار کرتے وقت اگر حاجت ہو تو جائز ہے۔ پرندوں کو غُلیل سے مارنا بھی اسی حکم میں داخل ہے کیونکہ اگر کسی بڑے پرندے کو غُلیل سے مارا جائے تو غالب یہی ہے کہ وہ اس سے نہیں مرتا۔ ہاں اس پرندے کو زندہ پکڑ لیا جائے تو یہ جائز ہے۔“[1]

حضرت سَیِّدُنا ابنِ مَلَک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”کنکر پھینکنے سے منع کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس سے فَساد کا خوف ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو کنکر کی مثل ہے اس سے کھیلنا منع ہے اور وہ اس حدیث کے تحت داخل ہے۔“[2]

قطع تعلق کرنے کے بارے میں وضاحت:

حضرتِ سَیِّدُنا اِبنِ مُغَفَّل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کنکر پھینکنے والے کو حدیثِ نبوی سنا کر اس کام سے منع فرمایا لیکن وہ باز نہ آیا تو آپ نے فرمایا: ”اب میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا۔“ حدیثِ مذکور کے اس حصے کے تحت عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس میں اَہلِ بِدعَت، اَہلِ فِسق اور علم کے باجود سنت سے لاپرواہی کرنے والے سے قطع تعلقی کرنے پر دلیل ہے اور ان سے دائمی طور پر قطع تعلق کرنا بھی جائز ہے اور تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرنے سے جو منع کیا گیا ہے وہ ان لوگوں

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ اذیبایعونک تحت الشجرۃ، ۱۲ / ۳۲۳، تحت الحدیث: ۴۸۴۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدیات، باب مالا یضمن من الجنایات، ۷/ ۷۸، تحت الحدیث: ۳۵۱۶۔

کے لیے ہے جو اپنے نفس اور دنیا کی وجہ سے قطع تعلقی کرتے ہیں بہر حال بدعتی اور اس قسم کے لوگوں سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کرنا چاہیے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اسلام لایعنی و فضول کاموں سے منع کرتا ہے اور ایسے اچھے کاموں کی تعلیم دیتا ہے جن سے اِنفرادی یا اِجتماعی فائدہ ہو۔

(2) بِلاضرورت کنکر ہوا میں اچھالنا، دوسروں کی جانب پھینکنا، درختوں کی شاخوں پر بیٹھے پرندوں کی طرف پھینکنا درست نہیں کہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے، فائدہ کچھ نہیں۔

(3) اَہلِ بِدعت، اَہلِ فِسق اور عِلم کے باجود سنت سے لاپرواہی کرنے والوں سے دائمی قطع تعلق جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(4) بِلا وجہِ شرعی کسی ذاتی رَنجش، نفسانی خواہش یا دنیا کے لیے کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق مَمنوع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فضول اور بے کار کاموں سے بچنے اور اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:167

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ: رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ یَعْنِی الْاَسْوَدَ

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الصید والذبائح، باب اباحة مایستعان به...الخ، ۷/۱۰۶، الجزء الثالث عشر۔

وَيَقُوْلُ: اِنِّي اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ، وَلَوْلَا اَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عابِس بن ربیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضرتِ سَیِّدُنا عُمَر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے: ”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔“

سَیِّدُنا فاروقِ اعظم کے قول کی توجیہ:

عمدۃُ القاری میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سَیِّدُنا امام طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اہلِ عرب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جب حضرت سَیِّدُنا عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا تو آپ کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ جاہل یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ جس طرح ہم بُتوں کو پوجتے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی بتوں کی تعظیم کرتے اور انہیں چومتے ہیں، لہٰذا آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کا رد کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ حجرِ اسود کو چومنا صرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم اور حضور نبی کریم، رؤف و رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی تعمیل کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ شَعَائِرِ حج میں سے ہے جن کی تعظیم کا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے۔ پس اس کا چومنا بتوں کو چومنے کی طرح نہیں ہے۔“[2]

حجرِ اسود کے پاس رونا:

حضرت سَیِّدُنا اِبنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا، پھر اپنے ہونٹ مبارک اس پر رکھ کر بہت دیر تک روتے رہے، پھر حضرت

1 . . . مسلم، کتاب الحج، باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف، ص ۶۶۲، حدیث: ۱۲۷۰ بتقدم وتاخر۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب ما ذکر فی الحجر الاسود، ۷/۱۶۵، تحت الحدیث: ۱۵۹۷۔

عُمَر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ تو فرمایا: "اے عُمَر! یہی جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔"[1]

سَیِّدُنا فاروقِ اعظم اور فِتنے کا سَدِّ باب:

شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حجرِ اسود سے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ یعنی دنیا میں ظاہراً ایک پتھر ہے کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ اس لیے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں سے بتوں اور پتھروں کی محبت وعظمت نکل جائے کیونکہ وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اس لیے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس پتھر کی عبادت کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔"[2]

حجرِ اَسود کا نفع ونقصان دینا:

فَقِیہِ اَعظَم حضرت علامہ ومولانا مفتی شریفُ الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ حدیث مختلف اَلفاظ اور کچھ زیادتی اور کمی کے ساتھ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس، حضرت سَیِّدُنا اِبنِ عُمَر، حضرت سَیِّدُنا عُروہ، حضرت سَیِّدُنا اَسلم، حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن سَرجِس، حضرت سَیِّدُنا سُوَید بن غَفلَہ، حضرت سَیِّدُنا عابِس بن رَبیعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی ہے۔ امام حاکِم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی مُستدرَک میں حضرت سَیِّدُنا ابُو سَعِید خُدرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی، اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حجرِ اسود سے تخاطُب فرما کر بوسہ لیا تو اس پر حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: "اے امیر المؤمنین! بلاشبہ یہ حجرِ اسود ضَرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی پہنچاتا ہے۔" حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: "کیسے؟" تو فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، الفصل الثالث، ۵ / ۱۸۴، تحت الحدیث: ۲۵۸۹۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب المناسک، باب دخول مکۃ الطواف، ۲ / ۳۵۸۔

میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن حجرِ اسود کو لایا جائے گا اور اس کی شستہ زبان ہوگی، جس نے اس کا توحید کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کے بارے میں گواہی دے گا۔ اس لیے امیر المؤمنین وہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی۔'' یہ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی قوم سے جس میں اے ابُوالحَسَن تم نہ ہو۔''

امیر المؤمنین سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی اس حدیثِ پاک کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حجرِ اسود جب جنت سے آیا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا، بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔'' ایک روایت میں یوں ہے: ''فرمایا کہ ان دونوں رُکن (رُکنِ یمانی اور رُکنِ حجرِ اَسود) کا چومنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اِن احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ حجرِ اسود نفع دیتا ہے، جس نے ایمان کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہے، اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا، کیا یہ معمولی نفع ہے؟ بوسہ دینے والوں کے گناہوں کو مٹاتا ہے، کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟ ابن ماجہ میں ہے: ''حضرت سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سن کر فرمایا: ''جس نے اس حجرِ اسود کا بوسہ لیا وہ رحمٰن کے یدِ قُدرت کا بوسہ لیتا ہے۔'' ایک اور حدیث پاک میں ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ رُکنِ اسود یقیناً زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یدِ رحمت ہے، اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں سے مُصافحہ فرماتا ہے جیسے ایک شخص اپنے بھائی سے مُصافحہ کرتا ہے۔'' حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے، جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیعت نہیں پائی اور حجرِ اسود کا بوسہ لے لیا تو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت کی۔''

کیا ایک بندے کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کچھ ہو سکتی ہے اور کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟ رہ گیا حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وہ ارشاد کہ اے حجرِ اسود تو نفع نقصان نہیں دیتا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ انہیں یہ تمام احادیث نہیں پہنچی تھیں اور ابھی لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، بت پرستی سے

قریب العہد تھے، عہدِ جاہلیّت میں بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ مُسْتَقِل بِالذَّات نافع اور ضارّ یعنی نفع ونُقصان دینے والے ہیں، اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں یہ اعتقادِ بد حجرِ اسود کے بارے میں مسلمانوں میں نہ پیدا ہوجائے، اس کے ازالے کے لیے وہ فرمایا۔ مگر جب حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے خود حُضُورِ اَقْدَس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد بتایا تو تسلیم فرمالیا۔ اس لیے اب ان کے اس ارشاد کو دلیل بناکر یہ کہنا کہ حجرِ اسود نفع وضَرَر نہیں پہنچاتا درست نہیں۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حجرِ اسود کی خُصُوصیات:

(1) اس کا مَس کرنا (یعنی چھونا) گناہوں کو مٹاتا ہے۔ (2) اعلانِ نبوت سے پہلے بھی یہ پتھر مبارک شاہِ خیرُ الانام صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام کہتا تھا۔ (3) اس پتھر شریف کو پھر ایک مرتبہ اپنی اصل شکل پر کردیا جائے گا۔ (4) قیامت کے دن اس کا حَجْم (یعنی جسامت) جَبَلِ اَبِی قُبَیْس جتنا ہوگا۔[2]

تفسیرِ نعیمی میں ہے: یہ جنّتی پتھر ہے، حدیث شریف میں ہے کہ رُکن اور مَقام (ابراہیم) دو ”جنّتی یاقوت“ ہیں۔ پہلے بہت نورانی تھے۔ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے ان کا نور محو کردیا (یعنی چُھپادیا) اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مَشرِق ومَغرِب کو چمکاتے۔ ایک اور روایت میں ہے: جب سنگِ اسود دیوارِ کعبہ میں قائم کیا گیا تو اس کی روشنی چاروں طرف دُور تک جاتی تھی جہاں تک اس کی روشنی پہنچی وہاں تک حرم کی حُدُود مُقرَّر ہوئیں جس میں شِکار کرنا منع ہے اور سَنگِ اَسود کا رنگ بالکل سفید تھا گناہ گاروں کے ہاتھوں سے سیاہ ہوگیا۔[3]

حضرتِ سَیِّدُنا اِبنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مَروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجرِ اسود کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بروزِ قیامت اس پتھر کو اٹھایا جائے گا، اس کی

---

1 ... نزہۃ القاری، ۳/ ۱۰۰ ملخصا۔

2 ... عاشقانِ رسول کی 130 حکایات، ص ۲۲۶۔

3 ... تفسیر نعیمی، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۱/ ۶۳۰، ۶۳۱ ملتقطا۔

دو آنکھیں ہوں گی جس سے دیکھے گا، زبان ہو گی جس سے بولے گا اور جس نے حق کے ساتھ اس کا اِستِلَام کیا یہ اس کی گواہی دے گا۔''(1)

کالک جَبیں کی سَجدۂ دَر سے چُھڑاؤ گے
مجھ کو بھی لے چلو یہ تمنّا حَجَر کی ہے

مدنی گلدستہ

''مکہ'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حَجرِ اَسود شَعائِرِ اسلام میں سے ہے، اس کی تعظیم حکمِ ربّانی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔

(2) شریعت کی اتباع میں ذاتی پسند یا ناپسند کا کچھ دخل نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو ارشاد فرما دیں اس کی تابعداری ضروری ہے۔

(3) حجرِ اسود قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ ہوں گے، یہ اس شخص کے بارے میں گواہی دے گا جس نے اس کا بَحالَتِ اِیمان اِستِلَام کیا ہو گا۔

اے ہمارے پیارے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں شر ختم کرنے اور خیرِ عام کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما، بار بار حج کی سعادت عطا فرما، روضۂ رسول کی باادب حاضری نصیب فرما۔

آپ کے میٹھے مدینے میں پئے غوث و رضا
حاضری ہو یا نبی ہر بیکس و مجبور کی

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1... ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الحجر الاسود، ۲/ ۲۸۶، حدیث: ۹۶۳۔

باب نمبر:17

اِطاعتِ خُداوَندی کا بیان

اِطاعتِ خُداوندی کا وجوب اور اِس بات کا بیان کہ جسے ربّ تعالیٰ کی اِطاعت کی طرف بلایا جائے
اور بھلائی کا حکم دیا جائے یا برائی سے منع کیا جائے تو اُس شخص کا جواب کیا ہونا چاہیے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِینِ اسلام ایک مکمل دین ہے، یہ دِینِ اسلام ہی ہے جس میں پیدائش سے لے کر وفات تک کی دنیوی زندگی، وفات سے لے کر حشر تک کی اُخروی زندگی کے ہر ہر معاملے میں کامل واکمل رہنمائی فرمائی گئی ہے، دِینِ اِسلام انسان کی فکری و عملی دنیا کو سنوارنے، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنیوں کی طرف لانے اور اِنسانیت کی بقا کے لیے عملی نمونہ پیش کرنے والا واحد دِین ہے۔ اپنے اسی رِفعت و کمال، عزّت و جلال کی بِنا پر یہ دِین تاقیامت دِینِ اَبدی قرار پایا، خود ربّ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں بھی یہی حقیقی دِین ہے کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ (پ ۳، آل عمران: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: ”بے شک **اللہ** کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔“ پھر ربّ تعالیٰ نے اس دِینِ فِطرت کے ماننے والوں کو اپنی اور اپنے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت کا حکم اِرشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (پ ۵، النساء: ۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: ”اے ایمان والو! حکم مانو **اللہ** کا اور حکم مانو رسول کا۔“ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (پ ۵، النساء: ۸۰) ترجمۂ کنزالایمان: ”جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے **اللہ** کا حکم مانا۔“ یہود و نصاریٰ اور کفار کا یہ شیوہ تھا کہ جب **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول کا حکم سنتے تو کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مخالفت کی لیکن مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ جب **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ یقیناً **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احکامات کی بجا آوری میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائیاں موجود ہیں۔ سمجھدار وہی ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے اَحکامِ شَرعِیَّہ پر عمل کرے اور اپنی آخرت کی تیاری میں مَشغول رہے۔

ریاض الصالحین کا یہ باب "اِطاعت خداوندی" کے متعلق ہے۔عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں دو آیاتِ کریمہ اور ایک حدیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہے، پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سب کے حاکم ہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾

(پ۵، النساء: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "معنٰی یہ ہیں کہ جب تک آپ کے فیصلے اور حکم کو صِدقِ دِل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہوسکتے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ اس سے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان معلوم ہوتی ہے۔ **شانِ نزول:** پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اس میں ایک اَنصاری کا حضرت زُبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے جھگڑا ہوا معاملہ سَیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حضور پیش کیا گیا حضور نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ یہ انصاری کو گراں گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجودیکہ فیصلہ میں حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اَنصاری کے ساتھ اِحسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن اَنصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کرکے پانی روک لو، اِنصافاً قریب والا ہی پانی کا مُستحق ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"(1)

---

1 ... خزائن العرفان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۶۵۔

رسول اللہ کے حُکم کا مُنکِر اِسلام سے خارِج ہے:

تفسیرِ رُوحُ البَیَان میں ہے: ”اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احکامات میں سے کسی حکم کا انکار کیا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، خواہ اس نے شک کی بنیاد پر یہ انکار کیا ہو یا نافرمانی و بغاوت کے طور پر۔ نیز یہ آیت عَہدِ صِدّیقی میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اُس مؤقف کے صحیح ہونے کی دلیل بھی ہے جس میں انہوں نے مانِعینِ زکوٰۃ کو مُرتد قرار دینے اور انہیں قتل کرنے اور ان کی اولاد کو قید کرنے کا حکم دیا۔ (کیونکہ ان مانِعینِ زکوٰۃ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم ادائے زکوٰۃ کا انکار کیا تھا۔) پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتباع فرائضِ عَین میں فَرضِ عَین، فرائضِ کِفایہ میں فَرضِ کِفَایہ، واجبات میں واجِب اور سنتوں میں سنت اور اسی طرح دیگر احکام۔ نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مخالفت سے اسلام کی نِعمت چھن جاتی ہے۔“[1]

(2) فلاح پانے والے لوگ کون ہیں؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۵۱) (پ۱۸، النور: ۵۱)

ترجمۂ کنز الایمان: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

عَلّامہ اَبُو جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: مسلمانوں کو جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی طرف بلایا جائے تاکہ رسول ان کے معاملات کا فیصلہ کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ کہیں: ”ہم نے سنا جو ہمیں کہا گیا اور ہم نے اس کی

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۶۵، ۲/ ۲۳۱۔

اطاعت کی جس نے ہمیں اس کی طرف بلایا۔“ مزید فرماتے ہیں: ”یہ آیتِ مبارکہ جن لوگوں کی وجہ سے نازل کی گئی ان کے لیے اس آیت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ ہے اور دیگر لوگوں کے لیے تادیب یعنی ادب کی تعلیم ہے۔“[1]

حُکمِ پیغمبر میں عَقل کو دَخل نہ دو:

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ سے) معلوم ہوا کہ حکمِ پیغمبر میں عقل کو دخل نہ دو کہ اگر عقل نہ مانے تو قبول نہ کرو۔ بلکہ جیسے بیمار اپنے کو حکیم کے سپرد کر دیتا ہے ایسے ہی تم اپنے کو ان (یعنی **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے سپرد کر دو، **عَقْل قُربَان کُنْ بَہ پیشِ مُصْطَفٰی** (یعنی رسول کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے اپنی عقل کو قربان کر دو۔) اگر اس پر عمل ہوگیا تو پھر دین و دنیا میں تم کامیاب ہو۔ کیونکہ ہماری آنکھیں، عقل، علم چھوٹے ہوسکتے ہیں مگر وہ (حبیبِ کبریاء محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سچوں کا بادشاہ یقیناً سچا ہے۔ جیسے قابل طبیب کی دوا فائدہ کرتی ہے بیمار کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ایسے ہی حضور کے اَحکام مُفید ہیں خواہ ہماری سمجھ میں آویں یا نہ آویں۔ افسوس ہے کہ ولایتی دوا پر تو ہم کو اعتقاد ہے کہ بغیر اجزاء معلوم کیے استعمال کرتے ہیں مگر **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان میں تاَمُّل ہے۔“[2]

اللہ و رسول کی اطاعت بڑی کامیابی ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت ہی بڑی کامیابی اور دُخولِ جنت کا سبب ہے، نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ و **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی بڑی ناکامی اور جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔ چنانچہ **اللہ** تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ ترجمۂ کنزالایمان: جو حکم مانے **اللہ** اور **اللہ** کے رسول کا

---

1 ... تفسیر طبری، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۵۱، ۹/ ۳۴۱۔

2 ... نور العرفان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۵۱۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(۱۳) (پ۴، النساء: ۱۳)

اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا، جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔“

مزید ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۠(۱۴) (پ۴، النساء: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

اَحکامِ اِلٰہی میں غور و فکر کرنے والا نوجوان:

حضرت سَیِّدُنا ابُو صَالِح دِمشقی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ”لُکَام“ کے پہاڑوں میں گیا۔ میری یہ خواہش تھی کہ اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے ملاقات ہو جائے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ مخصوص بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دنیا سے الگ تھلگ جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں رہ کر خوب دل لگا کر ذِکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے فیضیاب ہونے کے لیے میں ”لُکَام“ کی پہاڑیوں میں سَرگرداں تھا کہ یکایک مجھے ایک شخص نظر آیا جو ایک پتھر پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑے معاملے میں غور وفکر کر رہا ہے۔ میں اس کے قریب گیا اور سلام کرکے پوچھا: ”تم یہاں اس ویرانے میں کیا کر رہے ہو؟“ وہ شخص کہنے لگا: ”میں بہت سی چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور اُن کے بارے میں غور وفکر کر رہا ہوں۔“ اس کی یہ بات سن کر میں نے کہا: ”مجھے تو تمہارے سامنے پتھروں کے علاوہ کوئی اور چیز نظر نہیں آرہی پھر تم کن چیزوں کو دیکھ رہے ہو اور کن اشیاء کے بارے میں غور وفکر کر رہے ہو؟“ میری اس بات پر اس شخص کا رنگ مُتَغَیَّر ہو گیا اور اس نے مجھ پر ایک جَلال بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا: ”میں ان پتھروں کے بارے میں غور وفکر نہیں کر رہا بلکہ اپنے دل کی حالت پر غور وفکر کر رہا ہوں اور اس میں پیدا ہونے والے خدشات کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور اُن اُمور کے بارے میں مُتَفَکِّر ہوں جن کا میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے۔“

پھر وہ کہنے لگا: ”اے شخص! مجھے میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس نے ہماری ملاقات کرائی! تیرا یہ پوچھنا مجھے بہت عجیب لگا اور تیرے اس سوال پر مجھے بہت غصہ آیا لیکن اب میرا غصہ زائل ہو چکا ہے، اب ایسا کرو کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔“ میں نے اس نیک بندے سے عرض کی: ”مجھے کچھ نصیحت کیجئے تاکہ اس پر عمل کرکے دارَین کی سعادتوں سے مالا مال ہو جاؤں۔ تمہاری نصیحت بھری باتیں سننے کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔“ یہ سن کر وہ شخص بولا: ”جب کوئی شخص کسی کے دروازے پر ڈیرہ ڈال دے اور اس کی غلامی کرنا چاہے تو اس شخص پر لازم ہے کہ ہمیشہ اپنے مالک کی خُوشنُودی والے کاموں میں لگا رہے۔ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد رکھتا ہے اسے گناہوں پر شرمندگی نصیب ہوتی رہتی ہے (اور گناہوں پر نادم ہونا توبہ ہے، لہٰذا انسان کو ہر وقت اپنے گناہوں پر نظر رکھنی چاہیے) جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کر لیتا ہے اور اپنے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحیم و کریم ذات کو کافی سمجھتا ہے وہ کبھی بھی محروم نہیں ہوتا۔ اسے ربّ تعالیٰ ضرور عطا فرماتا ہے، بس انسان کا یقین کامل ہونا چاہیے۔ اگر یقین کامل ہو گا تو وہ کبھی بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہ ہو گا۔“ حضرت سَیِّدُنا ابو صالح دِمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ اتنا کہنے کے بعد اس شخص نے مجھے وہیں چھوڑا اور خود ایک جانب روانہ ہو گیا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سُبْحَانَ اللہ! اس پہاڑی علاقے میں رہنے والے نیک شخص کی کیسی نصیحت بھری گفتگو تھی، اُس کے اِن چند کلمات میں دنیا و آخرت کی بھلائی کے بہترین اُصول موجود ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی ہر حال میں اپنے اور اپنے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مُطِیع و فرمانبردار رکھے، ہمیں گناہوں پر نادم ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ندامت سے گناہوں کا اِزالہ کچھ تو ہو جاتا
ہمیں رونا بھی تو آتا نہیں ہائے ندامت سے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... عیون الحکایات، ۱/ ۲۹۲۔

حدیث نمبر:168

ربّ تعالٰی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ، رَضِیَ اللہُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ اِشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا: اَیْ رَسُوْلَ اللہِ كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ: الصَّلَاةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّيَامَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُوْلُوْا: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ، قَالُوْا: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ. فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ، اَنْزَلَ اللہُ تَعَالٰى فِی اِثْرِهَا: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﱪ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ(۲۸۵)﴾ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللہُ تَعَالٰى فَاَنْزَلَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ﴾ قَالَ: نَعَمْ ﴿رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ﴾ قَالَ: نَعَمْ ﴿رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ﴾ قَالَ: نَعَمْ ﴿وَ اعْفُ عَنَّاٙ وَ اغْفِرْ لَنَاٙ وَ ارْحَمْنَاٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ(۲۸۶)﴾ قَالَ: نَعَمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انه سبحانه وتعالی لم یکلف الا ما یطاق، ص ۷۷، حدیث: ۱۲۵۔

تو یہ بات صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان پر شاق گزری لہٰذا وہ حضورِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دو زانوں بیٹھ کر عرض گزار ہوئے: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! ہمیں اُن اَعمال کا مُکلَّف کیا گیا ہے جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں جیسے نماز، جہاد، روزہ اور صدقہ اور اب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔'' حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم پچھلی اُمّتوں کی طرح کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی؟ بلکہ یوں کہو! ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کہنے لگے: ''ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے، ہم نے تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔'' جب صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کہہ چکے اور زبان سے تسلیم کر چکے تو اس کے فوراً بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا٘ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ(۲۸۵) (پ ٣، البقرۃ: ٢٨٥)

ترجمۂ کنزالایمان: رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے ربّ کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے ربّ ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

جب صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان یہ کہہ چکے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے ربّ ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ''ہاں۔''

رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے اور ہم پر بھاری

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ — بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”ہاں۔“

رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ — ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”ہاں۔“

وَ اعْفُ عَنَّاٙ وَ اغْفِرْ لَنَاٙ وَ ارْحَمْنَاٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۠(۲۸۶) — ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر (رحم) کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

(پ۳، البقرۃ: ۲۸۶)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”ہاں۔“

آیت کی منسوخیت سے متعلق اَقوال:

مذکورہ حدیثِ پاک میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر 284 کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) یہ آیتِ مبارکہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث پاک میں اس کی منسوخیت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲) یہ آیتِ مبارکہ مُحْکَم ہے منسوخ نہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”وَسْوَسَہ اور بُرے خیالات جو بغیر اختیار دل میں پیدا ہوں وہ معاف ہیں اُن کا حساب نہیں اور بُرے اِرادے جس میں انسان عمل کرنے کا قصد بھی کرے مگر کسی مجبوری سے نہ کر سکے اس پر پکڑ ہے۔ کُفر کا ارادہ کُفر ہے، گناہ کا اِرادہ گناہ ہے۔ لہٰذا اس معنیٰ سے یہ آیت مُحْکَم ہے منسوخ نہیں۔“[1]

(۳) یہ آیتِ مبارکہ اپنے عُمُوم پر ہے البتہ دوسری آیت نے اس کے عُمُوم میں تخصیص کردی۔

1 ... نور العرفان، پ۳، البقرہ، تحت الآیۃ: ۲۸۴۔

چنانچہ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”یہ آیتِ مبارکہ اپنے عُمُوم پر ہے اور یہ دل میں پائے جانے والے تمام خیالات کو شامل ہے چاہے وہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری۔ پھر دوسری آیت نے اس کو (فقط اختیاری خیالات کے ساتھ) خاص کر دیا۔“[1]

ذہن میں وارد ہونے والے پانچ اُمور:

عَلَّامَہ صَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ذہن میں وارد ہونے والے خیال کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) ہاجِس: اچانک کسی بات کا ذہن میں خیال آنا اور فوراً اس کا ذہن سے چلے جانا۔

(۲) خاطِر: کسی چیز کا اس طرح خیال آنا کہ کچھ عرصہ اس کا خیال ذہن میں بھی باقی رہے۔

(۳) حدیثِ نَفس: جس چیز کا خیال آئے ذہن اس چیز کی طرف راغب بھی ہو اور اسے پورا کرنے یا حاصل کرنے کے لیے کوشش بھی کرے۔ ذہن میں آنے والے ان تینوں اُمور پر کوئی پکڑ نہیں ہوتی اگرچہ اُن کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے۔

(۴) ہَم: کسی چیز کو حاصل کرنے کا خیال آیا اور ذہن زیادہ اس بات کی جانب مائل ہے کہ اسے حاصل کیا جائے البتہ تھوڑا سا یہ خیال بھی ہے کہ اسے حاصل نہ کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے اس میں کوئی نقصان ہو۔ اگر کسی نیکی کا خیال اس طرح آئے تو اس پر ثواب ملے گا لیکن گناہ کا خیال آئے تو اس پر کچھ نہیں۔

(۵) عَزم: پُختہ اِرادہ عَزم کہلاتا ہے۔ جب ذہن کسی چیز کے حُصُول کے لیے پُختہ اِرادہ کر لے، نفس کو اس کی جانب مائل کر لے اور اس کے حُصُول کی نیت بھی کر لے تو یہ عزم کہلاتا ہے۔ اس صورت میں اگر نیکی کا ارادہ ہے تو اس پر ثواب ملے گا اور گناہ کا ارادہ تھا تو اس پر پکڑ ہو گی، اگرچہ کسی سبب سے وہ اس گناہ کو نہ کر سکا۔“[2]

ذہن میں وارد ہونے والے مذکورہ بالا پانچوں اُمور کو اس مثال سے باآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الایمان، باب بیان انہ سبحانہ تعالی لم یکلف الا مایطاق، ۱/ ۴۲۰، تحت الحدیث: ۱۲۵۔

2 . . . تفسیر صاوی، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۴، ۱/ ۲۴۳ ماخوذا۔

مثلاً کسی شخص کے ذہن میں اپنے دشمن کو قتل کرنے کا خیال آیا تو یہ خیال "ہاجِس" ہے، اب اگر یہ خیال اس کے دل میں بار بار آئے اور کچھ عرصہ تک باقی رہے تو یہ "خاطِر" ہے، جب اس کا ذہن اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کی منصوبہ بندی کرے کہ میں فلاں فلاں آلے سے اس کو قتل کروں گا تو یہ "حدیثِ نفس" ہے۔ جب وہ اس کو قتل کرنے کا ایسا ارادہ کرلے کہ غالب جانب اس کے قتل کی ہو اور تھوڑا سا یہ خیال بھی ہو کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں اس لیے قتل نہ کروں تو بہتر ہے تو یہ "ہَم" ہے۔ ان چاروں صورتوں تک بندے پر مُؤاخَذہ نہیں ہوگا۔ جب تھوڑا سا یہ خیال بھی نہ ہو اور ذہن سو ١٠٠ فیصد اس کے قتل کرنے کی نیت کرلے تو یہ "عزم" ہے۔ اس عزم پر مُؤاخَذہ ہوگا اگرچہ بندہ کسی سبب سے اپنے دشمن کو قتل نہ کرسکے، مثلاً وہ قتل کرنے گیا اور معلوم ہوا کہ اس کا دشمن اپنی طبعی موت مرچکا ہے یا اسے کسی اور نے قتل کردیا ہے۔ لیکن اُس شخص نے چونکہ اُس کو قتل کرنے کا پُختہ اِرادہ کرلیا تھا اِس لیے اِس پر اُس کی گرفت ہوگی۔

اَچھائی و بُرائی کا اِرادہ اور اُن کا اَجر:

حضرت سَیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ کسی بُرائی کا ارادہ (ہم) کرے تو اُسے نہ لکھو، اگر وہ اُس بُرائی کو کرلے تو ایک گناہ لکھ دو اور جب وہ کسی اچھائی کا ارادہ (ہم) کرے تو ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ اس اچھائی کو کرلے تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دو۔"[1]

غیر اختیاری خیالات معاف ہیں:

تفسیرِ خازن میں ہے کہ انسان کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات دو طرح کے ہیں:

(۱) وہ خیالات جو انسان بذاتِ خود اپنے دل میں لاتا ہے اور پھر اُن پر عمل پیرا ہونے کا پختہ اِرادہ کرلیتا ہے یہ وہ خیالات ہیں جن پر انسان کی پکڑ ہوگی۔

(۲) وہ خیالات جو غیر اختیاری طور پر انسان کے دل میں خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں اُن میں اِس کا کوئی

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ھم العبد بحسنۃ۔۔۔الخ، ص ۷۹، حدیث: ۱۲۸۔

دخل نہیں ہوتا لیکن وہ اُن خیالات کو ناپسند کرتا ہے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کا اُس کا کوئی اِرادہ نہیں ہوتا تو اس طرح کے خیالات معاف ہیں اور اُن پر اِس کی کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔[1]

خطا، نسیان اور جبری کام پر مؤاخذہ نہیں:

حضرت سَیِّدُنا ابُو ذَر غِفَّاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے میری اُمَّت کی خَطا، بُھول اور جس کام پر اُسے مجبور کیا گیا ہو اِن تمام سے دَرگُزر فرمادیا ہے۔''[2]

پچھلی اُمَّتوں کے سخت اَحکام:

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 284 میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمۂ کنزالایمان: '' اے ربّ ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔'' حضرت عَلَّامَہ حافِظ اِبنِ جَرِیر طَبَری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی حضرت سَیِّدُنا اِبنِ جُرَیج رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت کرتے ہیں: ''یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہم پر کوئی ایسا عہد نہ ڈال جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے اور جسے پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے جیسا تو نے ہم سے قبل یہود ونصاریٰ پر عہد ڈالا، جسے انہوں نے پورا نہ کیا تو تُو نے انہیں ہلاک کردیا۔''

بعض مُفَسِّرِین نے یہ معنٰی بھی بیان کیا ہے کہ '' اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہم پر گناہوں والا ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے پچھلی اُمَّتوں پر ڈالا تھا کہ تُو ہمیں بھی ان گناہوں کے سبب بندر اور خنزیر بنا کر مَسخ کردے جیسا انہیں ان کے گناہوں کے سبب بندر اور خنزیر بنا کر مَسخ کردیا تھا۔''[3] ''بنی اسرائیل میں جب کسی شخص کے کپڑوں پر پیشاب لگ جاتا تو کپڑوں کے اُس حصے کو قینچی سے کاٹ دیتے تھے۔''[4] ''بنی اسرائیل میں جب کوئی شخص گناہ کرتا تو اس سے کہا جاتا تھا کہ تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو قتل کردو، سو وہ اپنے آپ کو

1 . . . تفسیر خازن، پ ۳، البقرة، تحت الآیة: ۲۸۴، ۱/ ۲۲۴۔

2 . . . ابن ماجة، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، ۲/ ۵۱۳، حدیث: ۲۰۴۳۔

3 . . . تفسیر طبری، پ ۳، البقرة، تحت الآیة: ۲۸۶، ۳/ ۱۵۷۔

4 . . . ابن ماجة، کتاب الطهارة، باب التشدید فی البول، ۱/ ۲۱۷، حدیث: ۳۴۶۔

قتل کر دیتا تھا۔“[1] ”زکوٰۃ چوتھائی مال میں سے ادا کرنا فرض تھا۔“[2]

وَسوَسوں پر کوئی مُؤاخذہ نہیں:

صَدرُ الافاضِل حضرتِ عَلَّامَہ مَولانا سَیِّد محمد نعیمُ الدِّین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیرِ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں کہ: ”انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں:

❁ ایک بَطورِ وَسوَسہ کہ اُن سے دِل کا خالی کرنا انسان کی مَقدِرَت (طاقت واختیار) میں نہیں، لیکن وہ اُن کو برا جانتا ہے اور عمل میں لانے کا اِرادہ نہیں کرتا اُن کو حدیثِ نَفس اور وَسوَسہ کہتے ہیں، اِس پر مُؤاخذہ نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے: سَیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میری اُمَّت کے دلوں میں جو وسوسے گزرتے ہیں **اللہ تعالٰی** ان سے تجَاوُز فرماتا ہے جب تک کہ وہ انہیں عمل میں نہ لائیں یا ان کے ساتھ کلام نہ کریں۔ یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں۔

❁ دوسرے وہ خیالات جن کو انسان اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور ان کو عمل میں لانے کا قصد واِرادہ کرتا ہے اُن پر مُؤاخذہ ہو گا اور اُنہی کا بیان اس آیت میں ہے۔ **مسئلہ:** کُفر کا عزم کرنا کُفر ہے اور گناہ کا عزم کرکے اگر آدمی اس پر ثابت رہے اور اس کا قصد واِرادہ رکھے لیکن اس گناہ کو عمل میں لانے کے اَسباب اس کو بَہَم نہ پہنچیں اور مجبوراً وہ اس کو کر نہ سکے تو جمہور کے نزدیک اُس سے مُؤاخذہ کیا جائے گا۔“[3]

وسوسے شیطان کی طرف سے ہیں:

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے رسالے **”وسوسے اور ان کا علاج“** صفحہ 2 پر ہے: ”وسوسہ اس بات کو کہتے ہیں جو شیطان انسان کے دل میں ڈالتا ہے۔ عام طور پر وسوسے ہر ایک کو آتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ۔

---

1 . . . تفسیر درمنثور، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۵، ۲/ ۱۳۶۔

2 . . . تفسیر بیضاوی، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۶، ۱/ ۵۸۸۔

3 . . . خزائن العرفان، پ ۳، البقرہ، تحت الآیۃ: ۲۸۵۔

بعض لوگ بہت زیادہ حَسّاس ہونے کے سبب وسوسوں کے متعلق سوچ سوچ کر انہیں اپنے اوپر مُسَلَّط کر لیتے ہیں اور پھر خود ہی تکلیف میں آجاتے ہیں، اگر وسوسوں پر غور نہ کیا جائے تو عُموماً یہ خود ہی ختم ہو جاتے ہیں، جوں ہی وسوسے آنے شروع ہوں تو ذکر اللّٰہ مَثَلاً اللّٰہ اللّٰہ کرنا شروع کر دیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ شیطان فرار ہو جائے گا۔ مسلمان جس قدر رَبُّ العالَمین عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں آگے بڑھتا ہے اسی قدر شیطان کی مُخالَفت وعَداوت بھی بڑھ جاتی ہے اور وہ ہَمہ اَقسام (یعنی طرح طرح) کے مکروفریب (اور دھوکے) کے جال بچھاتا چلا جاتا ہے اور اس کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت سے روکنے کی بھی بھرپور کوشش کرتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے دِلا کر گندے خیالات ذہن میں لا کر پریشان کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات جہالت کی بنا پر آدمی اُس کے اِن وسوسوں کا شکار ہو کر نیکی اور بَھلائی کے کام سے رُک جاتا ہے اور یوں شیطان اپنے مَقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔“

”یا خدا اکرم“ کے آٹھ حروف کی نسبت سے وسوسوں کے آٹھ علاج:

(1) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رُجُوع کیجئے۔ (یعنی شیطان سے نجات کے لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی امداد طلب کیجئے اور ذکر اللّٰہ شروع کر دیجئے۔) (2) **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم** پڑھیے۔ (3) **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** پڑھیے۔ (4) سورۃ الناس کی تلاوت کیجئے۔ (5) **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ** کہیے۔ (6) ﴿**هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ**﴾ (پ۲۷، الحدید: ۳) کہیے، اِن سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔ (7) **سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْخَلَّاقِ** ﴿**اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍۙ(۱۹) وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ(۲۰)**﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۹، ۲۰) کی کثرت اِسے یعنی وسوسے کو جڑ سے قطع کر (یعنی کاٹ) دیتی ہے۔[1] (8)

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صُوفیائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جو کوئی صبح وشام اکیس اکیس بار“ لاحول شریف“ پانی پر دَم کر

[1] ... فتاوی رضویہ، ۱/ ۷۷۰، جزء: ب۔

کے پی لیا کرے تواِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وسوسہ شیطانی سے بہت حد تک امن میں رہے گا۔“[1]

مُحیط دل پہ ہوا ہائے نفسِ اَمارہ
دماغ پر مِرے اِبلیس چھا گیا یاربّ
رہائی مجھ کو ملے کاش! نفس وشیطاں سے
تِرے حبیب کا دیتا ہوں واسِطہ یاربّ
کریں نہ تنگ خیالاتِ بَد کبھی کر دے
شَعُور وفِکر کو پاکیزگی عطا یارب

وسوسے کی تباہ کاری کی حکایت:

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ شریف، ج۱، ص۱۰۴۳، جز”ب“ پر وسوسے کا بہترین علاج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وسوسے کی نہ سننا اُس پر عمل نہ کرنا اُس کے خلاف کرنا (بھی وسوسے کا علاج ہے)۔ اِس بَلائے عظیم (یعنی وسوسے) کی عادت ہے کہ جس قدر اِس (یعنی وسوسے) پر عمل ہو اُسی قدر بڑھے اور جب قصداً اُس کا خلاف کیا جائے تو **بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی** تھوڑی مدت میں بالکل دفع ہو جائے۔“ (حضرت سَیِّدُنا) عَمرو بن مُرَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کار گر ہوتا ہے سب سے زیادہ اُسی کے پیچھے پڑتا ہے۔ امام اِبنِ حَجَر مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض ثِقہ (یعنی قابلِ اِعتماد) لوگوں نے بیان کیا کہ دو وسوسے والوں کو نہانے کی ضرورت ہوئی، دریائے نِیل پر گئے، طلوعِ صبح کے بعد پہنچے، ایک نے دوسرے سے کہا: تُو اُتر کر غوطے لگا میں گنتا جاؤں گا اور تجھے بتاؤں گا کہ پانی تیرے سارے سر کو پہنچا یا نہیں۔ وہ اُترا اور غوطے لگانا شروع کیے اور یہ (یعنی جو باہر ہے) کہہ رہا ہے کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر میں باقی ہے، وہاں پانی نہ پہنچا۔ ایک کو صبح سے دوپہر ہوگئی، آخر تھک کر باہر آیا اور دل میں شک رہا کہ غسل اُترا یا

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/۸۷۔

نہیں؟ پھر اس نے دوسرے کو کہا کہ اب تُو اُتر، میں گِنوں گا۔ اس نے ڈُبکیاں لگائیں اور یہ (پہلا) کہتا جاتا ہے کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا، یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہوگئی، مجبوراً وہ (دوسرا) بھی دریا سے نکل آیا اور دل میں شبہے کا شبہ ہی رہا۔ دن بھر کی نمازیں کھوئیں اور غسل اُترنے پر یقین نہ ہونا تھا، نہ ہوا۔ **وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی** (یعنی ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔) یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا۔"

مجھے وسوسوں سے بچا یاالٰہی
پئے غوث و احمد رضا یاالٰہی

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اور اُن کے فضائل وفوائد:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَؕ-كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۫-لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۫-وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﱪ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ(۲۸۵) لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ-لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْؕ-رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ-رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ-رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖۚ-وَ اعْفُ عَنَّاٙ-وَ اغْفِرْ لَنَاٙ-وَ ارْحَمْنَاٙ-اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ(۲۸۶)﴾

(پ ۳، البقرہ: ۲۸۵، ۲۸۶) ترجمۂ کنزالایمان: "رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے ربّ کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے ربّ ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو بُرائی کمائی اے ربّ ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے ربّ ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے ربّ ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر (رحم) کر

تُو ہمارا مولیٰ ہے تُو کافروں پر ہمیں مدد دے۔“

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے تفسیرِ نعیمی میں سورۂ بقرہ کی مذکورہ آخری دو آیتوں کے چودہ 14 فضائل وفوائد ذکر فرمائے ہیں، کچھ تَصَرُّف کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں:

(1) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معراج میں بِلا واسِطہ عطا ہوئیں اور حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے لَامکان میں پہنچ کر یہی دعائیں مانگیں۔

(2) امام بیہقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت سَیِّدُنا نُعمان بن بَشِیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا کہ ربّ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین کی پیدائش سے دو ہزار 2000 سال پہلے ایک کتابِ خاص (یعنی لوحِ محفوظ) تحریر فرمائی۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اسی کتاب خاص کی ہیں۔

(3) امام احمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے سَیِّدُنا عُقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھا کرو کہ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے خاص طور پر عرش کے نیچے سے عطا فرمائیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہ ملیں۔“

(4) حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم معراج میں سِدرَۃُ الْمُنْتَہٰی پر پہنچے تو آپ کو تین چیزیں عطا ہوئیں: پانچ نمازیں، سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں اور ہر مومن کی بخشش۔

(5) حضرت سَیِّدُنا امامِ حاکم و امام بَیہقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سَیِّدُنا ابُوذَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ربّ عَزَّوَجَلَّ نے جن آیتوں پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی وہ عرش کا خزانہ ہیں، اُنہیں خود بھی سیکھو اور اپنے بیوی بچوں کو بھی سکھاؤ، یہ صلوٰۃ ہیں، یہ قرآن ہیں، یہ دعائیں ہیں۔“

(6) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ الْمُرتضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”بڑا بیوقوف ہے وہ شخص جو سوتے وقت سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نہ پڑھے۔“

(7) حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مَسعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جو کوئی نمازِ عشاء کے بعد سورۂ

بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے اُسے پوری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے۔“

(8) حضرت سَیِّدُنا کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حُضور پُرنور، شافعِ یَومُ النُّشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو چار چیزیں وہ دیں گئیں جو کسی پیغمبر کو نہ دی گئیں: سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی تین آیتیں اور آیۃُ الکرسی۔“

(9) فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”جو کوئی سوتے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیا کرے تو اسے رات بھر شیطان اور دیگر آفات سے پناہ ملے گی اور تمام رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔“

(10) حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ایک روز سَیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک اوپر سے سخت آواز آئی۔ جبریلِ اَمین عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اِس وقت آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو آج تک کبھی نہیں کھلا۔“ ابھی یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ ایک فرشتہ حاضر ہوا۔ سَیِّدُنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کیا: ”حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ وہ فرشتہ ہے جو آج تک کبھی زمین پر نہیں آیا۔“ اُس فرشتے نے عرض کیا: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آپ کو اُن دو نُوروں کی مبارک باد دینے آیا ہوں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں، اِس کے پڑھنے والے کی ہر تمنّا پوری ہو گی۔

(11) سورۂ بقرہ ختم کر کے آمین کہنا چاہیئے کیونکہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور فرشتے بھی اس پر آمین کہتے ہیں۔

(12) اگر دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع **مُفْلِحُوْنَ** تک اور قبر کی پائنتی کی طرف سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پڑھا جائے تو میت کو قبر میں راحت ہو گی۔

(13) جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے وہاں تین دن تک شیطان نہیں آتا۔

(14) حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار شیطان کو قید کر لیا، وہ بولا: ”اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو بڑا عُمدہ عمل بتاؤں گا۔“ میں نے کہا: ”بتا۔“ وہ بولا: ”اگر

کوئی انسان رات کو سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھ لیا کرے تو ہم شیاطین میں سے کوئی اُس گھر میں رات بھر نہیں جاسکتا۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

"اِطَاعتِ خُدَاوَنْدِی" کے 12 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 12 مدنی پھول

(1) مؤمنین کی شان یہ ہے کہ جب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی حکم سنیں تو کہیں کہ "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔"

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت وسیع ہے، چاہے تو بڑے بڑے گناہوں کو بخش دے اور چاہے تو ایک چھوٹے گناہ پر بھی پکڑ فرمالے۔

(3) اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ اور مسلمانوں پر رحمتِ الٰہی بہت وسیع ہے کہ بُرائی کے اِرادے پر گناہ نہیں مگر اچھائی کے اِرادے پر نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

(4) جو بُرے خیالات غیر اِختیاری طور پر دل میں پیدا ہو جائیں اور بندہ اُن کی طرف التفات یعنی توجہ نہ کرے بلکہ انہیں ناپسند کرے تو اُن پر کسی قسم کا کوئی مُؤاخذہ نہیں۔

(5) خطا، نسیان اور جبری کاموں پر کوئی مُؤاخذہ نہیں ہے۔

(6) پچھلی اُمَّتوں پر بعض احکام بہت سخت تھے لیکن اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خاص فضل وکرم ہے کہ تمام احکام میں آسانی پیدا فرمادی گئی ہے۔

(7) دل میں آنے والے وسوسے اور شیطانی خیالات پر بھی کوئی گرفت نہیں ہے کیونکہ اُن خیالات کو روکنا بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۶، ۳/ ۲۲۴۔

(8) وسوسے شیطان کی طرف سے بُرے خیالات ہوتے ہیں اُن سے چُھٹکارے کا بہترین علاج یہ ہے کہ اُن کی طرف ہرگز توَجُّہ نہ دی جائے۔

(9) سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی احادیث میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، لہٰذا کوشش کرکے انہیں بھی اپنے روز مَرَّہ کے روحانی وظائف میں شامل کرنا چاہیے۔

(10) دعا جماعت کے ساتھ مانگنی چاہیئے تاکہ جلد قبول ہو کیونکہ دعائیں مل کر بارگاہِ الٰہی میں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور اگر کوئی اکیلے مانگے تو سب کے لیے مانگے۔

(11) دعا میں دینی حاجتیں دنیاوی حاجتوں سے پہلے مانگنی چاہئیں۔

(12) دعا مانگتے ہوئے باربار ''رَبَّنَا'' کی تکرار کرنا مُستَحسَن یعنی اچھا ہے کیونکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی اپنی دعا میں لفظ ''رَبَّنَا'' کو باربار ذکر کیا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہر حال میں شریعت کی پاسداری کرنے کی سَعادت مَرحمَت فرمائے۔

نہ کر رَد کوئی اِلتجاء یا الٰہی ...... ہو مقبول ہر اِک دُعا یاالٰہی

رہے ذکر آٹھوں پَہر میرے لب پر ...... ترا یاالٰہی ترا یاالٰہی

مری زندگی بس تری بندگی میں ...... ہی اے کاش گزرے سدا یاالٰہی

نہ ہوں اَشک برباد دنیا کے غم میں ...... محمد کے غم میں رُلا یاالٰہی

عطا کردے اِخلاص کی مجھ کو نعمت ...... نہ نزدیک آئے رِیا یاالٰہی

میں یادِ نبی میں رہوں گم ہمیشہ ...... مجھے اُن کے غم میں گھلا یاالٰہی

تو عطار کو سبز گنبد کے سائے ...... میں کر دے شہادت عطا یاالٰہی

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:18

نئی باتوں و نئے اُمور سے مُمانَعت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دین مکمل ہو چکا، اُس کے احکام، اصول و ضوابط کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی لَا رَیْب کتاب قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں تفصیلاً بیان فرما دیا۔ جس مسئلے کا حل قرآن میں نہ ملے اس کی وضاحت مُحسنِ کائنات، شاہِ مَوجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک اقوال و افعال میں موجود ہے۔ اَحکامِ شَرعِیَّہ میں قرآن و سنت کو دو بنیادی اُصولوں کی حیثیت حاصل ہے، جبکہ اِجماعِ اُمَّت اور قیاسِ شرعی یہ دو اُصول بھی قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں۔ یہ چار وہ اُصولِ شَرعِیَّہ ہیں جن کی روشنی میں اب تک پیدا ہونے والے ہر جدید مسئلے کا حل عُلَماء وفُقَہاء نکالتے رہے ہیں اور قیامت تک نکالتے رہیں گے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ لٰہذا کوئی جدید مسئلہ ہو یا قدیم ہر ایک کا تعلق اِن چاروں اُصولوں کے ساتھ ہی ہے البتہ دین کے اندر بعض ایسی نئی باتیں بھی پیدا ہو گئیں ہیں جو اِن چاروں اُصولوں میں سے کسی نہ کسی اُصول کے خلاف ہیں، اُنہیں بِدعَتِ سَیِّئَہ (یعنی نئے پیدا ہونے والے خلافِ شرع کام) بھی کہا جاتا ہے، اِن کی شریعت میں سختی کے ساتھ مُمانَعت ہے۔ دین میں نئی پیدا ہونے والی اچھی اور بُری باتوں کے اَحکام جاننا بہت ضروری ہے۔

ریاض الصالحین کا یہ باب "**نئی باتوں اور نئے اُمور سے مُمانَعت**" کا ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 آیاتِ کریمہ اور 2 احادیثِ مُبارَکہ بیان فرمائی ہیں، اس باب میں بِدعَت کی تعریف، بِدعَت کی اقسام اور اُن کے مختلف اَحکام، مختلف دینی اُمور کی بِدعَت کے حوالے سے مُفَصَّل وَضاحَت کی جائے گی، پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1) حق کے بعد صرف گمراہی ہے

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (پ ۱۱، یونس: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔

عَلَّامَہ بَیْضَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یہاں پر **مَا** اِسْتِفْہَامِ اِنکاری

ہے یعنی حق کے بعد گمراہی ہی ہے اور جس نے اس حق میں کوتاہی کی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ہے تو وہ گمراہی میں پڑا۔"[1]

عَلَّامَہ اَبُوْ جَعْفَرْ مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی مخلوق سے فرمارہا ہے: اے لوگو! یہ وہ افعال ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کرتا ہے، پس وہ تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے، وہی کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے، وہ ہی ہے جو زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تدبیریں فرماتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا ربّ ہے، اس میں کوئی شک نہیں: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ تو حق کے علاوہ ہر چیز گمراہی ہے۔ پس جب حق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے تو تمہارا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا اور انہیں ربّ ماننا گمراہی اور حق سے اِنْحِراف ہے۔"[2]

(2) کتاب میں ہر چیز کا علم موجود ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (پ۷، الانعام: ۳۸)   ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "یعنی لوحِ محفوظ میں کیونکہ لوحِ محفوظ تمام مخلوق کے اَحوال پر مُشْتَمِل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتاب اللہ سے مراد قرآنِ مجید ہے یعنی قرآنِ مجید تمام (مخلوقات کے) اَحوال پر مشتمل ہے۔"[3]

حَافِظ عِمَادُ الدِّیْن اِبْنِ کَثِیْر دِمَشْقِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان تمام کا علم ہے اور وہ ان میں سے کسی ایک کے رزق اور نصیب کو بھی نہیں بھولتا چاہے وہ خشکی میں ہوں یا سمندر میں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ   ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں

---

1. ۔۔۔ تفسیر بیضاوی، پ ۱۱، یونس، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳/ ۱۹۶۔
2. ۔۔۔ تفسیر طبری، پ ۱۱، یونس، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶/ ۵۵۹۔
3. ۔۔۔ تفسیر خازن، پ ۷، الانعام، تحت الآیۃ: ۳۸، ۲/ ۱۵۔

رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۶ (پ۱۲، ھود:۶)

جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے۔[1]

(3) ہر مسئلے کا حل بارگاہِ رسالت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (پ۵، النساء: ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی دین کے کسی معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو جس مسئلے میں تمہیں اختلاف ہو اسے **کتابُ اللہ** اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی طرف لے جاؤ جب تک رسول اس دنیا میں جلوہ گر ہیں اور آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد حدیث کی طرف رُجوع کرو تو اس زمانہ میں **کتابُ اللہ** اور سنت رسول کی طرف رُجوع کرنا واجب ہے، پس اگر **کتابُ اللہ** میں حکم مل جائے تو اسی پر عمل کیا جائے اور اگر **کتابُ اللہ** میں نہ ملے تو پھر حدیثِ رسول میں تلاش کرو۔ اگر حدیثِ رسول میں بھی نہ پاؤ تو پھر اِجتہاد کرو۔'' اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول کی طرف رُجوع کرنے کا مطلب ہے جو مسئلہ معلوم نہ ہو تو اس کے بارے میں یہ کہے: ''**اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم** یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم زیادہ جانتے ہیں۔''[2]

(4) سیدھا راستہ ایک ہی ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

1 ... تفسیر ابن کثیر، پ۷، الانعام، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۲۲۶۔

2 ... تفسیر خازن، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۵۹، ۱/۳۹۷۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ (پ۸، الانعام: ۱۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور، اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

تفسیر دُرِّ منثور میں ہے: حضرت سَیِّدُنا قَتادَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جان لو! سیدھا راستہ ایک ہی ہے اور وہ ہدایت یافتہ جماعت کا راستہ ہے اور اُن کا ٹھکانا جنت ہے۔ ابلیس نے مُتَفَرِّق راستے بنائے اس پر جمع ہونا (چلنا) گمراہی ہے اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: ”یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا راستہ ہے جو سیدھا ہے۔“ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس خط کے دائیں، بائیں بہت سے خُطوط کھینچے اور فرمایا: ”اِن میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے، وہ اپنی طرف بلاتا ہے۔“ پھر آپ نے یہی آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی۔[1]

(5) رسول اللّٰہ کا فرمانبردار ربّ تعالیٰ کا دوست ہے

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ (پ۳، آلِ عمران: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللّٰہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللّٰہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”جب یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، پس جب رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان پر یہ آیتِ مبارکہ پیش کی تو انہوں نے اسے نہ مانا۔ حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عَبَّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

[1] ... تفسیر درمنثور، پ۸، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ۳/۳۸۵۔

قُریش کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ انہوں نے مسجدِ حرام میں بُت نَصب کیے ہوئے تھے، نیز وہ ان بُتوں کو سجانے، کانوں میں بالیاں وغیرہ ڈالنے اور سجدے کرنے میں مَصروف تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: ''اے گروہِ قریش! تم نے اپنے آباء یعنی حضرت سَیِّدُنا اِبراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سَیِّدُنا اِسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے دین کی مُخالَفت کی ہے۔'' یہ سن کر اَہلِ قُریش کہنے لگے: ''ہم ان بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں پُوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دیں۔'' تو اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ''بندے کی ربّ سے محبت یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عَظمت وجَلالت کا اِعتراف کرے، اس کی اِطاعت کرے، اُس کا حکم مانے اور اُس کی منع کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے۔ جبکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے محبت یہ ہے کہ وہ اس کی تعریف کرے، اُس سے راضی ہو جائے، اُس کے اَعمال کا اَجر دے اور اُس سے درگزر فرمائے۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:169 دین میں نئی بات اِیجاد کرنے والا مَردُود ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ.[2] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ.[3]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اَکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہمارے دین سے نہیں تو وہ مَردود ہے۔'' اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے: ''جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین سے نہیں تو اس کا عمل مردود ہے۔''

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۳، آل عمران، تحت الآیۃ: ۳۱، ۱/ ۲۴۳ ملخصاً۔

2 . . . بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، ۲/ ۲۱۱، حدیث: ۲۶۹۷۔

3 . . . مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، ص ۹۴۵، حدیث: ۱۷۱۸۔

مذکورہ حدیثِ پاک کی اہمیت:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ”یہ حدیث قَوَاعِدِ اِسْلَامِیَّہ میں سے ایک بہت بڑا قاعدہ ہے اور یہ جَوَامِعُ الْکَلِم میں سے ہے اور یہ تمام اِخْتِرَاعات وبِدعاتِ سَیِّئَہ کا واضح رَد ہے۔“ مزید فرماتے ہیں کہ: ”اس حدیث کو یاد کرنا چاہیے اور مُنْکَرات (مَمْنُوعاتِ شَرعِیَّہ) کے بُطلان میں اس کو استعمال کرنا چاہیے اور اس کی خوب تشہیر کرنی چاہیے۔“[1]

عَلَّامَہ حافِظ ابنِ حَجَر عَسْقَلانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث کو اُصُولِ دِین میں شُمار کیا جاتا ہے اور یہ قَوَاعِد (اِسلامِیَّہ) میں سے ایک قاعدہ ہے۔“ عَلَّامَہ طُوفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس حدیث کو اَدِلَّۂ شَرْعِیَّہ کا نصف کہنا بالکل درست ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا حدیثِ پاک کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کی شرح سے قبل بدعت کی تعریف اور اس کی مختلف اقسام کی تفصیل جاننا نہایت ضروری ہے کہ اِن اُمُور کو جاننے کے بعد اِس حدیثِ مبارکہ کے معانی سمجھنے میں بہت آسانی ہو گی چنانچہ بدعت کی تعریف واَقسام کا مُفَصَّل ذِکر کیا جاتا ہے۔

بِدعت کسے کہتے ہیں؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بدعت کے لغوی معنٰی ہیں ”نئی چیز“۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (پ۲۶، الاحقاف: ۹) فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔“ مزید فرماتے ہیں: ”بدعت کے شرعی معنٰی ہیں: وہ اِعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ حیاتِ ظاہری میں نہ ہوں بعد میں اِیجاد ہوئے۔“ مَثَلاً جبرِیَّہ، قَدَرِیَّہ، مُرجِیَہ، چکڑالوی، غیر مُقلّد وغیرہ بدمذہب گروہوں کے بعض عَقائد بدعتِ اِعتِقادِیَّہ ہیں جیسے ان میں

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ۔۔۔الخ، ۶/۱۶، الجزء الثانی عشر۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی النھی عن البدع ومحدثات الامور، ۱/۴۴۰، تحت الحدیث: ۱۷۰۔

سے کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غیب مُطلَق نہیں جانتے، حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا خیال نماز میں بیل گدھے کے خیال سے بدتر ہے **مَعَاذَ اللّٰه**۔ یہ تمام ناپاک عقیدے بارہویں صدی کی پیداوار ہیں، حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں بالکل نہ تھے۔ اسی طرح بِدعَتِ عملی ہر وہ کام ہے جو حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانہ پاک کے بعد اِیجاد ہوا خواہ وہ دُنیاوی ہو یا دِینی ہو، خواہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زمانہ میں ہو یا اس کے بھی بعد۔ البتہ عُرفِ عام میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی اِیجادات کو سُنَّتِ صَحابہ کہتے ہیں بِدعت نہیں بولتے یہ عُرف ہے۔‘‘[1]

بدعت کی اَقسام اور اُن کی مثالیں:

اَوّلاً بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ حَسَنَہ (یعنی اچھی بدعت) اور بدعتِ سَیِّئَہ (یعنی بُری بِدعت)۔ پھر بِدعتِ حَسَنَہ کی تین قسمیں ہیں: جائز، مُستَحَب، واجِب اور بدعتِ سَیِّئَہ کی دو قسمیں ہیں: مکروہ اور حرام۔ یہ بدعت کی کل پانچ اَقسام ہوئیں: (۱) جائز (۲) مُستَحَب (۳) واجِب (۴) مکروہ (۵) اور حرام۔ حضرت علّامہ مُلّا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:

❁ ’’بدعت یا تو واجب ہوتی ہے جیسے قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے علمِ نَحو کا سیکھنا اور علمِ اُصولِ فِقہ کو مُدَوَّن کرنا اور جرح وتَعدِیل کے لیے علمِ کَلام کو مُدَوَّن کرنا۔ وغیرہ (اسی طرح وہ دیگر تمام علوم جو **مَوْقُوْف عَلَیْہ** کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے جن کا سیکھنا پہلے ضروری ہے، اِسی طرح قرآنِ کریم کا جمع کرنا، قرآنِ کریم میں اِعراب لگانا یا آج کل قرآنِ کریم کو چھاپنا اور دینی مَدارِس میں تعلیم کے لیے درس وغیرہ بنانا۔)

❁ یا بدعت حرام ہوتی ہے جیسے جَبَرِیَّہ، قَدَرِیَّہ، مُرجیہ، مُجَسِّمَہ مذہب اور ان تمام بدمذہب بدعتی گروہوں کا رَد کرنا بِدعتِ واجِبہ ہے کیونکہ ان بدعتیوں سے شَرِیعتِ مُطَہَّرہ کو محفوظ بنانا فرضِ کفایہ ہے۔ (اسی طرح دیگر ان تمام مذاہب کا رَد جن میں ایسے نئے باطِل عَقَائِد پائے جاتے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔)

---

[1] ... جاء الحق، ص۷۸ ماخوذاً۔

❁ یا بدعت مستحب ہوتی ہے جیسے مُسافر خانے اور مدرسے وغیرہ بنانا اور ہر وہ اچھی بات جو قرنِ اُولیٰ میں نہ تھی جیسے باجماعت نمازِ تراویح ادا کرنا وغیرہ۔

❁ یا بدعت مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں یا مَصاحِف کو فقط فخریہ زینت دینا۔

❁ یا بدعت جائز ہوتی ہے جیسے نمازِ فجر کے بعد مُصافَحَہ کرنا اور عُمدہ عُمدہ کھانے اور طرح طرح کے مشروب پینا وغیرہ۔"[1]

بدعت کی قسموں کی پہچان اور علامتیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے بدعت کی قِسموں کی پہچان اور اُن کی علامتوں کو تفصیلاً بیان کیا ہے، کچھ اِختِصار وتَصرُّف کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں:

❁ ......جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو وہ بدعتِ سیئہ اور جو ایسی نہ ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے۔ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جائے بدعتِ جائز کہلاتا ہے۔ جیسے مختلف اَقسام کے کھانے کھانا، طرح طرح کے مَشروب پینا وغیرہ۔

❁ ......وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اُس کو عام مسلمان کارِ ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو اچھی نیت سے کرے بدعتِ مُستَحَبَّہ کہلاتا ہے۔ جیسے محفلِ میلاد شریف، بزرگانِ دین کی فاتحہ دلانا کہ عام مسلمان اس کو کارِ ثواب جانتے ہیں لہٰذا اُن کو کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللہ** بن مَسعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور حدیثِ مرفوع میں ہے کہ میری اُمَّت گمراہی پر مُتَّفِق نہ ہوگی اور اَعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور اِنسان کے لیے وہی ہے جو نیت کرے۔ چھ کلمے، اُن کی تعداد، اُن کی ترکیب اُن کے نام، قرآنِ مجید کے تیس پارے بنانا، اُن میں رُکوع قائم کرنا، اِعراب لگانا، اُس کی جِلدیں بنانا، اس کو چھاپنا، حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، اَحادیث کی اَسناد بیان کرنا، اَسناد پر جِرح کرنا، حدیث کی مختلف قسمیں

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ١/٣٦٨، تحت الحدیث: ١٤١۔

صحیح، حَسَن، ضَعِیف، مَرفُوع، مَوقُوف وغیرہ بنانا، اُن کے اَحکام مُقرَّر کرنا، اُصولِ حدیث مُرتَّب کرنا، اُصولِ فِقہ مُرتَّب کرنا، عِلمِ کَلام مُدوَّن کرنا، روزہ اِفطار کرتے وقت زبان سے دُعا کرنا، موجودہ روپوں میں زکوٰۃ اَدا کرنا وغیرہ یہ تمام بِدعاتِ مُستحَبَّہ ہیں کہ ان کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

❀......وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو **بدعتِ واجبہ** کہلاتا ہے جیسے کہ قرآن پاک کے اِعراب لگانا اور دینی مَدارِس، عِلمِ نَحو وغیرہ حاصل کرنا۔

❀......وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے، **بدعتِ مکروہہ** کہلاتی ہے، اگر سنتِ مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہِ تحریمی ہے اور سنتِ غیر مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہِ تنزیہی ہے۔ جیسے جمعہ وعیدین کا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا **بدعتِ مکروہہ** ہے کہ اس سے عربی زبان میں خطبہ پڑھنے کی سنت چھوٹتی ہے۔

❀......وہ نیا کام جس سے کوئی واجِب چھوٹ جائے یعنی وہ بدعت واجِب کو مِٹانے والی ہو **بدعتِ مُحرَّمہ** کہلاتی ہے۔ جیسے آج کل کے ایسے جدید لباس جن سے سِترِ عورت ظاہر ہوتا ہے۔[1]

اِسلام میں اچھا اور بُرا طریقہ اِیجاد کرنا:

حضرت سَیِّدُنا جَریر بن **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اُسے اُس کا ثواب ملے گا اور اُس کا ثواب بھی جو اُس اچھے طریقے پر عمل کرے گا اور اس عمل کرنے والے کا اپنا ثواب بھی کم نہ ہو گا اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ اِیجاد کیا اُسے اُس کا گناہ ملے گا اور اُس کا گناہ بھی جو اُس بُرے طریقے پر عمل کرے گا اور اُس کا اپنا گناہ بھی کم نہ ہو گا۔“[2]

علامہ شامی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: ”علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اسلام کے قواعد ہیں کہ جو شخص اسلام میں کوئی بُری بدعت اِیجاد کرے گا اُس پر اُس بُری بدعت کی پیروی

1 ... جاء الحق، ص ۲۲۶، بتصرف۔

2 ... مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة۔۔۔الخ، ص ۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷۔

کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور جو شخص اچھی بدعت اِیجاد کرے گا اُس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ملے گا۔"[1]

حدیث الباب کی شرح:

اس باب کی حدیثِ مبارکہ میں فرمایا گیا: "جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہمارے دین سے نہیں تو وہ مَردود ہے۔" حضرت علامہ بدرُالدِّین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: " مراد یہ ہے کہ دینِ اسلام میں ایسی نئی چیز پیدا کرنا جس کی اصل دین میں موجود نہ ہو، نہ قرآن میں اور نہ ہی حدیث میں ایسی چیز باطل اور ناقابلِ قبول ہے۔اس حدیثِ پاک میں بدعات (سیئہ) کا رد ہے کیونکہ اُن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"[2]

کیا میلاد و فاتحہ خوانی بدعت ہیں؟

فَقِیہِ اَعظَم، حضرت عَلَّامہ ومَولانا مُفتی شریفُ الحق اَمجدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کے مانعین ان چیزوں کے حرام و بدعتِ سَیِّئَہ ہونے پر اس حدیث سے بھی دلیل لاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی خَطائے فاحِشَہ (یعنی بہت بڑی غلطی) ہے اس لیے کہ "**مَالَیْسَ مِنْہُ**" سے مرادوہ نَو اِیجاد (نئی پیدا ہونے والی) چیزیں ہیں جو قرآن، حدیث، اجماع کے مخالف ہیں یا اس کی کتاب و سنت سے کوئی اصل ظاہر یا خفی ملفوظ یا مُستَنبَط نہ ہو۔" عَلَّامہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی مرقاۃ میں لکھتے ہیں: "**یعنی کتاب اللہ** یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف جو چیز ایجاد کی جائے تو وہ گمراہی ہے اور جو چیز اِن میں سے کسی کے مخالف نہیں اس کا ایجاد کرنا مذموم نہیں۔ نیز اسی میں ہے "اس کے معنٰی یہ ہیں جس نے اسلام میں ایسی رائے ایجاد کی جس کی کتاب و سنت سے کوئی ظاہر یا خَفی مَلفُوظ یا مُستَنبَط سَنَد نہ ہو وہ اُس پر رَد کر دی جائے گی۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ اچھی چیز کا ایجاد کرنا بھی باعِثِ ثواب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی۔" مزید فرماتے ہیں:

1 . . . ردالمحتار، مقدمۃ، ۱/۱۴۰۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور، ۹/۵۸۵، تحت الحدیث: ۲۶۹۷۔

”حضرت امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد گزرا کہ حَسَنَہ اور سَیِّئَہ محمود و مذموم کی بنیاد یہ ہے کہ جو چیزیں کتابُ اللّٰہ یا سنتِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یا اثر یا اِجماع کے مخالف ہوں وہ مذموم ہیں سیئہ ہیں اور جو ان میں سے کسی کے مخالف نہیں وہ مذموم نہیں۔ اس لیے جو لوگ میلاد فاتحہ عرس کو بدعتِ سیئہ اور حرام کہتے ہیں یہ ان کے ذمہ ہے کہ بتائیں یہ چیزیں کس آیت یا کس حدیث یا کس اثر یا اجماع کے مخالف ہیں اور اگر یہ نہیں ثابت کر سکتے اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہیں ثابت کر سکتے تو اُن کا اِن چیزوں کو حرام اور بدعتِ سَیِئہ کہنا شریعت پر اِفتِرا اور اپنے جی سے نئی شریعت گڑھنا ہے۔“[1]

کیا صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے کوئی فعل ناجائز ہو جاتا ہے؟

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا کسی کام کو کرنا اس کام کے جائز ہونے کی دلیل تو ضرور ہے مگر نہ کرنا اس کام کے ناجائز ہونے کی دلیل ہرگز نہیں، اسی لیے صحابہ نے جو کام نہیں کیے ایسے بے شُمار کام مسلمان روزانہ کرتے رہتے ہیں اور اُن کو جائز بھی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شارِحِ بُخاری حضرت عَلَّامہ اِبنِ حَجَر عَسقَلَانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی اور حضرت عَلَّامہ محمد بن ابو بکر قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”**اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَ عَدَمُ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ** یعنی کرنے سے جائز ہونا سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے مُمانَعت نہیں سمجھی جاتی۔“[2]

خِلافِ اِسلام عقائِد باطِل و مَردُود ہیں:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: ” وہ اِیجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے؟ خیال رہے کہ اَمر سے مراد دینِ اسلام ہے اور مَا سے مراد عقائد، یعنی جو شخص اسلام میں خلافِ اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ

---

1 ... نزہۃ القاری، ۳/ ۸۵۰۔

2 ... فتح الباری، کتاب الطب، باب من اکتوی۔۔۔الخ، ۱۰/ ۱۳۲، تحت الحدیث: ۵۷۰۵۔

ارشاد الساری، کتاب الطب، باب من اکتوی۔۔۔الخ، ۱۰/ ۴۹۹، تحت الحدیث: ۵۷۰۴۔

عقائد بھی باطل۔ لہٰذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر 72 فرقے جن کے عقائد خلافِ اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا اَمر سے مراد دین ہے اور مَا سے مراد اعمال ہیں اور لَيْسَ مِنْهُ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں جس سے سنّت اُٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ و نماز پڑھنا، فارسی میں اَذان دینا وغیرہ۔ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھالیتا ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا: لَيْسَ مِنْهُ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب و سنّت کے خلاف نہ ہو بُری نہیں۔"[1]

مدنی گلدستہ

"صحابۂ کرام" کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) وہ عقائد یا وہ اعمال جو کہ حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے زمانہ حیاتِ ظاہری میں نہ ہوں بعد میں اِیجاد ہوئے ہوں انہیں بدعت کہا جاتا ہے۔

(2) بدعت کی پانچ قسمیں ہیں اور ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے۔ لہٰذا اِن اقسام سے صَرفِ نَظَر کرکے تمام اچھے اَعمال کو بھی بُری بدعت شمار کرنا جہالت و نادانی ہے۔

(3) ہر نیا کام بدعت ہو سکتا ہے مگر ہر وہ بدعت مذموم اور قابلِ گرفت ہے جس میں قرآن و سنت کا خلاف ہو، یا جس کی اصل قرآن و سنت میں نہ ہو یا جس سے کسی فرض، واجب یا سنت وغیرہ کا ترک لازم آتا ہو۔

(4) بدعت کا تعلق عقائد اور اَعمال دونوں کے ساتھ ہے، عقائد میں بدعت اَعمال میں بدعت سے زیادہ سخت ہے لہٰذا تمام بُرے عقائد اور بُرے اعمال والے گمراہ فرقوں سے بچنا چاہیے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۴۶۔

(5) جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی اچھا ہے اور اُمَّتِ مُسلِمہ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، نیز ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

(6) بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے اَعراس، فاتحہ خوانی، محافل و اِجتماعات کا انعقاد قابل تحسین امر ہے کہ اس میں سَراسَر دِینی مَنفَعَت ہے نیز یہ اَدِلّۂ شَرعِیَّہ سے مُتَصادِم بھی نہیں کہ جس بنا پر انہیں مذموم امر قرار دیا جائے۔

(7) جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملتا رہے گا بلکہ ان تمام لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو اُس کے ایجاد کردہ طریقے پر چلتے رہیں گے۔

(8) جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کی بنیاد رکھی جب تک وہ کام باقی رہے گا اُسے اُس کا گناہ ملتا رہے گا بلکہ اُن تمام لوگوں کا بھی گناہ ملے گا جو اُس کے ایجاد کردہ بُرے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے۔

(9) جس کام کا حکم قرآن وسنت میں ہو، یا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان و دیگر بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے ثابت ہو اس کا کرنا بالکل جائز ہے البتہ جو کام اُن سے ثابت نہ ہو اُن کا کرنا ناجائز نہیں جب تک وہ ان کے خلاف نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن وسنت، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام وبزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:170

رسولُ اللہ کا خُطبہ مُبارک

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَاَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ: ''صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ'' وَيَقُوْلُ: ''بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ

كَهَاتَيْنِ" وَيَقْرِنُ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى، وَيَقُوْلُ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ. مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ."(1)

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، حَدِيْثُهُ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سَرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جایا کرتیں، آواز بلند ہو جاتی اور آپ کے جلال میں اِضافہ ہو جاتا، ایسا لگتا جیسے آپ کسی لشکر سے ڈراتے ہوئے فرما رہے ہوں کہ "وہ لشکر تمہارے پاس صبح کے وقت یا شام کے وقت آنے والا ہے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی درمیانی اور شہادت والی انگلی کو ملا کر فرماتے کہ "میری بِعثت اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں۔" پھر فرماتے: "اَمَّا بَعْدُ! بہترین کلام کتابُ اللّٰہ ہے اور بہترین ہدایت ہدایتِ محمدی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے اور (دین میں) نئے ایجاد ہونے والے کام سب سے بُرے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" پھر ارشاد فرماتے: "میں ہر مؤمن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں، جس شخص نے مال چھوڑا تو وہ اس کے اہل وعیال کے لیے ہے اور جس نے قرضہ یا نادار اہل وعیال چھوڑے تو وہ میری طرف ہیں اور میرے ذمہ ہیں۔"

حضرت سَیِّدُنا عِرباض بِن سارِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے سُنَّت پر مُحافَظت کے باب میں اس مضمون کی حدیث گزر چکی ہے۔

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خطبے کی کیفیت:

عَلَّامہ مُلّا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "جب حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کے لیے خطبہ فرماتے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ جمعہ کے علاوہ خطبہ فرماتے تو آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ یعنی جب خدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے کمال کی روشنی کی چمک اور واحد و یکتا کے جلال کے انوار کی

1 . . . مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة، ص ۴۳۰، حدیث: ۸۶۷۔

چمک آپ کے دل پر نازل ہوتی اور اُمَّتِ مَرحُومَہ کے اَحوال اور اُن میں اکثریت کے اَعمال میں کمی آپ پر پیش کی جاتی تو آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں۔ اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی آواز غم کی وجہ سے بلند ہو جاتی یا سب لوگوں تک آواز پہنچانے کے لیے اپنی آواز بلند فرماتے۔ اِبنِ مَلِک کہتے ہیں: آواز اس لیے بلند فرماتے تاکہ آپ کا وعظ سب لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت بیٹھ جائے اور وعظ کی تاثیر ان کے دلوں میں اتر جائے۔'' اور اُمَّت کے اَفعال میں سے قِلَّتِ اَدب اور مَعْصِیَتِ ربّ کی وجہ سے آپ کے چہرے مبارک پر جلال کے آثار ظاہر ہوتے۔ گویا کہ آپ قوم کو ایک بہت بڑے لشکر سے ڈرا رہے ہیں جو ان پر حملہ کرنے کا قصد کر چکا ہے۔ اِبنِ مَلِک کہتے ہیں: ''صبح کے وقت یا شام کے وقت سے مراد یہ ہے کہ عنقریب دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت تمہارے پاس آنے والا ہے۔''[1]

بِعثتِ نبی اکرم اور قیامت کا درمیانی فاصلہ:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب **اِکْمَالُ الْمُعْلِمْ** میں حدیث کے الفاظ ''میری بعثت اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں۔'' کے تحت فرماتے ہیں: ''احتمال یہ ہے کہ دونوں کے قریب ہونے کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ان دونوں انگلیوں کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اسی طرح محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور قیامت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جایا کرتیں، آواز بلند ہو جاتی اور آپ کے جلال میں اِضافہ ہو جاتا۔ یہ حکم وعظ و نصیحت کرنے والے کے لیے ہے کہ واعِظ و ذاکر جب وعظ کرے تو اس کی حالت و کیفیت اپنے بیان کے موضوع کے مطابق ہونی چاہیے، موضوع کے برخلاف کوئی چیز یا حرکت نہ ہو۔ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے) غیظ و غضب کا بڑھنا، ہو سکتا ہے کہ جب کسی ایسے امر سے منع کیا جائے جس کی شریعت میں مخالفت کی گئی ہے تو اس وقت غضب بڑھ جاتا ہو۔''[2]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الخطبۃ والصلاۃ، ۳/ ۵۰۰، تحت الحدیث: ۱۴۰۷۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ۳/ ۲۶۸، تحت الحدیث: ۸۶۷۔

ہدایت کی غیر اللہ کی طرف اِضافت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہدایت دینے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہے اور مذکورہ حدیثِ پاک میں ہدایت کی اضافت رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ دراصل ہدایت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہدایت جس کی اضافت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کی طرف بھی کی جاسکتی ہے جبکہ دوسری وہ ہے جس کی اضافت صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہے، **غیرُ اللہ** کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ حدیثِ مبارکہ میں ہدایت کی پہلی قسم مراد ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ہدایت کے دو معنیٰ ہیں: **(1) رہنمائی کرنا:** اس کی اضافت رسولوں، قرآنِ پاک اور بندوں کی طرف کی جاسکتی ہے جیساکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ (پ۲۵، الشوری: ۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔“ (اس آیتِ مبارکہ میں ہدایت کی اضافت رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف کی گئی ہے) ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: ”بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔“ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿فِیْهِ ۚۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴾ (پ۱، البقرۃ: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: ”اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔“ (ان دونوں آیاتِ مبارکہ میں ہدایت کی اضافت قرآن کی طرف کی گئی ہے۔) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ﴾ (پ۲۴، حم السجدۃ: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور رہے ثمود انہیں ہم نے راہ دکھائی۔“ یعنی ہم نے ان کے لیے راہ بیان کردی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ﴾ (پ۲۹، الدھر: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: ”بے شک ہم نے اسے راہ بتائی۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴾ (پ۳۰، البلد: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی۔“ (ان تینوں آیاتِ مبارکہ میں ہدایت کی اضافت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی طرف فرمائی ہے۔) **(2)** ہدایت کا دوسرا معنیٰ لطف، توفیق، پاک دامنی اور تائید ہے اور یہ معنیٰ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ

یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ﴾ (پ۲۰، القصص: ۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: ”بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔“[1]

کیا ہر بدعت گمراہی ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی مرقاۃ شرح مشکاۃ میں ”کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”ہر بُری بدعت گمراہی ہے کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اسلام میں اچھا کام ایجاد کیا اس کے لیے اس کا اَجر ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق و سَیِّدُنا عُمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے قرآن کو جمع کیا، حضرت سَیِّدُنا زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو مُصحَف میں لکھا اور حضرتِ سَیِّدُنا عثمانِ غَنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور میں اُس پر دوبارہ کام ہوا۔“ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بدعت ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے نہ ہو اور شَرع میں ہر اس نئے کام کو بدعت کہتے ہیں جو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دور میں نہ ہو۔ لٰہذا کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ہر بدعت گمراہی ہے۔ یہ فرمان عام مخصوص ہے۔“[2] (یعنی اِس سے ہر بُری بدعت مراد ہے۔)

بدعتی کی مَذَمَّت پر تین احادیثِ مُبارکہ:

(1) دو جہاں کے تاجْوَر، سُلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ”بدعتی لوگ جہنم میں جہنمیوں کے کُتّے ہوں گے۔“[3] (2) سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر بدعتی کی توبہ کو روک لیتا ہے۔“[4] (3) دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ تو کسی بدعتی کا روزہ، صدقہ، حج، عمرہ اور جہاد

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجمعۃ، باب خطبتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجمعۃ، ۳/ ۱۵۴، الجزء السادس ملخصا۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/ ۳۶۸، تحت الحدیث: ۱۴۱۔

3 . . . کنزالعمال، کتاب الایمان والاسلام، باب البدع والرفض من الاکمال، ۱/ ۱۲۳، حدیث: ۱۱۲۱۔

4 . . . معجم اوسط، من اسمہ علی، ۳/ ۱۶۵، حدیث: ۴۲۰۲۔

قبول کرتا ہے اور نہ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول فرماتا ہے، بدعتی اِسلام سے اِس طرح نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکلتا ہے۔"[1]

بدعتی کی مذمت پر تین اقوالِ بزرگانِ دین:

(1) حضرت سیّدنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جو بدعتی کو دوست رکھے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے اَعمال کو برباد کر دیتا ہے اور اس کے دل سے اسلام کا نُور نکل جاتا ہے، جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہو اس سے بھی بچنا لازم ہے۔" انہی سے روایت ہے کہ "اگر کسی راستے میں بدعتی آتا ہو تو دوسرا راستہ اختیار کرو۔" (2) حضرت سیّدنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جو شخص بدعتی سے ملنے گیا اس کے دل سے نُور ایمان جاتا رہا۔" (3) حضرت سیّدنا سُفیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جس نے بدعتی کی بات سنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو اس بات سے فائدہ نہیں دیتا اور جو بدعتی سے مصافحہ کرتا ہے وہ اسلام کا زور توڑ دیتا ہے۔"[2]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام مؤمنین کی جانوں کے زیادہ حق دار ہیں:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس فرمان: "میں ہر مؤمن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔" کے تحت فرماتے ہیں: "یہ فرمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس ارشاد کے مُوافِق ہے: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (پ ۲۱، الاحزاب: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: "یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔" یعنی ان سے زیادہ حق دار ہے۔ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانے یا کسی اور چیز کی حاجت درپیش ہو تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب پر یہ واجب تھا کہ اس شے کو آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیں اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے یہ بھی جائز تھا کہ آپ مالک کی اجازت کے بغیر وہ چیز لے لیں مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ مبارکہ میں کبھی

1 . . . ابن ماجة، کتاب السنة، باب اجتناب البدع والجدل، ۱/ ۳۸، حدیث: ۴۹۔

2 . . . اخلاق الصالحین، ص۳۶ بتقدم وتاخر۔

بھی ایسانہ ہوا۔"[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام حاضر وناظر ہیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (پ۲۱، الاحزاب:۶) ترجمۂ کنزالایمان: "یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔" **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اَولیٰ کے معنیٰ ہیں زیادہ مالک، زیادہ قریب، زیادہ حقدار، یہاں تینوں معنیٰ درست ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ہر مؤمن کے دل میں حاضر وناظر ہیں کہ جان سے زیادہ قریب ہیں۔ ربّ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ الآیۃ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸) یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کا حکم ہر مؤمن پر بادشاہ، ماں باپ سے زیادہ نافذ ہے کہ حضور ہمارے سب سے زیادہ مالک ہیں۔ یا یہ معنیٰ ہیں کہ حضور تم کو تمہاری جانوں سے زیادہ راحت پہنچانے والے ہیں دنیا و آخرت میں۔"[2]

آقا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنی اُمّت پر اِحسان:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی شرح مسلم میں اس فرمان: "جس نے قرضہ یا نادار اہل وعیال چھوڑے تو وہ میری طرف ہیں اور میرے ذمہ ہیں۔" کے تحت فرماتے ہیں کہ "یہ الفاظ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے اس فرمان "میں ہر مؤمن سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔" کی تفسیر ہیں، ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ جس شخص کا قرض ادا کیے بغیر وصال ہوجاتا **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ قرض ادا کرنے میں سُستی نہ کریں اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ کو ترک کرنے کا مقصد دوسرے لوگوں کو اس سے روکنا تھا، پھر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا جو قرض چھوڑ کر وفات پا گیا

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی النھی عن البدع ومحدثات الامور، ۱/ ۴۴۲، تحت الحدیث: ۱۷۱۔

2 . . . نور العرفان، پ۲۱، الاحزاب، تحت الآیۃ:۶۔

تو اس کا قرض مجھ پر ہے (یعنی میں اس کی طرف سے ادا کروں گا) پھر حضور عَلَیْہِ السَّلَام اس کی طرف سے قرض ادا فرماتے تھے۔ اس بارے میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے کہ حضور پر یہ قرض ادا کرنا واجب تھا یا پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے کرم سے اسے ادا فرماتے تھے؟ زیادہ درست بات یہ ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر واجب تھا، پھر ہمارے اصحاب کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حضور کے خصائص میں سے ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ یہ حضور کے خصائص میں سے ہے اور یہ کسی خلیفہ پر لازم نہیں کہ وہ بیتُ المال سے اس شخص کا قرض ادا کرے جو قرضہ ادا کیے بغیر وفات پا گیا ہو۔"[1]

لشکر سے کون سا لشکر مراد ہے؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: "خطبہ کی نَصائح کا اثر خود حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اپنے قلب شریف پر ہوتا تھا جس کی علامتیں آپ کی آواز اور آنکھوں سے نمودار ہوتی تھیں۔ تبلیغ وہی مُؤَثِّر (اثر انداز) ہوتی ہے جس کا اثر مُبَلِّغ (تبلیغ کرنے والے) کے دل میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں غصہ سے مُراد جلالِ الٰہی اور عظمت ربانی کی تَجَلِّیات کا آپ کے چہرے پر ظاہر ہونا ہے نہ کہ کسی پر ناراض ہونا۔ لشکروں سے مراد حضرت مَلَکُ الْمَوت (عَلَیْہِ السَّلَام) کا لشکر ہے یعنی موت قریب ہے، تیاری کرو، صبح کے وقت شام کی امید نہ کرو اور شام کے وقت صبح کی۔ "میری بعثت اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں کے تحت فرماتے ہیں: "جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ایسے ہی میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں میرا دین تا قیامت ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں بہت ہی قریب ہیں ایسے ہی قیامت اب بہت ہی قریب ہے دنیا کی عمر کا بہت حصہ گزر چکا ہے تھوڑا باقی ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے پر ظاہر ہیں ایسے ہی قیامت مجھ پر ظاہر ہے، میں اس کے حالات اور اس کے آنے کی تاریخ سے خبر دار ہوں۔"[2]

---

1. ... شرح مسلم للنووی، کتاب الجمعۃ، باب خطبتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجمعۃ، ۳/ ۱۵۴، الجزء السادس ملخصاً۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۴۳۔

”گناہ سے بچو“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) اِشاعَتِ دِین واحیائے سنّت کے لیے کوشاں رہنا سعادت مندی ہے۔ نیکی کی دعوت پیش کرتے وقت مُبَلِّغ کو چاہیے کہ صِدقِ دِل سے بیان کی سعادت حاصل کرے تاکہ سامع کے دل پر اس کا اثر ہو اور وہ ان مدنی پھولوں کو عملی زندگی میں نافذ کر کے ثواب کا عظیم خزانہ حاصل کر سکے۔

(2) مُبَلِّغِین کا ترغیبات (یعنی نیک اَعمال کے فضائل) کے ساتھ ساتھ ترہیبات (یعنی گناہوں کی وعیدات و عذابات) کو بیان کرنا بھی بہت مفید ہے کہ اس سے سننے والوں کا برائیوں سے بچنے کا مدنی ذہن بنے گا۔

(3) مُبَلِّغِین، واعِظِین و مُقَرِّرِین جس عنوان پر گفتگو فرمائیں اسی اعتبار سے ان پر حقیقی کیفیات کا ظہور بھی ایک سعادت ہے کہ اس سے ان کا کلام مزید مُؤَثِّر ثابت ہو گا۔ اسی طرح جہاں حُزن ومَلال کا تقاضا ہو وہاں غم کا اظہار اور جہاں اظہارِ مَسَرَّت ہو وہاں تَبَسُّم نفع بخش ثابت ہو گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ

(4) قیامت بہت قریب ہے، یقیناً سمجھدار وہی ہے جو جلد از جلد اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی موت سے پہلے آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جائے، گناہوں سے کَنارہ کَشی کر کے نیکیوں پر کَمر بستہ ہو جائے۔

(5) حقیقی طور پر ہدایت دینے والی ذات اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی ہے، البتہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حُضُور سَیِّدُ الْمُرْسَلِین رَحمۃٌ لِّلعَالَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام بھی ہدایت دے سکتے ہیں۔

(6) دین میں بدعاتِ سیئہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو شخص اچھا طریقہ ایجاد کرے گا تو اسے اس کا ثواب ملے گا بلکہ جو جو لوگ اس اچھے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے ان تمام کا بھی ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی، اسی طرح جو بھی دین کے اندر بُرا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا گناہ ملے گا اور جو جو لوگ اس بُرے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے ان تمام کا گناہ بھی اسے ملے گا اور

ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

(7) بدعتی کی احادیث میں بہت مَذَمَّت بیان کی گئی ہے، بدعتی جب تک بدعت میں مبتلا رہتا ہے اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی، بدعتی کا روزہ، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد بلکہ کوئی بھی فرض یا نفل تک قبول نہیں ہوتا۔

(8) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام مؤمنین کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر مؤمن کے دل میں حاضر و ناظر ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم ہر مؤمن پر اس کے بادشاہ اور اس مؤمن کے ماں باپ سے زیادہ نافذ ہے کہ حضور ہمارے سب سے زیادہ مالک ہیں۔

(9) حقوقُ العباد کی ادائیگی میں قرض کا معاملہ بہت حَسَّاس ہے، مُعاشَرتی زندگی میں لَین دَین، بَیع وشراء و دیگر کئی ایسے مَعمُولاتِ زندگی پیش آتے ہیں کہ جن میں ایک دوسرے سے قرض وغیرہ لیا جاتا ہے، یقیناً سمجھدار وہی ہے جو اپنے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف پیدا کرے اور حَتَّی الْمَقْدُوْر قرض کی ادائیگی پر استطاعت کی صورت میں اپنی موت سے قبل ہی جلد از جلد ادائیگی کی ترکیب بنائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صِراطِ مُستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، حضور نبیٔ اَکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے اور بِدعاتِ سَیِّئَہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے، ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

تری سنتوں پر چل کر مری روح جب نکل کر
چلے تم گلے لگانا مدنی مدینے والے
شہا ایسا جذبہ پاؤں کہ میں خوب سیکھ جاؤں
تری سنتیں سکھانا مدنی مدینے والے

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:19

اَچھے یا بُرے کام کی بُنیاد ڈالنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شریعت کی اِتباع کرنا نہ صرف قابلِ تعریف امر بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے، قرآن وسنت میں وہ تمام اُصولِ شَرعِیَّہ بیان کر دیے گئے ہیں جن کی روشنی میں عُلَمَائے اُمَّت قیامت تک پیش آنے والے تمام جدید مسائل کا حل نکالتے رہیں گے۔ اب اُصولِ شَرعِیَّہ میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی البتہ تَغَیُّرِ زَمانہ کے اعتبار سے مختلف مسائل پیش آتے رہیں گے۔ ان مسائل کے حل کے لیے جو بھی نیا طریقہ ایجاد اور رائج کیا جائے گا اگر وہ قرآن وسنت واُصولِ شَرعِیَّہ کے مُوافِق ہے تو ایسے طریقے کو ایجاد کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ باعثِ ثواب ہے، ایسے طریقے کو **بدعتِ حَسَنَہ** کہا جاتا ہے۔ اور اگر وہ طریقہ قرآن وسنت واُصولِ شَرعِیَّہ کے مخالف ہے تو ایسے طریقے کو ایجاد کرنا نہ صرف ممنوع ہے بلکہ آخرت میں اس پر سخت پکڑ ہے، ایسے طریقے کو **بدعتِ سیئہ** کہا جاتا ہے۔ جس طرح اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرنے والے کو نہ صرف اس اچھے طریقے کو ایجاد کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے بلکہ اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب دیا جاتا ہے ویسے ہی اسلام میں بُرا طریقہ ایجاد کرنے والے کو نہ صرف اُس بُرے طریقے کو ایجاد کرنے کا گناہ ملتا ہے بلکہ جو جو لوگ اُس بُرے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے اُن کا بھی اس کو گناہ ملتا رہے گا۔ ریاضُ الصّالحین کا یہ باب **"اچھے یا بُرے کام کی بنیاد ڈالنے"** کے بارے میں ہے۔ عَلّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ کریمہ اور 2 اَحادیثِ مُبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس آیتِ مبارکہ میں کامل مؤمنین اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندوں کی دعا بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے، ان کا بڑا بنادے، ان کا لیڈر بنادے۔“ یہ بڑا بننا کیوں ہے؟ اس لیے ہے تاکہ ہم جو نیک کام کریں یا دین میں کوئی نیک اور اچھا طریقہ ایجاد کریں ہمیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی وہی نیک کام کریں اور اس اچھے طریقے کی اتباع کریں، عمل کا جذبہ حاصل کریں اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی نیکیوں والے کاموں میں لگ جائیں۔ حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”یعنی اے ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایسا امام اور پیشوا بنادے کہ لوگ ہماری (نیک اور اچھے اعمال میں) اقتداء کریں۔“ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ”یعنی ہمیں تقویٰ اور اہل تقویٰ یعنی مُتَّقِی لوگوں کا پیشوا بنادے کہ وہ ہماری اقتداء کریں۔“ حضرت سَیِّدُنَا مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”یعنی ہمیں ویسا امام اور پیشوا بنادے جیسا کہ ہم سے قبل لوگوں کو بنایا تھا کہ ہم نے ان کی اِقتداء کی اور ہمارے بعد آنے والے ہماری اقتداء کریں۔“[1]

اِمامت و پیشوائی کی طلب سے متعلق اہم وضاحت:

اگر امامت و پیشوائی طلب کرنا اس لیے ہے کہ میں نیکوں پرہیزگاروں کے لیے ایک مثال بنوں، آئیڈیل بنوں، ان کو صحیح نصیحت کرسکوں، صحیح بات بتاسکوں، تو یہ پیشوائی شریعت میں مطلوب و محمود اور اس کی دعا کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں خود ذکر فرمایا ہے۔ البتہ اگر امامت و پیشوائی کی ایسی طلب ہے جس کے اندر حُبِّ جاہ اور طَلَبِ شُہرت ہے تو یہ مذمُوم ہے۔ یعنی نیکوں و پرہیزگاروں کا پیشوا بننا تو ہے لیکن اپنی ذات کی اَنانیت کی وجہ سے، اپنے آپ کو بڑا شمار کرنے کے طور پر کہ جناب میں بڑا لیڈر ہوں، میں بڑا پیشوا ہوں، میں بڑا مذہبی قائد ہوں، میرے پیچھے اتنے لوگ ہیں، میرے ماننے والے اتنے ہیں، میرے چاہنے والے اتنے ہیں، میرے ساتھ محبت کرنے والے اتنے ہیں، اگر یہ پیشوائی اپنی ذاتی عِزَّت اور شُہرت چاہنے کے طور پر ہے تو یہ مذمُوم یعنی قابلِ مَذَمَّت، بُری اور مَمنُوع ہے۔ تفسیرِ خازن میں ہے کہ بعض مُفَسِّرین نے

---

1 . . . تفسیر طبری، پ ۱۹، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۴، ۹/۴۲۵۔

فرمایا: ”اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ دین میں (بغیر حُبِّ جاہ وطَلبِ شُہرت کے اس لیے) امامت وپیشوائی طلب کرنا (کہ لوگ نیک کاموں میں اِس کی اِتباع کریں یہ) مطلُوب اور مَرغُوب ہے۔“[1]

(2) ربّ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے والے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (پ۱۷، الانبیاء: ۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔

اِس آیتِ مبارکہ میں بھی اِس بات کا بیان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نیک پرہیزگار مُتَّقِی مسلمانوں کو دیگر مسلمانوں کا امام وپیشوا بنایا تاکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلائیں، نیک کاموں میں لوگ ان کی پیروی کریں، نیک اور اچھے طریقوں میں ان کی اتباع کریں، بُرے کاموں سے بچیں، الغَرض اَحکاماتِ اِلٰہیّہ میں اُن کی اِتباع واقتداء کریں۔ تفسیر طبری میں ہے: ”یعنی خیر کے کاموں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت و فرمانبرداری اور اُس کے اَوامِر ونَواہی میں (یعنی جن کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کا ربّ عَزَّوَجَلَّ نے حکم ارشاد فرمایا ہے اُن کاموں میں) اُن کی پیروی اور اِتباع کی جائے۔“ حضرت سَیِّدُنا قَتَادَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُنہیں امام بنایا تاکہ اُس کے اَحکامات میں اُن اِماموں وپیشوا حضرات کی اِقتداء کی جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے لوگ اُن کے ذریعے ہدایت پاتے ہیں اور وہ لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 171 — نیک یا بُرے عمل اِیجاد کرنے کی جزا یا سزا

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ

---

1. ...تفسیر خازن، پ۱۹، الفرقان، تحت الآیۃ: ۷۴، ۳/۳۸۱۔
2. ...تفسیر طبری، پ۱۷، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۳، ۹/۴۷۔

وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِمَا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ اِلٰى آخِرِ الْاٰيَةِ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①﴾ (پ۴، النساء: ۱) وَالْاٰيَةُ الْاُخْرٰى الَّتِيْ فِيْ آخِرِ الْحَشْرِ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (پ۲۸، الحشر: ۱۸) تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ، حَتّٰى قَالَ: وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ، حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا، وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ. (1)

قَوْلُهُ "مُجْتَابِي النِّمَارِ" هُوَ بِالْجِيْمِ وَبَعْدَ الْاَلِفِ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَالنِّمَارُ: جَمْعُ نَمِرَةٍ، وَهِيَ: كِسَاءٌ مِنْ صُوفٍ مُخَطَّطٌ، وَمَعْنٰى "مُجْتَابِيْهَا" اَيْ لَابِسِيْهَا قَدْ خَرَقُوْهَا فِيْ رُءُوْسِهِمْ. "وَالْجَوْبُ" اَلْقَطْعُ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨﴾ (پ۳۰، الفجر: ۹) اَيْ: نَحَتُوْهُ وَقَطَعُوْهُ. وَقَوْلُهُ "تَمَعَّرَ" هُوَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، اَيْ: تَغَيَّرَ. وَقَوْلُهُ: "رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّهَا اَيْ: صُبْرَتَيْنِ. وَقَوْلُهُ: "كَاَنَّهُ مُذْهَبَةٌ" هُوَ بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ، وَفَتْحِ الْهَاءِ وَالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ. قَالَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ. وَصَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ: "مُدْهُنَةٌ" بِدَالٍ مُهْمَلَةٍ وَضَمِّ الْهَاءِ وَبِالنُّوْنِ، وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ، وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ. وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَاءُ وَالْاِسْتِنَارَةُ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عَمرو جَریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی وقت میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

(1) ...مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او بكلمة طيبة، ص ۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷ بتغير قليل۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کچھ بے لباس لوگ آئے جنہوں نے اُون کی دھاری دار چادریں یا ٹاٹ کی چادریں پہنی ہوئی تھیں اوران کی گردنوں میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں، ان میں سے اکثر بلکہ سب کے سب قبیلہ مُضَر سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کو اِس فَقر وفاقہ کی حالت میں دیکھ کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرہ اَنور مُتَغَیَّر ہوگیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے اور حضرتِ سَیِّدُنا بِلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اذان کا حکم دیا، سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اذان دی اور اِقامت کہی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا اور یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ (پ۴، النساء:۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر یہ دوسری آیت پڑھی جو سورۂ حشر کے آخر میں ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (پ۲۸، الحشر:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا۔

پھر ارشاد فرمایا: ”لوگ اپنے دینار، درہم، کپڑوں، ایک صاع گندم، ایک صاع کھجوروں میں سے کچھ نہ کچھ صدقہ کریں اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔“ راوی فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ جنت نشان کو سننے کے بعد ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک تھیلی لائے جس کے وزن کی وجہ سے ان کا ہاتھ تھکنے والا تھا بلکہ تھک ہی چکا تھا۔ اس کے بعد لوگ دھڑا دھڑ اپنے صدقات بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے لگے یہاں تک کہ میں نے غلے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے اور میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ انور خوشی سے کُنْدَن (یعنی خالص سونے) کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اسلام میں کوئی نیک اور

اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اُسے اُس کا اَجر ملے گا اور بعد میں اُس پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اُسے اس کا گناہ ملے گا اور بعد میں اُس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ملے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔‘‘

مختلف الفاظ کے معانی: ﴿ ’’مُجْتَابِی النِّمَارِ‘‘: ’’نِمَار‘‘ ’’نَمِرَۃٌ‘‘ کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے: ’’اُون کی دھاری دار چادر۔‘‘ ﴿ ’’مُجْتَابِیْھَا‘‘ کا مطلب ہے کہ ’’انہوں نے چادروں میں سوراخ کرکے اپنے سروں پر ڈالی ہوئی تھیں۔‘‘ ﴿ ’’اَلْجَوْبُ‘‘ کا معنٰی ہے: ’’کاٹنا۔‘‘ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: ﴿وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ (پ ٣٠، الفجر: ٩) ترجمۂ کنزالایمان: ’’اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔‘‘ ﴿ ’’تَمَعَّرَ‘‘ کا معنٰی ہے: ’’رنگ بدل گیا۔‘‘ ﴿ ’’رَاَیْتُ کَوْمَیْنِ‘‘ میں ’’کَوْمَیْنِ‘‘ کو ’’کَوْمَیْنِ‘‘ کاف پر زبر اور ’’کُوْمَیْنِ‘‘ کاف پر پیش کے ساتھ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اس کا معنٰی ہے: ’’دو ڈھیر۔‘‘ ﴿ ’’کَاَنَّہٗ مُذْھَبَۃٌ‘‘ کو بعض نے ’’مُدْھُنَۃٌ‘‘ بھی ذکر کیا ہے لیکن صحیح اور مشہور پہلے والا ہے البتہ دونوں صورتوں میں معنٰی ایک ہی ہے یعنی: ’’چہرۂ انور کا روشن ہونا۔‘‘

رسولُ اللہ کی دو عظیم سُنّتیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے ابتدائی نصف حصے کا مضمون یہ ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبیلۂ مُضَر کے فَقر وفاقہ والے اصحاب کو دیکھ کر انتہائی غمزدہ ہوگئے حتی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ انور کا رنگ مُتَغَیَّر ہوگیا، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہاں موجود صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اُن کی مدد کرنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی، جب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اُن کی مدد کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دیکھ کر بہت ہی زیادہ خوش ہوگئے۔ اِس سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دو عظیم سنتوں کا پتا چلا: (1) ایک تو یہ کہ غریبوں کی مدد کرنا، اُن کا اِحساس کرنا، اُن کے غم میں شریک ہونا، اُن کے دکھ کو محسوس کرنا، جن کے پاس کھانے اور پہننے کو نہیں ہے اُن کی اِس حالت کا اپنے دل میں اِحساس کرنا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنّتِ مُبارکہ ہے۔ (2) دوسرا

یہ کہ غریبوں کی مدد کرنا اور اُس مدد پر خوش ہونا یہ بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنَّتِ مُبارکہ ہے۔

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا چہرۂ انور مُتَغَیَّر ہونے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قبیلہ مُضَر کے اُن تمام لوگوں کو شدید حاجت مند دیکھ کر اور اغنیاء مسلمانوں کا اُن کی مدد کر کے اُن سے ضرر کو دُور نہ کرنے کی وجہ سے چہرۂ اَنور مُتَغَیَّر ہوا کیونکہ شریعت نے خوش حال مسلمانوں پر مُحتاج مسلمان سے ضرر کو دُور کرنا اِس طور پر واجب کیا ہے کہ وہ اس بُھوکے مسلمان کو کھانا کھلائیں، بے لباس کو کپڑے پہنائیں۔ چونکہ قبیلہ مُضَر کے اُن مسلمانوں کی بھی یہی حالت تھی اور اَغنیاء مسلمان اُن کی حاجت روائی کی طرف مُتَوَجِّہ نہ ہو رہے تھے پس اِسی سبب سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ اَنور مُتَغَیَّر ہو گیا نہ کہ اُن کے فاقہ کو دیکھ کر کیونکہ فاقہ کرنا تو اِس اُمَّت کے صالحین کی شان ہے۔“[1]

نیک مَقاصِد کے لیے لوگوں کو جمع کرنا مُستَحَب ہے:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں اِس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کو نیک مُہِم کے لیے جمع کرنا، اُن کو وعظ کرنا، اچھی مَصلِحَتوں پر اُبھارنا اور اُن کو بُری باتوں سے ڈرانا مُستَحَب ہے۔ اس موقع پر یہ آیت تلاوت کرنے کا سبب یہ تھا کہ یہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو صدقہ پر اُبھارنے کے لیے زیادہ فائدے مند تھی کیونکہ اس آیت میں مسلمانوں کے حق کو اس طور پر مُؤَکَّد کیا گیا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“[2] (اور ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر حق ہوتا ہے کہ وہ استطاعت کی صورت میں اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے۔)

مسجد میں چندہ کرنے کی شرعی حیثیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں البتہ مَساجِد و مَدارِسِ اِسلَامِیَّہ وغیرہ دینی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فیمن سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ، ۱/ ۴۴۳، تحت الحدیث: ۱۷۳۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولوبشق تمرۃ، ۴/ ۱۰۲، الجزء السابع۔

کاموں کے لیے چندہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے اور اُس کی اَصل سُنَّت سے ثابت ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، عَظِیمُ البَرَکت، مُجَدِّدِ دِین وملّت، پَروانۂ شَمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ ج١٦، ص٤١٨ پر ارشاد فرماتے ہیں: "مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی عُلَمَاء نے منع فرمایا ہے۔" مزید فرماتے ہیں: "اور کسی دوسرے کے لیے مانگا یا مسجد خواہ کسی اور ضرورت دینی کے لیے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔" فتاویٰ رضویہ ج٢٣، ص١٢٧ پر ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں: "اُمورِ خَیر کے لیے مسلمانوں سے اس طرح چندہ کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ جو لوگ اِس سے روکتے ہیں (وہ اِس آیت): ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾﴾ (پ ٢٩، القلم: ١٢) ترجمۂ کنزالایمان: "بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار" میں داخل ہوتے ہیں۔" پھر اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا جَرِیر بِن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی مذکورہ بالا حدیثِ پاک بیان فرمائی۔ پیارے اسلامی بھائیو! مسجدوں، مدرسوں، اور مذہبی وسماجی اداروں کے چندہ کنندگان کے لیے چندے کے مسائل جاننا فرض ہے، چندے کے تفصیلی مسائل اور اس کی مختلف احتیاطوں کے بارے میں جاننے کے لیے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف "چندے کے بارے میں سوال جواب" کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

اچھے کام کو جاری کرنے، بُرے کام سے رُکنے کی ترغیب:

مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں اچھے اور نیک کام کو ایجاد کرنے اور اُسے جاری رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے نیز بُرے اور گناہ والے کاموں سے ڈرایا گیا ہے۔ نیز اِس بات کو بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ جو اچھے کام کی اِبتداء کرے گا، اُسے جاری کرے گا، اُسے اُس کے اپنے عمل کا تو ثواب ملے گا ہی لیکن اُس کے بعد جو بھی لوگ اُس اچھے و نیک کام کو کرتے رہیں گے اُن کا بھی ثواب اُس اچھے کام کی ابتداء کرنے والے کو ملتا رہے گا، اِسی طرح جو بُرے اور گناہ والے کام کی ابتداء کرے گا اُسے اُس کے اپنے عمل کا تو گناہ ملے گا ہی لیکن اُس کے بعد جو بھی لوگ اُس بُرے و گناہ والے کام کو کرتے رہیں گے اُن کا بھی گناہ اُس بُرے کام کی ابتداء کرنے

والے کو ملتا رہے گا۔

چنانچہ عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں ارشاد فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس اِرشاد میں اچھے کام کی ابتداء اور اچھے طریقے کو جاری کرنے اور باطل و قبیح کام ایجاد کرنے سے ڈرانے پر اُبھارا گیا ہے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شروع میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی تو ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک تھیلی لائے جس کے وزن کی وجہ سے اُن کا ہاتھ تھک گیا۔ پھر اُن کی پیروی کرتے ہوئے دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھی خیرات کی تو اِس فضیلت وعظمت کا سہرا اُس صحابی کے سَر جاتا ہے جو اِس نیک کام کی ابتداء کرنے والے تھے اور اُس بھلائی کا دروازہ کھولنے والے تھے۔ اِس حدیث پاک میں حضورِ اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس ارشاد: ”ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ کے حکم کی بھی تخصیص ہے کہ یہاں ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ سے اِیجاداتِ باطلہ اور بدعاتِ سیئہ ومذمومہ مُراد ہیں۔“[1] (کہ اچھا کام اِیجاد کرنا نہ صرف مَحمود یعنی قابلِ تعریف بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے بلکہ جو لوگ اُس پر عمل کرتے رہیں گے اُس نیک عمل ایجاد کرنے والے کو اُن تمام کا بھی ثواب ملتا رہے گا اور اُن کے اجر وثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔)[2]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے خوش ہونے کی وجہ:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خوش ہونے کی دو ۲ وجہیں ہیں: (1) ایک یہ کہ مسلمانوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ترغیب پر اپنے مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کیے اور صدقہ کرنے میں سخاوت کی۔ (2) دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس واقعے کے بعد اُس فَقر والے لشکر پر فُتُوحات کا دروازہ کھول دیا۔“[3]

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولوبشق تمرۃ، ۴/۱۰۴، الجزء السابع۔

2 ... بدعت کی تعریف، اس کی اقسام، ان کے تفصیلی احکام اور دیگر تفصیلات کے لیے اسی کتاب کا باب نمبر 18 ملاحظہ کیجئے۔

3 ... اکمال المعلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولوبشق تمرۃ۔۔۔الخ، ۳/۵۴۰، تحت الحدیث: ۱۰۱۷۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا جذبۂ جہاد:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مِرآۃ المناجیح میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''یعنی غُربت کی وجہ سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس سوائے ایک کمبل کے تَن ڈھکنے کو کوئی کپڑا نہ تھا اس کے باوجود غزوے اور جہاد کے شوقین تھے کہ تلواریں ہر ایک کے پاس تھیں۔ اُن کی فقیری سے خاطِرِ اَقدس کو بہت مَلال پہنچا جس کے آثار چِہرۂ اَنور پر نمودار ہوئے، کیوں نہ ہو بے نواؤں فقیروں کے غم خوار جو ہیں، ہم غریبوں پر وہ رَنج نہ کریں تو کون کرے؟ یہ حدیثِ پاک اس آیت کی تفسیر ہے: ﴿عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ (پ۱۱، التوبہ:۱۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: ''جن پر تمہارا مَشَقَّت میں پڑنا گراں ہے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''اِس حدیثِ پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1) ایک یہ کہ بَوقتِ ضرورت چندہ کرنا جائز ہے۔

(2) دوسرے یہ کہ مسجد میں دوسروں کے لیے سوال جائز ہے۔ جن احادیث میں مسجد میں مانگنے کی مُمانَعت ہے وہاں اپنے لیے مانگنا مُراد ہے لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف نہیں۔'' مزید فرماتے ہیں: ''فقراء کی حاجت رَوائی اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی خیرات پر خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی اُمَّت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور جو اللہ رسول کو راضی کرنا چاہے وہ فقیروں کی حاجت پوری کرے۔'' مزید فرماتے ہیں: ''مُوجِدِ خَیر (یعنی کسی اچھے کام کو اِیجاد کرنے والا) تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر پائے گا لہٰذا جن لوگوں نے عِلمِ فِقہ، فَنِ حَدیث، مِیلاد شریف، عُرسِ بزرگان، ذِکرِ خَیر کی مَجلِسیں، اسلامی مدرسے، طریقت کے سلسلے اِیجاد کیے اُنہیں قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔'' مزید فرماتے ہیں: ''یہاں اِسلام میں اچھی بدعتیں ایجاد کرنے کا ذکر ہے نہ کہ چھوڑی ہوئی سُنتیں زندہ کرنے کا جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے بِدعَتِ حَسَنَہ کے خیر ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہوا، یہ حدیث اُن تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعتوں کی بُرائیاں آئیں، صاف معلوم ہوا کہ بدعتِ سیئہ بُری ہے اور اُن احادیث میں یہی مُراد ہے۔ یہ حدیثِ پاک بدعت کی دو قسمیں فرما رہی ہے: (1) بِدعتِ حَسَنَہ اور (2)

بدعتِ سیئہ۔ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی، اُن لوگوں پر افسوس ہے جو اِس حدیثِ پاک سے آنکھیں بند کر کے ہر بدعت کو بُرا کہتے ہیں حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں۔ ”[1]

”سُنَّتوں پر عَمَل کرو“ کے 13 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 13 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تمام مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں، اُن کا مَشَقَّت یا تکلیف میں پڑنا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بہت گراں ہے۔

(2) وعظ ونصیحت یا بیان کرتے ہوئے موضوع کی مناسبت سے آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرنا سنت ہے۔

(3) نیک مَقاصِد کے لیے لوگوں کو جمع کرنا، وعظ ونصیحت کرنا، راہِ خدا میں خرچ کرنے پر اُبھارنا سنت ہے۔

(4) مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں البتہ مَساجِد ومَدارِس اِسلَامِیَّہ وغیرہ دینی کاموں کے لیے چندہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے اور اس کی اصل سنت سے ثابت ہے۔

(5) اِسی طرح کسی بھی کارِ خیر کے لیے چندہ مانگنے والے کو بِلَاوَجہِ شرعی روکنے کی مُمانَعت ہے۔

(6) غریبوں کی غُربت یا فَقر وفاقہ دیکھ کر اس پر غمگین ہونا اور اُن کی غُربت وفَقر کو دُور کرنے کے لیے اِقدامات کرنا، نیز اُن کی تکلیف دور ہونے پر خوشی کا اِظہار کرنا سنت سے ثابت ہے۔

(7) اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی مالی مُعاونت کرنا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(8) اگر کوئی شخص اسلام میں اچھا اور نیک طریقہ ایجاد کرے یا اس کی بنیاد رکھے تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور جو جو لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے ان کا بھی ثواب ملتا رہے گا اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

(9) اِسی طرح اگر کوئی شخص اِسلام میں بُرا اور گناہ والا طریقہ اِیجاد کرے یا اُس کی بنیاد رکھے تو اُسے اُس کا

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۹۵تا۱۹۷ ملتقطاً۔

گناہ ملے گا اور جو جو لوگ اُس پر عمل کرتے رہیں گے اُن کا بھی گناہ اُسے ملے گا اور اُس بُرا عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

(10) جن لوگوں نے مختلف دینی عُلُوم جیسے عِلمِ فِقہ، عِلمِ اُصُولِ فِقہ، عِلمِ تَفسیر، عِلمِ اُصُولِ تفسیر، عِلمِ حدیث، علمِ اُصولِ حدیث، مَدارِسِ اِسلَامِیَّہ، ان میں پڑھایا جانے والا دینی نصاب، مِیلاد شریف، عُرسِ بزرگانِ دین، ذِکرِ خَیر کی مَجلِسیں، طریقت کے سلسلے، تَصَوُّف وسُلُوک کی اہم باتیں وغیرہ ایجاد کیں انہیں قیامت تک اِن کا ثواب ملتا رہے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

(11) "ہر بدعت گمراہی ہے" سے مُراد ہر وہ نیا کام ہے جو خِلافِ شریعت، باطِل اور بدعتِ سیئہ ہو۔

(12) راہِ خُدا میں مال خرچ کرنے اور صدقہ کرنے، مسلمانوں کی مالی مُعاوَنَت کرنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا وخوشنودی ہے۔

(13) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، فقیروں کی حاجت روائی کرنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرائض وواجبات، سُنَن ومُستَحَبَّات کے ساتھ ساتھ نیک اور اچھے طریقوں پر عمل کرنے کی اور بُرے طریقوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں راہِ خدا میں خوب صدقہ وخیرات کرنے، مسلمانوں کی مالی مُعاوَنَت کرنے کی سَعادت نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:172 ہر ناحق قتل کا گناہ قابیل کے سر پر ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ آدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِنْ دَمِھَا لِاَنَّہٗ کَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ. [1]

---

[1] . . . بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اثم من دعا الی ضلالۃ۔۔۔الخ، ۴/ ۵۱۳، حدیث: ۷۳۲۱ بتغیر قلیل۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بِن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جسے بھی ظُلماً قتل کیا جاتا ہے تو حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے پہلے بیٹے کے حصے میں بھی اُس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اُس نے سب سے پہلے قتل کو ایجاد کیا۔''

یہ حدیث قواعدِ اسلامیّہ میں سے ہے:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: '' یہ حدیث قَوَاعِدِ اِسلَامِیَّہ میں سے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کسی نے بھی کوئی بُری چیز اِیجاد کی تو اُس پر اُس کا گناہ ہے اور قیامت تک اُس عمل میں جو بھی اُس کی پیروی کرے گا اُس کا گناہ اُس ایجاد کرنے والے کے سَر بھی ہوگا۔ اِسی طرح جس نے بھی کوئی اچھا عمل ایجاد کیا اُس کے لیے اُس کا اَجر و ثواب ہے اور قیامت تک جو بھی اُس پر عمل کرے گا اُس ایجاد کرنے والے کو بھی اُس کا ثواب ملے گا۔''[1]

ناحق قتل کی قرآنِ پاک میں مذمّت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًاؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًاؕ (پ٦، المائدۃ: ٣٢)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس آیتِ مبارکہ کے تحت نورُالعِرفان میں فرماتے ہیں: ''ظلماً قتل بہت سے گناہوں کا باعث ہے کہ اسی قتل کی وجہ سے قابیل نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہوا اور بنی اسرائیل نے بہت ناحق قتل کیے۔ انبیائے کرام کو شہید کیا۔ اس (آیتِ مبارکہ) سے معلوم ہوا کہ گناہ کا ایجاد کرنا زبردست گناہ ہے اور نیکی کا ایجاد کرنا زبردست نیکی ہے۔

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب القسامۃ، باب بیان اثم من سن القتل، ٦/١٦٦، الجزء احد عشر۔

اس سے اشارۃً بدعتِ سیئہ اور حسنہ کی تقسیم معلوم ہوئی کیونکہ مُوجِدِقتل کو تمام جہان کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا، ایسے ہی جو ایک جان کو بچائے اور پھر لوگ اس کی دیکھا دیکھی جانیں بچانا شروع کر دیں تو ان سب کی نیکیوں میں اس مُوجِد کا بھی حصہ ہو گا لہٰذا ہر نیک و بد کام کے اِیجاد کا یہی حال ہے۔‘‘[1]

ناجائز کام میں مدد کرنا بھی ناجائز ہے:

نیکی پر مدد کرنے والا نیک کام کرنے والے کی مثل اور بُرائی پر مدد کرنے والا بُرے کام کرنے والے کی مثل ہے۔ چنانچہ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَهَّاب فرماتے ہیں: ’’یہ حدیثِ پاک اِس قاعدے کی اَصل ہے کہ حرام کام میں مدد کرنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (پ۶، المائدۃ: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: ’’اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔‘‘ اور یقیناً نیکی پر مدد کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل اور بُرائی پر مدد کرنے والا بُرائی کرنے والے کی مثل ہے۔‘‘[2]

حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کا پہلا بیٹا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں ’’اِبنِ آدم‘‘ کے ساتھ لفظ ’’اَوَّل‘‘ آیا ہے جس سے بعض شارِحین نے اس بات پر اِستدلال کیا ہے یہ قتل کرنے والا حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کا سب سے پہلا بیٹا ہے، لیکن کئی شارِحین و مُفَسِّرِینِ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے اس بات کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ پہلا بیٹا نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا یہ واقعہ کئی اولادوں کے بعد ہوا تھا البتہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کا یہ وہ سب سے پہلا بیٹا ہے جس نے پہلا قتل کیا۔[3]

قاتل کا نام اور قتل کی جگہ:

(1) حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کے جس بیٹے نے سب سے پہلے قتل کیا اس کے نام میں عُلَمائے

---

1 ... نورالعرفان، پ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۲۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب القسامۃ، باب بیان اثم من سن القتل، ۵/ ۴۷۸، تحت الحدیث: ۱۶۷۷۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱/ ۴۶۷، تحت الحدیث: ۲۱۱ ملخصاً۔

کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا اختلاف ہے لیکن اکثر کے نزدیک درست یہی ہے کہ اس کا نام ”قابیل“ تھا۔[1]

(2) جس جگہ یہ قتل ہوا اس مقام میں بھی عُلَمَائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا اختلاف ہے لیکن عَلَّامَہ بَدرُ الدِّین عَینی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ ہابیل کو ہِند میں جَبَلِ نَوذ پر قتل کیا گیا ہے اور یہی قول درست ہے۔“[2]

ہابیل و قابیل کا تفصیلی واقعہ:

حضرت سَیِّدَتُنا حَوَّاء رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے ہر حمل سے ایک بچہ اور ایک بچی پیدا ہوتی تھی سوائے حضرت سَیِّدُنا شِیث عَلَیْهِ السَّلَام کے کہ یہ تنہا پیدا ہوئے۔ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے سو100 سال گزر چکے تو قابیل اور اُس کی جڑواں بہن ”اَقلیمہ“ پیدا ہوئے، اِن کے بعد ہابیل اور اُن کی جڑواں بہن ”لیُوذا“ پیدا ہوئے۔ بَوَجہِ ضرورت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے نکاح کر دیا جاتا۔ البتہ یہ جائز نہیں تھا کہ ایک ہی حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا ایک ساتھ نکاح کیا جائے۔ جب یہ چاروں بالغ ہوگئے تو حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام نے چاہا کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کر دیں۔ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی اس کی بہن اقلیمہ چونکہ بہت حسین و جمیل تھی، اس لیے وہ چاہتا تھا کہ اقلیمہ سے اس کا نکاح کر دیا جائے حالانکہ یہ اُن کی شریعت میں جائز نہ تھا۔ جب وہ اِس بات پر بضد ہوا تو حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام نے حکم دیا کہ دونوں اِس مسئلے کے حل کے لیے اپنی اپنی قربانی ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کریں، جس کی قربانی مقبول ہوگی اقلیمہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔

اُس دور میں یہی طریقہ رائج تھا اور جس کی قربانی ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہوتی آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی اور اس کی قربانی کو کھا جاتی۔ قابیل کاشت کار تھا اور ہابیل کے پاس بکریاں تھیں۔ قابیل نے

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی: ومن احیاھا، ١٣/ ١٦٤، تحت الحدیث: ٦٨٦٧۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ۔۔۔الخ، ١١/ ١٨، تحت الحدیث: ٣٣٣٥۔

سب سے ردی غلے کا ایک ڈھیر قربانی کے لیے پیش کیا اور اپنے دل میں سوچا کہ مجھے پرواہ نہیں میری طرف سے قبول ہو یا نہ ہو کیونکہ شرعاً تو ہابیل ہی میری بہن سے شادی کرے گا۔ہابیل نے ایک موٹا تازہ مینڈھا، دودھ اور مکھن قربانی کے لیے پیش کیا اور دل میں یہ سوچا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جو فیصلہ فرمائے گا میں اس پر راضی ہوں۔اس زمانے کے دستور کے مطابق آسمان سے سفید آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کھا گئی، لہٰذا ہابیل سے قابیل کی بہن اقلیمہ کا نکاح ہونا طے پا گیا جو درحقیقت پہلے ہی طے تھا۔اِس سے قابیل کے دل میں ہابیل کی دشمنی پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہابیل کا وہ مینڈھا زندہ جنت میں اٹھا لیا گیا اور جنت ہی میں رہا یہاں تک کہ حضرت سَیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی قربانی میں وہی مینڈھا فدیہ بنا۔[1]

ناحق قتل کرنے والے قابیل کے پیروکار ہیں:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سب سے پہلا قاتل قابیل اور سب سے پہلا مقتول ہابیل ہے۔چونکہ قابیل وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اب جو بھی اس کے بعد (ناحق) قتل کرے گا، وہ اس کی اقتداء کرنے والا ہو گا، اب چاہے وہ ایک واسطے سے قتل کرے یا کئی واسطوں سے۔“[2]

ایک اہم وضاحت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ (پ ٢٢، فاطر: ١٨)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

آیتِ مبارکہ کو پڑھنے کے بعد بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس آیتِ مبارکہ اور مذکورہ حدیثِ پاک

---

1 . . . نزہۃ القاری، ۴/ ٣٦٨ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فیمن سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ، ١/ ٤٤٨، تحت الحدیث: ١٧٤۔

میں تعارُض ہے کہ ”آیتِ مبارکہ میں اِس بات کا بیان ہے کہ کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی جبکہ حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ بُرا طریقہ ایجاد کرنے کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا گناہ بھی اس بُرا طریقہ ایجاد کرنے والے کو ملے گا۔“ جبکہ حقیقتاً ان دونوں میں کوئی تعارُض نہیں ہے، آیتِ مبارکہ کا معنٰی یہ ہے کہ کل بروزِ قیامت کسی کی دوسرے کے گناہوں کے عِوض پکڑ نہ کی جائے گی البتہ وہ لوگ اس حکم سے خارج ہیں جن کے سبب دیگر لوگ گمراہ ہوئے کہ ان کی دیگر لوگوں کو گمراہ کرنے کے سبب پکڑ کی جائے گی، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَہُمۡ وَ اَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِہِمۡ ۫ ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ۔ (پ ۲۰، العنکبوت: ۱۳)

چنانچہ صَدرُ الاَفاضِل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی پارہ ۲۲، سورہ فاطر، آیت نمبر ۲۲ کے تحت ”خزائنُ العرفان“ میں فرماتے ہیں: ”معنٰی یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر ایک جان پر اسی کے گناہوں کا بار ہو گا جو اس نے کیے ہیں اور کوئی جان کسی دوسرے کے عِوض نہ پکڑی جائے گی البتہ جو گمراہ کرنے والے ہیں اُن کے گمراہ کرنے سے جو لوگ گمراہ ہوئے اُن کی تمام گمراہیوں کا بار ان گمراہوں پر بھی ہو گا اور ان گمراہ کرنے والوں پر بھی جیسا کہ کلامِ کریم میں ارشاد ہوا: ﴿وَ لَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَہُمۡ وَ اَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِہِمۡ﴾ (پ ۲۰، العنکبوت: ۱۳) اور در حقیقت یہ اُن کی اپنی کمائی ہے دوسرے کی نہیں۔“

بُرا کام ایجاد کرنے والے کی مثال اور توبہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک کے مضمون سے یہ واضح ہوا کہ جو شخص کسی بھی بُرے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اُس بُرے طریقے کو اِیجاد کرنے والے اور اُس پر عمل کرنے والے کو اپنے اُس عمل کا تو گناہ ملے گا لیکن ساتھ ہی اُن تمام لوگوں کے عمل کا بھی اُسے گناہ ملے گا جو اس طریقے پر عمل کر کے گناہ میں مبتلا ہوئے۔ مثلاً کوئی شخص مَعَاذَ اللہ گانے باجے کی تباہ کاریوں میں ملوث تھا، اس نے اپنے گانوں کا ایک البم یا سی ڈی وغیرہ جاری کر دی۔ اب اس گانے والے کو تو اپنے اس گانے اور البم یا سی ڈی وغیرہ جاری

کرنے کا گناہ ملے گا لیکن اُس البم یا سی ڈی وغیرہ کو جو جو لوگ سنتے رہیں گے اُن تمام کا گناہ بھی اسے ملتا رہے گا کیونکہ اُس بُرے کام کو اِسی نے ایجاد کیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کاروبار کے اندر دھوکہ فراڈ، چوری، خیانت وغیرہ کرتا ہے، لوگوں کو یہ تمام گناہ سکھاتا ہے اور دیگر لوگ بھی اُس سے سیکھ کر اِن تمام گناہوں میں ملوث ہوجاتے ہیں تو اِسے اپنے اِن تمام بُرے اعمال کا تو گناہ ملے گا لیکن جو لوگ اِس کے سکھانے کی وجہ سے اِن تمام گناہوں میں ملوث ہوئے اُن کو اُن کے عمل کا گناہ ملنے کے ساتھ ساتھ اِسے بھی اُن کا گناہ ملتا رہے گا۔

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بُرا طریقہ اِیجاد کرنے والا یا جس کے سبب لوگ کسی بُرے طریقے پر عمل کرنا شروع کردیں، اگر اُسے اپنے اُس بُرے عمل پر شرمندگی ہوئی، نَدامت ہوئی اور اُس نے اُس بُرے طریقے یا عمل سے توبہ کرلی تو کیا اب بھی اُن لوگوں کا گناہ اُسے ملتا رہے گا جو لوگ اُس کے ایجاد کردہ بُرے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے؟ جی نہیں! اگر اُس شخص نے اپنے اُس برے عمل یا طریقے سے توبہ کرلی، اُس پر ندامت اختیار کی، حَتَّی الْمَقْدُور اپنے اُس بُرے عمل کے خاتمے کی کوشش کی تو اب اُسے دیگر لوگوں کے عمل کا گناہ نہیں ملے گا کیونکہ کسی گناہ پر نادم ہونا اُس گناہ سے توبہ ہے اور کسی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں، لہٰذا اب جو لوگ اُس پر عمل کریں گے اُنہیں اپنے عمل کا گناہ ملے گا اِسے اُن کے عمل کا کوئی نقصان نہ ہوگا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا **ابُوعُبَیْدَہ بن عبداللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ** یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“ ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا: ”**اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ** یعنی ندامت توبہ ہے۔“[1]

گلوکار کیسے سُدھرا۔۔۔؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! گناہوں سے توبہ کرنے، اُن سے چھٹکارہ پانے کا ایک بہترین ذریعہ اچھی صُحبت بھی ہے کہ صُحبت اپنا اثر رکھتی ہے، اچھی صُحبت اچھا بنادیتی ہے اور بُری صُحبت بُرا۔ تبلیغِ قرآن وسنت

---

1 . . . ابن ماجۃ، کتاب الزھد، باب ذکر توبۃ، ۴/۴۹۱، حدیث: ۴۲۵۰، ۴/۴۹۲، حدیث: ۴۲۵۲۔

کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کا مشکبار مدنی ماحول بھی اچھی صحبت فراہم کرتا ہے، اس مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر بے شمار ایسے لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی جو اپنی سابقہ زندگی نہ صرف گناہوں میں گزار رہے تھے بلکہ اُن کے گناہوں بھرے بُرے طریقوں پر عمل کر کے دیگر لوگ بھی اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر رہے تھے۔ آپ بھی دعوتِ اسلامی کے مشکبار مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا مدنی ذہن بنے گا۔ ترغیب کے لیے ایک بہار پیشِ خدمت ہے:

حیدر آباد دکن (ہند) کے 26 سالہ نوجوان کے تحریری بیان کا خلاصہ ہے کہ میں گناہوں کی پُرخار وادیوں میں بھٹک رہا تھا، عملی حالت بہت خراب تھی **پڑوسیوں کو ستانا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر ان سے جھگڑا کرنا، کلب کے بے ہودہ ماحول میں وقت برباد کرنا، موڈلنگ کرنا، داڑھی منڈوانا،** نت نئے **فیشن** اپنانا اور گھر والوں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا میری روزمرہ زندگی کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ انہی عاداتِ بد کی وجہ سے پڑوسی اور اہلِ محلہ اپنے **بچوں کو میری صُحبت تو صُحبت میرے سائے سے بھی دور رکھتے** اور مجھے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے، مگر مجھ پر ان کے اس برتاؤ کا کچھ اثر نہ ہوتا۔

ان تمام بری خصلتوں کے ساتھ ساتھ فنکاری اور گلوکاری کا بھوت ہر وقت میرے سر پر سوار رہتا اور اپنے اس مقصد میں کامیابی کے لیے تو میں رات دن تگ و دو کرتا رہتا، بالآخر مجھے کامیابیاں ملنے لگیں لہٰذا میں **اسٹیج ڈراموں اور مختلف ٹی وی چینلز کے پروگراموں میں اپنی مسحور کُن آواز سے لوگوں کو متاثر کرنے لگا۔** جب لوگ مجھے دادِ تحسین سے نوازتے تو میں خوشی سے پُھولا نہ سماتا اور جس روز مجھے "تیلگو" فلم میں ہیرو کے ساتھ ایک فلمی رول ادا کرنے کا موقع ملا اس روز تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا کیونکہ یہ میرا برسوں پرانا خواب تھا جو اب شرمندۂ تعبیر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ غرض روز بروز کی بڑھتی ہوئی شہرت نے مجھے اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ میں انجامِ آخرت سے یکسر غافل ہو کر شب و روز گناہوں سے نامۂ اعمال سیاہ کر رہا تھا، مگر قربان جایئے دعوتِ اسلامی کے مُشکبار مدنی ماحول پر کہ جس نے مجھ گنہگار و بدکار کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی

سے بچا کر نیکی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ میری اصلاح کا سبب کچھ اس طرح بنا کہ ایک دن مدنی ماحول سے منسلک ایک اسلامی بھائی سے میری ملاقات ہوگئی، انہوں نے نہایت گرم جوشی سے ملاقات کے بعد بڑی اپنائیت سے میری خیریت دریافت کی، ان کے اس اندازِ دل رُبائی نے مجھے متأثر کر دیا یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع کی پر خلوص دعوت پیش کی تو میں انکار نہ کر سکا اور سنّتوں بھرے اجتماع میں شریک ہو گیا۔ **وہاں متعدد اسلامی بھائیوں اور خاص طور پر نوجوانوں کو سفید لباس میں ملبوس سروں پر سبز سبز عماموں کے تاج سجائے دیکھ کر میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی** اور یہ سوچ کر اپنے آپ پر ندامت ہونے لگی کہ آخر یہ بھی تو میری طرح نوجوان ہیں مگر انہوں نے **"جوانی دیوانی ہوتی ہے"** کے مصداق میری طرح اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو نادانی والے کاموں میں برباد کرنے کے بجائے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ خیر میں بھی ان عاشقانِ رسول کے قُرب کی برکتیں لوٹنے لگا۔ **یہاں مجھے وہ قلبی سکون ملا جو آج سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔**

اجتماع کے اختتام پر ایک مُبَلِّغِ دعوتِ اسلامی نے مجھ پر انفرادی کوشش کی تو ان کے ترغیب دلانے پر میں راہِ خدا میں مدنی قافلے کا مسافر بن گیا۔ قافلے میں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا اور یوں میری زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی آنے لگی مگر اس سب کے باوجود ابھی تک **میرے دل و دماغ سے عالمی شہرت یافتہ گلوکار اور فنکار بننے کا خمار مکمل طور پر نہیں اترا تھا**۔ ایک روز ایک مبلغ دعوتِ اسلامی نے مجھے شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے بیان کی کیسٹ بنام **"مُردے کی بے بسی"** تحفۃً دی جسے سن کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ میرے جسم کا رُواں رُواں کانپ اُٹھا، گناہوں پر ندامت کی وجہ سے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ موت کے مراحل میری نظروں میں گھومنے لگے اور مجھ پر یہ بات آشکار ہو گئی کہ عنقریب اس دنیائے فانی کی تمام تر آسائشیں چھوڑ کر مجھے بھی مرنا ہے اور گھپ اندھیری قبر میں اترنا ہے، دولت و شہرت نہ تو قبر و آخرت میں میرے کچھ کام آئے گی اور نہ ہی عذابِ نار کا حقدار بننے سے مجھے بچا پائے گی۔ یقیناً زندگی بھر کے کرتوتوں کا حساب میری گردن پر ہو گا، اگر گلوکاری اور فنکاری کی حالت میں مر گیا تو

میرا کیا بنے گا؟ میں نے اس بیان کو متعدد بار سنا مگر ہر بار دل میں ایک مدنی انقلاب محسوس کیا بالآخر اس بیان کی برکت سے میں نے اپنے تمام سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کی اور دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ سے بیعت ہو کر غوث پاک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اس کے بعد بھی میں نے کئی مرتبہ یہ بیان سنا لیکن جب جب سنتا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ مجھ جیسا گناہگار جو کل تک نمازوں کی ادائیگی کے معاملے میں سستی کا شکار تھا، آج نہ صرف خود نمازی بن گیا تھا بلکہ دوسروں کو نمازیں پڑھانے والا بن گیا۔ مدنی انعامات پر عمل اور مدنی قافلوں میں سفر میرا معمول بن گیا۔ میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّتوں پر عمل کا کچھ ایسا جذبہ ملا کہ میں نے اپنا چہرہ پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری سنّت (داڑھی شریف) سے مزیّن کر لیا۔ سر پر سبز عمامے شریف کا تاج سجا کر سفید مدنی لباس میں ملبوس رہنے لگا۔ میرے تمام گھر والے اور پڑوسی حیران تھے کہ آخر اسے کیا ہو گیا، اس کی زندگی میں اس قدر بڑی تبدیلی کیسے رونما ہو گئی؟ مگر انہیں کیا خبر کہ یہ انقلابِ پُر اثر میرے پیر و مرشد امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے فیضانِ نظر کا کرشمہ تھا۔ تادمِ تحریر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ حیدر آباد (ہند) میں شہر مشاورت کے رکن کی حیثیت سے دعوتِ اسلامی کے مدنی کاموں کی ترقی کے لیے کوشاں ہوں۔[1]

آتش میں نہ جلوں گا فردوس میں رہوں گا
جاؤں گا خلد کہہ کر عطار رہنما ہیں

خواجہ غریب نواز کی چھٹی شریف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اس حدیثِ پاک میں اسلام کا ایک بہت بڑا قاعدہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی بھی اچھا یا بُرا ایسا عمل

---

1 ... گلوکار کیسے سدھرا؟، ص۵۔

ایجاد کرے جس کی لوگ اتباع کریں، اس پر عمل کریں تو ان کے عمل کی اچھی یا بری جزا میں وہ شخص بھی شریک ہو گا جس نے وہ کام سب سے پہلے کیا ہو گا۔

(2) قتل ناحق اور ظلماً قتل کی اسلام میں بہت مَذَمَّت بیان کی گئی ہے اور اسے پوری انسانیت کے قتل سے تعبیر فرمایا گیا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کا اس سے بچنا لازم و ضروری ہے۔

(3) سب سے پہلا قتل ناحق چونکہ قابیل نے کیا تھا اس لیے اب قیامت تک جو بھی ناحق قتل ہوتے رہیں گے ان سب کے گناہ میں قابیل کا بھی حصہ ہو گا۔

(4) جس طرح جائز کام میں مدد کرنا جائز اور شرعاً مطلوب ہے اسی طرح ناجائز کام میں مدد کرنا بھی ناجائز اور شرعاً مذموم یعنی قابلِ مَذَمَّت ہے۔

(5) بُرا کام ایجاد کرنے والا اگر بعد میں اس بُرے کام سے سچی توبہ کرلے تو اب اس بُرے کام پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں وہ شریک نہ ہو گا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(6) اس حدیثِ مبارکہ میں ہمارے لیے بے شمار عبرت کے مدنی پھول ہیں کہ ہمیں کسی بھی بُرے کام کو ایجاد کرنے یا رواج دینے سے بچنا چاہیے کہ اس میں دنیا وآخرت دونوں کا نقصان ہے، نیز بُرے طریقوں سے بچتے ہوئے انہیں ختم کرنا اور اچھے طریقوں کو ایجاد کرنا اور مسلمانوں میں رائج کرنا ایک اچھا عمل ہے۔

یااللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی تمام بُرے طریقوں سے نجات عطا فرما، اچھے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں کا عامل بنا، ہمیں نیک پرہیز گار، ماں باپ کا فرمانبردار، نمازی، سنتوں کا پابند اور سچا پکا عاشقِ رسول بنا، ہماری ہمارے ماں باپ اور ساری اُمَّتِ مُسْلِمَہ کی مغفرت فرما، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:20

بَھلائی یا گُمراھی کی دَعوَت کا بیان

بھلائی پر رَہنمائی کرنے اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانے کا باب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دینِ اسلام ایک ایسا کامل دین ہے جو تمام فِطری اور طَبعی تقاضوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، انسانی فطرت اپنی بنیادی تخلیق کے لحاظ سے اچھی خَصلتوں اور عادات کو پسند کرتی ہے جبکہ اَعمالِ قبیحہ اور خَصائل رَذِیلہ سے اُکتاہٹ مَحسوس کرتی ہے۔ خود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی انسان کو اچھائیوں کو اختیار کرنے اور بُرائیوں سے کنارہ کَشی کرنے کا حکم دیا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں مَبعُوث فرمایا اوران پاک ہستیوں کو یہ ذمہ داری عطا فرمائی کہ وہ انسان کو اپنے خالقِ حقیقی کی بندگی کادرس دیں، اُنہیں نیکی کی دعوت دیں اور بُرائی سے منع کریں، نیز عِلمِ دِین کی روشنی سے اُن کے دِلوں کو مُنَوَّر فرمائیں۔ لیکن جہاں اَنبیاء ورُسُل بھلائی اور ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے اِس عالَم میں مَبعُوث کیے گئے وہیں ابلیس بھی بارگاہِ ایزدی سے مَرْدُود و نامُراد ہو کر بندگانِ خدا کو گمراہی کی طرف دھکیلنے آ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں اور بھلائیوں کی جانب رہنمائی کرنا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا طریقہ اور گناہوں و بُرائیوں کی طرف بلانا شیطان کا طریقہ ہے۔ نیز اچھے اَعمال کی طرف رہنمائی کرنے والے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے طریقے پر اور بُرے اَفعال کی دعوت دینے والے شیطان کے طریقے پر ہیں۔ جس طرح نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے ثواب جاریہ کے مُستَحِق ہیں اِسی طرح بُرائیوں پر دلالت کرنے والے گناہِ عظیم کے مُستَحِق ہیں۔

رِیاضُ الصالحین کا یہ باب بھی **"بھلائی پر رَہنمائی کرنے، ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانے"** کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیاتِ کریمہ اور 4 اَحادیثِ مُبارَکہ بیان فرمائی ہیں، اس باب میں ان آیات کی تفسیر اور اَحادیث کی تشریح کے ساتھ ساتھ اچھائی کی جانب دلالت اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے کی اہمیت، اس کی فضیلت، اس کی اقسام، بُرائی کی طرف رہنمائی کی مَذَمَّت اور اُس کے نُقصانات بھی بیان کیے جائیں گے۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) کفار و مشرکین کو اسلام کی دعوت دو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ (پ ۲۰، القصص: ۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی طرف بلاؤ۔

حضرت سَیِّدُنا اِسماعیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ”لوگوں کو اپنے ربّ کی عبادت اور اس کی توحید کی طرف بلاؤ۔“[1] امام فَخْرُ الدِّین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”اپنے ربّ کے دین کی طرف بلاؤ۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ کُفّار اور مُشْرِکین کو اسلام کی دعوت دینے میں شِدَّت اختیار کرو۔“[2] (یعنی انہیں بھرپور دعوت دو۔)

(2) لوگوں کو حکمت سے ربّ تعالیٰ کی طرف بلاؤ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (پ ۱۴، النحل: ۱۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اپنے ربّ کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

حضرت سَیِّدُنا ابُو لَیْلٰی اَشْعَری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے اَئِمَّہ کی اطاعت کو لازم پکڑ لو اور ان کی مخالفت نہ کرو، بے شک ان کی اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہے۔ بے شک مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو اس کے راستے کی طرف حِکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلاؤں، پس جس نے بھی اس معاملے میں میری مخالفت کی تو وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے ذِمّے سے بَری ہو گیا اور جس شخص کو تمہارے کسی معاملے میں حاکِم بنایا گیا اور اس نے اس کے بَرعَکس کام کیا (یعنی ناحق فیصلہ کیا) تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ، فرشتوں اور تمام لوگوں

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۸۷، ۶ / ۴۴۳۔

2 . . . تفسیر کبیر، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۸۷، ۹ / ۲۰۔

کی لعنت ہے۔"[1]

حافظ عِمَادُ الدِّین اِبنِ کَثِیر دِمَشْقِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیتِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: "اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مُجتبےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کو حِکمت کے ساتھ اس کی طرف بلائیں۔" امام ابنِ جَرِیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "حِکمت سے مُراد وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کتاب و سنت سے نازل فرمایا ہے اور اچھی نصیحت سے مُراد ایسا وَعظ ہے جس میں ڈَر (یعنی خوف) اور گزشتہ اُمَّتوں کے واقعات ہوں، اِن لوگوں کو اِس کے ذریعے نصیحت کرو تاکہ وہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے بچیں۔"[2]

صدرُ الاَفاضِل حضرتِ عَلَّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیمُ الدِّین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیرِ خزائنُ العرفان میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی خَلق کو دینِ اسلام کی دعوت دو۔ پکی تدبیر سے وہ دلیلِ مُحکَم مُراد ہے جو حق کو واضِح اور شُبہات کو زائل کردے اور اچھی نصیحت سے ترغیبات و تربیبات مُراد ہیں۔"[3]

(3) نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (پ۶، المائدۃ: ۲)

اِمام جَلَالُ الدِّین سُیُوطِی شافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی تفسیرِ دُرِّ مَنْثُور میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "بِرّ یعنی بھلائی سے مُراد (اُن کاموں کا کرنا ہے) جن کا حکم دیا گیا ہے اور تقویٰ یعنی پرہیزگاری سے مُراد (اُن کاموں سے رُکنا ہے) جن سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا اِمام اَحمد، عَبد بن حُمَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی

---

1. ... تفسیر درمنثور، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۵/۱۷۸۔
2. ... تفسیر ابن کثیر، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۴/۵۲۶۔
3. ... خزائن العرفان، پ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۱۲۵۔

عَلَیۡہِمَا نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں اور سَیِّدُنَا اِمام بُخاری عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی اپنی تاریخ میں حضرت سَیِّدُنَا وابِصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں، فرمایا: میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدمَتِ بابَرَکت میں حاضر ہوا اور میں نے یہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ نیکی اور گناہ میں سے ہر ایک کے بارے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کروں گا۔ جیسے ہی میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے دِلی ارادے کے بارے میں خبر دیتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ”**یَا وَابِصَۃُ أُخْبِرُکَ عَمَّا جِئْتَ تَسْأَلُ عَنْهُ أَمْ تَسْأَلُ**؟“یعنی اے وابصہ! کیا میں تمہیں بتادوں کہ تم مجھ سے کیا سوال کرنے آئے ہو یا تم خود ہی سوال کرو گے؟“ میں نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ ہی ارشاد فرمادیجئے۔“ فرمایا: ”تم نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو۔“ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی تین انگلیوں کو جمع فرمایا اور انہیں میرے سینے میں مارتے ہوئے فرمایا: ”اے وابِصہ! اپنے دل سے فتویٰ طلب کر، اپنے نفس سے فتویٰ طلب کر، نیکی وہ ہے جس سے دل اور نفس مُطمئِن ہو جائے، گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے سینے میں شک پیدا کرے، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں اور تو فتویٰ دیا جائے۔“[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(4) مسلمانوں کا ایک گروہ بھلائی کی طرف بلاتا رہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (پ۴، اٰل عمران: ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں۔

حافِظ عِمادُ الدِّین اِبنِ کَثِیر دِمَشقی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی اس آیتِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔“ حضرت سَیِّدُنَا اِمام محمد باقِر رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ

[1] ۔۔۔ تفسیر درمنثور، پ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۳/۱۱۔

تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”خیر سے مراد قرآنِ کریم اور میری سنت کی اتباع کرنا ہے۔“ اوراس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اِس اُمَّت میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اِسی کام میں مَشغول رہے، اگرچہ اُمَّت میں سے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق بھلائی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کرے۔“ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو بُرائی دیکھے اُسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اُسے بُرا خیال کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“[1]

نیکی کا حکم دینا، بُرائی سے روکنا بہترین جہاد ہے:

تفسیرِ خزائنُ العرفان میں ہے: ”اس آیت سے **اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر** (یعنی نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے) کی فرضیت اور اِجماع کے حُجَّت ہونے پر اِستدلال کیا گیا ہے۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں (بُرائیوں) سے روکنا بہترین جہاد ہے۔“[2]

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیرِ نعیمی میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”اے مسلمانو! تم سب کو ایسا گروہ ہونا چاہیے یا ایسی تنظیم بن کر رہو جو تمام ٹیڑھے (بگڑے ہوئے) لوگوں کو خیر (بھلائی) کی دعوت دیں، کافروں کو ایمان کی، فاسِقوں کو تقوے کی، غافلوں کو (غفلت سے) بیداری کی، جاہلوں کو علم و معرفت کی، خشک مِزاجوں کو لَذَّتِ عشق کی، سونے والوں کو بیداری کی اور اچھی باتوں، اچھے عقیدوں، اچھے عملوں کا زبانی، قلمی، عملی، قوت سے، نرمی سے، گرمی سے حکم دے اور بُری باتوں، بُرے عقیدے، بُرے کاموں، بُرے خیالات سے لوگوں کو (اپنے اپنے منصب کے مطابق) زبان، دل، عمل، قلم، تلوار سے روکے، سارے مسلمان مُبَلِّغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا

---

1 . . . تفسیر ابن کثیر، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۲/ ۷۸۔

2 . . . خزائن العرفان، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴۔

حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 173

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَنْصَارِیِّ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو مَسْعُود عُقْبَہ بِن عَمْرو اَنصاری بدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "جس نے کسی نیکی کی طرف رہنمائی کی تو اس کے لیے نیکی کرنے والے کی مثل اجر ہے۔"

مذکورہ حدیثِ پاک کا پَس مَنظَر:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی "**دلیلُ الفالِحین شرح ریاض الصالحین**" میں مسلم شریف کے حوالے سے مذکورہ حدیثِ پاک کا پس منظر حضرت سَیِّدُنا اَبُو مَسْعُود عُقْبَہ بِن عَمْرو اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اَکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میری سواری تھک گئی ہے، میرے لیے کسی متبادل سواری کا انتظام فرما دیجئے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میرے پاس تو فی الحال کوئی سواری نہیں ہے۔" ایک صحابی نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اسے اس شخص کے بارے میں بتا سکتا ہوں جو اسے متبادل سواری دے سکتا ہے۔" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی نیکی کی طرف رہنمائی کی تو اس کے لیے نیکی کرنے والے کی مثل اجر ہے۔"[3]

---

1 . . . تفسیر نعیمی، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۴ / ۷۲ ملخصًا۔

2 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی۔۔۔الخ، ص ۱۰۵۰، حدیث: ۱۸۹۳۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالۃ علی الخیر۔۔۔الخ، ۱ / ۴۴۹، تحت الحدیث: ۱۷۵ ملخصاً۔

نیکی پر رہنمائی کرنے والے اور نیکی کرنے والے کے اجر کی وضاحت:

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کا ثواب اور خود اس نیکی کو کرنے والے کے ثواب کے برابر ہونے یا نہ ہونے میں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے مختلف اقوال ہیں: (1) پہلا قول یہ ہے کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ اس نیکی کرنے والے کو ملے گا لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ دونوں کو مقدار کے اعتبار سے برابر ثواب ملے۔(2) دوسرا قول یہ ہے کہ ثواب کے ملنے میں دونوں برابر ہیں کہ جس طرح نیکی کرنے والے کو اس عمل کا ثواب ملا اسی طرح نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی ثواب ملا لیکن نیکی کرنے والے کے ثواب میں جو زیادتی ہے، نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس میں شامل نہیں ہے۔(3) تیسرا قول عَلَّامہ قُرطُبی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی کا ہے، فرماتے ہیں کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کا ثواب خود نیکی کرنے والے کے ثواب کے ہر طرح سے برابر ہو سکتا ہے کیونکہ نیک اعمال پر ثواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے، اب اس کی مرضی کہ وہ جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمادے خُصُوصاً جبکہ نیت بھی بالکل درست ہو کہ اس صورت میں تو اگر بندہ وہ نیکی کسی وجہ سے نہ بھی کر سکا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا بھی ثواب عطا فرمائے گا۔لہٰذا خود نیکی کرنے والے اور اس نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے یا دیگر لوگوں کے ثواب میں برابری ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔پھر اس بات کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا جائے خُصُوصاً ان احادیث میں جن میں اسی طرح کا مضمون ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا: "جس نے روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لیے بھی روزہ دار کی مثل اجر ہے۔"[1]

بھلائی کی طرف رہنمائی والے اُمور:

عَلَّامہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی شرح مسلم میں اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں بھلائی پر رہنمائی کرنے، اس پر مُطَّلع کرنے اور بھلائی کرنے والے کے ساتھ مُعاوَنَت کرنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے نیز اس میں عِلم سکھانے اور عِبادات کے وَظائف سکھانے

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالة علی الخیر۔۔۔الخ، ۱/ ۴۴۹، تحت الحدیث: ۱۷۵ ملخصاً۔

کی فضیلت کا بیان ہے، خُصُوصاً عابدین میں سے ان لوگوں کو جو اُن وظائف پر عمل کریں۔"[1]

نیکی کی طرف رہنمائی کی مختلف صورتیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضور نبی رحمت شَفِیْعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ دَلَّ جس نے نیکی کی طرف رہنمائی کی۔ یعنی قول سے، فعل سے، اشارے سے یا لکھ کر رہنمائی کی۔ عَلٰی خَیْرٍ یعنی نیکی و بھلائی والے کام پر۔ یعنی علم یا ایسے عَمَل کی طرف رہنمائی کی جس میں اجر و ثواب ہے تو اس رہنمائی کرنے والے کے لیے بھی اس نیکی کرنے والے کی مِثل اجر ہو گا۔ یعنی بھلائی کرنے والے کے اجر میں سے کوئی کمی کیے بغیر رہنمائی کرنے والے کو ثواب ملے گا۔"[2]

نیکی کی طرف رہنمائی کی مختلف صورتوں کی مثالیں:

(1)۔۔۔ قول سے رہنمائی کرنے کی مثالیں: اس کی ایک مثال تو مذکورہ حدیثِ پاک میں ہی بیان کی گئی ہے کہ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دوسرے صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اپنے قول کے ذریعے رہنمائی کی کہ انہوں نے کسی ایسے شخص کا پتا بتا دیا جو اُن کے لیے سواری وغیرہ کا بندوبست کر سکے۔ اسی طرح کسی شخص نے دوسرے سے مسجد، مدرسے، جامِعہ یا کسی بھی نیک مقام کا پتا پوچھا اور اس نے اسے پتا سمجھا دیا تو یہ بھی قول کے ذریعے ہی نیکی کی طرف رہنمائی ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو ایک نیک عمل، کسی ورد یا وظیفے کے بارے میں عِلم ہے، اب اس نے اپنے دوسرے بھائی کو بھی وہ وظیفہ بتا دیا کہ اس کا اتنا ثواب ہے، غریب کی مدد کرنے کا اتنا ثواب ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو دُور کرنے کا اتنا ثواب ہے، کسی مسلمان کی خیر خواہی کرنے کا اتنا ثواب ہے وغیرہ وغیرہ تو یہ تمام صورتیں بھی قول کے ذریعے نیکی کی طرف رہنمائی کرنے ہی کی مثالیں ہیں۔

(2)۔۔۔ فعل سے رہنمائی کرنے کی مثالیں: ایک شخص کو وضو کرنا نہیں آتا تھا، یا نماز پڑھنی نہیں

---

[1] ۔۔۔ شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ۔۔۔الخ، ۷/ ۳۹، الجزء الثالث عشر۔

[2] ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ۱/ ۴۶۳، تحت الحدیث: ۲۰۹۔

آتی تھی، یا قرآن پڑھنا نہیں آتا تھا، یا بیان کرنا نہیں آتا تھا، نیکی کی دعوت دینا نہیں آتا تھا، انفرادی کوشش کرنا نہیں آتا تھا، وغیرہ وغیرہ اب دوسرے شخص نے اپنے عمل کے ذریعے اسے یہ تمام باتیں سکھادیں تو یہ تمام صورتیں فعل کے ذریعے نیکی کی طرف رہنمائی کرنے ہی کی مثالیں ہیں۔

(3)۔۔۔ اشارے سے رہنمائی کرنے کی مثالیں: راستے میں چلتے ہوئے کسی شخص نے پوچھ لیا کہ مسجد، مدرسہ، اجتماع ذکرونعت وغیرہ اسی طرف ہے؟ تو اشارے سے اسے بتادینا کہ جی ہاں، اسی طرف ہے، یا کسی اور جگہ کا پتا پوچھا تو اسے اشارے سے بتادیا، یا کسی نے پوچھا کہ فلاں نماز کا وقت ہوگیا ہے تو اسے اشارے سے بتادیا، یا کسی نے پوچھا کہ ہفتہ وار اجتماع شام کو کب شروع ہوجاتا ہے تو اسے اشارے سے بتادیا کہ فلاں وقت شروع ہوجاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ تو یہ تمام صورتیں بھی اشارے سے نیکی کی طرف رہنمائی کرنے کی مثالیں ہیں۔

(4)۔۔۔ لکھ کر رہنمائی کرنے کی مثالیں: ایک شخص کو کسی اچھی جگہ جانا تھا، مگر اسے اس جگہ کا مکمل ایڈریس معلوم نہیں تھا، دوسرے شخص نے کسی کاغذ وغیرہ پر لکھ کر اسے پورا ایڈریس سمجھا دیا، یا کسی شخص نے دوسرے شخص کو مختلف قسم کے نیکیوں والے اَعمال لکھ کر دے دیے کہ تم اِن تمام اعمال پر عمل کروگے تو اتنا اتنا ثواب ملے گا، یا کسی شخص کو کوئی شرعی مسئلہ معلوم نہیں تھا دوسرے شخص نے وہ شرعی مسئلہ اسے کاغذ پر لکھ کر دے دیا، یا کسی شخص نے اپنے دوسرے بھائی کو عقائد، اَحادیثِ مبارکہ، شرعی مَسائل، حِکایات وروایات پر مشتمل کتابوں کی فہرست بنادی کہ وہ ان کتب کو خرید کر ان سے استفادہ کرے تو یہ تمام صورتیں بھی لکھ کر نیکی کی طرف رہنمائی کرنے ہی کی مثالیں ہیں۔

مدنی گلدستہ

”احمد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے کی مثل اجر ملتا ہے۔

(2) نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے اور نیکی کرنے والے دونوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے لہٰذا رہنمائی کرتے ہوئے یا نیکی کرتے ہوئے اس کے فضل پر ہی نظر کرنی چاہیے۔

(3) اگر کوئی شخص کسی نیک کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ اس نیک کام پر کسی کی رہنمائی کردے کہ اس طرح اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی اس نیکی کرنے والے کی طرح اجر ملے گا۔

(4) کسی بھی نیک کام کی طرف رہنمائی کرنے کے مختلف طریقے ہیں، قول سے، فعل سے، لکھ کر، اشارے سے جس طرح بھی رہنمائی کی جائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیاں کرنے، نیکیوں کی ترغیب دینے، نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنے، بُرائیوں سے بچنے، دوسروں کو بھی بُرائیوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 174 بُرائی کی طرف رَہنُمائی کرنے کی مَذَمَّت

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی، كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ہدایت کی طرف بلایا تو اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور اُن کے اجروں میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ملے گا اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔“

[1] ۔۔۔مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة۔۔۔الخ، ص ۱۴۳۸، حدیث: ۲۶۷۴۔

ہدایت کی اقسام:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُالله طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ ہدایت یعنی رہنمائی کی دو قسمیں ہیں:(1) وہ ہدایت جو منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔(2) مطلق ہدایت چاہے وہ مقصود تک پہنچائے یا نہیں اور حدیثِ پاک میں اِسی مطلق ہدایت کا ذکر ہے کہ جس میں فقط اَعمالِ صالحہ کی طرف رہنمائی کی جائے۔ حدیث میں ''هُدًى''(ہدایت) کا لفظ نکرہ آیا ہے اور عربی زبان میں نکرہ لفظ قلیل و کثیر، عظیم و حقیر سب کو شامل ہوتا ہے۔ **ہدایت کا اعلیٰ درجہ** یہ ہے کہ کسی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلایا جائے اور نیک اعمال پر رہنمائی دی جائے اور **ہدایت کا ادنیٰ درجہ** یہ ہے کہ کسی کو مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی ہدایت دی جائے۔[1]

خوش قسمت اور بد قسمت لوگ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں دراصل دو طرح کے لوگوں کا ذکر ہے، پہلے وہ لوگ جو نیکی و بھلائی والے کاموں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جبکہ دوسرے وہ لوگ جو گناہ و بُرائی والے کاموں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ نہ صرف اپنے اس نیک کام کا اجر و ثواب پاتے ہیں بلکہ اُن کی رہنمائی پر جتنے لوگ نیکیوں والے کام کرتے رہیں گے اُن تمام لوگوں کے اجر کے برابر انہیں بھی اجر ملتا رہے گا، جبکہ دوسری قسم کے لوگوں کو نہ صرف اپنے اس بُرے کام کا گناہ ملے گا بلکہ ان کے گمراہ کرنے سے جتنے لوگ اس گمراہی پر چلتے رہیں گے ان تمام کا بھی گناہ ان کو ملتا رہے گا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

تو کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ: جو دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں، دوسروں کی رہنمائی کا ذریعہ بنتے ہیں، نیکی کی دعوت دیتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرف، صدقات و خیرات کی طرف، **ذکرُ اللہ** کی طرف بلاتے ہیں، تلاوت قرآن کی ترغیب دیتے ہیں، لوگوں کو ذکر و دُرُود پاک پڑھنے کی ترغیب

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ١/ ٣٥٢، تحت الحدیث: ١٥٨۔

دِلا کر ان کی زبانوں کو ذکر ودُرُود سے تر کر دیتے ہیں، خدمتِ خلق پر لگا دیتے ہیں، لوگوں کو اپنے ہمسایوں کے حقوق پورا کرنے پر لگا دیتے ہیں، ماں باپ کی خدمت کی دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں، اپنے بیوی بچوں کے حقوق پورا کرنے کے بارے میں لوگوں کو بتاتے ہیں، **حقوق اللہ** وحقوق العباد کی ادائیگی کے متعلق بتاتے ہیں، تو یہ اس لیے بھی خوش قسمت ہیں کہ ان کو اپنے اس عمل کا تو ثواب ملے گا ہی لیکن ان کی اس دعوت کی وجہ سے جو جو لوگ عمل کرتے رہیں گے ان تمام کے اجر کے برابر بھی ان کو اجر ملتا رہے گا۔

اور کتنے بد قسمت ہیں وہ لوگ: جو دوسروں کی گمراہی کا ذریعہ بنتے ہیں، جن کی وجہ سے معاشرے میں بدعقیدگی و بے حیائی پھیلی، بُرائی پھیلی، بدنیتی پھیلی، خیانت وبددیانتی پھیلی، دھوکہ اور فراڈ پھیلا، لوگ فلموں اور ڈراموں کی طرف مائل ہوئے، گانے باجوں پر لگ گئے یا دیگر گناہوں میں لگ گئے تو یہ اس لیے بھی بد قسمت ہیں کہ اِن کو اپنے اِس بُرے عمل کا تو گناہ ملے گا ہی لیکن اِن کے سکھانے یا بُرے کاموں کی طرف رہنمائی کرنے کے سبب جو لوگ گناہوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے اُن تمام لوگوں کا گناہ اِن لوگوں کو بھی ملتا رہے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

انبیاء، صحابہ، اولیاء، عُلَماء کی شان وعظمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عُظّام اور عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ان تمام مُقدّس ہستیوں کے نامۂ اعمال میں ثواب دِن بدِن بڑھتا ہی جارہا ہے کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ہدایت ورہنمائی سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عمل کیا، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ہدایت ورہنمائی سے تابعین، ان کی ہدایت ورہنمائی سے تبع تابعین اور ان کی رہنمائی سے اولیائے عُظّام وعُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے عمل کیا اور ان حضرات کی ہدایت ورہنمائی سے قیامت تک لوگ برابر عمل کرتے رہیں گے اور اُن تمام لوگوں کے اعمال کا ثواب اِن تمام مُقدّس ہستیوں کو بھی ملتا رہے گا۔ چنانچہ عَلّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی **مِرْقَاۃ شرحِ مِشْکَاۃ** میں فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ثواب اپنی اُمّت کے اعمال کی زیادتی کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے جس کا کوئی شُمار اور حد نہیں، اسی طرح سابقین واوّلین

مہاجرین وانصار صحابۂ کرام کے ثواب کا کوئی اندازہ نہیں، اسی طرح دیگر سلف وصالحین اور عُلَماء و مُجتَہِدین کی اپنے بعد میں آنے والوں اوران کی اِتّباع کرنے والوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے بے شمار نیکیاں ہیں، اسی حدیثِ پاک سے ہمیں مُتقدِّمین کی مُتاَخِّرین پر ہر طبقے میں فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔''[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ حکمِ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اُن کے صدقہ سے تمام صحابہ، اَئِمَّہ مُجتَہِدین، عُلَماء مُتقدِّمین و مُتاَخِّرین سب کو شامل ہے۔ مَثَلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مُبلِّغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہو گا۔ اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وَراء ہے، ربّ فرماتا ہے: ﴿ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ﴾ (پ ۲۹، القلم: ۳) (ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے۔) ایسے ہی وہ مُصَنِّفِین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پارہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔''[2]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے اخذ کردہ اس نفیس نکتے سے عِلم وحِکمت کے درج ذیل کئی مدنی پھول حاصل ہوئے:

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے وطفیل ہم سب کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اَحکام نازل فرمائے اور آپ نے اپنے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو وہ اَحکام تعلیم فرمائے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے تابعین کو، تابعین نے تبع تابعین اور اِس طرح پوری اُمَّتِ مُسْلِمَہ تک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فیضان عام پہنچا، نیز قیامت تک جو جو لوگ دینِ اِسلام واَحکامِ شَرْعِیَّہ پر عمل کرتے رہیں گے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ثواب اور درجات میں بے حد وبے شمار اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ۱/ ۳۹۵، تحت الحديث: ۱۵۸ ملخصاً۔
2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۶۰۔

وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری کم و بیش تریسٹھ 63 سال ہے، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کسی بھی اُمَّتی کی عُمْر اگر ہزاروں سال بھی ہو جائے اور وہ عمر بھر نیکیاں ہی نیکیاں کرتا رہے تب بھی ثواب میں کسی بھی صورت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے برابر ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا بعض گمراہ لوگوں کا یہ عقیدہ رکھنا کہ ''بسا اوقات اُمَّتی اَعمال و ثواب میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔'' سَرا سَر باطِل و مَردود اور قرآن و سنت کے بالکل خلاف ہے۔

(2) اسی طرح کوئی شخص ہزاروں سال تک عِبادت و رِیاضت کرتا رہے لیکن صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے ثواب تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا کہ وہ بھی بالواسطہ اِن ہی مُقدّس ہستیوں کے سبب نیک اعمال میں مصروف ہے اور اُس کا دن بدن نیک اعمال کرنا جیسے اُس کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کا سبب ہے ویسے ہی اُن تمام کے نامۂ اَعمال میں بھی نیکیوں کا باعث ہے جن کی ہدایت و رہنمائی سے اُسے عِبادت و رِیاضت کی توفیق و سعادت نصیب ہوئی۔

(3) حضرت سَیِّدُنا امامِ اَعظم ابُو حَنِیفہ نُعمان بن ثابت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ، حضرت سَیِّدُنا امام محمد بن اِدریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی، حضرت سَیِّدُنا امامِ مالِک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْخَالِق اور حضرت سَیِّدُنا امامِ اَحمد بن حَنبَل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِن چاروں اَئِمَّہ نے اُمّتِ مُسْلِمہ کے لیے قرآن و حدیث سے بِالتَّفْصِیل اَحکامِ شَرْعِیَّہ اَخذ کیے، لہٰذا اِنہیں تو اِن کے اِس نیک عمل کا ثواب ملے گا ہی لیکن قیامت تک جو جو لوگ اُن کے اَخذ کردہ مسائل پر عمل کرتے رہیں گے اُن تمام کا ثواب انہیں بھی ملتا رہے گا۔ اِن چاروں ہستیوں بالخصوص امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو تابعی بھی ہیں، اِن کے خلاف زبانِ طَعن دراز کرنے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے تو انہیں وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا کہ قیامت تک ان کے نامۂ اَعمال میں نیکیوں اور ثواب کا خزانہ جمع ہوتا رہے اور اِن پر طَعن کرنے والے اپنے نامۂ اعمال میں گناہوں کے اَنبار لگا رہے ہیں، کتنے **خوش نصیب** ہیں وہ لوگ جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی سیرتِ طَیِّبَہ کو بَطریقِ اَحسَن بیان کرتے ہیں، اُس پر عمل کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے ثواب میں اضافہ کرتے ہیں اور کتنے **بدنصیب** ہیں وہ لوگ جو

مَعَاذَ الله اِن مُقَدَّس ہستیوں کے خلاف زبانِ طَعن دراز کر کے رحمتِ الٰہی سے دُوری جیسی نَحُوست میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے گناہوں میں اضافہ کرتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بے ادبی، بے ادبوں کی صُحبت سے محفوظ فرمائے، نیک اور باادب لوگوں کی اچھی صُحبت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

گناہ کی طرف رہنمائی کرنے والے کی توبہ!

کسی بُرے وگناہ والے عمل کی طرف رہنمائی کرنے والا شخص اگر اپنے اس عمل سے توبہ کرلے تو اب اُسے اُس عمل کا گناہ نہیں ملے گا کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں، اِسی طرح نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا اگر بُرائی میں مبتلا ہو جائے تو اُس کے ثواب کا سِلسِلہ مُنقَطَع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ اِبنِ حَجَر رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''کسی گناہ کی طرف رہنمائی کرنے والا اگر خود اس گناہ سے توبہ کرلے، اگرچہ دیگر لوگ اس پر عمل کرتے رہیں تو کیا اس کی توبہ سے بُرائی کی طرف رہنمائی کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا؟ کیونکہ توبہ پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، یا معاف نہیں ہو گا؟ کیونکہ توبہ کی شرط یہ ہے کہ مظلوم کی لی ہوئی چیز اسے لوٹائی جائے اور گناہ کو چھوڑ دیا جائے جبکہ یہاں جس گناہ کی طرف رہنمائی کی گئی تھی وہ تو باقی ہے اور اس کی نسبت اس شخص کی طرف ہی ہے، گویا اس شخص نے مظلوم کا حق نہیں لوٹایا، نہ ہی گناہ سے رُجوع کیا۔ اس کے جواب میں عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قارِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اس کی توبہ صحیح نہیں، حالانکہ ایسا قول کسی نے نہیں کیا۔ جہاں تک مظلوم کا حق لوٹانے کی بات ہے تو اگر ممکن ہے تو لوٹا دے اور حَتَّی المقدُور جتنا ممکن ہو گناہ ترک کر دے۔ پس جب اس نے توبہ کرلی اور گناہ سے نادم ہو گیا تو گناہ کا سِلسِلہ بھی مُنقَطَع ہو جائے گا جیسا کہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا اگر بُرائی میں مبتلا ہو جائے تو پھر اس کے لیے بھلائی کی طرف رہنمائی کا ثواب مُنقَطَع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کثیر کفار اسلام سے قبل گمراہی کی طرف بلاتے تھے لیکن اسلام لانے

کے بعد اُن کے گناہ معاف ہو گئے تو توبہ کا معاملہ بھی اسی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ ''[1]

کھوٹا سِکّہ چلانے کا گناہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں ہے کہ جو شخص پہلے پہل کوئی بُرا طریقہ ایجاد کرے گا تو قیامت تک جتنے لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے، ان سب کا گناہ اس شخص کے اَعمال نامے میں لکھا جائے گا۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ فرماتے ہیں: **'' ایک کھوٹا روپیہ دھوکے سے چلا دینا سو کھرے روپوں کی چوری سے کہیں بدتر ہے۔''** کیونکہ سو روپے کی چوری ایک ہی گناہ ہے جو کہ چُرانے والے کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے کہ فقط اسے اپنی ہی چوری کا گناہ ملے گا لیکن ایک کھوٹے روپے کا چلا دینا ایک ایسا مُستَقِل گناہ ہے جو اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک یہ کھوٹا روپیہ لوگوں کے ہاتھوں میں آتا جاتا رہے گا۔ لہٰذا اس بُرے عمل یعنی کھوٹے سکے کو رواج دینے والے کی زندگی میں اُس کے مَرنے کے بعد لوگوں کا جو کچھ نقصان اس کھوٹے روپیہ کی وجہ سے ہوا وہ سب گناہ اِس شخص کے اَعمال نامے میں لکھے جاتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ کھوٹا روپیہ فنا ہو جائے۔ **''اچھے ہیں وہ لوگ جن کے مرنے پر ان کے گناہ بھی مر جاتے ہیں اور افسوس ہے اس شخص پر جو کہ خود تو مر جائے لیکن اس کے گناہوں کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہے۔''**[2]

لوگوں کو گمراہ کرنے کی سزا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر گناہ کا معاملہ فقط گناہ کرنے والے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہو تو ایسا گناہ ندامت، اس گناہ سے توبہ اور آئندہ نہ کرنے کے عَہد سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ معاف فرما دے گا، لیکن اگر کسی شخص نے ایسا گناہوں بھرا طریقہ ایجاد کیا کہ جس پر لوگ چل پڑے اور گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ایسے گناہ سے ندامت، اس گناہ سے توبہ اور آئندہ نہ کرنے کے عَہد کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ بندہ جن جن

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ١/٣٩٥، تحت الحدیث: ١٥٨ ملخصاً۔

2 . . . تذکرۃ الواعظین، ص ٦٧ ٣ ماخوذاً۔

لوگوں کو اس گناہ سے روک سکتا ہے اُن کو بھی روکے، یا اپنے اس ایجاد کردہ گناہوں بھرے طریقے کو ختم کرنے کی حَتَّی المقدُور کوشش کرے تواِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس گناہ سے مکمل معافی مل جائے گی، بصورت دیگر لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے کے سبب ہو سکتا ہے کہ اس کی توبہ کو ربّ عَزَّوَجَلَّ قبول نہ فرمائے۔ چنانچہ،

حضرتِ سیِّدُنا خالد رَبَعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے منقول ہے، بنی اسرائیل کے ایک شخص نے شریعت کا علم حاصل کیا اور پھر اس دینی علم کی وجہ سے دُنیوی دولت اور شہرت طلب کرتا رہا، اس کی ساری زندگی اسی کام میں گزر گئی۔ جب بُڑھاپا آیا، موت کے سائے گہرے ہوئے اور سفرِ دنیا ختم ہونے لگا تو اسے اپنی غَلَطی کا خُوب اِحساس ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہا: ”تو نے دین میں جو بِگاڑ پیدا کیا ہے لوگ تو اس سے ناواقف ہیں لیکن تیرا کیا خیال ہے کیا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بھی تیرے اس بِگاڑ سے بے خبر ہے؟ وہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیک ذات تو ہر ہر شے سے واقف ہے، اب تیری موت قریب آگئی ہے، تیرے لیے بہتر ہے کہ جلد از جلد اپنی بد اَعمالیوں سے توبہ کرلے۔“ چنانچہ اس اسرائیلی عالِم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اپنی ہَنْسلی گلے کی ہڈی میں زنجیر ڈال کر اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور کہا: ”میں اس وقت تک اپنے آپ کو آزاد نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے میری توبہ قبول فرمالی ہے اور اگر میری توبہ قبول نہ ہوئی تو اسی حالت میں اپنی جان دے دوں گا۔ جب اس نے اس طرح اِلتجا کی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ ”اس اسرائیلی عالِم سے کہہ دو کہ اگر تیرا گناہ ایسا ہوتا جو صرف میرے اور تیرے درمیان تک مَحدُود ہوتا تو میں تیری توبہ قبول کرلیتا لیکن جن لوگوں کو تو نے گمراہ کیا ہے ان کا کیا حال ہو گا؟ تو نے انہیں گمراہ کرکے جہنم میں داخل کروا دیا اب میں تیری توبہ ہرگز قبول نہیں کروں گا۔“[1]

دیگر لوگوں کے اعمال کی جزا یا سزا کے متعلق اہم وضاحت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ

1 . . . عیون الحکایات، الحکایۃ الثالثۃ والستون بعد الاربعمائۃ، ص ۳۹۷۔

حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿ۙ۳۹﴾﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔“ کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عملِ تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ ”جس نے گمراہی کی طرف بلایا۔“ کے تحت فرماتے ہیں کہ ”اس میں گمراہیوں کے مُوجِدین مُبَلِّغِین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۶) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اس کا نقصان ہے جو بُرائی کمائی۔“ کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغِ شر کی سزا ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ان تمام لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس کی رہنمائی سے نیکی کرتے رہیں گے، اسی طرح بُرائی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ان تمام لوگوں کا بھی گناہ ملے گا جو اس کی رہنمائی سے گناہ کرتے رہیں گے۔

(2) نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو رہنمائی کرنے کا ثواب مل جائے گا اب جس کی رہنمائی کی وہ نیکی کرے یا نہ کرے۔

(3) بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ بنتے ہیں اور بہت بد قسمت ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی گمراہی وبربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی بھی اُمّتی آپ کے اعمال وثواب کے برابر ہر گز نہیں ہوسکتا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نامۂ اعمال میں قیامت تک بے حد وبے حساب ثواب داخل ہوتا رہے گا۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱٦٠۔

(5) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین، تبع تابعین، اولیائے عُظّام، چاروں اَئِمّہ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے ثواب میں بھی قیامت تک اضافہ ہوتا رہے گا کہ ان کی رہنمائی سے لوگ اَحکامِ شَرعِیَّہ وغیرہ پر عمل کررہے ہیں اور تاقیامت کرتے رہیں گے۔اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

(6) کسی بُرے عمل کی طرف رہنمائی کرنے والا اگر اس سے توبہ کرلے، اس بُرے عمل کو روکنے یا اس رہنمائی کے سبب بُرے اَعمال کرنے والوں کو حَتَّی المقدور روکنے کی کوشش کرے تواب اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اُس سابقہ بُرے طریقے پر رہنمائی کرنے کا گناہ نہیں ملے گا۔

(7) بندے کو چاہیے کہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا رہے کہ کسی بھی گناہ کی سچی پکی توبہ کرنے سے اُس گناہ کے وبال سے نجات مل جاتی ہے۔

(8) کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جن کے انتقال کے ساتھ ہی ان کے گناہ بھی مرجاتے ہیں اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو خود تو مرجاتے ہیں لیکن ان کے گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں لوگوں کو بھلائی والے کاموں کی طرف بلانے، علم دین سکھانے اور گناہوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ایسے تمام اعمال کی طرف رہنمائی کرنے سے محفوظ فرمائے جو ہمارے لیے گناہ جاریہ کا سبب ہوں۔ اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:175

کُفّار کو دعوتِ اِسلام کی ترغیب

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَہْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ: لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللہُ عَلٰی یَدَیْہِ، یُحِبُّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ فَبَاتَ النَّاسُ یَدُوْکُوْنَ لَیْلَتَہُمْ اَیُّہُمْ یُعْطَاہَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کُلُّہُمْ یَرْجُوْا اَنْ یُّعْطَاہَا، فَقَالَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ؟ فَقِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ ہُوَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ، قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْہِ، فَاُتِیَ بِہٖ، فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ، وَدَعَا لَہٗ فَبَرَاَ، حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ، فَاَعْطَاہُ

الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ، حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ، وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ تَعَالٰى فِيْهِ، فَوَاللهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سَہل بِن سَعد ساعِدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: "کل میں یہ جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ خیبر فتح فرمائے گا۔ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ساری رات یہی سوچتے رہے کہ پتا نہیں صبح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو تمام لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ کاش یہ جھنڈا اُسے دیا جائے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: "علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟" بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ فرمایا: "انہیں بلاؤ۔"

چنانچہ سَیِّدُنا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لایا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لُعاب مبارک لگایا اور دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی درد تھا ہی نہیں۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ سَیِّدُنا مولا علی شیرِ خُدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں کفار سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) نہ ہوجائیں؟" آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "نرمی سے جاؤ یہاں تک کہ تم اُن کے میدان میں اُتر جاؤ، پھر اُنہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان کے بارے میں انہیں آگاہ کرو، خدا کی قسم! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری وجہ سے کسی ایک کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سُرخ اُونٹوں سے بہتر ہے۔"

---

1 . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، ص ١٣١١، حدیث: ٢٤٠٦ بتغیر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول سے محبت:

حدیثِ پاک میں ہے: ”وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔“ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی وہ دو وصفوں کا جامع ہے اور دو مُتَلَازِم شَرَفوں کو پانے والا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے راضی ہیں۔ بندے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت یہ ہے کہ وہ اسے اپنی رضا کے کاموں کی توفیق دے اور اس پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور بندے کی اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت یہ ہے کہ وہ ان کے حکم پر عمل پیرا ہو اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے اِجتناب کرے۔“[1]

جنگِ خیبر کا پَس مَنظر و فتحِ خیبر:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی عُمْدَۃُ الْقَارِی میں فرماتے ہیں کہ یہ سات (7) ہجری کے ابتدا کا واقعہ ہے۔ سَیِّدُنَا مُوسٰی بن عُقْبَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیان فرمایا کہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حُدَیبِیَہ سے واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں تقریباً 20 روز قیام فرمایا، پھر خیبر کی طرف خُروج فرمایا جس کی فتح کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔ سَیِّدُنَا عَمْرو بِن اَکْوَع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنَا اَبُو بَکْر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خیبر کے ایک قلعے کی طرف بھیجا انہوں نے جنگ کی لیکن فتح نہ ہوئی اور وہ لوٹ آئے، پھر اگلے دن حضرت سَیِّدُنَا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیجا انہوں نے بھی جنگ کی لیکن فتح نہ ہوئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالۃ علی الخیر۔۔۔الخ، ۱/ ۴۵۱، تحت الحدیث: ۱۷۶ ملخصاً۔

کرتا ہے، اس کے ہاتھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ قَلعۂ خیبر فتح فرمائے گا اور وہ خالی ہاتھ واپس نہ آئے گا۔“

حضرت سَیِّدُنا سَلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان فرماتے ہیں کہ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عَلِی بِن اَبی طالِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلایا اور اُس دن اُن کو آشوبِ چشم تھا تو نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی آنکھوں میں لُعابِ دَہَن لگایا پھر فرمایا: ”یہ جھنڈا لو اور خیبر کی طرف روانہ ہو جاؤ، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔“ حکم ملتے ہی سَیِّدُنا عَلِی المُرتضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم تیزی سے روانہ ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا حتی کہ آپ نے قلعہ کے نیچے پتھروں میں جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے قلعے کے اوپر سے دیکھا تو پوچھا: ”تم کون ہو؟“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”میں علی بن ابی طالب ہوں۔“ یہودی نے کہا: ”اس کتاب کی قسم جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل فرمائی ہے! تم غالب آجاؤ گے۔“ پھر سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اسی وقت واپس تشریف لائے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے ہاتھ پر خیبر کو فتح فرما دیا۔[1]

نبوت کی دو 2 علامتیں:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِکْمَالُ الْمُعْلِمْ میں فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی علامتوں میں سے دو علامتوں کا بیان ہے: قولی و فعلی: (1) قولی تو یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کی غیبی خبر دی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے ہاتھ پر خیبر فتح فرمائے گا اور پھر بفضلِ الٰہی ایسا ہی ہوا۔ (2) فعلی یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی دُکھتی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور ان کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم۔۔۔الخ، ۱۰/ ۲۶۳، تحت الحدیث: ۲۹۴۲۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی ابن ابی طالب، ۷/ ۴۱۶، تحت الحدیث: ۲۴۰۶۔

سُرخ اُونٹوں کی مثال دینے کا مقصد:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سُرخ اُونٹ عربوں کے نزدیک انتہائی قیمتی اور پسندیدہ مال شُمار کیا جاتا تھا، عرب لوگ اس کو نفیس (قیمتی) چیز کی مثال دینے کے لیے بَطورِ مُحاوَرہ استعمال کرتے ہیں اور یہاں پر آخرت کے اُمُور کو دنیا کی چیز سے تشبیہ دینا فقط بات سمجھانے کے لیے ہے ورنہ حقیقۃً دونوں میں کوئی برابری نہیں کیونکہ باقی رہنے والی آخرت کا ایک ذرہ بھی دُنْیَا وَ مَافِیْھَا سے بہتر ہے۔“[1]

شیرِ خُدا کی طاقت و جُرأت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام حضرت سَیِّدُنَا ابُو رَافِع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جس دن حضور سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو جھنڈے کے ساتھ بھیجا اس دن میں بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ہی تھا، جب ہم قلعے کے قریب پہنچے تو یہود خیبر کے قلعے سے نکل آئے، سخت جنگ ہوئی، ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعے کا دروازہ اٹھالیا اور اُسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا، خیبر فتح فرمانے کے بعد اُسے سات آدمیوں نے اُٹھانا چاہا میں اُن میں آٹھواں تھا مگر بہت کوشش کے باوجود وہ ہِل نہ سکا۔“ حضرت سَیِّدُنَا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے اس دروازے کو چالیس آدمیوں نے اٹھانا چاہا مگر نہ اُٹھا سکے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس دروازے کو ستر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی نہ اٹھا سکے۔[2]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لُعابِ دَہَن کی برکتیں:

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”جب سے حضور

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ۸/۱۷۸، الجزء الخامس عشر۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۱۰/۴۶۰، ۴۶۱، تحت الحدیث: ۶۰۸۹ ملخصا۔

نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لُعَابِ دَہَن میری آنکھوں میں لگا تب سے میری آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔'' حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرَّحمٰن بن یَعلٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں اور گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''جب حضورِ اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فَتحِ خیبر کے موقع پر میری آنکھوں میں اپنا مبارک لعابِ دَہَن لگایا تو ساتھ میں یہ دعا بھی دی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ علی سے ٹھنڈک اور گرمی دُور کردے۔ بس اُس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی۔''[1]

سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جذبۂ جہاد:

نُزہَۃُ القاری میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس لیے آپ غزوۂ خیبر میں اسلامی لشکر کے ساتھ تشریف نہیں لائے تھے بلکہ مدینہ طَیِّبہ ہی رہ گئے تھے۔ مگر بعد میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل میں ایسا اِضطِراب پیدا ہوا کہ آشوبِ چشم کے باوجود خیبر آگئے۔ بعد ازاں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو جھنڈا عطا فرمایا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں میں اپنا مُبارک لُعَابِ دَہَن لگایا، آپ کو روانہ فرمایا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قلعۂ خیبر فتح فرمایا۔[2]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علمِ غیب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پارہ ۲۱ سُورہ لُقمان کی آخری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۱۰/ ۴۶۱، تحت الحدیث: ۶۰۸۹۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۴/ ۱۱۵ ماخوذا۔

اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ (پ ۲۱، لقمان: ۳۴)

اس آیتِ مبارکہ میں کَل کے کَسب یعنی کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی؟ کا بھی ذکر ہے۔ حالانکہ مذکور بالا حدیثِ پاک میں صَراحتاً حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بتادیا کہ کل قلعۂ خیبر کیسے فتح ہوگا؟ آیتِ مبارکہ اور حدیثِ پاک دونوں میں کوئی تعارُض نہیں کیونکہ آیتِ مبارکہ میں جو یہ فرمایا گیا کہ پانچوں عُلُوم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں اس سے مُراد ذاتی علم ہے کہ بذاتِ خود ان پانچ عُلُوم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ہاں اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو ان پانچوں عُلُوم کی خبر دے دے تو اس کے بتائے سے، اس کی عطا سے وہ بھی ان کو جانتا ہے۔ چنانچہ تفہیم البخاری میں ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں سُورۂ لُقمان کی آخری آیت میں جو مذکور ہے کہ پانچ اشیاء کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں، وہ ذاتی عِلم پر مَحمُول ہے کہ بِذاتِ خُود ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ ان پانچ میں کَل کے کَسب کا بھی علم ہے کہ اس کو خُدا ہی جانتا ہے حالانکہ سَیِّدِعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سارے صحابہ کو بَبانگِ دُہل فرمایا: میں کَل ایک شخص کو جھنڈا دوں گا اور وہ خیبر فتح کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن یہ خبر اللہ تَعَالٰی کے علم عطا کرنے سے تھی۔ تو آیت کا معنٰی یہ ہوا کہ اللہ کے بتائے بغیر ان پانچوں کو کوئی نہیں جانتا ہے۔ اس معنٰی کی طرف آیت کے آخری لفظ میں اشارہ ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (پ ۲۱، لقمٰن: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: "بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔" مُلّا جِیْوَن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی نے تفسیراتِ اَحْمَدِیَّہ میں اس کا معنٰی یہ بیان کیا کہ "اللہ تَعَالٰی جاننے والا اور خبر دینے والا ہے۔ یعنی اللہ ان پانچوں کو جانتا ہے اور اپنے خاص بندوں کو بھی خبردار کرتا ہے۔"[1]

جنگ سے پہلے دعوتِ اسلام دینے کی شرعی حیثیت:

فیوضُ الباری میں ہے: "اس حدیث سے واضح ہوا کہ اسلام کا مَقصد صرف یہ نہیں کہ کُفّار اور مُشرِکین

1 ... تفہیم البخاری، ۴/ ۵۰۱۔

کو قتل کر دیا جائے بلکہ ان کی بھلائی اور آخرت میں کامیابی کے لیے ان کی ہدایت مَقصُود ہے۔ اسی لیے نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت ہو جائے وہ تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ جُمہُور فُقَہَائے اِسلام کا مذہب یہ ہے کہ کفار سے جہاد کرنے سے پہلے انہیں دعوتِ اسلام دینا واجِب ہے اور اگر ان کو پہلے اسلام کی دعوت دی جاچکی ہے تو جنگ سے پہلے دوبارہ دعوتِ اسلام دینا مُستَحَب ہے۔ سَیِّدُنَا امام مالک کا صحیح مذہب اور امام شافِعی کا قولِ جدید اور سَیِّدُنَا امام اَبُو حَنِیفَہ، امام اَوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ ملک العلماء علامہ کاشانی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے لکھا ہے کہ اگر کُفَّار کو پہلے دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ زبانی اُنہیں دعوتِ اسلام دیں۔ سورۂ نَحل کی آیت 125 میں اللہ تَعَالٰی نے فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ (پ ۱۴، النحل: ۱۲۵)

ترجمہ: حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے ربّ کے راستے کی طرف دعوت دیجئے اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو کہ جو سب سے بہتر ہو۔

اگر اُن کے کچھ شکوک و شبہات ہوں تو اُن کو دُور کر دو تا کہ حُجَّت تمام ہو جائے نیز جہاد کا مقصد کفار کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ جہاد دعوتِ اسلام کی بنا پر فرض ہے۔ اگر تبلیغ سے وہ اسلام کو قبول کر لیں تو اس سے بہتر اور کیا ہے؟ زیرِ بحث حدیث میں حضور کا یہ ارشاد کہ اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت ہو جائے وہ تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، اسی اَمر کا آئینہ دار ہے۔“[1]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا لُعابِ دَہن:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے مختلف اجزاء کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❀... ”تقدیرِ الٰہی یہ ہے کہ حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) فاتحِ خیبر ہوں اور اس فتح کا سہرا اُن کے سَر رہے ورنہ اور صحابی بھی فتح کر سکتے تھے۔ جس پر حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہاتھ رکھ دیتے وہ ہی فتح

1... فیوض الباری، ۱۲/ ۷۱-۳۔

کرلیتا، انہیں صحابہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ) نے یرموک اور قادسیّہ جیسی جنگیں فتح فرمائی ہیں۔

... (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے محبت کرتے ہیں۔) یعنی **اللہ** رسول اس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہونا پسند کرتے ہیں۔ اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ تو **اللہ** رسول کو پیارے ہیں باقی تمام صحابہ اور حضرتِ فاطمۃ الزہرا، حسنین کریمین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ) خدا کو پیارے نہیں، خدا تعالیٰ ان سب سے ناراض ہے **نَعُوۡذُ بِاللہ**۔

... (صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے وہ رات اس غور وخوض میں گزاری کہ جھنڈا کس کو عطا کیا جائے گا۔) یعنی تمام صحابہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ) نے رات بھر صبح کا انتظار کیا کہ دیکھیں کس کی قسمت چمکتی ہے، صبح کو تمام صحابہ اِسی امید میں حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے سامنے پیش ہوگئے مگر یہ سعادت تو حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے نصیب میں تھی، چونکہ اس سعادت کے ملنے کی تمنّا کرنا، اس کا رات بھر انتظار کرنا بھی عبادت تھا اس لیے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے صراحۃً حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ) کا نام نہیں لیا تاکہ سب لوگ انتظار اور تمنّا کر کے ثواب پائیں۔

... (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟) حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ) کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں اس لیے وہ فجر کی نماز میں حاضر نہ ہوسکے، اپنے خیمے میں رہے، حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے بطورِ تعجّب پوچھا کہ اِس مبارک موقعے پر علی کیوں نہیں، یہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت علی (اس وقت) مدینہ منورہ میں تھے، حضور نے پکارا: اے علی! میری مدد کو پہنچو، میرا ساتھ صحابہ نے چھوڑ دیا، آپ مدینہ سے اُڑ کر خیبر پہنچے۔ **نَعُوۡذُ بِاللہ**! یہ سب روافض کا بُہتان ہے۔

... (حضرتِ سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو لایا گیا۔) یعنی آنکھوں میں اتنی تکلیف تھی کہ دوسرے صحابہ آپ کو پکڑ کر حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تک لائے، حضور نے آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر لُعابِ دہن لگایا، یہ ہے لُعابِ رسول کا معجزہ۔ حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ) کی آنکھ کا سرمہ ہے، حضرت **عبد اللہ** ابن عتیک کی ٹوٹی ہڈی کا سریش ہے، کھاری کنویں میں پڑے میٹھا کردے، خُشک کنویں میں پڑے اس میں پانی پیدا کردے غرضیکہ معجزات کا مجموعہ ہے۔ اَشِعَّۃُ اللّمعات میں ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھوں میں کبھی

کوئی تکلیف نہ ہوئی۔خیال رہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو یہ خبر تھی کہ خلافتِ حیدری میں اسلامی فتوحات نہ ہوں گی، خانہ جنگی رہے گی، اس لیے فتح خیبر کے لیے آپ کو چنا گیا تاکہ تاقیامت خیبر کا ہر ذرہ آپ کی شجاعت کے خطبے پڑھے۔ع

تَعَالَی اللہ تری شوکت تری صُولت کا کیا کہنا

کہ خطبہ پڑھ رہا ہے آج تک خیبر کا ہر ذرّہ

... (حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا:''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا میں ان سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) نہ ہو جائیں؟)یعنی کیا میں اہلِ خیبر کو جبرًا مسلمان بناؤں کہ وہ یا تو مسلمان ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں، خیبر کے عام باشندے یہودی تھے۔

... (حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: نرمی سے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں اُتر جاؤ تو پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان کے بارے میں اُنہیں خبر دو، خدا کی قسم! اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری وجہ سے کسی ایک کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سُرخ اُونٹوں سے بہتر ہے۔)یعنی ان پر ایک دم حملہ مت کرو، بلکہ پہلے انہیں مسلمان ہو جانے کی رغبت دو، اسلام پر مجبور نہ کرو۔ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کر لیا جاوے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہو گی۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

''شانِ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی'' کے 13 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 13 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں،

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۱۴۔

عُلُومِ خَمسہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عِلم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

(2) قرآن واحادیث میں جہاں بھی مخلوق سے عِلمِ غیب کی نفی ہے یا ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے اِثبات ہے وہاں ذاتی عِلمِ غَیب مُراد ہے کہ بِالذّات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کو غیب کا علم ہے، ذاتی طور پر کوئی بھی مخلوق عِلمِ غیب نہیں رکھتی اور جہاں مخلوق کے لیے عِلمِ غَیب کا اثبات ہے وہاں عَطائی عِلمِ غَیب مُراد ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اس کی مخلوق، اس کے بندے، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، اولیائے عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام بھی غیب جانتے ہیں۔

(3) بندے کی اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت لازم وملزوم ہے کہ جب بندہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اس سے محبت فرماتے ہیں۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا غیب کی خبر دینا اور اپنے مبارک لُعابِ دَہَن سے مولا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں کو ٹھیک کر دینا دونوں نبوت کی علامتیں ہیں۔

(5) سُرخ اونٹوں کی مثال عرب لوگ بطورِ تشبیہ دیتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک یہ قیمتی مال ہے۔

(6) قرآن وسنت میں جہاں بھی اُخروی اُمور کو دُنیوی اُمور سے تشبیہ دی جاتی ہے وہاں سمجھانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اِن اُمور کی حقیقت مُراد ہوتی ہے۔

(7) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا جذبۂ جہاد صد کروڑ مرحبا کہ شدید مرض کی حالت میں بھی جہاد **فی سبیل اللہ** میں شرکت کے لیے حاضر ہو جایا کرتے تھے۔

(8) کسی دینی معاملے میں سوتے ہوئے بھی سوچ بچار کرنا عبادت ہے جیسا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ساری رات یہی سوچتے رہے کہ پتا نہیں وہ خوش نصیب کون ہوگا؟ جسے کل صبح **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

(9) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عَلِیُّ المُرتَضٰی شیرِ خُدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم بہت ہی عظمت وشان والے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتحِ خیبر کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا، نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

نے آپ کو ایسی طاقت عطا فرمائی ہے کہ جس دروازے کو آپ نے اکیلے اُکھاڑ لیا اسے ستر 70 آدمی بھی نہ اُٹھا سکتے تھے۔

(10) مولا علی شیرِ خُدا كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے مبارک لُعابِ دَہَن سے 2 دائمی برکتیں حاصل ہوئیں کہ ایک تو آپ کی آنکھیں دوبارہ کبھی نہ دُکھیں اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی دعا سے آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو سردی گرمی کا احساس نہ ہوتا تھا۔

(11) آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا مبارک لُعابِ دَہَن پاکیزہ اور بیماریوں سے نجات دینے والا ہے۔

(12) جنگ کرنے سے قبل کفار کو دعوتِ اسلام دینا واجب ہے، اگر پہلے دے چکے ہیں تو اب دعوت دینا مُستَحَب ہے، کیونکہ جہاد کا مقصود اسلام کی دعوت کو عام کرنا ہے۔

(13) اسلام دہشت گردی، بد اَمنی و جنگ وجدال پر نہیں اُبھارتا بلکہ اسلام تو امن وآشتی اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے، جبھی تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی شیرِ خُدا كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کو جنگ سے قبل نرمی سے بات کرنے اور اسلام کی دعوت پیش کرنے کا حکم دیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بھی دینی اُمور میں ان جیسا عظیم جذبہ عطا فرمائے، **رسولُ اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے فیضان سے ہمیں بھی مالا مال فرمائے۔

اٰمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 176 بھلائی پر رہنمائی کرنا رسول اللہ کی سُنّت ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّ فَتًى مِنْ اَسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيْ مَا اَتَجَهَّزُ بِهِ، قَالَ: اِئْتِ فُلَانًا، فَاِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ، فَمَرِضَ، فَاَتَاهُ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: اَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهِ، فَقَالَ: يَا فُلَانَةُ، اَعْطِيْهِ الَّذِيْ تَجَهَّزْتُ بِهِ، وَلَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ

شَيْئًا، فَوَاللهِ لَا تَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ قبیلہ اَسلم کے ایک نوجوان نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میرے پاس جہاد کا سامان نہیں ہے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ، اس نے جہاد کا سامان تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا۔'' وہ نوجوان اس شخص کے پاس آیا اور کہا کہ ''رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو سلام ارشاد فرمایا ہے نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ مجھے وہ سامان دے دیں جو آپ نے جہاد کے لیے تیار کیا ہے۔'' اس شخص نے اپنی زوجہ سے کہا: ''اے فلانی! اس کو وہ سامان دے دو جو میں نے جہاد کے لیے تیار کیا ہے اور اس میں سے کوئی چیز مت رکھنا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر تم نے اس میں سے کوئی چیز بھی نہ رکھی تو اس میں تیرے لیے برکت ہو گی۔''

قبیلۂ اَسلم کا مُختصر تعارُف:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ''دَلِیْلُ الْفَالِحِیْن'' میں فرماتے ہیں: ''اَسلَم، قبیلے کے بڑے کا نام ہے۔ نسب کچھ اس طرح ہے: اَسلَم بِن اَفصٰی بن حارِثہ بن عَمرو بِن عامر بن عُوَیمر بن عُمر۔ بَرقی نے یہ نسب اسی طرح بیان کیا ہے اور خلیفہ بن خَیَّاط نے یوں بیان کیا ہے: اَسلَم بِن اَفصٰی بِن حارِثہ بن اِمرَءُالقیس بِن ثَعلَبہ بِن المازِن بِن الاَزد بِن الغَوث۔ اس قبیلے میں کثیر صحابہ اور تابعین پیدا ہوئے ہیں اور اس کے بعد والے طبقے میں کئی عُلَماء اور راویانِ حدیث اس قبیلے میں پیدا ہوئے ہیں۔[2]

صحابۂ کرام کی حکم کی تعمیل میں جلدی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی تعمیل میں جلدی کیا کرتے تھے۔ کیونکہ جیسے ہی وہ صحابی

---

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ۔۔۔الخ، ص ۱۰۵۰، حدیث: ۱۸۹۴ بتغیر۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالۃ علی الخیر والدعاء الی هدی او ضلالۃ، ۱/ ۴۵۳، تحت الحدیث: ۱۷۷۔

وہاں پہنچے اور اپنا مُدَّعا بیان کیا تو دوسرے صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فوراً اپنی زوجہ کو وہ سامان دینے کے لیے کہا۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس شخص نے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرتے ہوئے اپنی زوجہ سے کہا کہ اس شخص کو سواری، زادِراہ اور جو سامان میں نے تیار کیا تھا اور مسافر کو جس چیز کی حاجت ہوتی ہے وہ تمام اشیاء دے دو اور اس سامان میں سے کوئی چیز بھی اپنے پاس نہ روکنا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر تو نے اس میں سے کچھ بھی نہ روکا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے اس میں برکت عطا فرمائے گا اور (اگر تو نے اس میں سے کوئی چیز بھی اپنے پاس رکھی تو اس میں برکت نہ ہوگی) کیونکہ اِس صورت میں یہ مالک کی رضامندی اور خواہش کے بغیر تَصَرُّف کرنا ہے کیونکہ اُس نے تو وہ تمام چیزیں اس شخص کو دینے کا حکم دیا ہے جسے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھیجا ہے پس جب تم نے اس کے حکم کی مخالفت کی اور اس شخص کے لیے ان اشیاء کو زیادہ گمان کرتے ہوئے ان میں سے بعض چیزوں کو اس سے روک لیا تو تمہارے لیے اس میں برکت نہ ہوگی۔“[1]

نیکی کی طرف رہنمائی اور باب سے مُنَاسَبَت:

اِس حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس شخص کی بھلائی کی طرف رہنمائی فرمائی جو جہاد میں شریک ہونے کا خواہش مند تھا لیکن سازو سامان نہ ہونے کی وجہ سے جہاد میں جانے سے قاصِر تھا ایک ایسے شخص کی طرف جس نے جہاد میں جانے کی تیاری کی تھی مگر بیماری کے باعث جہاد میں شریک ہونے سے قاصِر ہوگیا تھا۔ اس حدیثِ پاک کی اس باب سے یہی مُنَاسَبَت ہے کہ اس میں بھلائی کی طرف رہنمائی کا ذکر ہے۔[2]

کوئی نیک کام مُتَعَذَّر ہو جائے تو۔۔۔!

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ”اس حدیث

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالة علی الخیر والدعاء الی ھدی او ضلالة، ١ / ٤٥٣، تحت الحدیث: ١٧٧ ماخوذا۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الدلالة علی الخیر والدعاء الی ھدی او ضلالة، ١ / ٤٥٣، تحت الحدیث: ١٧٧ ماخوذا۔

میں بھلائی پر رہنمائی کرنے کی فضلیت کو بیان کیا گیا ہے اور اس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان جب اپنے مال کو کسی نیک کام میں خرچ کرنے کی نیت کرلے اور پھر کسی عذر کی بنا پر وہ نیکی اس کے لیے مُتَعَذَّر (بہت مشکل) ہو جائے تو اس شخص کے لیے مستحب ہے کہ اپنے مال کو کسی دوسرے نیک کام میں خرچ کر دے بشرطیکہ اس نے اس نیکی کی نذر نہ مانی ہو جو اس کے لیے مُتَعَذَّر ہو گئی۔[1] (اگر اس نے اس نیک کام کی نذر مان رکھی ہے تو عذر ختم ہونے کا انتظار کرے اور مانع ختم ہوتے ہی اپنی نذر کو پورا کرے، وہ مال کسی دوسرے نیک کام میں خرچ نہ کرے۔)

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والوں کے چمکتے چہرے:

حضرت سَیِّدُنا کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ بھلائی کے کاموں میں لوگوں کی سربراہی کرنے والے کو قیامت کے دن بلا کر کہا جائے گا: ''اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو اپنے اعمال کے بارے میں جواب دو۔'' پھر اسے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بِلَاحِجاب مُلاقات فرمائے گا اور اسے جنت کا مُژدہ سنایا جائے گا، پھر وہ اپنا اور نیکی کے کاموں میں ساتھ دینے والوں اور اس پر مُعاوَنَت کرنے والوں کا مقام و مَرتبہ دیکھے گا، اسے کہا جائے گا: ''یہ فلاں کا ٹھکانا ہے اور یہ فلاں کا ٹھکانا ہے۔'' پھر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ان کے لیے تیار کردہ اِنعام واِکرام دیکھے گا اور اپنا مقام سب رُفقاء سے افضل پائے گا، پھر اسے جنتی لباس پہنایا جائے گا، اس کی تاج پوشی کی جائے گی، اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگے گا۔ اسے دیکھنے والی ہر جماعت کہے گی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اِسے ہم میں شامل فرمادے۔'' وہ آگے بڑھتا رہے گا حَتّٰی کہ نیکی کے کاموں میں مُعَاوَنَت کرنے والے ساتھیوں سے آکر کہے گا: ''اے فلاں! تمہیں مبارک ہو! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے جنت میں یہ یہ انعامات تیار کر رکھے ہیں۔'' وہ انہیں ربّ تعالیٰ کے ان کے لیے جنت میں تیار کیے گئے انعام واکرام کی خبریں دے رہا ہوگا تو ان کے چہرے بھی اس کی طرح نُور سے چمکنے لگیں گے۔ اَہلِ محشَر ان کے چہروں کی نورانیت دیکھ کر انہیں پہچان لیں گے۔[2]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ۔۔۔الخ، ۷/ ۳۹، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ، باب قولہ تعالی: یوم ندعوا کل اناس بامامھم، ص ۲۴۵، رقم: ۷۰۳۔

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی تعمیل میں بہت جلدی کیا کرتے تھے۔

(2) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نیکیوں کے حریص ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس اگرچہ جہاد کے اسباب نہ تھے مگر بارگاہِ رسالت میں اپنی نیت پیش کر دی۔

(3) جس طرح نیکیاں کرنا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنَّتِ مُبارکہ ہے اسی طرح نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنا بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنَّتِ مُبارکہ ہے۔

(4) کسی شخص نے اَمرِ خیر کی تیاری کی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا تو اسے چاہیے کہ اس نیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کر دے، اس کی مُعاوَنَت کر دے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی اس نیکی کرنے والے کی طرح ثواب ملے گا۔

(5) نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والوں اور نیکیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاوُن کرنے والوں کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آخرت میں نہایت ہی عظیمُ الشان انعامات تیار کر رکھے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیاں کرنے، نیکیاں پھیلانے، نیکیوں کی ترغیب دینے، نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنے، بُرائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں گناہوں سے سچی پکی توبہ نصیب فرمائے، ہماری تمام جائز حاجات کو پورا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تفصیلی فہرست

ماخذ و مراجع

قرآن مجید	کلامِ الٰہی	****
کتاب کا نام	**مصنف / مؤلف / متوفی**	**مطبوعات**
کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
کتب التفسیر		
تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر البغوی	امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر البیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفیٰ ۶۸۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	اکوڑہ خٹک نوشہرہ
تفسیر ابن کثیر	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ ۱۴۱۹ھ
حاشیۃ الصاوی علی الجلالین	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ کراچی ۱۴۲۱ھ
روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور
کتب الحدیث		
المؤطا	امام مالک بن انس اصبحی المدنی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
مصنف عبد الرزاق	امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الادب المفرد	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	تاشقند از بکسان ۱۳۹۰ھ
صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار المغنی عرب شریف ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
مکارم الاخلاق	حافظ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد قرشی، متوفی ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الدار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ

المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شعب الإیمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
المتجر الرابح	حافظ محمد شرف الدین عبد المؤمن بن خلف دمیاطی، متوفی ۷۰۵ھ	دار خضر بیروت ۱۴۲۲ھ
الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
کشف الخفاء	امام اسماعیل بن محمد العجلونی الشافعی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
کتب شروح الحدیث		
شرح صحیح البخاری لابن بطال	ابو الحسن علی بن خلف بن عبد اللہ، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
اکمال المعلم شرح مسلم	الحافظ ابو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی، متوفی ۵۴۴ھ	دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
کشف المشکل	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الوطن ریاض ۱۴۱۸ھ
شرح النووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
الاربعین النوویۃ	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۵ھ
شرح الطیبی	امام شرف الدین الحسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی، متوفی ۷۴۳	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
شرح سنن ابی داود	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ ۱۳۳۲ھ
لمعات التنقیح	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز الاولیاء لاہور
دلیل الفالحین	محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم شافعی، متوفی ۱۰۵۷ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۳۱ھ
شرح الزرقانی علی المؤطا	محمد زرقانی بن عبد الباقی بن یوسف، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۱۷ھ
مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی
تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد

فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان داتادر بار روڈ لاہور
کتب العقائد		
جاء الحق	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
کتب الفقه		
المبسوط	شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، متوفی ۴۸۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
المیزان الکبری	عبد الوہاب بن احمد بن علی احمد شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	مصطفی البابی مصر
نورالایضاح مع مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فتاویٰ امجدیہ	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۴۱۷ھ
اسلامی بہنوں کی نماز	امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
کتب التصوف		
الزهد	شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک المروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
الرسالة القشیریة	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۰ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
لباب الاحیاء	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ تہران
مجموعہ رسائل امام غزالی	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الفکر بیروت
بهجة الاسرار	ابو الحسن نور الدین علی بن یوسف شطنوفی، متوفی ۷۱۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ
شرح الصدور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
الحدیقة الندیة	سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، متوفی ۱۱۴۱ھ	پشاور پاکستان
درة الناصحین	علامہ عثمان بن حسن خوبوی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت
باطنی بیماریوں کی معلومات	شعبہ بیانات دعوت اسلامی، المدینة العلمیة دعوت اسلامی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
کتب السیرة		
الخیرات الحسان	حافظ احمد بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
مدارج النبوة	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ لاہور ۱۴۱۷ھ
شرح المواهب	محمد زرقانی بن عبد الباقی بن یوسف، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
سیرت مصطفےٰ	علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
کرامات صحابہ	علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ

کتب الاعلام		
الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی، متوفی ٣٦٥ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
صفة الصفوة	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ٥٩٧ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٣ھ
تهذيب الاسماء واللغات	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی، متوفی ٦٧٦ھ	دار الفکر بیروت ١٤١٦ھ
اسد الغابة	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ٨٥٢ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٧ھ
الكتب المتفرقة		
المجالسة وجواهر العلم	ابو بکر احمد بن مروان الدینوری المالکی، متوفی ٣٣٣ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
العظمة	ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان ابو الشیخ الاصبہانی، متوفی ٣٦٩ھ	دار العاصمہ ریاض
تنبيه الغافلين	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ٣٧٣ھ	دار الکتاب العربی بیروت ١٤٢٠ھ
عيون الحكايات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ٥٩٧ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ
عیون الحکایات	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ٥٩٧ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٢٨ھ
التذكرة باحوال الموتى وامور الآخرة	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ٦٧١ھ	دار السلام قاہرہ مصر ١٤٢٩ھ
روض الرياحين	امام عبد اللہ بن اسعد الیافعی، متوفی ٧٦٨ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ
جامع العلوم والحكم	ڈاکٹر محمد بکر اسماعیل متوفی ٧٩٥ھ	الفیصلیہ مکہ مکرمہ
الروض الفائق	مبلغ اسلام الشیخ شعیب حریفیش، متوفی ٨١٠ھ	دار احیاء التراث بیروت ١٤١٦ھ
حکایتیں اور نصیحتیں	مبلغ اسلام الشیخ شعیب حریفیش، متوفی ٨١٠ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٢٩ھ
نزهة المجالس	علامہ عبد الرحمٰن بن عبد السلام الصفوری الشافعی، متوفی ٨٩٤ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٩ھ
اخلاق الصالحین	علامہ ابو یوسف شریف کوٹلوی، متوفی ١٣٧٠ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٢٨ھ
مقالات کاظمی	غزالی زماں مولانا احمد سعید کاظمی، متوفی ١٤٠٦ھ	مکتبہ ضیائیہ ضیاء العلوم راولپنڈی
بہشت کی کنجیاں	علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی، متوفی ١٤٠٦ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٢٩ھ
تذکرۃ الواعظین	علامہ محمد بن جعفر قریشی	کوئٹہ پاکستان
نیکی کی دعوت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٣٢ھ
عاشقانِ رسول کی 130 حکایات	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ١٤٣٣ھ
ثواب بڑھانے کے نسخے	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
انمول ہیرے	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
وسوسے اور ان کا علاج	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
سنتیں اور آداب	شعبہ اصلاحی کتب، المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی	مکتبۃ المدینہ کراچی
تنگ دستی کے اسباب اور اس کا حل	شعبہ اصلاحی کتب، المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی	مکتبۃ المدینہ کراچی
کتاب اللُغة		
التعريفات للجرجانی	سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی، متوفی ٨١٦ھ	دار المنار للطباعۃ والنشر

مجلس المدینة العلمیة کی طرف سے پیش کردہ 355 کُتُب ورسائل

شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت

اُردو کُتُب

(1)......راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّالْقَحْطِ وَالْوَبَاءبِدَعْوَةِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاةِالْفُقَرَاء) (کل صفحات:40)

(2)......کرنسی نوٹ کے شرعی اَحکامات (کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ فِیْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم) (کل صفحات:199)

(3)......فضائلِ دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءلِاٰدَابِ الدُّعَاءمَعَهٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَاءلِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات:326)

(4)......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدفِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَةِالْعِیْد) (کل صفحات:55)

(5)......والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)

(6)......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)

(7)......شریعت وطریقت (مَقَالِ عُرَفَابِاِعْزَازِشَرْعٍ وَعُلَمَا) (کل صفحات:57)

(8)......ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْیَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة) (کل صفحات:60)

(9)......معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیرِ فلاح ونجات واِصلاح) (کل صفحات:41)

(10)......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي) (کل صفحات:100)

(11)......حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟ (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

(12)......ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال) (کل صفحات:63)

(13)......اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُالْاِرْشَاد) (کل صفحات:31)

(14)......ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)

(15)......اَلْوَظِیْفَةُ الْكَرِیْمَة (کل صفحات:46)

(16)......کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

(17)......حدائقِ بخشش (کل صفحات:446)

(18)......بیاضِ پاک حجۃ الاسلام (کل صفحات:37)

(19)......تفسیر صراط الجنان جلد اوّل (کل صفحات:524)

(20)......تفسیر صراط الجنان جلد دوم (کل صفحات:495)

(21)......تفسیر صراط الجنان جلد سوم (کل صفحات: 573)

(22)......تفسیر صراط الجنان جلد چہارم (کل صفحات: 592)

(23)......تفسیر صراط الجنان جلد پنجم (کل صفحات: 617)

(24)......تفسیر صراط الجنان جلد ششم (کل صفحات: 717)

(25)......اعتقاد الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات: 200)

(26)......معرفۃ القرآن علی کنز العرفان پہلا پارہ (کل صفحات: 80)

(27)......معرفۃ القرآن دوسرا پارہ (کل صفحات: 84)

(28)......معرفۃ القرآن تیسرا پارہ (کل صفحات: 88)

(29)......معرفۃ القرآن چوتھا پارہ (کل صفحات: 84)

(30)......معرفۃ القرآن پانچواں پارہ (کل صفحات: 82)

(31)......معرفۃ القرآن جلد اوّل (پارہ 1 تا 5) (کل صفحات: 404)

(32)......معرفۃ القرآن جلد دوم (پارہ 6 تا 10) (کل صفحات: 376)

عربی کُتُب

(33)......جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں) (کل صفحات: 4000)

(34)......اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی (کل صفحات: 458)

(35)......كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم (کل صفحات: 74)

(36)......اَلاجَازَاتُ الْمَتِیْنَة (کل صفحات: 62)

(37)......اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّة (کل صفحات: 93)

(38)......اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِی (کل صفحات: 46)

(39)......تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان (کل صفحات: 77)

(40)......اَجْلَى الْاِعْلَام (کل صفحات: 70)

(41)......اِقَامَةُ الْقِيَامَة (کل صفحات: 60)

شعبۂ فیضانِ حدیث

(1)......فیضانِ ریاض الصالحین جلد اوّل (کل صفحات: 656)

شعبۂ تراجمِ کُتُب

(24)......اِصلاحِ اعمال جلد اوّل (اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃ شَرْحُ طَرِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃ) (کل صفحات:866)

(25)......جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم) (اَلزَّوَاجِرعَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:1012)

(26)......عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَۃ فِی طَلَبِ الْحَدِیْث) (کل صفحات:105)

(27)......احیاء العلوم جلد اوّل (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:1124)

(28)......احیاء العلوم جلد دوم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:1400)

(29)......احیاء العلوم جلد سوم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:1286)

(30)......احیاء العلوم جلد چہارم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:911)

(31)......احیاء العلوم جلد پنجم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:801)

(32)......قوت القلوب (اردو) (کل صفحات:826)

(33)......76 کبیرہ گناہ (کل صفحات:264)

(34)......اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) پہلی جلد (کل صفحات:896)

(35)......اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) دوسری جلد (کل صفحات:625)

(36)......اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) تیسری جلد (کل صفحات:580)

(37)......اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) چوتھی جلد (کل صفحات:510)

(38)......اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) پانچویں جلد (کل صفحات:571)

(39)......شرح الصدور (مترجم) (کل صفحات:586)

شعبۂ درسی کُتُب

(1)......مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

(2)......الاربعین النوویۃ فی الاحادیث النبویۃ (کل صفحات:155)

(3)......اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ (کل صفحات:325)

(4)......اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:299)

(5)......نور الایضاح مع حاشیۃ النور و الضیاء (کل صفحات:392)

(6)......شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد (کل صفحات:384)

(7)......الفرح الکامل علی شرح مئۃ عامل (کل صفحات:158)

(8)......عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو (کل صفحات:280)

(9)......صرف بهائی مع حاشية صرف بنائی (كل صفحات:55)

(10)......دروس البلاغة مع شموس البراعة (كل صفحات:241)

(11)......مقدمة الشيخ مع التحفة المرضية (كل صفحات:119)

(12)......نزهة النظر شرح نخبة الفكر (كل صفحات:175)

(13)......نحو مير مع حاشية نحو منير (كل صفحات:203)

(14)......تلخيص اصول الشاشي (كل صفحات:144)

(15)......نصاب النحو (كل صفحات:288)

(16)......نصاب اصولِ حديث (كل صفحات:95)

(17)......فيضانِ التجويد (كل صفحات:112)

(18)......المحادثة العربية (كل صفحات:101)

(19)......تعريفاتِ نحوية (كل صفحات:45)

(20)......خاصياتِ ابواب (كل صفحات:141)

(21)......شرح مئة عامل (كل صفحات:44)

(22)......نصاب الصرف (كل صفحات:343)

(23)......نصاب المنطق (كل صفحات:168)

(24)......انوار الحديث (كل صفحات:466)

(25)......نصاب الادب (كل صفحات:184)

(26)......تفسير الجلالين مع حاشية انوار الحرمين (كل صفحات:364)

(27)......خلفائے راشدین (کل صفحات:341)

(28)......قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی (کل صفحات:317)

(29)......فیض الادب (مکمل حصہ اوّل، دوم) (کل صفحات:228)

(30)......منتخب الابواب من احیاء علوم الدین (عربی) (کل صفحات:173)

(31)......کافیہ مع شرح ناجیہ (کل صفحات:252)

(32)......الحق المبین (کل صفحات:128)

(33)......تیسیر مصطلح الحدیث (کل صفحات:188)

(34)......شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی (کل صفحات:419)

(35)......شرح الفقہ الاکبر (کل صفحات:213)

(36)......خلاصۃ النحو (حصہ اوّل) (کل صفحات:107)

(37)......خلاصۃ النحو (حصہ دوم) (کل صفحات:108)

(38)......ریاض الصالحین (عربی) (کل صفحات :108)

(39)......المرقاۃ (کل صفحات:91)

(40)......مئۃ عامل (فارسی ترجمہ) (کل صفحات:22)

(41)......دیوانِ المتنبی مع الحاشیۃ المفیدہ اتقان المتلقی (کل صفحات:88)

(42)......تلخیص المفتاح مع شرحہ الجدید تنویر المصباح (کل صفحات:219)

شعبۂ تخریج

(1)......صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِین کا عشق رسول (کل صفحات:274)

(2)......بہارِ شریعت، جلد اوّل (حصہ 1 تا 6) (کل صفحات:1360)

(3)......بہارِ شریعت جلد دوم (حصہ 7 تا 13) (کل صفحات:1304)

(4)......اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُن (کل صفحات:59)

(5)......عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422)

(6)......گلدستہ عقائد و اعمال (کل صفحات:244)

(7)......بہارِ شریعت (سولہواں حصہ) (کل صفحات 312)

(8)......تحقیقات (کل صفحات:142)

(9)...... اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)

(10)......جنتی زیور (کل صفحات:679)

(11)......علم القرآن (کل صفحات:244)

(12)......سوانح کربلا (کل صفحات:192)

(13)......اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)

(14)......کتاب العقائد (کل صفحات:64)

(15)......منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)

(16)......اسلامی زندگی (کل صفحات:170)

(17)......آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)

(18) تا (24)......فتاوی اہل سنت (سات حصے)

(25)......حق و باطل کا فرق (کل صفحات:50)

(26)......بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)

(27)......جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)

(28)......کراماتِ صحابہ (کل صفحات:346)

(29)......اَخلاق الصالحین (کل صفحات:78)

شعبۂ فیضانِ صحابہ واھل بیت

شعبۂ فیضانِ صحابیات

(5)......صحابیات اور پردہ (کل صفحات:56)

(6)......بارگاہِ رسالت میں صحابیات کے نذرانے (کل صفحات:48)

(7)......فیضانِ حضرتِ آسیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) (کل صفحات:36)

(8)......صحابیات اور عشقِ رسول (کل صفحات:64)

(9)......صحابیات اور نصیحتوں کے مدنی پھول (کل صفحات:144)

شعبۂ اِصلاحی کُتُب

(1)......غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)

(2)......تکبر (کل صفحات:97)

(3)......40 فرامینِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم (کل صفحات:87)

(4)......بدگمانی (کل صفحات:57)

(5)......قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)

(6)......نور کا کھلونا (کل صفحات:32)

(7)......اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

(8)......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(9)......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

(10)......ریاکاری (کل صفحات:170)

(11)......قوم جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)

(12)......عشر کے احکام (کل صفحات:48)

(13)......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)

(14)......فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)

(15)......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

(16)......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

(17)......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)

(18)......ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)

(19)......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

(20)......مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

(21)......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)

(22)......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)

(23)......نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)

(24)......خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)

(25)......تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)

(26)......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

(27)......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)

(28)......نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)

(29)......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

(30)......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)

(31)......جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)

(32)......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

(33)......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

(34)......حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)

(35)......حج وعمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48) (36)......جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)

(37)......قصیدہ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22) (38)......تذکرہ صدر الافاضل (کل صفحات:25)

(39)......سنتیں اور آداب (کل صفحات:125) (40)......بغض وکینہ (کل صفحات:83)

(41)......اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 1) (سابقہ نام: مدنی نصاب برائے مدنی قاعدہ) (کل صفحات:60)

(42)......اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 2) (سابقہ نام: مدنی نصاب برائے ناظرہ) (کل صفحات:104)

(43)......اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ 3) (کل صفحات:352)

(44)......مزاراتِ اولیاء کی حکایات (کل صفحات:48)

(45)......فیضانِ اسلام کورس حصہ اوّل (کل صفحات:79)

(46)......فیضانِ اسلام کورس حصہ دوم (کل صفحات:102)

(47)......محبوبِ عطار کی 122 حکایات (کل صفحات:208)

(48)......بدشگونی (کل صفحات:128) (49)......فیضانِ معراج (کل صفحات:134)

(50)......نام کے احکام (کل صفحات:180) (51)......جیسی کرنی ویسی بھرنی (کل صفحات:110)

(52)......اعرابی کے سوالات عربی آقا صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جوابات (کل صفحات:118)

(53)......وہ ہم میں سے نہیں (کل صفحات:112) (54)......بہتر کون؟ (کل صفحات:139)

شعبۂ امیر اہلسنت

(1)......سرکار صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)

(2)......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)

(3)......اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)

(4)......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)

(5)......دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)

(6)......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)

(7)......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)

(8)......آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات: 275)

(9)......بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48) (10)......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
(11)......پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48) (12)......گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
(13)......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220) (14)......گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)
(15)......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33) (16)......جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
(17)......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (2) (کل صفحات:48) (18)......غافل درزی (کل صفحات:36)
(19)......مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33) (20)......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
(21)......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49) (22)......کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)
(23)......تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط 4) (کل صفحات:49) (24)......میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
(25)......چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32) (26)......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
(27)......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32) (28)......بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
(29)......عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24) (30)......ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
(31)......نومسلم کی دردبھری داستان (کل صفحات:32) (32)......مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)
(33)......خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32) (34)......فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
(35)......ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32) (36)......قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
(37)......فیضانِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:101) (38)......حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
(39)......ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32) (40)......کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
(41)......صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33) (42)......کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
(43)......میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32) (44)......نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
(45)......آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32) (46)......ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
(47)......بابرکت روٹی (کل صفحات:32) (48)......اغواشدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
(49)......میں نیک کیسے بنا؟ (کل صفحات:32) (50)......شرابی، مؤذن کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
(51)......بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32) (52)......خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32)
(53)......ناکام عاشق (کل صفحات:32)
(54)......میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)
(55)......چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
(56)......علم وحکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرۂ امیر اہلسنت قسط 5) (کل صفحات:102)

شعبۂ اولیاء وعُلماء

شعبۂ بیاناتِ دعوتِ اسلامی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جُمعرات بعد نمازِ مغرِب آپ کے یہاں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کیلئے اچّھی اچّھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمائیے ❁ سُنّتوں کی تربیت کے لئے **مَدَنی قافلے** میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ **"فکرِ مدینہ"** کے ذَرِیعے **مَدَنی اِنْعامات** کا رِسالہ پُر کرکے ہر مَدَنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اپنی اِصلاح کے لیے **"مَدَنی اِنْعامات"** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی قافلوں"** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net